

روزانہ درستی قرآن کریم

# تفسیر

سورة لقمان — (مکمل)

سورة السجدة — (مکمل)

سورة الاحزاب — (مکمل)

سورة سبا — (مکمل)

سورة فاطر — (مکمل)

سورة یس — (مکمل)

سورة الصافات — (مکمل)  
(جلد ۱۵)

— افادات —

تصنیف مولانا سید احمد سواتی دام بوم  
خطیب جامع مسجد نور گوہر انوالہ، پاکستان

## طبع گیارہ

### (جملہ حقوق بحق انجمن محفوظ ہیں)

نام کتاب	.....	سالم المعروفان فی دروس القرآن (سورۃ لقمان تا سورہ الصفات) جلد ۱۵
اشارات	.....	حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی خطیب جامع مسجد نور کوہ جرنوالہ
مرتب	.....	الحاج لعل دین ریم اے (علوم اسلامیہ) شالامار ٹاؤن لاہور
تعداد طباعت	.....	پانچ سو (۵۰۰)
سرورق	.....	سید الخطا طین حضرت شاہ فیض الحسنی مدظلہ
کتابت	.....	محمد امان اللہ قادری گوجرانوالہ
ناشر	.....	مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوجرانوالہ
قیمت	.....	۲۸۰ روپے (دو سوای روپے)
تاریخ طبع گیارہ	.....	جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ مطابق جن ۲۰۰۸ء

## ملنے کے پتے

- (۱) مکتبہ دروس القرآن، محلہ فاروق گنج گوجرانوالہ (۵) کتب خانہ رشیدیہ رانیہ بازار راولپنڈی
- (۲) مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر اردو بازار لاہور (۶) کتب خانہ مجیدیہ، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
- (۳) مکتبہ قاسمیہ الفضل مارکیٹ لاہور (۷) مکتبہ طیبہ نزد جامعہ نعوریہ سائٹ نمبر ۴ کراچی
- (۴) مکتبہ سید احمد شہید مارو بازار لاہور (۸) اسلامیہ کتب خانہ اڈا گامی، ایسٹ آباد
- (۹) مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ (۱۰) مکتبہ العلوم ۱۸ اردو بازار لاہور

# فہرست مضامین عالم القرآن فی درس القرآن جلد ۱۵

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۰	عائز اور برائی	۲۹	پیش نظر، علاج عمل دین مناسب
۵۱	وہی پر رہیں	۳۵	منہاجت گفتی، جو فیضانِ حق کوئی
۵۲	درس چہارم ۴، آیت ۱۱۲	۳۹	سورۃ لقمان، زمکلی
۵۳	دلیل آیت	۴۰	درس اول ۱، آیت ۱۵۱
۵۳	امت کا لغات و تفسیر	۴۰	نہ اور، برائت
۵۵	نعت و منورہ	۴۱	احسان سورۃ
۵۶	تفسیر لغات و تفسیر	۴۲	جو منہ مضمت
۶۱	بے گروہیت	۴۳	کتابت کجی آیت
۶۲	شعر و اصول	۴۳	جائیت اور غرضت
۶۵	درس پنجم ۵، آیت ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷	۴۴	نہ پر استقامت
۶۵	دلیل آیت	۴۶	زکوٰۃ کی ادائیگی
۶۵	شرک کی ممانعت	۴۶	اجان یا غرضت
۶۶	شرک کی ممانعت	۴۸	نہ کہ دوم ۲، آیت ۱۱۶
۶۹	والدین کے حقوق	۴۸	دلیل آیت
۷۰	ان کو ممانعت	۴۹	نہ کہ تیس
۷۱	ممانعت کا مسئلہ	۴۳	توقن سے برکرونی
۷۲	شرک کا مسئلہ	۴۳	درس سوم ۳، آیت ۱۱۷
۷۲	والدین سے حسن سلوک	۴۵	دلیل آیت
۷۳	خانی اسے کا ممانعت	۴۵	اجانے بیان
۷۵	درس ششم ۶، آیت ۱۱۷، ۱۱۸	۴۶	آسان اور پائیدار کی تعلیم

۱۰۴	رابط آیات	۷۶	رابط آیات
۱۰۵	کشتی رانی بطور ثنائی	۷۷	اعمال کی پیشی
۱۰۷	صبر و شکر کی منزل	۷۸	نماز کی تاکید
۱۰۸	ترجیح کی دلیل	۷۹	اسرار المعروف اور نہی عن المنکر
۱۰۹	قیامت کا طوفان	۸۰	صبر کی ترغیب
۱۱۰	دنیا اور شیطان کا دھوکہ	۸۱	تجربہ کی ممانعت
۱۱۲	درس دہم ۱۰ (آیت ۳۴)	۸۱	چال میں سیانہ روی
۱۱۲	رابط آیات	۸۲	آواز کی پستی
۱۱۲	مفتاح الغیب	۸۳	درس ہفتم (آیت ۲۰ تا ۲۴)
۱۱۳	شان نزول	۸۵	رابط آیات
۱۱۳	وقوع قیامت کا علم	۸۶	تسخیر ارض و سما
۱۱۳	نزول بارش کا علم	۸۷	تکمیل نعمت
۱۱۵	حل کا علم	۸۸	دلائل توحید
۱۱۵	آمدہ کل کا علم	۸۹	آباد اجداد کی اندھی تقلید
۱۱۶	جلنے موت کا علم	۹۱	ایمان کا مضبوط کھڑا
۱۱۸	اکوان اور احکام کا علم	۹۲	کفر کا انجام
۱۱۸	علم غیب پر اصولی بحث	۹۳	درس ہشتم ۸ (آیت ۲۵ تا ۳۰)
۱۲۱	سورة السجدة (مکمل)	۹۵	رابط آیات
۱۲۲	درس اول ۱ (آیت ۵ تا ۵)	۹۶	دلائل توحید
۱۲۳	نام اور کوائف	۹۷	ترجیح کے چار درجے
۱۲۳	سابقہ سورة کے ساتھ ربط	۹۹	اللہ کی صفات کمال
۱۲۴	فضائل سورة	۱۰۰	بعثت بعد الموت
۱۲۵	مضامین سورة	۱۰۳	درس نہم ۹ (آیت ۳۱ تا ۳۲)



۱۵۲	۲۵	در بیان تہذیب و تمدن	۱۵۲
۱۵۱	۱۲۶	در بیان تہذیب و تمدن	۱۵۱
۱۵۰	۲۹	در بیان تہذیب و تمدن	۱۵۰
۱۴۹	۱۲۸	در بیان تہذیب و تمدن	۱۴۹
۱۴۸	۴۵	در بیان تہذیب و تمدن	۱۴۸
۱۴۷	۲۹	در بیان تہذیب و تمدن	۱۴۷
۱۴۶	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۴۶
۱۴۵	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۴۵
۱۴۴	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۴۴
۱۴۳	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۴۳
۱۴۲	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۴۲
۱۴۱	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۴۱
۱۴۰	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۴۰
۱۳۹	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۳۹
۱۳۸	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۳۸
۱۳۷	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۳۷
۱۳۶	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۳۶
۱۳۵	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۳۵
۱۳۴	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۳۴
۱۳۳	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۳۳
۱۳۲	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۳۲
۱۳۱	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۳۱
۱۳۰	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۳۰
۱۲۹	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۲۹
۱۲۸	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۲۸
۱۲۷	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۲۷
۱۲۶	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۲۶
۱۲۵	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۲۵
۱۲۴	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۲۴
۱۲۳	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۲۳
۱۲۲	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۲۲
۱۲۱	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۲۱
۱۲۰	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۲۰
۱۱۹	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۱۹
۱۱۸	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۱۸
۱۱۷	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۱۷
۱۱۶	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۱۶
۱۱۵	۱۲۳	در بیان تہذیب و تمدن	۱۱۵

۲۰۰	درس سوم ۳ (آیت ۶)	۱۷۶	درگزر اور انتظار
۲۰۱	رابطہ آیات	۱۷۷	فضائل سورۃ
۲۰۲	نبی اور نبی کا حلقہ	۱۷۸	سورۃ الاحزاب (مکمل)
۲۰۳	نبی بنی اسرائیل	۱۷۹	درس اول ۱ (آیت ۱-۳)
۲۰۴	نبی کو تصرف کا حق	۱۸۰	نام اور کوائف
۲۰۵	ازواج مطہرات و عورتوں کا امین	۱۸۱	زمانہ نزول
۲۰۶	قرابت داروں کا حق	۱۸۲	مضامین سورۃ
۲۰۷	ساتھ بیٹوں کے ساتھ احسان	۱۸۳	سابقہ سورۃ کے ساتھ ربط
۲۰۸	درس چہارم ۴ (آیت ۸۲)	۱۸۴	شرف خاتم النبیین
۲۰۹	رابطہ آیات	۱۸۵	خوف خدا
۲۱۰	میشاقی انبیاء	۱۸۶	مہارت کی ممانعت
۲۱۱	حضور علیہ السلام کی خصوصیت	۱۸۷	چار ابدالے دین
۲۱۲	میشاقی کی غایت	۱۸۸	اتباع وحی
۲۱۳	درس پنجم ۵ (آیت ۱۲۹)	۱۸۹	مگر وہ کئی لیدر
۲۱۴	رابطہ آیات	۱۹۰	اسلاف کی قربانیاں
۲۱۵	جنگ احزاب	۱۹۱	توکل علی اللہ
۲۱۶	الغنائم الیہ کا تذکرہ	۱۹۲	درس دوم ۲ (آیت ۴ تا ۵)
۲۱۷	منافقوں کی بھڑاس	۱۹۳	رابطہ آیات
۲۱۸	درس ششم ۶ (آیت ۱۳ تا ۲۰)	۱۹۴	بہار کاملہ
۲۱۹	رابطہ آیات	۱۹۵	منہ بوسے بیٹے کا مسئلہ
۲۲۰	منافقوں کی طرف سے حوصلہ شکنی	۱۹۶	حضرت زید کا واقعہ
۲۲۱	منافقوں کے جھوٹے بیانے	۱۹۷	شبلی کی بیوی سے نکاح کا مسئلہ
۲۲۲	دشمن کی مدد	۱۹۸	حقیقی باپ کی طرف نسبت

۲۵۵	عورت کے لیے پردہ	۲۲۹	مرت سے فخر بکن نہیں
۲۵۷	اہل بیت کی عمارت	۲۳۰	سناغین کا بکرہ داری
۲۵۷	افزار اہل بیت	۲۳۱	جہاد سے خوار
۲۵۹	کتاب و سنت کی تعلیم	۲۳۲	درس ہفتم ۷ (آیت ۲۱ آیت ۲۷)
۲۶۱	درس دہم ۱۰ (آیت ۲۵)	۲۳۵	راہداریات
۲۶۱	راہداریات	۲۳۵	اسرار حسنہ
۲۶۳	مسلمان مرد و زن	۲۳۷	ایمان و اطاعت میں اضافہ
۲۶۳	اہل ایمان مرد و زن	۲۳۸	ایک نئے عہد
۲۶۳	اطاعت گزارد مرد و زن	۲۳۹	کاروان کی نافرمانی
۲۶۳	بچے مرد و زن	۲۴۰	پن فرزند کی سرکوبی
۲۶۵	صاحب مرد و زن	۲۴۲	نئے نپہر
۲۶۶	صاحب مرد و زن	۲۴۳	درس ہشتم ۸ (آیت ۲۸ آیت ۳۰)
۲۶۶	نسبی مرد و زن	۲۴۵	راہداریات
۲۶۷	مرد سے دہم اور دہم سے دہم	۲۴۵	اداری سلطنت و مطالبہ
۲۶۷	معاقلین و مسوس مرد و زن	۲۴۶	ادارے سے ملکہ
۲۶۸	زائرین مرد و زن	۲۴۷	خندان عورت کی فحاشی ہنر
۲۶۹	بخشش اور اچھے عمل	۲۴۸	دنیا اور آخرت میں سے انتخاب
۲۷۰	درس یازدہم ۱۱ (آیت ۳۰ آیت ۳۲)	۲۴۹	مزالہ جزا و حدیث
۲۷۱	راہداریات	۲۵۰	بچی کا دکن اور
۲۷۱	الشر اور رسول کا فیصلہ	۲۵۲	درس نهم ۹ (آیت ۳۰ آیت ۳۳)
۲۷۳	شادی و نکاح	۲۵۳	راہداریات
۲۷۳	زید کا نکاح و زینب سے	۲۵۳	صحابہ المؤمنین کے لیے سیرت و گفتگو
۲۷۳	زید اور زینب میں حد و ممانعت	۲۵۳	تہجد و عبادت

۲۹۸	صفائی کی گواہی	۲۷۵	حضور علیہ السلام کے دل میں خلش
۲۹۹	نبی بطور مبشر و منذر	۲۷۶	زید سے طلاق اور حضور سے نکاح
۳۰۰	داعی الی اللہ	۲۷۸	درس دوازدہم ۱۲ (آیت ۳۸ تا ۴۰)
۳۰۰	سراج منیر	۲۷۹	ربط آیات
۳۰۱	آپ علیہ السلام کا تذکرہ تورات میں	۲۷۹	نبی علیہ السلام کے لیے قلی
۳۰۲	شیعہ نبی کی شہادت	۲۸۱	مردوں کے باپ ہونے کی نفی
۳۰۴	اہل ایمان کے لیے بشارت	۲۸۱	ختم نبوة کا مسئلہ
۳۰۴	مشن پر استقامت	۲۸۲	جھوٹے مدعیانِ نبوت
۳۰۶	درس پانزدہم ۱۵ (آیت ۴۹)	۲۸۵	قادیانی فتنہ
۳۰۶	ربط آیات	۲۸۷	درس سیزدہم ۱۳ (آیت ۴۱ تا ۴۴)
۳۰۶	عدت کے مسائل	۲۸۷	ربط آیات
۳۰۷	طلاق قبل از مساس	۲۸۸	ذکر الہی کی فضیلت
۳۰۸	دورانِ عدت کے احکام	۲۹۰	تبلیغ کی تاکید
۳۰۹	عالمی قوانین کی خرابیاں	۲۹۱	رحمت خداوندی کا نزول
۳۱۰	اچھے طریقے سے رخصتی	۲۹۱	ظلمت سے نور کی طرف
۳۱۰	انسانی ہمدردی کا اصول	۲۹۲	دعا بطورِ سلام
۳۱۱	اسلام اور غیر مذہب کا تقابلی جائزہ	۲۹۳	درس چہار دہم ۱۴ (آیت ۴۵ تا ۴۸)
۳۱۳	درس شانزدہم ۱۶ (آیت ۵۰)	۲۹۴	ربط آیات
۳۱۳	ربط آیات	۲۹۵	حضور علیہ السلام بطورِ شہ
۳۱۴	تعدد ازواج کی اجازت	۲۹۵	شام کے حاضر و ناظر ہونے کی نفی
۳۱۵	کثرت ازواج پر اعتراض	۲۹۶	اللہ کی وحدانیت کی گواہی
۳۱۶	لوٹنوں کی حدت	۲۹۷	تبلیغ دین کی گواہی
۳۱۷	خاندانی مہاجر عورتوں سے نکاح	۲۹۷	اعمالِ امت کی گواہی

۳۴۶	۲۱۸	درس مستحکم ۲۰ ذیبت ۱۵۶	۲۱۸	مدرس نے جان کی اجازت
۳۴۹	۳۱۹	راہد آیات	۳۱۹	اسم ہائے حق کی صفت
۳۴۰	۳۲۰	نہایت درود و سلام	۳۲۰	درس فقہیم ۱۶ ذیبت ۱۵۲
۳۴۱	۳۲۱	درود کی فضیلت	۳۲۱	راہد آیات
۳۴۹	۳۲۱	درود کی فضیلت	۳۲۱	پہلے سے ایک ایمان بطور شرط
۳۵۰	۳۲۱	درود پڑھنے کا طریقہ	۳۲۱	مقام عبادت کی اجازت
۳۵۱	۳۲۲	المدرس ہجرت کی فضیلت	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت
۳۵۲	۳۲۲	۱۰۰ شریعت پڑھنے کا نذر	۳۲۲	قبیلہ بنو قریظہ کی اجازت
۳۵۳	۳۲۲	درس سب سے پہلے ۱۵ ذیبت ۱۵۵	۳۲۲	لڑائی کا نذر و ناج
۳۵۴	۳۲۲	راہد آیات	۳۲۲	درس مشرکیم ۱۶ ذیبت ۱۵۵
۳۵۵	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت	۳۲۲	راہد آیات
۳۵۶	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت
۳۵۷	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت
۳۵۸	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت
۳۵۹	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت
۳۶۰	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت
۳۶۱	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت
۳۶۲	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت
۳۶۳	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت
۳۶۴	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت
۳۶۵	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت
۳۶۶	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت
۳۶۷	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت
۳۶۸	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت
۳۶۹	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت	۳۲۲	مذہب طاعت کی اجازت

۳۸۸	شاہ عبدالعزیز کی تفسیر	۳۶۹	دفعہ قیامت کا علم
۳۸۹	مولانا عثمانی کی تشریح	۳۷۲	کفار پر لعنت
۳۹۱	سزا اور جزا	۳۷۳	افسوس کا انکار
۳۹۳	سورۃ سبأ (مکمل)	۳۷۴	پیشواؤں کے خلاف نکایت
۳۹۴	درس اول (آیت ۶۴)	۳۷۵	درس سبب چار ۲۳ (آیت ۲۹ ال)
۳۹۶	نام اور کوائف	۳۷۵	ربط آیات
۳۹۶	سابقہ سورہ کے ساتھ ربط	۳۷۶	سورۃ علیہ السلام کو ایذا دہانی
۳۹۷	مضامین سورہ	۳۷۷	جہاد سے گریز
۳۹۷	حمد باری تعالیٰ	۳۷۸	جہانی عینت کاش خازن
۳۹۹	خدا تعالیٰ کا علم محیط	۳۷۸	بدکاری کا الزام
۴۰۰	دفعہ قیامت	۳۷۹	اہل ایمان کو قہقہے
۴۰۱	جہنم کے عمل کی منزل	۳۸۰	قولی سعید کی ترغیب
۴۰۳	قرآن کی حفاظت	۳۸۰	سیاحی کا فائدہ
۴۰۴	درس دوم ۲ (آیت ۷۷ تا ۹۷)	۳۸۱	اطاعت کا اصول
۴۰۵	ربط آیات	۳۸۲	درس سبب پنج ۲۵ (آیت ۷۷ تا ۷۷)
۴۰۵	بعثت بعد الموت	۳۸۲	ربط آیات
۴۰۷	کفار کا انکار	۳۸۳	ان کا حل امن
۴۰۷	دیوانی کا اتمام	۳۸۴	عرض اور ابی کا مفہوم
۴۰۸	توحید کے درجات	۳۸۵	حل امن کی عفت
۴۰۹	مشرک کے لیے سزا	۳۸۵	عہدہ تکلیف
۴۱۰	درس سوم ۳ (آیت ۱۱۲ تا ۱۱۲)	۳۸۶	جنید بغدادی کی تفسیر
۴۱۱	ربط آیات	۳۸۷	محمد و الف ثانی کا نظریہ
۴۱۲	دار علیہ السلام کے فضائل	۳۸۷	امنیت بصورت اولیٰ و دوم

۴۳۵	شعر و تفسیر
۴۳۶	بنات کی تفسیر و ریاضیات
۴۳۸	درس ششم ۶ (آیت ۱۵ تا ۱۷)
۴۳۹	ربط آیات
۴۳۹	فہرست
۴۴۱	تفسیر
۴۴۲	فہرست
۴۴۵	قرآن مجید کی تفسیر
۴۴۷	درس ہفتم ۷ (آیت ۱۸ تا ۲۱)
۴۴۸	ربط آیات
۴۴۸	نماز و نمازیں
۴۵۱	بے سفر کی دعا
۴۵۱	تفسیر
۴۵۲	تفسیر
۴۵۲	تفسیر
۴۵۳	درس ہشتم ۸ (آیت ۲۲ تا ۲۴)
۴۵۵	ربط آیات
۴۵۵	زین نمازی
۴۵۶	شرک و اثن جبر و العبادت
۴۵۷	جہنم و جہنم کا عذاب
۴۵۹	پانچ نماز
۴۵۹	فہرست
۴۶۱	درس نہم ۹ (آیت ۲۵ تا ۲۸)
۴۶۲	ربط آیات

۴۶۳	دوسرا جلد کی خوش آمدنی
۴۶۴	معمود اور کرامت
۴۶۴	پہلوں اور پڑھوں کی ہزائی
۴۶۵	تفسیر
۴۶۶	تفسیر
۴۶۷	تفسیر
۴۶۸	تفسیر
۴۶۸	تفسیر
۴۷۰	درس چہارم ۴ (آیت ۱۲ تا ۱۳)
۴۷۱	ربط آیات
۴۷۱	تفسیر
۴۷۲	تفسیر
۴۷۳	تفسیر
۴۷۳	تفسیر
۴۷۴	تفسیر
۴۷۶	تفسیر
۴۷۸	تفسیر
۴۷۹	تفسیر
۴۸۰	درس پنجم ۵ (آیت ۱۱)
۴۸۱	ربط آیات
۴۸۱	تفسیر
۴۸۲	تفسیر
۴۸۲	تفسیر

۴۸۸	درس دوازدهم ۱۲ (آیت ۴۵ تا ۴۸)	۴۶۳	روزِ بزرگ آسمان و زمین
۴۸۹	رابطہ آیات	۴۶۴	رزق بہست خدا
۴۹۰	فرشتوں کی عبادت	۴۶۵	دلیل ترجیح
۴۹۱	جنت کی پرستش	۴۶۶	دوسری اپنی اپنی
۴۹۲	ظالموں کے لیے عذاب	۴۶۷	شرک کی تردید
۴۹۳	رسالت کا انکار	۴۶۸	عالمی بنی
۴۹۴	عربوں کی لاعلمی	۴۶۹	ذوق قیامت
۴۹۵	سابقہ اقوام کا حشر	۴۷۰	درس دہم ۱۰ (آیت ۳۱ تا ۳۳)
۴۹۶	درس سیزدہم ۱۳ (آیت ۴۶ تا ۵۴)	۴۷۱	رابطہ آیات
۴۹۷	رابطہ آیات	۴۷۲	قرآن پاک کی حقانیت
۴۹۸	غور و فکر کی دعوت	۴۷۳	نایب اور متبوع کی کشمکش
۵۰۱	ذاتی مفاد کی نفی	۴۷۵	عیسائیت کا جال
۵۰۲	حق و باطل کی کشمکش	۴۷۶	شرک کا وبال
۵۰۳	آخرت میں لازمی گرفت	۴۷۸	قبر پرستی
۵۰۴	سورۃ فاطر (مکمل)	۴۷۹	درس یازدہم ۱۱ (آیت ۳۴ تا ۳۹)
۵۰۸	درس اول ۱ (آیت ۱)	۴۸۰	رابطہ آیات
۵۰۸	نام اور کوائف	۴۸۱	مشرکین کا انکار رسالت
۵۰۹	مضامین سورۃ	۴۸۱	مال و اولاد پر فخر
۵۱۰	فاطر یا بدیع	۴۸۲	شانِ نزول
۵۱۱	چار صفات خداوندی	۴۸۳	برزق کی کشادگی اور تنگی
۵۱۴	فرشتوں کی تخلیق	۴۸۵	خوشحالی ذریعہ قرب نہیں
۵۱۴	فرشتوں کی صلاحیت	۴۸۶	مجرمین کے لیے سزا
۵۱۶	تخلیق میں اضافہ	۴۸۶	الغاق فی سبیل اللہ



۵۴	۵۱۷	درس دوم ۲ روایت ۱۴
۵۴	۵۱۸	جلد اول
۵۴	۵۱۹	جلد اول
۵۴	۵۲۰	تشریح کی آیتیں
۵۴	۵۲۱	مردوں کے حقوق
۵۴	۵۲۲	بیاضی کے روایات
۵۴	۵۲۳	انعامات اللہ
۵۴	۵۲۴	انعامات اللہ
۵۴	۵۲۵	فصلیہ مضامین
۵۴	۵۲۶	درس سوم ۳ روایت ۱۵
۵۴	۵۲۷	جلد اول
۵۴	۵۲۸	وقت قیامت کا ذکر
۵۴	۵۲۹	نبیوں و انبیاء
۵۴	۵۳۰	شیطان سے بچنے کی طریقہ
۵۴	۵۳۱	انسان کی فطرت کا ذکر
۵۴	۵۳۲	گنہگاروں کی اصلاح
۵۴	۵۳۳	درس چہارم ۴ روایت ۱۶
۵۴	۵۳۴	جلد اول
۵۴	۵۳۵	نبی اور نبیوں کے فضائل
۵۴	۵۳۶	تفسیر و تفسیر
۵۴	۵۳۷	انعامات اللہ کے فضائل
۵۴	۵۳۸	انعامات اللہ
۵۴	۵۳۹	انعامات اللہ
۵۴	۵۴۰	انعامات اللہ

۶۰۵	۵۷۷	نفع بخش تجارت
۶۰۷	۵۷۸	قرآن کی حقانیت
۶۰۸	۵۷۹	درس ششم ۹ (آیت ۳۲ تا ۳۷)
۶۰۹	۵۸۰	رابطہ آیات
۶۰۹	۵۸۱	وراثت کے کتب
۶۱۰	۵۸۲	اہل جنت کے لیے نعمات
۶۱۱	۵۸۳	اہل جہنم کے لیے سزا
۶۱۲	۵۸۵	عمر کا استعمال
۶۱۳	۵۸۶	منذربین کی آمد
۶۱۵	۵۸۹	درس دہم ۱۰ (آیت ۳۸ تا ۴۱)
۶۱۷	۵۹۰	رابطہ آیات
۶۱۸	۵۹۱	عالم الغیب ذات
۶۱۸	۵۹۱	خلافت ارضی
۶۱۹	۵۹۳	ناشر گزاری کا انجام
۶۱۹	۵۹۴	شرک کی تردید
۶۲۰	۵۹۶	شعاعت کا غلط تصور
۶۲۲	۵۹۷	نظام کائنات کا استحکام
۶۲۳	۵۹۹	درس یازدہم ۱۱ (آیت ۴۲ تا ۴۵)
۶۲۳	۶۰۰	رابطہ آیات
۶۲۶	۶۰۱	مشرکین مکہ کا مذہب
۶۲۷	۶۰۲	مشرکین کی جبری تدبیر
۶۲۷	۶۰۳	یقین لازمی و قومات
۶۲۸	۶۰۴	سابقہ لوگوں کے نقش قدم پر
۶۲۹	۶۰۵	اہل بیت کی طرف سے تحزیب

۶۵۷	۶۳۱	عربی کا جو	۶۳۱	حاصلات پیر بہت عازمی	۶۵۷
۶۵۸	۶۳۱	اہل سنن کا تراشگون	۶۳۱	پیشانی علی کی منزل	۶۵۸
۶۵۹	۶۳۳	اہل حق کہ مکی	۶۳۳	دعائیں فی سبیل اللہ	۶۵۹
۶۵۹	۶۳۴	کرسچین کا جواب	۶۳۴	نصیر نہ نہ کی حکمت	۶۵۹
۶۶۱	۶۳۴	درس چپاں سوم (آیت ۳۲ تا ۳۴)	۶۳۴	دکتر جو کچھ سنے کا دعوہ	۶۶۱
۶۶۲	۶۳۶	رابطہ آیات	۶۳۶	درس مغیرم ۷ (آیت ۱۵ تا ۱۶)	۶۶۲
۶۶۳	۶۳۶	ایک کون کی تیر تیرائی	۶۳۶	رابطہ آیات	۶۶۳
۶۶۴	۶۳۷	فرصت پر استقامت	۶۳۷	دفعہ فیاضت اور بہت	۶۶۴
۶۶۶	۶۳۸	مومن اور کافر	۶۳۸	جہانہ کا	۶۶۶
۶۶۷	۶۳۹	۱۰ بیت کعبہ میں شامیں	۶۳۹	پیر و کار کا سلام	۶۶۷
۶۶۸	۶۴۰	مومن آدمی کی نہرست	۶۴۰	میزان کی جہانگی	۶۶۸
۶۶۹	۶۴۱	نکار و نکرہ کی جانک	۶۴۱	درس مشہور ۸ (آیت ۶۰ تا ۶۸)	۶۶۹
۶۷۰	۶۴۳	درس بطور ۵ (آیت ۳۲ تا ۳۴)	۶۴۳	رابطہ آیات	۶۷۰
۶۷۱	۶۴۳	رابطہ آیات	۶۴۳	شیطان کی اطاعت	۶۷۱
۶۷۲	۶۴۵	رامن کی روٹبگی	۶۴۵	صلوات مستقیم	۶۷۲
۶۷۳	۶۴۶	سراہوں کی پیرافش	۶۴۶	شہدائے اعجاز	۶۷۳
۶۷۳	۶۴۸	راستہ دن کا نصیر و تہدی	۶۴۸	افغانی اور ہند کی مشاوت	۶۷۳
۶۷۴	۶۴۸	سورن اور جامہ کی کمرش	۶۴۸	دختر استیاد کی گرامی	۶۷۴
۶۷۵	۶۵۰	فصلی نکلہ	۶۵۰	خدا کی طرف سے نکلہ سرا	۶۷۵
۶۷۶	۶۵۳	درس مشہور ۶ (آیت ۱۵۰ تا ۱۵۱)	۶۵۳	پرماتہ کی حالت	۶۷۶
۶۷۸	۶۵۵	رابطہ آیات	۶۵۵	درس مشہور ۹ (آیت ۶۱ تا ۶۲)	۶۷۸
۶۷۹	۶۵۵	کشتی بطور فنان قدرت	۶۵۵	رابطہ آیات	۶۷۹
۶۷۹	۶۵۶	ذرائع نقل و حرکت کی تہذیب	۶۵۶	شکر کوئی کی انھی	۶۷۹

۶۸۱	شعر گلی میں استغنیٰ	۷۸۱	آسمان دنیا کی زینت	۷۸۱	۷۸۱
۶۸۳	قرآن مجید اشعار	۶۸۳	درس دوم ۲ (آیت ۱۱ تا ۲۵)	۶۸۳	۶۸۳
۶۸۴	موسیٰ کی پیدائش	۶۸۴	رابطہ آیات	۶۸۴	۶۸۴
۶۸۵	موسیٰ بطور خادم	۶۸۵	تخلیق انسانی بطور دلیل	۶۸۵	۶۸۵
۶۸۶	شرک کی تردید	۶۸۶	منکرین کی حجت بازی	۶۸۶	۶۸۶
۶۸۷	قلبی کا مضمون	۶۸۷	دوزخ کی طرف روانگی	۶۸۷	۶۸۷
۶۸۹	درس دہم ۱۰ (آیت ۸۳ تا ۸۴)	۶۸۹	آج اور مبعوث کا مکالمہ	۶۸۹	۶۸۹
۶۹۰	رابطہ آیات	۶۹۰	غذاب میں اشتراک	۶۹۰	۶۹۰
۶۹۱	انسان کی پیدائش	۶۹۱	درس سوم ۳ (آیت ۲۶ تا ۶۱)	۶۹۱	۶۹۱
۶۹۱	دوبارہ زندگی پر توجہ	۶۹۱	رابطہ آیات	۶۹۱	۶۹۱
۶۹۲	درختوں سے آگ کی مثال	۶۹۲	شرک پر اصرار	۶۹۲	۶۹۲
۶۹۳	آسمان و زمین کی مثال	۶۹۳	شرک کا وبال	۶۹۳	۶۹۳
۶۹۵	اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مکالمہ	۶۹۵	مخلصین کے لیے انعامات	۶۹۵	۶۹۵
۶۹۷	سورۃ الصافات (مکمل)	۶۹۷	خوب سیرت و خوبعت حوری	۶۹۷	۶۹۷
۶۹۸	درس اول ۱ (آیت ۱ تا ۱۰)	۶۹۸	جنتی اور دوزخی کی عزتات	۶۹۸	۶۹۸
۶۹۹	نام اور کوائف	۶۹۹	بہت بڑی کامیابی	۶۹۹	۶۹۹
۶۹۹	مضامین سورۃ	۶۹۹	درس چارم ۴ (آیت ۶۲ تا ۷۴)	۶۹۹	۶۹۹
۷۰۰	فرشتوں کی صف بندی	۷۰۰	رابطہ آیات	۷۰۰	۷۰۰
۷۰۰	صف بندی کی اہمیت	۷۰۰	مقوم کا درخت	۷۰۰	۷۰۰
۷۰۱	زجر کی ضرورت	۷۰۱	دوزخیوں کی خوراک	۷۰۱	۷۰۱
۷۰۲	ذکر الہی	۷۰۲	اندھی تکلیف	۷۰۲	۷۰۲
۷۰۳	وحائیت کی گواہی	۷۰۳	مذہب کی آمد	۷۰۳	۷۰۳
۷۰۴	رب المشارق	۷۰۴	درس پنجم ۵ (آیت ۷۵ تا ۹۸)	۷۰۴	۷۰۴

۷۶۵	اباس کی رحمت قرب	۷۶۵	فرح علیہ السلام کی دعا
۷۶۸	اباس کا مرتبہ	۷۶۸	فیل ان فی کی بھلا کا ردید
۷۶۸	لوگوں کی رحمت	۷۶۹	ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام
۷۷۰	جانے جہرت	۷۷۰	ابراہیم علیہ السلام کا درجہ قرب
۷۷۱	درست بشتم ۸ (آیت ۱۳۹ تا ۱۴۸)	۷۷۱	توبہ کا شکر
۷۷۲	ربط آبست	۷۷۲	بست شکن
۷۷۲	یونس کی دعا	۷۷۳	کفار کا دتہ صل
۷۷۳	یونس کی غصہ و اہناوی	۷۷۳	ابراہیم کی عبادت کی کشتی
۷۷۳	محبت انبیاء	۷۷۳	درست بشتم ۶ (آیت ۱۱۳ تا ۱۱۴)
۷۷۵	مردانہ اور دون کی غلطی	۷۷۵	ربط آبست
۷۷۷	گھنٹی میں سرائی	۷۷۷	ابراہیم کی جہرت
۷۷۸	فرح اناری	۷۷۸	بیٹے کے لیے دعا
۷۷۹	مچھلی کے پیٹ میں	۷۷۹	ابراہیم کا خواب
۷۸۰	پہنٹ سے بگاڑی	۷۸۰	غلاب کی حقیقت
۷۸۱	جنت میں دایچ	۷۸۱	اسلام کی قرانی
۷۸۲	درست بشتم ۹ (آیت ۱۱۳ تا ۱۱۴)	۷۸۲	اصحاب کی مشاہدت
۷۸۳	ربط آبست	۷۸۳	قرانی، اسماعیل، اسمان
۷۸۵	خدا کی اولاد کا حقیقہ	۷۸۵	خاندان ابراہیم
۷۸۶	جہالت سے شہادت دین کا عین	۷۸۶	درست بشتم ۱۱ (آیت ۱۳ تا ۱۴)
۷۸۹	شوق حقیر کی ترویج	۷۸۹	ربط آبست
۷۹۰	عقیدہ کی جامعیت	۷۹۰	سویا آمد اور لوگوں کا ذکر
۷۹۰	فرشتوں کی صفت بندی	۷۹۰	اباس کا مذکر
۷۹۲	خدا تعالیٰ کی تین	۷۹۲	جل بست کی جہا

۷۹۹	عذاب کا مطالبہ	۷۹۳	درس و جمع ۱۰ (آیت ۱۶ تا ۱۸۳)
۸۰۰	غلامہ مستحانین	۷۹۴	ربط آیات
۸۰۰	رسولوں پر سلام	۷۹۵	ہدایت و فتنہ کے لیے مشرکین کا عذر لگ
۸۰۱	حمد باری تعالیٰ	۷۹۶	انبیاء کی مدد کا وعدہ
		۷۹۸	جنت الشہ کا علیہ

عصہ کی سعادت حاصل کرنے واسطے  
نفعی تائید و حضرات کچھ لیے انمول تحفہ  
**احکام عمرہ**  
زیارات مکہ المکرمہ و مدینۃ المنورہ



تالیف

مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی

قیمت  
۱۸ روپے



ملنے کا پتہ

صفحات  
۹۶

مکتبہ دوس القرآن فاروق گنج گوہر انوالہ

## پیش لفظ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وحده، ولكن لا نقول على عباده الذين اصطفى. آمين  
 جبرائیل علی کی کہم فرماں بریں کہ جس قدر میں تم کو برا کر میں تم سے کہ وہ اپنے آپ پر خیر  
 سے قرآن پاک کی خدمت میں بھیجے گا۔ اس سے بعد دوس انفران کی خدمت کا کام  
 چاہی ہے اور اس وقت اس کی یاد رکھیں کہ اب اس کے کاموں میں ہے۔ یہ بدست  
 سوزن لغمان، الکرم سیدہ، الاغزاب، اسباب، غلار، جس اور الصفات پر مشتمل ہے۔ اور  
 سوزنوں میں صرف سورتہ الاغزاب، دلی سوزن ہے جس میں مہرودہ اصحاب  
 کے بعد نازل ہوئی۔ باقی چھ سورتوں میں ہیں اور ان کا نانا نندول عام طور پر مکی زعمی کا کوئی قدر  
 ہے۔ جہاں تک ان سورتوں کے مضامین کا تعلق ہے۔ تو نام کی سورتوں میں چار فیہ دی  
 عفا پر ترمیم۔ رسالت، قرآن پاک کی تعریف اور و فرج با صحت کے ذکر کے بعد  
 بعض محض مسائل بھی آئے ہیں۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سورتہ لغمان میں مذکور فیہ دی عفا کے بعد حضرت لغمان  
 کی پہلی بیوی کو بعض نواح کا ذکر ہے جن میں صرف سورتہ شکر کی ترمیم اور والدین کی  
 محبت کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز اسماء المعروف اور نبی بنی النکر، مسبر کی محبت طوطی کی محبت  
 اور اپنی پالی اور گاؤں کو سنانے کے حکم ہے۔ اسی سورتہ میں انفران نے اپنی بعض حدت  
 کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر ماہر سے مندرجہ ساری بریں اور نام نہ خدمت نہیں رہا بل  
 اور ساری انفران کے حکایت، محنت شروع کرے تو سورتہ مندرجہ کی سی ہی  
 فرم کرے۔ چنانچہ انفران کی خدمت فرم نہ ہو گی۔ انفران نے یہ وعدہ کیا کہ میں تعلیم  
 کی ترمیم فرمادے گا۔ اور شکر کے ذکر میں کلمہ کی مثال بیان فرمائی ہے کہ جب شکر کرے

سمندر میں پھنس جاتے ہیں تو خالص اللہ کو پکارتے ہیں۔ مگر جب خشکی پہنچ جاتے ہیں تو پھر شرک کرنے لگتے ہیں۔ سورۃ کے آخر میں اللہ نے ان پانچ چیزوں کا ذکر کیا ہے جن کا علم اللہ نے مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔

اگلی سورۃ الم سجدہ ہے۔ اس میں اہل عرب کو ان کے بُرے اعمال سے ڈرایا گیا۔ پھر تخلیق کائنات اور تخلیق انسان کو اپنی قدرت کی نشانی کے طور پر پیش کر کے اللہ کی وحدانیت پر بطور دلیل پیش کیا ہے۔ بعثت بعد الموت کا خصوصی تذکرہ ہے اور حجاب کتاب کی منزل کا بھی۔ مجرم لوگ عذاب الہی کو دیکھ کر دنیا میں دوبارہ کہنے کی خواہش کا اظہار کریں گے مگر اُن کی یہ خواہش پوری نہیں ہو سکے گی۔

اللہ نے تمہارے بندوں کی تعزیت فرمائی ہے کہ وہ خوف و اُمید کے ساتھ راتوں کو اٹھ کر اللہ کی بارگاہ میں مناجات پیش کرتے ہیں۔ کفار کی طرف قیامت کے روز خدا پر ایمان لانے کے متعلق فرمایا کہ اس دن ایمان لانا کچھ مفید نہیں ہوگا۔ اس دنیا میں ہی انسان ایمان سے مشرف ہو کہ کامیابی کی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔ اس کے بعد مدنی سورۃ الاحزاب آتی ہے جس میں ۵۰ حصے میں پیش آنے والے غزوہ احزاب کا ذکر ہے۔ مشرکین، یہود اور منافقین نے ملی بھگت کر کے مدینہ طیبہ پر زبردست حملہ کیا تھا، جس کے جواب میں مسلمانوں نے مدینہ کے ارد گرد خندق کھود کر اپنا دفاع کیا تھا اور اس طرح مخالفین کا یہ گھٹھ بڑھنا کام ہو گیا تھا۔ البتہ اس غزوہ کے بعد اہل اسلام نے یہودیوں کے گڑھ بنی قریظہ پر حملہ کر کے اُسے فتح کر لیا، تمام باغ مردوں کو قتل اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا گیا۔ اُس زمانہ کے عرب متبشی کو حقیقی بیٹے والے حقدار مانتے تھے جس کی تردید کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت زینبؓ کے حضرت زیدؓ سے نکاح اور طلاق اور پھر حضور علیہ السلام سے نکاح کا ذکر ہے۔ اس سورۃ میں نبی علیہ السلام کے بعض خانگی معاملات کا ذکر بھی ہے۔ ازواجِ مطہراتؓ نے خرچہ بڑھانے کا مطالبہ کیا تو اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر تم دنیا کا مال چاہتی ہو



تو یہ نہیں فرشتے کے دہانوں اور گہرائیوں میں گئے، بول کہ پہلی عورت ہر مرد وہ  
 وصال پر تکتی کر دے۔ اس سورہ میں پرستش کے، شکم میں ہی پیش کیا کا ذکر  
 ہے، اہل بیت کی تعبیر اور نعمت کا تسلیم ہی تھا جبہ۔ نبی کی انسانی قوم ہونے  
 کی وجہ سے قرآن مجید میں کے ساتھ تعلق کر کے بتائے گئے ہیں قرآن مجید میں  
 کی تعلیم و ترقی اور مقررہ و سلامتی کے کا حکم ہے، آپ کے لیے ایک وقت  
 چار سے زیادہ عورتوں کی ضرورتی اجازت ہے اس کے علاوہ نبی عیسا اور کائنات  
 پہلے نے پرکشتہ انرا کی وہ بھی آئی ہے۔

سورہ سبأ ایک شخص، قید، بقی اور ملک کے نام سے موعود میں  
 ان کے لئے قرآن سبأ کی خوشحالی، سبأ، سب، سبزی و شادابی اور باغ کے کا ذکر  
 کیلئے، اس کے ساتھ اس قوم کے غریب و تکبر اور غنہ سے دوری کا ذکر بھی ہے  
 جب ان کے غضب، یا فوج یا بنایا ہوا سرسبز اور شادابی کا نشان بن گیا  
 اور تمام اہلالت اور کھیتیں بنا و بڑھیں اور لوگ دوستی و اتحاد کی صورت میں گئے۔  
 بنیادی حقایق سے عاقل اور سورہ میں، صبا پر، اخلاقی اور تہذیب اضافی پر  
 زور دیا گیا ہے، اللہ کے عظیم اللہ، انبیاء، کائنات اور جنات علیہ السلام اور ان کو  
 ملنے والے نعمات کو ذکر ہے، اور وہ عیسا علیہ السلام کے عقیدہ کو سمجھنے کے لئے  
 اور آپ کو خوشحالی عطا کرنے کا بطور خاص ذکر ہے، صبا پر اور  
 کوئی نہ رکھائے نیزہ میں، اس کے غلبے میں ان کو محنت و محاکمہ و جرات، سواد  
 ان کے اس کے لیے سحر کر دیا، اس سورہ مبارکہ میں جنات علیہ السلام کی ذات کا مذہبی  
 ذکر ہے کہ آپ کو انہی کے مبارک کفر سے کفر سے غافل کائنات سے  
 جائے شکر ہر پروردگار کے اس کا علم نہ رہتا۔

دیگر نبی سورہوں کی ذات سورہ فاطر میں ہی چار بیانات حقائق کا ذکر ہے  
 ان کے معانی کی قدر ہے اور ان خصوصیات کا ذکر ہے کہ ان کے کوئی بجز بنیاد ہے  
 تو کوئی، نہ نہیں سکتا اور اگر وہ لوگ سے ان کے کوئی نہ نہیں سکتا

اور عزت کا سرچشمہ صرف ذات خداوندی ہے شیطان کے مکر و فریب سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اللہ نے کفرانِ ایمان کا تقابل بھی پیش کیا ہے۔ ہر قوم میں مندر بھیجے گا ذکر ہے اور منافقوں کو دائمی عذاب کی وحید سنائی ہے۔ مشرکین کو کہتے تھے کہ اگر کوئی مندر آگیا تو ہم زیادہ ہدایت پر ہوں گے۔ مگر جب اللہ کا آخری نبی آگیا تو یہی لوگ آپ کے دشمن بن گئے۔ اللہ نے یاد دلایا کہ تم سے پہلے لوگ تم سے زیادہ طاقتور تھے جن کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا۔ مگر تم اپنی کے نقش قدم پر چل کر بتیری کی توقع کیے کر سکتے ہو؟ تو اللہ کی مہربانی ہے کہ وہ فراموشی نہ کرے۔ ورنہ زمین پر کوئی بھی پلٹے پھرنے والا جاندار باقی نہ رہتا۔

سورۃ یسٰ یک ایک اہم سورۃ ہے جس کو قرآن پاک کے دلی سے تعبیر کیا گیا ہے اس سورۃ کرات کے وقت تلاوت کرنے سے اللہ کی طرف سے مغفرت کا اعلان ہو آسہ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ کی رضا اور آخرت کا گھر مطلوب ہے وہ اس سورۃ کی تلاوت کیا کرے۔ اپنے فرمایا۔ یہ سورۃ میری امت کے ہر فرد کے سینے میں محفوظ ہونی چاہیے۔ مرض الموت میں مریض کے سر پر اسے یہ سورۃ پڑھنے سے اس کی روح آسانی سے نکلتی ہے اور اس کو ایمان نصیب ہوتا ہے۔ جیسے بھی زندگی کے اہم مواقع پر اس کی تلاوت کیے گا کسبِ کمال رکھتی ہے۔ اس سورۃ میں توحید، وقارِ قیامت اور محاسبہ اعمال کا ذکر مؤثر پیرائے میں کیا گیا ہے۔ مسکین کی بھینچ اور ان کی سزا کا ذکر ہے جب کہ اہل ایمان کے لیے انعامات کی خوشخبری دی گئی ہے اس سورۃ مبارکہ میں ایک بیتی کا ذکر بھی ہے جس میں رسولِ یاسلفین آئے مگر انہوں نے تکذیب کی۔ بشر کے دو سکے کدے سے آکر ایک شخص نے بیتی والوں کو سمجھنے کی کوشش کی مگر انہوں نے اس کو بھی قتل کر دیا اور مرسلین کو بھی نہ چھوڑا پھر ایک سچ آئی اور سارے بیتی والے نابود ہو گئے۔ وقارِ قیامت کے سلسلہ میں مصداقی، مردوں کے ذمہ ہونے پانے رب کی طرف تیزی سے جانے اور دوبارہ بعثت پر لوگوں کی حیرت کا ذکر ہے۔ پھر اہل جنت کے انعامات کا ذکر ہے۔ مہجروں کو علیحدہ

جو جانے کا حکم ہے، اللہ نے ناموس ہی فرج انان کراد دیا جسے کہ جس نے تمہیں  
شیطان کا انباج سے متکین کیا تھا سو کہ تم میں سے اکثر اسی کے پیچھے پستے ہوئے  
جہنم کی پستی تھے۔

سورۃ الفطحت میں بنیادی حقائق کے علاوہ حضرت نورؑ، ابراہیمؑ و  
موسیٰؑ، ادریسؑ، الیاسؑ اور یونسؑ علیہ السلام کا خصوصی ذکر ہے، اللہ نے شکر کر  
کے اس عقیدہ کی تردید کی ہے کہ فرشتے خدا کی پہلیاں اور ماہرین خدا کی ہوا  
ہیں، اس طرح جنات کو خدا تعالیٰ کے سوال ماننے کو شکر کے حقائق میں داخل کر کے  
اس کی تردید کی گئی ہے، اللہ نے فرشتوں کو سجدہ ماننے کی بھی نفی فرمائی ہے۔  
بیکر فرشتے قرآن کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اس کے حکم سے سربراہ فرشتہ  
سین کرے اس سورۃ میں خدا کے مخلص بندوں کے لیے انصاف کا ذکر ہے  
بہنویوں کا وفد نہیں کہ جن میں تواریک کر کے ان سے سوال درجابہ کیا جائے اور  
وفد نہیں کہ جسے والی سزا کی جھکیاں بھی اس سورۃ میں موجود ہیں۔

الحمد للہ دروس القرآن کی طاعت و اشاعت کا کام حسب توقع جاری  
ہے اور اب صرف ماہیت سے اس کے کیا طاعت باقی ہے اللہ تعالیٰ  
کی خصوصی رحمت سے توقع ہے کہ یہ کام بھی چند مزیں طہروں میں پایہ تکمیل  
کو پہنچ جائے گا اور اس طرح قرآن پاک کی تفسیر و تشریح کا ایک بڑا ذریعہ  
مکمل ہو جائے گا، تاہم میں سے اللہ سے کہہ کر وہ حضرت مولانا صوفی صاحب کی  
صحبت اور ازادگی محمدؐ اس کا وہ چہرہ ہے جس نے اپنے فام کو ان کے لیے  
خیر و برکت کی دعا کریں۔

احقر العباد

دوامی العمل دین و ایم (اے)

سٹاٹسٹکس، لاہور

اے گنہگار! اللہ تعالیٰ کی دروس القرآن میں سجدوں میں بیچے ہوئے ہے۔ (نورانی)



## سخنِ بے گفتنی

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين ولا يضر على خافهم  
الائتساد والمربطين وعلى آله واصحابه اجمعين . اما بعد  
فَاَيُّ حَبِيبٍ لِهَذَا الْيَوْمِ

قرآنِ کریم کو سمجھنا، اس کے معانی کو سمجھ میں نہ کرنا اور غور و فکر کرنا برطان کی  
یہ نہایت غلطی ہے نیز کورائبر سب لغت کا برگزیدہ اور آخری کام ہے۔ اس  
میں عربی کے بے شمار دہریت کے پیش پا نازنے اور فزونی طلاق کے گراں گراں کلام  
ہے۔ یہی لوح انسانی کے تمام اکمل غزل و کسرت ہے وہاں اقوام عالم کے بے  
طور و عرض کے نام و نام پر لفظ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ درحقیقہ دنیا کی تمام  
کے بے ایمان اور پروردگار ہے۔ اس پر عمل پیر ہو کر کسی آخری کجاست کی راہ حجاز  
ہے مگر وہی عز و کمال بھی اس صغیر مفہوم عمل کے اندر نہ کرے سے والہ ہے  
جیسا کہ صغیر علیہ السلام کا ارشاد گہری ہے۔

ان الله يوفق هذا الكتاب بشر تعالى اس کتاب کی بدولت بہت سی  
افویما و بفتح بہ الخیر (مسلم پر) قرآن کو بلیغی حد تک سے اور درجہ کی گراں  
میں آئی سلطان نے قرآنِ کریم پر پڑھے کی کجاست گناہ و شکر کی کے تقاضا کرنا کہ سے  
خاندانِ کریم کے آخری کام کو اور شکر کرنا کہ بہت اور سے پس پشت لانا کہ اغیار کی  
تغییر ہر لمحہ کی کہ ہے حد تک قرآن پاک میں یہ چیز ضرور رہے جو نام و بنا  
نظموں سے ہے نہ کہ کہ وہی ہے لہذا اس پر عمل پیراں شرط اول سے لے کر  
میں ممکن کے کہ پہلے اسے سمجھا جائے لہذا میں تغیر معالہ العرفان فی دروس الفرائد

کامنیہ اور مقبول عام پروگرام کی شکل میں علوم کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ لوگ قرآن مجید  
 کے صحیح ترجمہ اور تفسیر سے باخبر ہو سکیں۔ بحالہ عرفان کی چند صوبوں جلد آپ کے ماحولوں  
 میں ہے جو کہ سات سو تری پشتل ہے۔ سورۃ النہان، سورۃ النور، سورۃ الاحزاب  
 سورۃ سبا۔ سورۃ فاطر، سورۃ یونس اور سورۃ النقیض کی مکمل تشریح اس کے اندر  
 درج ہے۔ سابقہ جلدوں کی طرح اس جلد میں بھی انتہائی سادہ الفاظ اور آسان دواں، بلکہ چمکے اور  
 اندر وفتیش انداز میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور احادیث صحیحہ و سفار  
 و اشرف کے تعامل، صحابہ کرام کے آثار، ائمہ متبیین کے اقوال، سلف صالحین کے ارشاد و  
 بالخصوص امام ولی اللہ محدث دہلوی کے حکمت و فلسفہ اور اکابر علماء دین کے مسلک  
 مشرب کے مطابق تفسیری نکات کے خزانوں کو علوم ان س کے سامنے کھولا گیا ہے  
 ہر طبقہ آدمی اس کو سمجھ سکتا ہے خواہ وہ معمولی اور ذوقان ہو یا متوسط پڑھا لکھا یا اعلیٰ تعلیم  
 پر فرائی کریم کو سمجھنے میں مکمل تعاون حاصل کر سکتا ہے چونکہ اس جلد میں سو تری کی نسبت  
 سے مختلف موضوعات میں جس کے مطالعہ سے ذہن میں کسی قسم کا کوئی غلبہ یا پیچیدگی  
 آتی نہیں رہتی۔ اس جلد میں جلد نظر جانے زندگی پر بحث کی گئی ہے۔ خواہ وہ معاشیات  
 سے تعلق ہو یا اقتصادیات و سیاسیات سے جمہوری نظام ہو یا حکومت، و کلمہ شریک  
 ہو یا رشل لاء سٹریڈری ہو یا جائیدادری تمام نظاموں کی خواہوں کو پشت از باہم کیا گیا ہے  
 اور قرآن کریم کو بطور نظام زندگی پیش کیا گیا ہے اور اس کے مطابق میں جلد مسلسل  
 نظام عمل کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کے انقلابی پروگرام سے روگردانی اور اس کے  
 بھیاک نتائج کا ذکر ہے اور سکالوں میں پائے جانے والے جلد روگ از قسم لہر و لعب  
 اسراف و تبذیر، تعیش و آرام طلبی، شراب نوشی و حرام کاری، نشہ خوری و بدکاری اور شرت  
 سانی و زنا کاری، بلذت باہمی و کینا مینی اور جلد روست باطلہ جیسے پیسودہ کاموں پر  
 بے لگ تبصرہ کیا گیا ہے ہشکالوں کے تنزل کے جلد اسباب اور ان کا اغیار کے ہاتھوں  
 کٹھن تلی بنا اور ان کے ہر مانڈ و ناجائز کام میں مستغرق کرنا امر کچھ دوس جین و بطنیہ  
 فرانس، ہجرن اور دیگر سپر پاور سے لزج ضعف آیان ہو کر کرب و معلوب ہونا خدا نے

دعا کا شریک کہ ذات پر عبور نہ رکھنے کی بجائے اعلیٰ کا دست بھر جانا سبب  
 اہل حق کے کہیں کہیں ہشت ڈالنے کے اسباب و محرکات ہیں جن کا ذکر وہ بڑے  
 احسن پیرائے میں اس جلد کے اندر کیا گیا ہے، اس جلد کے بعد ایسا کہ باقی جلد  
 میں بغیر کسی تکیلیف کے پیشہ گی، اس جلد میں احقر نے اکثر دین و دنیا پر مشتمل  
 میں تھکسیر و کتاب احادیث، ایہ بعض دیگر کتابوں کے حوالہات بقید ملاحظہ لاج کر  
 جیسے میں، اگر کسی صاحب کو اس جلد میں یا اس سے قبل کہ جلد اول میں کوئی قابل  
 اصلاح بات نظر آئے یا نہایت وغیرہ کی کوئی غلطی نظر آئے، وہ ضرور مطلع کرے  
 آکر آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔

دوسری جلد میں ملاحظہ۔ لدرس احمدیہ جلد اول کے بعد دوسری جلد کی کتابت  
 میں سبب ہو چکی ہے اس جلد میں بھی امام احمد بن حنبلؒ کی مسند امام کی منتخب عبارت  
 کی تشریح مع عالم المعرفان فی دروس القرآن کی طرز پر تفسیر شافع، دیگر مفسر عام پر  
 آری ہے، محترم درست جاب اول امامی صاحب نے عالم المعرفان فی  
 دروس القرآن اول دروس احمدیہ کی بڑی بدوجہ اور جانفشانی سے کی ہے  
 محض کیا ہے جسے اصلاح عقل و دین صاحب نے مناسب خزانہ کے ساتھ  
 صلیح قرطاس پر منتقل کی ہے، الشرفانی ابن مسعود کی کشتوں کو کامیاب  
 فرماتے امام ابن کثیر نے آخرت کا ذخیرہ بنائے، دروس احمدیہ بہ دم میں بھی حضور  
 بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو سمجھنے کے لیے نہایت مام فہم اذات  
 اختیار کیا گیا ہے جس سے ایک مام آورد خوان می بڑی آسانی کے ساتھ  
 حدیث کا مضمون اور تفسیر کا کھجور کا سہہ، ترقی ملی ایجادات اس کتاب میں نہیں  
 کی گئیں، ہر حدیث پر ملاحظہ معارف اور مسند احمد طبع میر حیات بقید ملاحظہ حوالہ  
 بھی درج کیا گیا ہے تاکہ اگر کوئی اصل کتاب سے حدیث تلاش کرنا چاہے  
 تو اسے کسی قسم کی دشواری کا سامان نہ ہو۔ تاہم کہ دروس احمدیہ کی طرز ملاحظہ  
 کو اشاعت کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ ملکوت آسمان فرمائے، اور  
 لے اب تک دروس احمدیہ کی چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں، ۱۰ غلطی

اپنے غیب کے خزانے سے ان کی اشاعت کے لیے سالانہ پیدا فرمائے۔ آمین

خطبات سوائی ۱۔ قارئین کرام کے لیے ایک مشروحہ جان فزا یہ بھی ہے کہ دروس القرآن اور دروس الحدیث کی اشاعت کے ساتھ ساتھ حضرت صوفی صاحب مظلہ کے مجموعہ کے خطبات کو بھی کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کرنے کا ایک اہم کام شروع ہو چکا ہے۔ یہ خطبات بڑے بڑے علمی و تحقیقی موضوعات پر مشتمل و دعویٰ ہیں۔ محترم دوست جناب انجم لطیف نے عرصہ بندہ سال قبل سے بڑی محنت لگن اور شوق و ذوق سے تسلسل کے ساتھ تمام خطبات کو کیسٹوں میں محفوظ کر رکھا ہے۔ یہ ان کا بڑا قابلِ داد کارنامہ ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزائے خیر عنایت فرمائے۔ ان خطبات کے شائع ہونے کے بعد جو لوگ ان سے استفادہ کریں گے انہیں ان خطبات کی بے حد بیشمار دینی، علمی، تحقیقی و تربیتی معلومات حاصل ہوں گی ۱۹۸۲ء کے سال کو منتخب کر کے اس کے خطبات کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کرنے کا کام محترم بزرگ اکابر اعلیٰ دین صاحب نے شروع کر دیا ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ اس کار خیر کی تکمیل کے لیے اللہ رب العزت کے حضور دُعا فرمائیں کہ وہ اس کام کی اشاعت کے لیے آسانی پیدا فرمائے اور صاحب دروس حضرت صوفی صاحب مظلہ اور عبدالاکین انجمن اور جبر و حضرات اس مشن میں دالے، دھڑے، قدمے، سنبھالے گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو استقامت علیٰ اخیر نصیب فرمائے اور آخرت کے لیے ذخیرہ بنائے۔ احقر کے ساتھ اس جلد کی پروف دیکھنا گم میں حافظہ شریف یاسین گجراتی نے حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اس کار خیر میں تعاون پر اجر جزیرِ علیٰ عطا فرمائے۔ آمین۔ و سبھی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر قہقہہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

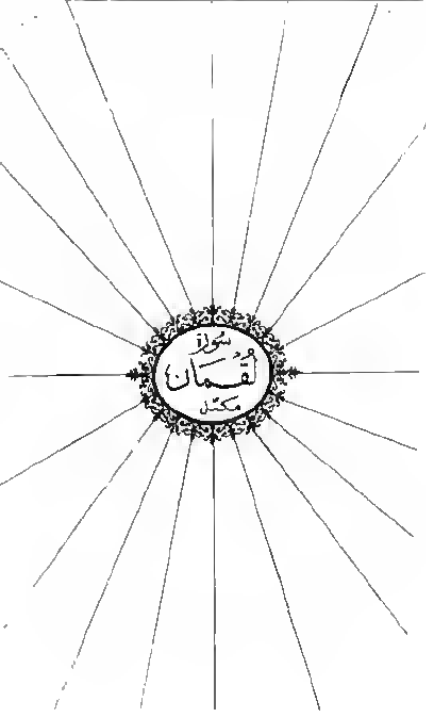
احقر  
محمد رفیع خان سوائی

مستقیم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۱۱ محرم ۱۴۱۵ھ - ۲۷ جون ۱۹۹۹ء

لے خطبات سوائی کی اب تک چھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ (لیاض)





لقمان ۳۱

آیت ۱ تا ۵

اتل ما اوی ۲۱

درس اول ۱

سُورَةُ لُقْمَانَ بِكَتْمٍ وَهِيَ اَرْبَعٌ وَثَلَاثُونَ آيَةً وَالْاَوَّلُ لُقْمَانَ

سورۃ لقمان مکی ہے ۔ یہ پچیس آیات اور چار رکوع پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شرعیہ کراہوں اللہ کے نام سے جو یہ میرا ربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الْم ۱ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ۲ هُدًى وَ  
 رَحْمَةً لِلْمُحْسِنِينَ ۳ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ  
 وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۴  
 أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ  
 هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۵

ترجمہ۔ اَلْم ۱ یہ آیت ہے حکمت والی کتاب

کی ۲ یہ ہدایت اور رحمت ہے نیکی کرنے والوں کے

لیے ۳ جو قائم رکھتے ہیں نماز کو اور ادا کرتے ہیں زکوٰۃ

کو اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ۴ یہی لوگ ہیں

ہدایت پر اپنے رب کی طرف سے اور یہی لوگ ہیں فلاح

پانے والے ۵

نام اور لافظ اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ لقمان ہے ۔ یہ نام اس سورۃ کے دوسرے

رکوع میں آئمہ لفظ لقمان سے اخذ کیا گیا ہے ۔ حضرت لقمان ایک نیک و صالح

اور دانا انسان تھے ۔ پرانی قوموں کے مال میں ان کے مال اور ان کی نصیحت آموز

نفرین کا ذکر کرتا ہے جو انہوں نے پہنے پہنے کو کی اور وہ نصیحت اس سورۃ میں ہے۔

یہ سورۃ مہرہ کی سچی دور کے وطنی زبان میں لکھی گئی ہے۔ جب کہ حضرت علیہ السلام کی قربت کے چہرہ اسات سال گذر چکے تھے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ سورۃ انصاف کے بعد ازل برقی اس سورۃ مبارکہ کی چوبیس آیت اور بارہ کلمہ زبیر، احمد ۵۸، الفاظ اور ۲۱۱ حروف پر مشتمل ہے۔

اس سورۃ کے مضامین میں دیگر کی ترغیبات کے ساتھ ملے جلتے ہیں۔ اس میں اسلام کے بنیادی عقائد کے علاوہ بعض ضمنی احکام بھی آگئے ہیں، اللہ نے شمس و زانی کے اصول کو ماثلاً رکھ کر کفر و شرک کی مذمت بیان فرمائی ہے اور ساتھ ساتھ زحید کا مسئلہ بھی اپنے اندر خالی کہ خاصیت کمال اور اس کی قدیم آسمان کے دلائل بھی ذکر کیے گئے ہیں تاکہ زحید کا مسئلہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔ و قریب جنت اور محاسبہ اعلیٰ کا ذکر بھی ہے۔ رسالت کا مسئلہ بھی بیان کیا ہے اور ساتھ حکوت رسالت کا مذہبی اکیسے قرآن پاک کی حقانیت و رسالت اور اس کے وحی الہی ہونے کا ذکر ہے۔ اس سورۃ مبارکہ میں اخلاقی تعلیمات اور نصیحت کی گزراں با اہم ہیں۔ کمال ہے اللہ کی کتاب سے مستند ہونے والے اور اس سے اہل وطن کرنے والوں کا مال اور ان کا انجام بیان ہوا ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ گذشتہ سورۃ الفرقان میں مذکورہ تراویح کرنے والوں کا ذکر تھا۔ جب کہ اس سورۃ میں خدا تعالیٰ کی تعریف اور اس کی کتاب اور نصیحت کو دینے والوں کا ذکر ہے۔ گذشتہ سورۃ میں اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن میں طرح طرح کی مثالیں بیان کر کے خائف کو کھیا ہے۔ اسی طرح اس سورۃ میں بھی کھیا نہ مثالوں کے ذریعے منکر و مکرہ کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور شرک کی مذمت بیان کر کے اس کی مذمت کی گئی ہے۔

گذشتہ سورۃ کی طرح اس سورۃ کا آغاز بھی حروف مقطعات کے ساتھ ہے۔  
 قرآن پاک کی کل انبیل سورتوں کا آغاز مختلف حروف مقطعات سے ہوا ہے۔ اس  
 سورۃ کے علاوہ سورۃ بقرہ، سورۃ عنکبوت، سورۃ روم، سورۃ یحیٰ اور سورۃ آل عمران کا  
 آغاز بھی انہی حروف سے ہوا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ (اے اللہ  
 کے جبرائیل علیہ السلام اور تم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ملا وہی اور مفہوم یہ ہے کہ یہ  
 قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی جانب سے جبرائیل علیہ السلام کی وساطت سے حضرت محمد مصطفیٰ  
 صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس مقام پر آئے سے مراد الاء  
 یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق خاص طور پر ان پر بے شمار  
 نعمتیں نازل کی ہیں۔ اس لیے فرمایا قَدْ كُنَّا الْاَوَّلَ الْاٰخِرَ اللّٰهُ رَاحِمٌ رَّحِيْمٌ - ۱۶۹ اللہ تعالیٰ  
 کی نعمتوں کو یاد کرو اور ان کا شکریہ ادا کرو، مگر قَوْلٌ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَحْمُودٌ  
 (مدا۔ ۱۱۲) اللہ کے شکر گزار بندے بہت شور مچاتے ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس سے  
 آتی اور تم سے تعجب اور حیرت مراد ہے۔ اور اس طرح مکمل مفہوم یہ بنتا ہے کہ تمام نعمتیں خدا  
 کی جانب سے ہیں اور مادی بزرگی اور عظمت انہی کے لیے ہے۔  
 نعمتیں دو قسم کی ہیں یعنی مادی اور روحانی۔ مادی نعمتیں ترسہ زمین، کافرا و گورے،  
 کائنات، چاند، چاند اور مافروں کو بھی حاصل ہیں، اللہ روحانی نعمتوں سے خاص لوگ  
 ہی مستفید ہوتے ہیں۔ قرآن کریم روحانی نعمتوں میں سے سب سے اعلیٰ نعمت  
 ہے۔ اسی لیے آگے اسی کا ذکر آ رہا ہے۔ اس کے بعد دوسری بڑی نعمت پیغمبر  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ (اے اوزار، آ سے لامع یعنی چمکدار اور تم سے متوالی مراد  
 ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان چمکنے والے اوزار کا نظارہ کہ جسے تو اس سورۃ کو پڑھ

لے تفسیر کبیر ص ۶۶ و تحویر القیاس ص ۱۷۲ تہ تہ القیاس ص ۱۷۲ ابن کثیر ص ۱۷۲  
 لے والا تعان اردو ص ۶۶ (نیا ض)



حکمت اور دانائی عطا کرے۔ اور جسے اس نے حکمت عطا کر دی، اس کو خیر کثیر عطا کر دیا گیا۔ حکمت کو خیر کثیر سے تعبیر کیا گیا ہے جس کا مکمل نصاب قرآن کریم میں موجود ہے اس کے علاوہ پیغمبر کی زبان سے جو شرع بیان ہوئی ہے وہ سنت کہلاتی ہے اور وہ بھی حکمت میں داخل ہے۔

فرمایا: یہ ایسی کتاب حکیم کی آیتیں ہیں جو ہدٰی و رَحْمۃٌ لِلّٰہِ حَسْبُنَا نِیۡلُ کَرَمِیۡلِوَالوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ قرآن کریم میں بیانات اور ہدٰی دو الفاظ کہتے ہیں جیسے فرمایا اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسْکُنُوۡنَ مَاۤ اَنْزَلْتُ مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْبَیِّنٰتِ دَالِیۡۃٌ بِالْبَیِّنٰتِ (البقرہ - ۱۵۹) بیشک وہ لوگ جو ہماری نازل کردہ بیانات اور ہدٰی کو چھپاتے ہیں۔ محققین فرماتے ہیں کہ بیانات سے مراد وہ واضح و مبہن باتیں ہیں جو ہر عام و خاص آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ ان میں خدا تعالیٰ کی توحید، ذکر شکر، صبر و غیرہ چیزیں شامل ہیں اور ہدایت میں وہ چیزیں شامل ہیں جو اس آدمی سے لیکھے بغیر سمجھ نہیں آتیں۔ اسی لیے امام بخاری فرماتے ہیں کہ اِنَّ شَأْنَ الدِّیۡنِ عَلَی النَّاسِ تَعْلَمُ بِمَعْنٰی طَمَعِیۡنَ سے آنا ہے۔ کوئی شخص کن ہیں پڑھ کر خود بخود عالم نہیں بن سکتا۔ اس قسم کی باریک باتوں کو ہدایت سے تعبیر کیا گیا ہے تو فرمایا، قرآن کریم ایک تہدایت ہے اور دوسری پیغمبر رحمت ہے۔ جب کوئی شخص اللہ کی طرف سے ازل شدہ ہدایت پر چلے گنا ہے تو اللہ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ اسی لیے فرمایا اِنَّ رَحْمۃَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیۡنَ (الاعراف - ۵۶) بیشک اللہ کی رحمت نیکو کرنے والوں کے قریب ہو جاتی۔ ایمان اور عمل صالح کا نتیجہ رحمت کی صورت میں نکلتا ہے۔ جس شخص کا عقیدہ درست ہوگا، ایمان صحیح ہوگا۔ توحید پر استقامت ہوگی۔ اعمال و اخلاق ٹھیک ہوں گے۔ وہی شخص نیک والا ہوگا۔ اور اللہ کی رحمت اس کے قریب ہوگی۔ بہر حال رحمت

ہدایت اور  
رحمت

کہ خدا ہدایت ہے جو سب کے لیے ہے مگر اس سے فائدہ نہ ملے گی اس لیے ہی احادیث میں اس لیے سورۃ البقرہ کی آیتوں میں فرماتا ہے کہ **لَقَدْ تَقَفَّيْنَا عَنْ آيَاتِ** کہ کیا سب یعنی ہر جاہل و متغیروں کے لیے حنیفہ ہو لی ہے۔

مناہج  
مستقیمہ

اچھی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عین میں بھی کرنے والوں کے بعض اوصاف بیان کیے ہیں جن میں سے پہلا صفت یہ ہے **الَّذِينَ يُعِزُّنَا اللَّهُ لَعَلَّوْا** کہ وہ خدا کو قائم رکھتے ہیں۔ نماز تعلق اللہ کی رحمت کی راہی زمین ذریعہ ہے۔ یہ اعمالی مقرب ہیں سے پہلے غریب ہے۔ یہ حالت اہل اہلادت ہے کہ بزرگ اس میں قوی۔ فعلی اور قلبی مانو عبارات شامل ہیں۔ نماز کے دوران انسان کی زبان پر خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء اور شایعات ہوتی ہے، دلوں کے اعتقاد و خواہش کا اظہار الہی میں جہن منصرف ہوتے ہیں اور قلب میں شوق و شغف ہوتا ہے، اس لیے اس کو اللہ کا قرب دلنے والی اور جہن عبادت قرار دیا گیا ہے۔ سورۃ العلق کے آخر میں ہے **وَلَا تَجِدُ قَوْمًا يُقَرِّبُونَ فِئَافَ اللَّهِ شَيْئًا مِنْ دُونِ الذِّكْرِ** کہ ان کے ذریعے سمجھ رہے ہو کہ خدا کا قرب حاصل کر لیں۔

نظر آتا ہے کہ ان میں حضرت محمد ﷺ کا ذکر ہے جو اپنے اخلاق و اسلامیہ کے تمام کرداروں کو کمال قرار دیتے ہیں **أَفْهَرُ أَشْوَقَ مَعْرِفَةِ اللَّهِ** کہ ان کے دل سے اللہ کے ناموں میں سے میرے نزدیک اہم ترین ناموں میں سے ہے۔ جس سے خدا کو قائم کیا۔ اس کے ساتھ دین کو قائم کیا اور جس نے نماز کو منافی بنا دیا وہ بانی چیزوں کو بھی بہت زیادہ منافی کر کے دالا ہوا ہے۔ یہی وہ ہے کہ اس میں ہم سے نکلے ہیں ماننے کے گرد زبردستی اہل انفس و گوں کو خدا پر چاہا کرتے تھے وہ صلاحیت ملے لوگ تھے اور کتاب اللہ کو جاننے سے پہلے نہایت میں ملکوں کی اکثریت فاسق و فاجر تھے۔ ذہن و سماعت اسلامی اور انسانی

لے نظر آتا ہے کہ ایک صفت (فیاض)

اعمال۔ عالمگیر، صلاح الدین الیوبی، ناصر الدین التمش اور محمود غزنوی جیسے حکمران اسلامی تاریخ میں خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ یہ لوگ اسلامی تعلیمات سے واقف تھے۔ اور ان کا عمل بھی صحیح تھا۔ آج کے احکام تو نماز کا تسخیر اڑاتے ہیں اور نمازیوں کی تحقیر کرتے ہیں بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ یہ دو رکعت کے امام کیا جانیں افسوس کہ انہوں نے نماز کی حقیقت کو نہیں سمجھا، ورنہ نماز کا یوں مذاق نہ اڑاتے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی

فرمایا نیکی والے لوگوں کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ نماز کو قائم رکھتے ہیں اور دوسری یہ **وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ** کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ زکوٰۃ کا ذکر اس کی سورۃ میں آیا ہے حالانکہ زکوٰۃ ہجرت کے بعد ۲ھ میں فرض ہوئی تھی امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ بھی ابتداء میں ہی فرض ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس کا تذکرہ سورۃ منزل میں بھی ہے حالانکہ یہ سورۃ نبوت کے بعد پہلے سال ہی نازل ہو گئی تھی، البتہ زکوٰۃ کا نصاب ۲ھ میں مقرر ہوا، جو کہ صاحب نصاب آدمی کے لیے چالیسواں حصہ ہے۔ نقد مال میں سے اڑھائی فیصد سالانہ، پانچ اونٹوں میں ایک بکری تیس گائے بھینسوں میں ایک کچھڑا، چالیس بکریوں میں ایک بکری، زمین کی پیداوار کا دواں یا بیسواں حصہ، اور معدنی پیداوار کا پانچواں حصہ ادا کرنا لازمی قرار پایا۔ الغرض مکی زندگی میں زکوٰۃ کے طور پر کچھ نہ کچھ حصہ ادا کرنا ضروری تھا۔ پھر جب مدنی زندگی میں اسلامی ریاست قائم ہو گئی تو مال کا نصاب اور شرح ادائیگی بھی مقرر ہو گئی۔

ایمان بالآخر

فرمایا نیکی والوں کی تیسری علامت یہ ہے **وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ** کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ وقوع قیامت، محاسبہ اعمال اور جزا سزا پر ایمان لانا بھی مسلمان کے بنیادی عقائد میں شامل ہے، جو شخص نماز پڑھتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے مگر آخرت پر یقین نہیں رکھتا اس کی نماز و زکوٰۃ کا کچھ فائدہ نہیں۔ نیکی والے لوگوں کو یقین ہے کہ قیامت کا دن آنے والا ہے۔ اُس دن



اور فعالی کے لئے، ہمیں ہرگز اعمال کا سبب نہ بننا، فرما دین لوگوں  
 میں پر جن اوصاف پائے جاتے ہیں اے اُو لَیْلَتُ کُلُوفِ هَدٰی مِّنْ کُلِّ قَبَسٍ  
 بننے رب کی طرف سے وہی لوگ ہدایت پر ہوں گے اُو لَیْلَتُ کُلُوفِ  
 اَلْمَعْلُوْلُوْنَ اور، خلائق بھی انہی کے ساتھ ہیں جسے کہ جس لوگ آخرت میں کامیاب  
 کامیاب ہوں گے۔ یہ لوگ خدا کے مذا سے بھی کراحت کے اندر تک پہنچ جائیں  
 گے۔ سورۃ آل عمران میں ہے هَمَّعُنْ رُحْمٰیْ جَ عَیْبَ الشَّارِ وَ دُخِلَ  
 الْمَصْنَعَةَ فَفَعَلْ فَاَزْدَ اٰیۃ ۱۸۵۰ جو شخص روزگار سے بے لگي اور جہنم  
 میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہو گیا، فر فر دیا یہ نئی دینے لوگ کامیاب ہوجائیں گے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝۷۶ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّى مُسْتَكْبِرًا كَانَ لَمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا ۖ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝۷۷

ترجمہ :- اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو خریدتے ہیں کھیل کی باتوں کو تاکہ گمراہ کریں اللہ کے راستے سے بغیر علم کے ۔ اور بولتے ہیں اُن چیزوں کو ہنسی ۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلت ناک عذاب ہے ۷۶ اور جب پڑھی جاتی ہیں اُس پر ہماری آیتیں تو پشت پھیرا ہے تکبر کرتے ہوئے گویا اُس نے ان کو سنا ہی نہیں ۔ گویا کہ اُس کے کانوں میں بوجھ ہے ۔ پس ایسے شخص کو خوشخبری سے دیں دردناک عذاب کی ۷۷

رابطہ آیت

سورۃ کی ابتدائی آیات میں حکمت والی کتاب قرآن پاک کی حقانیت اور صداقت کو بیان فرمایا ۔ نیز فرمایا کہ قرآن حکیم سرسراہایت ہے جس کو اختیار کرنے والے نیکوکاروں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی حاصل ہوتی ہے ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نیکوکاروں کو لوگوں کے اوصاف بھی بیان کیے کہ وہ نافرمان کرتے ہیں ان کو کڑا دیتے ہیں ، اور آخرت پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں ۔ فرمایا ایسے ہی لوگ ہدایت پر ہیں اور یہی مندرجہ پاسنے والے ہیں ۔



خوش طبعی والی چیزیں بتاؤں۔ جن سے کم از کم تمہیں تفریح تو حاصل ہو۔ مقصد یہ تھا کہ لوگ لغویات میں مصروف رہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتوں کی طرف توجہ نہ دیں چنانچہ بعض کمزور ذہن کے لوگ اس شخص کی باتوں میں آکر اسلام کی دعوت کو نہ بھیر لیتے اسی لیے مفسرین کلام فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو دین اسلام سے ہٹانے والی، احکام شرعیہ سے باز رکھنے والی یا کسی گناہ کا سبب بنتی ہو لہذا الحدیث میں شامل ہے جو چیزیں فرائض سے روکتی ہوں وہ ناجائز اور حرام ہیں بعض چیزیں محکومہ تحریمی کے درجے میں آتی ہیں۔ اسی لیے حدیث شریف میں آتا ہے کہ حکام میں اس قدر دھماکا نہیں رکھنا چاہیے کہ اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے نماز ہی ضائع ہو جائے۔ ایسی صورت میں حکام حرام کے درجے میں آجائیں گے۔ البتہ بعض کھیل جائز بھی ہیں جن سے کوئی دینی یا دنیاوی مقصد حاصل ہو۔ یا تفریح طبع ہی حاصل ہوتی ہو، اگرچہ ایسی چیزوں کو کہ پسند نہیں کیا گیا مگر ان سے منع بھی نہیں کیا گیا لہذا یہ مباح کے درجے میں آتی ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ کھیل کی چیز باطل ہے سوائے تین چیزوں کے یعنی گھوڑ دوڑ، تیر اندازی اور ہوی کے ساتھ دل گچ۔ مفسرین کلام فرماتے ہیں کہ مسابقت یعنی دوڑ میں مقابلہ کرنا بھی مباح ہے، یہ دوڑ خواہ پیدل ہو گھوڑے، سائیکل یا گاڑی وغیرہ پر ہو مگر ایسی دوڑ شرط سے خالی ہونی چاہیے۔ اگر ساتھ شرط بھی ہوگی تو پھر یہ جوئے میں شمار ہو کہ حرام ہو جائے گی۔ اس قسم کے کھیل تفریح کے لیے ہوں یا صحت کے قیام کے لیے یا بحفاظت العام کی خاطر ہوں تو پھر بھی جائز ہے، ان میں لڑائی، تیر اندازی، تیر بازی، کشتی اور تیراکی وغیرہ بھی شامل کیے جاسکتے ہیں آلات ضرب و ضرب کے استعمال میں مہارت پیدا کرنا بھی سباحات میں شامل ہے۔

۱۔ ابن کثیر رحمہ اللہ روح المعانی ص ۶۶ و نظری ص ۱۵۱

(فیاض)

۲

۳

۴

البتہ چکیا کہ انسانی کے فرائض میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ ان کی عبادت نہیں ہے۔  
 شیطانی، جوسر، تامل، کور، باہی، بشری، مادی، کسری اور دیگر عالموں کی اپنی جنگ  
 گولیاں کھینچا، انسانی مادی و جسمانی چیزیں ہیں جو سکرور بخوبی اور جہلم کے، جسے ہر جانی  
 ہیں، یہ شیطانی قدیم زمانے سے چلے آتے ہیں اور آئی بھی مختلف طبقات میں۔ پائے  
 جاتے ہیں۔ البتہ اس بات میں ہی میں بہت سی چیزوں کا اضافہ بھی ہوا ہے اس  
 وقت تک کہ کھیل مادی و دنیا میں لڑنے سے محروم فرائض اوقات کے سوا کچھ نہیں  
 نظر آتے ہیں کیسے کہ گزروں کے سروں پر ہوا، پر ہونے لگے، پتے پھانکھروں میں چکر دے  
 بہلا دیا جاتا تھا۔ اس پر گھبراہٹ مادی و دنیا میں بہت جہاں فرائض لڑنے لگے۔ یہ جیسے  
 میں سے سولہ گھنٹے کو گزری کھڑا نکلتا ہے یہ سولہ وقت نکلتے ہیں۔ وہی سی آگ کوئی  
 قدرتی نہیں پہلے ہی جڑیں گھسے اس کے سامنے بیٹھے ہو۔ اس پر بھی پائے ہیں۔  
 وید پر گزری کر دیا پہلے ہی سب جس میں توسیع اوقات کے علاوہ قریب مال بھی جڑیں  
 ایسی چیزوں میں پیش کرتا ہے دنیا کی نقصان کی نظر ہو جاتی ہے۔ نہ کہ وہی نقصان  
 کا اور نقصان قسم کے آدھے مادی مادی بات کہوں میں فرائض اوقات آتے۔ نہ کہ ہر  
 یہ فرائض مادی کی پیش کرتا تھا وہ فرائض کی فائض، انسانی مادی کی بھی۔ یہ سب  
 بہترین بہا رسد تمدن کا نہ ہو جاتی ہیں بلکہ ان میں بہا رسد ان کی برتری عبادت  
 نہیں دیتا۔

اب تو ہماری اناجی فرائض مادی ہیں مادی بہا رسد ہے جسے کچھ کا حصہ بھی جاتا  
 ہے۔ مختلف کہ کتاب میں آتے فقی و فزوکا بنا دے کہتے ہیں اور اس طرح ایک کتب  
 کی طریق اور فرائض دوسکھ کتب میں بھی جاتی ہے۔ دنیا کا کامبروں، عیسائیوں،  
 ہندوؤں اور دوسروں کی مذہب سب جڑیں مادی میں ہو کر مادی ہے۔ مالاخر  
 یہ شیطانی کامبریں اور انسانی فرائض کہتے ہیں فرائض مادی ہو جاتے ہیں۔ ان کے  
 متعلق بعض روایات ہیں کہ ان کے مادی کے دل میں فرائض پیدا ہو جاتے ہیں۔

فرائض

سالہ الفرائض مادی مادی مادی

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، عبداللہ ابن عباسؓ، امام حسن بصریؒ وغیرہم لہو الحدیث سے گانا بجا کر دیتے ہیں۔

قدیم زمانے میں رقص و سرور کے لیے لونڈیوں کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں اور آزاد عورتیں یہ پیشہ اختیار نہیں کرتی تھیں۔ اس مقصد کے لیے لونڈیوں کو خاص طور پر ٹریننگ دی جاتی تھی اور وہ بھٹلوں میں تفریح کا سامان پیدا کرتی تھیں۔ مگر اس زمانہ میں نہ صرف آزاد بلکہ تعلیم یافتہ لڑکیوں نے ناچ گانے کو آرٹ کے طور پر اپنا لیا ہے۔ اس کے لیے تربیت گاہیں قائم ہو چکی ہیں جہاں سے اس نام نہاد فن کی ڈگریاں ملتی ہیں۔ حضور کا فرمان قریب ہے کہ گانے بجانے والی لونڈیوں کی صریح و غیر صحت بھی ناجائز ہے کیونکہ یہ فحاشی پھیلانے اور لوگوں کو غلط راستے پر ڈالنے کا سبب بنتی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ایسی لونڈیوں کی کمانی کو بھی حرام قرار دیا ہے مگر دیکھ لیں آج ہمارے ہاں کیا ہو رہا ہے، موجودہ دور کی ایجنٹیں امیر ترین لوگوں میں شمار ہوتی ہیں۔ ایک ایک فلم سے لاکھوں روپے کماتی ہیں اور ایک ایک گانے کی بیکار ڈنگ کے لیے ہزاروں روپے وصول کرتی ہیں۔ لوگ ان کو بڑا مقام دیتے ہیں اور ان کی ایک جھٹک دیکھنے کے لیے ٹوٹے پڑتے ہیں۔ یہ سب لہو الحدیث کا حصہ ہیں۔

گانے کے لیے استعمال ہونے والے آلات موسیقی بھی حرام ہیں۔ اسی لیے قرانی بھی جائز نہیں ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعریف غزل یا نعت کی صورت میں کی جائے تو جائز ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ آلات موسیقی استعمال نہ ہوں۔ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے طغر نظامتہ میں ہے کہ ان سے قرانی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ قرانی جائز ہے۔ مگر اس کی بعض شرائط بھی ہیں کہ اس میں آلات موسیقی استعمال نہ ہو، گانے والی

عورت باپہ رشتہ بخیر نہ ہو بلکہ گائے والا آدمی مشعر ہو۔ محمد و نعمت کی فصل کا  
 مقصد فقر و سبب الہی ہو کہ کھیل تماشہ۔ دیکھ میں ہادی قرآن کی کسر لاج ای غیر لاج  
 پروری آفتا ہیں۔ جو چہری افضل بن مہر مے گناہ کو گئے افسوس کا مقام ہے کہ  
 مہادی رشتہ قرآن ہوئی ہوئی ہے۔ جب لہجہ کا ناز کا وقت نہ آئے ترستے نہ آئے  
 بلکہ سرجا ہے ہیں۔ الا انا و انشر الی فصل سے کہ فائدہ ہو جو جسے غما نہ ہی  
 ضائع ہو گئی، آجپ خود ہی فیصلہ کر کریں کہ ایسی مجلسوں سے انشر اور اس کا رسول کرنا  
 ہو نہ گئے یا راضی۔ جہیز فائستہ غافل کر لی ہے وہ قرنی مستحبت۔ جو  
 قرانی مذکورہ ستر لفظ کے بغیر ہوگی وہ حرام یا مکروہ تخریمی کے نہ ہے میں افسوس کی۔  
 فہر انو یستہ میں مسک لوگوں کی حالت بہت گراؤ آگشتی عجب  
 ابشتنا و لطف مستحکم کہ جب ہماری آہیں ان کے سامنے پڑی جاتی ہیں تو  
 وہ پشت پر صبر کر کر رہتے ہوئے پہلے جلتے ہیں افسوس کے کلام کی کچھ پروا نہیں  
 کہ نہ سکتا کرتے بہت عجب گوارا کہ منوں نے ان کو نہ ہی نہیں سکتا کہ  
 اذنیہم و قہرا کہ اگر ان کے کالوں میں دانت لگے ہوئے ہیں اور وہ نہایت  
 سے کچھ مرہم ہیں۔ تمام غافل لوگوں کا ہی حال ہے کہ وہ آدھب الفیض وقت  
 اندھے اور بہتے ہو جاتے ہیں۔ ان کا فائدہ تو وہی میں ہے کہ وہ کلام الہی کو نہیں  
 اس میں غور و فکر کریں اور اس کے مطابق عقیدہ اور عمل بنائیں تاکہ اس کو سنی الہی  
 کہ وہ بہت لیسے لوگوں کے متعلق فرمایا ہذینہم یہک کتاب الاسیر انہیں وذاک  
غذاب کہ ظہری نہ دوں۔ یہاں پر ظہری کا لفظ محکم کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔  
 اور مطلب یہ ہے کہ ان کو طلع کر دین کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے درود ناک آ  
 تبار کر رکھا ہے۔ جس میں انہیں ہمیشہ رہنا ہوگا اور ان کی رہائی کی کوئی صورت  
 نہیں ہوگی۔

قرآن سے  
 رد گردانی

اتلما اوجی ۲۱

لقمن ۳۱

درس سوم ۳

آیت ۸ تا ۱۱

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ  
النَّعِيمِ ⑧ خَالِدِينَ فِيهَا وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا  
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑨ خَلَقَ السَّمَوَاتِ  
بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَآلَقَى فِي الْأَرْضِ  
رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ  
كُلِّ دَابَّةٍ ۖ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا  
فِيهَا مِنْ كُلِّ رَوْحٍ كَرِيمٍ ⑩ هَذَا خَلْقُ  
اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ لَا بَلِ  
الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ⑪

ترجمہ :- بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنوں نے  
اچھے کام کیے، ان کے لیے باغات ہیں نعمتوں کے ⑧  
ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ان میں ۔ وعدہ ہو چکا ہے  
اللہ تعالیٰ کا سچا ۔ اور وہ نبردست اور حکمت والا ہے ⑨  
پیدا کیا ہے اُس نے آسمانوں کو بغیر ستروں کے جن کو  
تم دیکھتے ہو ۔ اور ڈال دیے ہیں اُس نے زمین میں روجل  
پہاڑ تاکہ وہ حرکت نہ کرے تھکے ساتھ ۔ اور پھیلا  
دیے ہیں اس نے زمین میں طرح طرح کے جانور ۔ اور



دیکھا ہے ہم نے آسمان کی جانب سے پانی برس آگیا ہے  
 ہم نے زمین پر ہر قسم کے پھوسے (۱) یہ سب اللہ  
 کی پیدا کردہ چیزیں ہیں۔ پس پناؤ دیجئے گا پیدا کیے گئے انہوں  
 نے جو ان کے سوا ہیں، بکریوں اور گھوڑوں کی طرح گھبراہٹ میں ہیں (۲)  
 سورہ ابراہیم آیت ۱۵ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی عزت اور عظمت  
 بیان کی اور پیغمبر محسنین سے اوصاف بیان کر کے ان کی غلامی کا ذکر کیا۔ اس کے  
 بعد اشیاء کا گواہی اور ان کے ہنرمند بیان کیا کہ وہ دنیا میں کیا کرتے  
 کر بیچ کر کے لوگوں کو اللہ کے راستے سے ہٹا دیتے ہیں اس بات کی پہلی  
 دو آیت میں اہل ایمان کا ذکر کر کے انہیں جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔  
 پھر اللہ کی قدرت کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اور انہیں زمین کی دھول کے طور پر پیش  
 کیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ شرک کی تردید بھی ہو گئی ہے۔

ارشاد ہوا ہے الَّذِينَ آمَنُوا بَيِّنَاتٍ اور جو ایمان لائے ہیں کھڑے  
 شریک، انہی، جنت وغیرہ کی طرف ایمان بھی قرآن پاک کی ایک اصطلاح ہے۔  
 ان میں سے ہر اصطلاح کا ایک خاص معنی ہے جس کا انا ضروری ہے۔ ایمان کی  
 تعریف قرآن پاک کی مختلف آیت میں کی گئی ہے اس کے علاوہ حضور علیہ السلام کی  
 ایک بڑی واضح حدیث بھی ہے جس سے ایمان کا مفہوم مکمل ہو سکتا ہے۔ اہل  
 حدیث جبریل میں ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا فَلْيَقْدِرْ  
عَلَيْهِ الْإِبْطَحَانُ سب سے بڑے کراہان کیا چیز ہے، تو آپ علیہ السلام نے  
 فرمایا أَنْ تُوْهِبَ رِأْسُكَ وَمَلْيُكُنْجِيْهِ وَكُنْجِيْهِ وَرُسْلُهُ وَالْيَوْمِ  
الْآخِرِ وَالْيَوْمِ وَالْقَدْرُ حَيْثُ رُفِعَ مِنْ الْقَدْرِ  
وَالْبَعْدُ بِقَدَرِ الْمَوْتِ ایمان اس چیز کا نام ہے کہ تم اپنے اختیار

ارادے سے اس بات کی تصدیق کرو کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے ، وہ واجب الوجود ، خالق کل ، مدبر ، معبود برحق اور غیر مرئی ہے ۔ بغیر ان کی ذات اور تمام صفات پر ایمان لانا ضروری ہے ۔ اگر کسی چیز کے بارے میں دل میں غل پیدا ہو تو ایمان خالص ہو جائے گا ۔ بعض اوقات ایمان کا معنی یقین بھی کر دیا جاتا ہے ۔ مگر یہ درست نہیں کیونکہ یقین تو کبھی اضطراری حالت میں بھی ہو جاتا ہے ۔ مثلاً اگر ٹی حادثہ پیش آجی تو کسی چیز کا یقین آگیا ۔ یہ مستقل یقین نہیں ہوتا حقیقت میں ایمان تصدیق کا نام ہے اپنے دل سے اپنے اختیار اور ارادے سے تصدیق کرے کہ اللہ تعالیٰ واقعی وحدہ لا شریک ہے ۔

ایمان کا ایک جز تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تصدیق ہو گیا اور دوسرے کے انان فرشتوں پر بھی یقین رکھے کہ وہ اللہ کی مقدس اور نورانی مخلوق ہے جسے اللہ نے بنی نوع انسان کی مصلحت کے لیے انہوں کی پیدائش سے ارباب کھربوں سال پہلے تخلیق کیا ۔ فرشتے بَلَّ عِبَادٌ مَّكْرُومُونَ (الانبیاء: ۲۲) وہ خدا کے معزز بندے ہیں اور ہر وقت عبادت میں مصروف رہتے ہیں وَهُمْ بِأَمْرِهِمْ يَسْمَعُونَ (الانبیاء: ۲۰) وہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہیں فرشتے ہماری طرح جسم اور اس میں روح رکھتے ہیں ۔ اس سے علاوہ مشرقی والا ایمان مراد نہیں جو کہتے ہیں کہ فرشتے کوئی مخلوق نہیں بلکہ انسان کی ایک اچھی قربت کا نام ہے ۔ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی اپنی کتاب حجۃ اللہ الیہ الغمر میں وضاحت کی ہے کہ فرشتے وجود رکھتے ہیں اور ان کے جسم میں بھی روح ہے البتہ ان کے اجسام بہت لطیف ہیں ۔ علاوہ اعلیٰ سے لیکر علاوہ سافل تک فرشتوں کے سات طبقات ہیں اور ان میں سے ہر ایک طبقے کا مادہ تخلیق الگ الگ ہے ۔ فرشتوں کے علاوہ اللہ کی مخلوق جنات بھی وجود رکھتے ہیں ۔ البتہ

شریعت لایا لیکن کہ در میں گنہگار ہو چکا ہو تو یہی ہے، نہ میں تو شیخ نے نہایت اور  
شرفیں سب جمع کر اور دے دیتے ہیں۔ اس دہریہ جان میں یہی نظر نہیں آتا، جبکہ یہ  
جان نہیں دیکھتا کہ وہ انھوں نے اس کے واسطے کیا کیا ہے۔

ایمان کا ایک نذرانہ اللہ کی تائید کے لئے پر ایمان والے اور قرآن مجید پر بشمول  
یقین رکھنا ہے۔ قرآن پاک کی ہر بات کو ہر حق سمجھنا اور اس پر عمل کرنا اور اس پر  
اسی طرز اللہ تعالیٰ کے پیچھے ہونے تمام انبیاء پر یقین رکھنا بھی نذرانہ ایمان ہے۔  
اللہ تعالیٰ اپنی روح انسان کی ہر بات کے لئے اپنے اپنے انبیاء کو بھیجتا ہے تو کیا، اُن  
کو شہرہ نہیں دیتا کہ جن اور صحیفے عطا کئے، ہم اُن سے سب انبیاء کو تصدیق کرتے  
ہیں، کسی ایک نبی کا انکار نہ کرتے والا بھی لازم ہو جائے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی نصرت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے آج کس ج  
کچھ کائنات میں ہو چکا ہے یا ہو جائے گا اُنہوں کو تسلیم کرنا ہے، سب کچھ اللہ تعالیٰ  
کے علم و حکمت اور ارادے کے مطابق ہو جائے گا۔ حَقُّهُ فَخْذُہُ (یعنی ۱۹۰)  
اللہ تعالیٰ ہر چیز پر کرم و انعام اور اس کی تعظیم و تہلیل، لہذا اللہ تعالیٰ سے انکار نہ کرنے  
والا بھی ایمان سے خالی تصور ہوگا، اور اُس کی کئی کئی تہذیبیں بنیں ہوگی، اسی طرح  
بہت سے ملتوں پر یقین رکھنا بھی لازم ایمان ہے، مرنے کے بعد ہر انسان کو وہ  
زندہ کیا جائے گا، قیامت قائم ہوگی، حساب کتاب کا نازل آئے گی اور ہر آدمی کو  
۱۰۔ اِن سب پہنچنے ایمان کی نصرت کرن ضروری ہے، اللہ کا فرما ہے وَحَقُّہُ  
فَبِخُفْزٍ بِاللّٰہِ وَفُطْنٍ کَرِہٍ وَکُتُبٍہِمْ وَرُحْمَہِہِ وَتَوْبِہِہِ اِلَیَّہِمْ فَتَعْلٰمُ  
حَقِّہُ مَعْلٰمُہُ اَلِیَّہِہُ (اسنا، ۱۳۹) جس کے لئے اللہ تعالیٰ کو حمد و ثناء، اُس کی صفات  
کا انکار نہ کرنا، اُس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آخرت کے دن کا انتظار کرو  
گزارہ ہو کر وہاں پہنچنا، ایسے غش کر نہات نہیں مل سکے گی، جو ایمان ایک ایسی بات ہے  
جن پر عمل کی عمارت کھڑی ہوتی ہے، سورۃ الانبیاء میں ہے فَخَرْنَا فَعَلٰمُ  
مِنْ الْمَعْلُوٰتِ، وَہُوَ مَعْلُوٰتٌ مِّنْ حَقِّہُ فَخَرْنَا اِلَیَّہِمْ (انبیاء، ۱۹۳)

جو شخص نیک اعمال انجام دے گا بشرطیکہ اس میں ایمان موجود ہو تو اس کی محنت رائیگاں نہیں جائے گی، اگر ایمان کی بجائے کھڑا اور شرک بھرا ہوا ہے تو اس کی کھپاڑوں جتنے بڑے بڑے عمل بھی ضائع ہو جائیں گے اور ایمان مجسم بن کر دائمی جنم کا سخی ٹھکانہ بنے گا۔ ایمان ہر نیک کی جڑ اور بنیاد ہے اسی لیے تمام انبیاء و اربابان کے متبعین اولیاء اور بزرگان دین سب سے پہلے ایمان کی درستگی کی تعلیم دیتے ہیں۔ آپ کسی بزرگ کی کوئی کتاب یا مخطوطہ اٹھا کر دیکھیں انہوں نے پہلے سبق ایمان کی درستگی کا ہی دیا۔ ہر نیک نے بھی یہی تعلیم دی قَالَ يُقِيمُوا آيَاتِ اللَّهِ مَا كُفِّرُوا مِنَ اللَّهِ غَسِيرًا (ہود - ۸۴) اے میری قوم کے لوگو! صرف اللہ کی عبادت کرو کہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ بہر حال یہ سائے اجڑنے ایمان ہیں جن کی تصدیق کرنا ضروری ہے ورنہ ایمان مکمل نہیں ہوگا۔

فرمایا، وہ لوگ جو ایمان لائے وَصَلُوا الصَّلَاتِ اور انہوں نے نیک اعمال انجام دیے۔ نیک اعمال تو بے شمار ہیں تاہم بنیادی طور پر ان سے فرشتے مراد ہیں۔ حضرت مہدیؑ تالیٰ فرماتے ہیں کہ ایمان اور توحید کی درستگی کے بعد فرشتے اور بعد میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج نیک اعمال ہیں۔ دیگر نیک اعمال ہیں جہاد، قربانی، صلہ رحمی، صدقہ، خیرات، حسن اخلاق وغیرہ شامل ہیں۔

تو فرمایا ایمان لانے کے بعد جن لوگوں نے اچھے اعمال انجام دیے۔ كُفِّرُوا عَنْهُمْ السُّيُوءَاتِ اُنْ كَبِهَ لِيْهِمْ نَعْمَتُوْنَ كَے باغات ہیں غُلبدینِ رفیعہ وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے اور ہاں سے نکالے نہیں جائیں گے عام طور پر جنت کے ذکر کے ساتھ اللہ نے جَعَلْتُ عَذَابِيْ تَجْنِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ (البقرہ - ۸) کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ ایسے دائمی باغات ہوں گے جن کے سامنے سر یہاں ہوں گی۔ فرمایا وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا بِهٖ اللہ کا وعدہ ہو چکا ہے۔ جو سچا ہے۔

اعمال صالحہ  
اور انعام



پرانی تحقیق کے مطابق دنیا کے بلند ترین پہاڑوں کی بلندی تین میل کے قریب ہے۔ زمین کی وسعت کے اعتبار سے اتنے بڑے پہاڑ کی مثال ایسی ہے۔ جیسے گرنے کے اور ایک جو کاستر ہوائی صدر رکھ دیا گیا ہو۔ پہاڑوں کی بلندی کے مقابلے میں سمندروں کی گہرائی کہیں زیادہ ہے، مگر وہ ارض کے ارد گرد چودہ کروڑ برس پہلے پر سمندر پھیلے ہوئے ہیں اور انسانوں اور جانوروں کی رہائش کے لیے مٹی کا حصہ صرف ایک چوتھائی کے قریب ہے، لہذا پرے مگر وہ ارض میں توازن برقرار رکھنے کے لیے اللہ نے جو پہاڑوں کی تخلیق فرمائی ہے

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی **اَنْتَ تَسْبِيْدُ بِكُمُ** کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں جگہ جگہ پہاڑ نصب کر کے میدانوں کو انہیں سے محفوظ کر دیا ہے۔ پہاڑوں میں پتھر، چھتر، درخت، جڑی بوٹیاں اور طرح طرح کی معدنیات ہوتی ہیں جن سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اگر پہاڑ نہ ہوتے تو میدانوں کی علاقوں کے پہنچنے والے لوگ بہت سی چیزوں سے محروم رہ جاتے جو ان کے لیے وجہ اضطراب بنتی۔ قریش کا صاحب فرماتے ہیں کہ زمین کے ڈھلوانے کا مطلب یہ ہے کہ پہاڑوں کے بغیر زمین کے پہنچنے والے مضطرب ہو جاتے۔ اللہ نے پہاڑوں کو پیدا کر کے زمین کے اضطراب کو نہیں بلکہ لوگوں کے اضطراب کو دور کر دیا۔

اگے ارشاد ہوتا ہے **وَبَشِّرِ الصَّادِقِينَ** جو ایمان لائے اور اللہ نے زمین میں ہر قسم کے جانور پیدا کر دیے ہیں۔ موشیوں کو تو اللہ نے خاص طور پر انسانوں کی خدمت کے لیے پیدا کیا ہے اور ان کے علاوہ بھی اللہ نے بہت سے جانور اور کیڑے مکوڑے پیدا کیے ہیں۔ جو انسانوں کی خدمت پر مامور ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔

پھر فرمایا **وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً** اور ہم نے آسمان کی طرف سے پانی اتارا ہے۔ یہ بھی انسانوں اور جانوروں کی حیات کے لیے ضروری ہے۔ پانی نہ صرف جانداروں

جانور  
پانی

کی چیز کے ضرورت است پر عمل کرنا ہے کہہ واسطے ان کی خوراک کا انتظام بھی پانی پر ہی ہے  
 قرآن ہی پانی کے ذریعے قابض کرنا دیکھا جن کھلی روغن کھیں سو کھاتے ہیں  
 یہ ضرورہ جو اسے پہنچا ہے کہ ان کے لئے آسانی کی طرف سے باطن پر سنا کر پودوں کو خوش نظر  
 اور کہ وہ درخت پہنچے ہیں طوطا کے پہل پہل آئے اور سبز پانی کی جگہ جو  
 ان نروں اور جانوروں کی خوراک بنتی ہے۔ سورۃ الفتح میں حضرت پانی کا پال بھی یاد  
 کیا ہے کہ کھسور! زمین پر طوطا طوطا کے درخت پر جسے اللہ پہنچا ہے جو نعمت نہیں  
 اور نعمت فراخوں کے نہیں یہاں کرے ہیں ماحول کو کھینچتی ہے کھینچتی ہے کھینچتی ہے  
 وہ سب ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں کوئی پھل میں ہے کوئی پودا کوئی پتہ کوئی پتہ  
 ہے کوئی شرنہ اور کوئی مادہ آگنی کا ذائقہ شربت کبھی کو پھل کا اور کبھی کو کھڑا اور  
 پانی سنبھالے ایک ہی گھاٹ سے پیا ہے۔ یہ شرف خالق کو نہ دینا کہ بہت بڑا شجرہ  
 بہت پانی کھینچ کر شرب اسود ہی انجام دیتے بہت بہت قدرتوں کا کھانا بہت چیز  
 انما ان اور تہرہ ہے

نویس پر  
 دیکھ

آگے اجاڑ دیا ہے۔ هَذِهِ اَشْجُلُ النَّارِ یہ سب کچھ الشرا کا یہ انحراف ہے۔  
 آسمان سے لے کر زمین تک اور زمین اور بندوں کے اندر کی ہر چیز اشری نے  
 پہنچا ہے۔ فَنَارُ الْفَلَاحِ کما وکشف الکتاب الَّذِي فِي رَوْضِهِ سب  
 بنو ذکر مشرکوں کے لئے الشرف کے سوا جن کو اپنا معبود، حاجت، دار اور شکر مانتا ہے۔ کھانا  
 انوں تک پہنچا گیا ہے، جب تک کسی اور شکر نہ پہنچا کھیں کیا فریاد ہو رہا ہے  
 کہ ایک حق نہ کھتا ہے؟ یہ ایسی دلیل ہے جسے عالم اور بے کجیوں پر کچھ سنا ہے  
 معترض خانی نے ایک راقونہ نقل کیا ہے کہ کسی راستے پر آجیب حیدری پوری  
 لڑکی کو اپنی طرف متوجہ کر کے کھانا کھانا دیا ہے۔ وہ کھانا ہے۔ وہ کھانا ہے  
 اور ہنس رہی ہے۔ اے آپ ایک آن پڑ رہی ہے باقی آگنی کو سر سے لگا کر لڑکی کے لگا کر پڑی ہے  
 تم صبح جہاں السلام کرنا کہ بہت صبحی لائن چلائے ہو۔ بعد از تو سب کو کھانا نہ کھا  
 پھر بول کا نہ کرنا کہ نہ ہادی کے لگا کر یہ کھانا ان اشرف ہے۔ پھر دہائی کے

(فیاض)

مے خلیفہ خلیفہ

لگا کہ اگر ہر چیز اللہ کی پیدا کردہ ہے تو بلاؤ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی کچھ پیدا کیا ہے؟  
 پادری لاجواب ہو گیا کہ جو کوئی چیز پیدا کرنے پر قادر نہیں وہ خدا یا خدا کا بیٹا کیسے ہو گیا  
 اس آیت کرمیہ کا بھی یہی مفہوم ہے کہ اگر تمہارے خود ساختہ معبودوں نے کچھ پیدا کیا ہے  
 تو دکھا دو کہ ان سے چیر پیدا کی ہے اور اگر کوئی چیز پیدا نہیں کی تو پھر وہ حاجت روا اور  
 مشکل کشا کیسے ہو سکتے ہیں؟ پھر ان کو مصیبت کے وقت کیوں پکارتے ہو اور ان  
 کے سامنے نذوبیاز کیوں پیش کرتے ہو؟ وہ تو خود دلاچار اور درماندہ ہیں۔ وہ خود ہر  
 چیز اللہ سے طلب کرتے ہیں، بجلاتم ان سے کیا توقع رکھتے ہو؟

فرمایا حقیقت یہ ہے بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝  
 کہ ظالم یعنی مشرک لوگ ہی کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ اتنی واضح دلیل ہے  
 کہ جو شخص خود محتج ہے وہ دوسرے کو کیسے سکتا ہے اور معبود کیسے بن سکتا ہے؟  
 اللہ کا فرمان تو یہ ہے يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (الرحمن - ۲۹)  
 آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ ہی کے سامنے دست سوال دراز کرتی ہے مگر تم کہتے  
 ہو کہ فلاں بھی رزق، اولاد، کاروبار وغیرہ دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دلیل  
 کے ذریعے شرک کا رد بھی فرما دیا ہے۔



اسلام آباد

لقمن ۳

دوسرا چہارم ۴

نہایت ۱۱

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَنَ الْحِكْمَةَ إِذِ اشْكُرَ لِلَّهِ وَمَنْ  
يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ  
اللَّهَ عَنِّي حَمِيدٌ ﴿۱۲﴾

ترجمہ :- اور ہم نے لقمین کو حکمت ، ہر  
شکر ادا کر کے انسانی کے ہے ، اور ہم شخص شکر ادا کرے  
ہے ، پس ہے شک وہ شکر ادا کرنا ہے اپنے نفس  
کے (جسے اسے ہے ، اور جو شخص ناشکری کرنا ہے پس  
ہے شک اللہ تعالیٰ ہے پرہیز اور نافرمانوں والا ہے ﴿۱۲﴾

سورہ آل انبیاء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک عہد اقدس ، تھانہ لقمین  
کے مصلی راضی دلائل پیش کیے ، اس میں اس کو اس میں حضرت لقمین کی تجویز  
ہوں گی گئی ہیں جس سے ہر عہد میں نصرت اللہ تعالیٰ کی ترویج کرنا اور شرک سے  
نفرت کرنا ہے ، شرک اور کفر کی قہر اس کے بعد کہ آیات میں بھی آ رہی ہے  
ترویج کا اثبات اور شرک کی تردید کی گزشتہ سورہ آیت میں درج ہے ۔

قرآن کریم کے زمانہ میں اگرچہ لقمین کی گواہی میں اس میں اور عہد میں  
زمانہ زمام میں شرک کی شخصیت کے لئے میں حضرت کریم میں بہت بات  
پا جا آ ہے ، حضرت لقمین کی دلائل میں اور کریم مقام پر ہونے پر ، نیز آپ میں نے  
وہ آثار و خصائص کی محقق رائے میں ہیں ، لیکن کتنے شکر آپ سرور کے شوق و ترقی  
کے کیا ، فارسی آدمی کے غلام تھے ، جب کہ درحقیقت حضرت کے شکر ہیں ۔

لہذا قرآن کریم و درمختصر میں و طبری میں (۱۱ ص)

آپ میں کے رہنے والے آزاد آدمی تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ حضرت لقمانؑ عاد ثانیہ میں سے تھے۔ جب قوم عاد ہلاک ہو گئی تو حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لانے والے لوگوں سے چنے والی نسل عاد ثانیہ کہلائی، آپ انہی لوگوں میں سے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حیرتیلے کے بادشاہوں میں سے ہوئے ہیں انہی بادشاہوں میں یمبع نامی مشہور بادشاہ بھی گزر رہے ہیں۔ بعض کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت لقمانؑ شداد کے بھائی تھے۔ شداد تو ثباجا بر اور مستبد شخص تھا، تاہم اس کی ہلاکت کے بعد اقتدار لقمانؑ کی طرف منتقل ہو گیا ذوالقرنین کی طرح آپ نہایت ہی صالح آدمی اور عادل بادشاہ تھے۔

حضرت لقمانؑ کے زمانے کے متعلق بھی قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگر آپ کو عاد ثانیہ سے تسلیم کیا جائے تو آپ کا زمانہ مسیح علیہ السلام سے تین ہزار سال قبل کا ہے، اور آپ کو بنی اسرائیل کا فرد تصور کیا جائے تو آپ کا زمانہ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ ہے۔ اس دور میں حضرت داؤدؑ اور حضرت لقمانؑ کی رفاقت کا ذکر بھی ملتا ہے، بلکہ بعض کہتے ہیں کہ آپ اس زمانے میں قاضی تھے، بہر حال یہ زمانہ بھی حضرت مسیح علیہ السلام سے کم و بیش ایک ہزار سال قبل کا ہے۔ حضرت لقمانؑ بنی اسرائیل اور عربوں میں یکساں طور پر مشہور تھے، بلکہ بنی اسرائیل کے پاس آپ کا ایک صحیفہ بھی تھا جس میں مندرج نسل انشال لقمانؑ کے نام سے مشہور ہیں۔ اس صحیفہ کی نقول یورپ کے بعض کتب خانوں میں اب بھی ملتی ہیں۔

جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت لقمانؑ مومن، نیک آدمی اور اللہ کے ولی تھے، محمد بن اسحاقؒ، امام شافعیؒ اور بعض دوسرے حضرات آپ کو نبی بھی تسلیم کرتے ہیں مگر یہ بات درست نہیں بلکہ اکثر و بیشتر مفسرین آپ کو صالح آدمی ہی مانتے ہیں۔ البتہ آپ بہت بڑے حکیم، دانشور اور معاملہ فہم آدمی تھے اور اسی بنا پر آپ مذہب دنیا

یہ سہو تھے

نکتہ  
مضمون

اوشو دہرا ہے وَلَقَدْ أَتَيْنَا لَعْنَتَنَا الْبَاطِنَةَ اور الْبَاطِنَةُ سے  
حضرت ایمان کر نکلتے عطا فرمائی، نکلتے کا معنی قرآن وحدیث دونوں مجھ ذکر ہے  
سورۃ بقرہ ۱۰۶، صفت اور صفت دیکھو، کرل میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم کے ذرائع صفت میں سے ایک پر فرمایا، بیان کیا ہے وَقَبْلَ تِلْكَ الْكِتَابِ  
وَالْكِتَابُ ہے آپ کو کرل کو کتاب اور حکمت کی تعلیم تھی ہے، اسی طرح سورۃ بقرہ  
۱۰۶ ہے لَقَدْ أَتَيْنَا لَعْنَتَنَا الْبَاطِنَةَ وَلَقَدْ أَتَيْنَا لَعْنَتَنَا الْبَاطِنَةَ  
لَقَدْ أَتَيْنَا لَعْنَتَنَا الْبَاطِنَةَ (آیت ۲۰۹) اللہ تعالیٰ ہی کو کرل پہتا ہے۔  
حکمت عطا کرنا ہے، اور ہے حکمت عطا کرل کے لئے شکر کرے، نو، الہی، اسی طرح  
تردی مریض کی روایت ہے، آج ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حِكْمَةُ الْكِتَابِ  
مَنْ لَمْ يَتْلُهَا فَهُوَ كَالْغَنِيِّ وَقَدْ تَلَّهَا فَهُوَ كَالْغَنِيِّ یہاں سے حکمت ہی  
کی گمشدہ میراث ہے، جمال ہی ہے، یہاں سے حاصل کر رہا ہے

ابن ندیم اور بعض دیگر حضرات حکمت کا تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ ہر  
وہ بات جو خدا کے لئے نصیحت کا باعث ہو، برائی اور قیامت سے روکے اور  
بندگی پر آمادہ کرے، وہ حکمت ہے، بعض سفرین، بن میں ماسبہ تفسیر لکھی ہے  
مثلاً میں، فرماتے ہیں کہ حکمت کا مضمون ہے بِإِذْنِ اللَّهِ أَفْضَلُ الْأَشْيَاءِ  
بِأَفْضَلِ الْفَعْلِ یعنی افضل چیز کو افضل فعل کے ساتھ جاننا حکمت کہہ تے  
یہاں پر ہے کہ افضل ترین چیز تر ذات مُذَاهِدِي اور اس کی صفات ہیں، اور افضل عمل  
عمل سنو ہی ہے جو اللہ کے حکم پہ جو جو ہو، تو گویا علم حضور ہی کے، ماضی  
وصفا متبذذ مذہبی کر بیان حکمت ہے۔

۱

(فیاض)

لہ تر دی ص

۱۰ ملخصی ص ۱۰

بقیہ شریعت میں حضور علیہ السلام کا ارشاد موجود ہے **رَأْسُ الْيُسْكَمَةِ تِنَافُخَةُ اللَّهِ** یعنی حکمت کی جڑ اور بنیاد اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ یہ حال عام فہم الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ انکی عقل، فہم، فراست اور فرائضی کا اہم حکمت ہے، حکم اور حکمت میں یہ فرق ہے کہ حکمت ہمیشہ درست بات کی طرف غروب کی جاتی ہے جب کہ حکم میں غلطی کا امکان بھی ہوتا ہے جیسے **مَا لَكُمْ كَيْفَ تَقُولُ كُفُوًا** تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسے غلط غلط فیصلے کرتے ہو۔ تاہم حکمت ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتی بلکہ جس پر اللہ تعالیٰ مہربانی کرے، اس کو عطا فرماتا ہے۔

حکمت کی ایک عام تعریف اس طرح بھی کی جاتی ہے **حَقٌّ اَلْقَنَ اَعْلَمُ**  
**وَالْعَمَلُ يَتَدَرُّ حَاقَّتْ** یعنی حکیم وہ شخص ہے جس نے اپنے علم اور عمل دونوں  
کو پختہ کر لیا۔ دانشور وہی آدمی ہوگا جس کے علم کے ساتھ عمل بھی ہو، وگرنہ بے عمل آدمی  
حکیم نہیں ہو سکتا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے یہ حکمت یعنی فہم و فراست، ادانی اور علم کی  
حضرت لقمانؑ کو وافر مقدار میں عطا فرمائی تھی، جن کا ذکر تمام مفسرین، مؤرخین اور دانشور  
کرتے ہیں۔ ان کی عجیب و غریب مثالیں اور حکمت کی باتیں ان کے صحیفہ میں بھی موجود ہیں  
امام بیضاویؒ اور بعض دوسرے مفسرین نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ کہ ایک  
موقع پر حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت لقمانؑ سے کہا کہ بھری ذبح کر کے اس کے  
گرشت کا بہترین حصہ میرے پاس لاؤ۔ آپ نے تعمیل حکم کی، بھری ذبح کی اور  
اس کا دل اور زبان حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا، کچھ دقت  
کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے پھر حکم دیا کہ ایک بھری ذبح کجرو اور اس کے  
گرشت کا بہترین حصہ میرے پاس لاؤ، حضرت لقمانؑ نے بھری ذبح کی اور دوسری  
دفعہ بھی دل اور زبان کا گرشت ہی پیش کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے

حضرت عثمانؓ  
کی حکیمانہ  
باتیں

۱۔ جہنم  
۲۔ جہانگیری ۳۸٪  
۳۔ مظہری حدیث ۶٪ و معالم التنزیل ۱۵۵٪ (قیاض)  
۴۔ سینیسی ۳٪ و روح المعانی ۳۱٪

جس پر اللہ بہترین چیزوں میں ولی اور زبان کو نبی کیسے تسلیم کرنا، کہنے لگے حضرت اگر انسان کا دل اور زبان درست ہے تو اس سے کیا کفر چیز الٰہی میں پیدا ہو سکتی ہے۔ اور اگر یہ دونوں غلط ہو جائیں تو پھر حق سے بڑی چیز جس کو نبی نہیں ظاہر ہے کہ اگر قسب میں نور امان ہے۔ تو خداوندی کی بات میں یہ کفر نہ لگے گی اچھی باتیں لازماً ہوں گی تو پھر ان دونوں سے باہر کوئی چیز نہیں، اور اگر دل میں کفر ہو تو کفر کیسے بطن سے نکلا، اتفاق ہے، اور زبان سے نکلے گا وہی فرق ہے فرق سے باہر کوئی چیز جس کو نبی نہیں، غرض کہ حقائق سننے سے نہایت جی ٹھیک رہا ہے۔

مشہور ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کی تلے سفر ہو گئے۔ جب کچھ عوامر بعد واپس  
لوٹے تو راستے میں اپنا نامور دل چیلے۔ پوچھا یہ کون سا مکان ہے؟ ان کا کیا حال ہے؟ انہوں نے  
کہا کہ وہ حضرت زبیرؓ کے ہیں۔ ان کے لئے فرمایا ملکوت آسمانی اب میں اپنے  
معاہدہ کا خزانہ ان کے پاس رکھوں۔ والہ کی کرپروگی میں ہر چیز کے وہی ذرا دار ہوں  
مگر اب یہ پورے داروں کو میرا پڑوسی ہے۔ پھر آپ نے جوئی کا مال پوچھا تو فرمایا  
میں نے کیا کہ وہ بھی حضرت زبیرؓ کے ہیں۔ انہوں نے کہا اب مجھے بہتر جلی کرنا پڑے گا  
اس کے بعد سینے کے متعلق پوچھا تو وہی جواب دیا کہ وہ بھی زبیرؓ کے ہیں۔ حضرت  
عثمانؓ نے کہا سترت عورت کی اب میری بدن پر ہونی چاہیے۔ میں کہتا ہوں کہ بہت  
میں ذرا ہوں۔ انہوں نے کہا اس کی جھک کر نیا مردہ ہوگا۔ پھر اپنے بھائی کا حال پوچھا تو  
کہا کہ وہ بھی زبیرؓ کے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا اے خلیفہ ظہریؓ! یہاں میری  
بہشت خوش گئی ہے۔ بھائی کا حال پوچھا تو فرمایا۔ ہر چیز پر افسوس پائی جیسی  
آہی اپنے بھائی کے ساتھ جو رہے۔ مشہور منقول ہے۔

چرا کہ چاند و خورشید

فرت بازو در

جس کا بھائی نہیں، اس میں قسمت بازو نہیں۔ جس طرح ماں کے بغیر شفقت اور باپ کے بغیر سرپرستی نہیں ہوتی، اسی طرح بھائی کے بغیر قسمت بازو نہیں ہوتی۔

مولانا دہلویؒ نے یہ حکایت اپنی شہرہ آفاق کتاب میں بیان کی ہے کہ حضرت لقمانؑ غلام تھے آپ کے آقا نے بعض درویش غلاموں کے ہمراہ آپ کو اپنے باغ کی حفاظت پر مامور کیا۔ اس دوران باقی غلام تو باغ سے چل کر توڑ توڑ کر کھاتے سب سے بڑھ کر حضرت لقمانؑ نے بالکل کچھ نہ کھا یا کیونکہ وہ اسے امانت میں خیانت سمجھتے تھے۔ ایک موقع پر آقا باغ میں آیا تو اسے چل کر کچھ کر پڑا حصہ ملا۔ دریافت کرنے پر باقی غلاموں نے کہا کہ یہ چل کر لقمانؑ نے توڑ کر کھا لیا ہے۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے کہا، اے آقا! آپ ہم سب غلاموں کو گرم پانی پلا کر دوڑنے کا حکم دیں تو آپ کا مشعل چل ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ سب نے قے کی جس سے کھانے ہوئے چل کی نشاندہی ہو گئی۔ صرف لقمانؑ کی قے ایسی تھی جس میں سے پانی کے سوا کچھ نہ بہ نہ ہوا، اور مالک کو چہ چل گیا کہ اسے غلاموں میں سے صرف آپ ہی امانتدار ہیں شہر سب سے کہ لقمانؑ نے کہا کہ میں نے بہت سے بیویوں کی زیارت کی ہے جن میں اسرائیل کے دور میں انبیاء کثرت سے آتے تھے اور خود لقمانؑ کی عمر بھی ایک ہزار سال تھی لہذا ان کی بہت سے انبیاء سے ملاقات بعد از قیاس نہیں فرماتے ہیں کہ ان انبیاء کے اقوال میں سے میں نے آٹھ باتوں کو خوب یاد کیا ہے، اور وہ یہ ہیں:-

- (۱) اگر ہم نماز کی حالت میں ہو تو رول کی حفاظت کرو۔
- (۲) اگر کھانے پر بیٹھے ہو تو خلق کی حفاظت کرو اور ضرورت سے زیادہ نہ کھاؤ۔
- (۳) اگر کسی غیر کے گھر میں جانا ہو تو آنکھوں کی حفاظت کرو۔
- (۴) اگر کوئی گرس کے درمیان بیٹھے ہو تو زبان کی حفاظت کرو۔
- (۵) ہر وقت اسرارِ حقانی کو یاد رکھو۔

(۶) ہر وقت دست کو باد رکھو

(۷) کسی اپنے بائیس کے ساتھ احسان کرو تو قبول ہلاں۔

(۸) جو تیرے ساتھ بائی کا سلوک کرے۔ اس کو بھی میٹری سا ڈاؤ کسی کے سامنے نہ کرو۔

کسی نے حضرت عثمانؓ سے پوچھا: حضرت! آپ اس پر نہ تمہارے پیچھے  
کہا کرتے تھے آپ کو بڑی قہر و فراسٹ ملنا کہ ہے۔ فرمایا:

(۱) اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے

(۲) اللہ کی اور بھی کی وجہ سے

(۳) سچا کر سٹے سے

(۴) لایمنی ہونے کے ترک سے

پھر کسی نے پوچھا: عقوبت، قہر و فراسٹ، غلامی، قہر میں قہر و فراسٹ،  
عقل نہ ہو، دانشوری اور فرائض کیلئے آگئی؟ اس کا نام اپنی کثرت سے نہیں اپنی لطیفیت میں نہیں  
کہا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ مجھے یہ چیزیں اس وجہ سے حاصل مانی ہیں کہ  
میں نے۔۔۔

(۱) ننگہ کر ہمیشہ نیچا رکھا ہے۔

(۲) زبان کر فشرل، اگر کسی سے روکا ہے

(۳) غم آگاہ کو صبح بنا ہے۔

(۴) اپنے اسوں کی حفاظت کی ہے

(۵) سچی بولتا ہے۔

(۶) حمد کو پورا کی ہے

(۷) مہمان کی عزت کی ہے

(۸) پردہ کی حفاظت کی ہے

(۹) لایحی چیزوں کو ترک کیا ہے۔

حضرت لقمانؑ کا یہ قول بھی مشہور ہے **شَرِبُ الْوَالِدِ حَتَّى الْفَسَادِ** یعنی والد کا بچے کو تہجد کے لیے مارنا بچے کے لیے بمنزلہ کھار کے ہے بچے کو سزا نہیں کرنا بڑی بات نہیں بلکہ اس کے حق میں ابھی ہوتی ہے۔ سعدی صاحب کا قول بھی ہے ”مہر چار سے ضرب استاد بستر ہے“

اساد کی ماں والدین کی شفقت سے زیادہ اچھی ہوتی ہے۔ آپ کا یہ قول بھی ہے **يَا لَكَ وَالِدَيْنِ فَإِنَّهُ ذُلُّ النَّهَارِ وَهَرَمُ الْبَيْتِ** یعنی قرض سے بچو کیونکہ یہ دن کی دولت اور رات کی فقر مندی ہے۔

ایک دفعہ حضرت وارث علیہ السلام نے حضرت لقمانؑ سے پوچھا کہ **يَفْتَ أَصْبَحْتُ** یعنی آپ کا کیا حال ہے تو کہنے لگی **أَصْبَحْتُ خِفْتُ** فید یعنی میں اپنے آپ کو غم کے ہاتھوں میں پاتا ہوں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ غیر اقصیٰ سے مراد دست قدرت اور مدد ہے۔ حنین جاندار حرکت کرنے میں کہا ہے۔

بکھر اور گیالی دنیا ہے فانی

آگ لگی ہے حسن میں

دل ہے پرانے بس میں

اسی طرح اگر کوئی نام و اکث سے پوچھتا کہ **يَفْتَ أَصْبَحْتُ** یعنی آپ کا کیا حال ہے، تو جواب دیتے **عُمْتُ يَنْقُصُ وَكُلُّوْبُ تَنْيِدُ** یعنی عمر گھٹ رہی ہے، اور گناہ بڑھ رہے ہیں۔

حضرت لقمانؑ سے بھی منقول ہے کہ میں نے بہت سی گھڑی چیزوں کو کھچا ہے۔ مگر فقر سے زیادہ گھڑی چیز کوئی نہیں پائی۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی





پار کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا تھا اسے یہ سبزلہ کٹنی کے ہے، خدا کی نیت  
 پر جبر و ستم تھا اور اباں ہے اور اس سفر میں تھا اور شہر تقویٰ ہے۔ پھر اگر تم اس کفر  
 کو عبور کر رہے ہیں کامیاب ہو گئے۔ تو کھیلنا کہ اللہ کی رحمت سے بچ گئے اور اللہ پاک  
 ہوجاؤ تو اسے اپنے گناہوں کی شامت سمجھنا۔

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے یہ فرمایا کہ عطا اور ملکا کی مجلس میں ضرور  
 بیٹھا کرو کیونکہ علم و حکمت کے ذریعے اللہ تعالیٰ مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ آپ  
 کا یہ قول بھی مشہور ہے کہ اے بیٹے! میں نے بڑے بڑے پتھروں اور زنی لوہے  
 کو اٹھایا ہے فَكُنْ أَحْمِلْ شَيْئًا أَنْفَلَ مِنْ حَبَابِ سُوءٍ مَكْرٍ  
 میں نے بڑے بڑے پتھروں سے بوجھل کسی چیز کو نہیں اٹھایا۔

شکر کا مول

ارشاد خداوندی ہے کہ ہم نے حضرت لقمانؑ کو حکمت عطا کی اِنْ اَشْكُرْ  
 يَزِدْكَ اللَّهُ قَلِيلًا شُكْرًا اَوْ كُفْرًا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فہم و فراست اور عقل و  
 دانش جیسی بلند چیز عطا کی ہے، اس انعام پر اس کا شکر یہ ادا کرو اور یاد رکھو۔  
 وَقَمْتُ يَشْكُرْكُمْ فَاِنْ اَشْكُرْكُمْ لَزِيدْكُمْ لَنْفِيْكُمْ جَوْ كُنْ شُكْرًا اَوْ كُفْرًا ہے۔ تو  
 وہ اپنی ہی عطا کی کے لیے کرتا ہے۔ خدا کی ذات و صفات میں شکر کرنے سے کچھ اضافہ  
 نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَیْسَ شُكْرُكُمْ لَآ زِيْدَ فَنُكْفِرْ وَلَیْسَ  
 كُفْرُكُمْ اِنَّ عَذَابَ الْاَشْدِیْدِ (ابراہیم)۔ اگر انعام یا کرم میرا شکر ادا کر دے  
 تو میں مزید نعمتیں عطا کروں گا اور اگر تم نے ناشکری کا اظہار کیا تو پھر زار و کھویر عذاب بھی  
 بڑا سخت ہے مطلب یہ کہ شکر گواری میں انسان کا اپنا ہی خاتمہ ہے۔ دنیا میں اس کے  
 انعام و اکرام میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کا اخلاق درست ہوتا ہے اور آخرت میں  
 درجات بہت ہوتے ہیں۔

۱۶۴ در مشورہ ص ۱۶۴

(فیاض)

۱۶۵ در مشورہ ص ۱۶۵



وَإِذْ قَالَ لُقْمَنُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا  
تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ⑬  
وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ  
وَهُنَّ عَلَى وَهْنٍ وَفِصْلُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ  
اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ⑭ وَإِن  
جَاهَدَكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ  
عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفَانِ  
وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ  
مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ⑮

ترجمہ :- اور (اس بات کو یاد کرو) جب کہ حضرت لقمانؑ  
نے اپنے بیٹے سے اور وہ اس کو نصیحت کر رہے تھے ،  
اے بیٹے ! نہ شرک کرنا اللہ کے ساتھ ۔ بیشک شرک البتہ  
بہت بڑا ظلم ہے ⑬ اور ہم نے تاکید حکم دیا ہے انکے  
کو اُس کے والدین کے بارے میں ۔ اٹھایا ہے اُس کو  
اس کی ماں نے ضعت پر ضعت برداشت کرتے ہوئے  
اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہوتا ہے دہم نے  
اس کو حکم دیا کہ شکر ادا کرو نیز اور اپنے ماں باپ کا

میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے (۱۵) اور اگر وہ نصیب ہو  
 کر اپنی اس بات پر کہ تو اپنے ساتھ شریک کرو جس چیز  
 کو جس کو تمہیں ملے گا، پس اُن کی بات : اے خدا اور  
 ملائکہ! کہہ دو اُن کے ساتھ دُعا دے، پس اُن کے  
 مطابق، اور پہنچی کر اُس سے نئے تو ہو، چونکہ  
 چلے میری طرف، میری ہی طرف تو سب کو لوٹ کر  
 آئے۔ پھر بتا دوں کہ تو کہہ کر جو کچھ کرے

تھے (۱۵)

گوشہ آیات میں دستِ ايمان کی تحمت کو ذکر فرما، اور اسی ضمن میں  
 اُن کو اہل تعارف میں پیش کر دینا، مکتب ايمان اللہ کے ایک بندے  
 اور دانشور تھے، انہوں نے اُن کی کتابت سن کر فرمایا: اے خدا اُن کی بات  
 میں ايمان کی دو گمان، ہمیں یقین کہانی ہے، ہماروں نے اپنے اپنے کو اہل نصحت  
 کہتے ہیں، اہل نصیحت ہیں اور ہمیں نصیحت، سب کہ اشرکے ساتھ کسی کو ضرر کب  
 نہ پہنچاؤ اور میں اُن کے حکیم ہونے کی وجہ سے ہرگز دلیل ہے کہ انہوں نے نہ کہہ  
 بلکہ نصیحت اپنے کو فرمادی۔

اشرار آئے اس بات کو یاد کرو: قَالَ لَعْنُ بِلَاحِيْمَ جب کہ  
 اہل ايمان نے اپنے لئے سے، وَكَمْ وَتَعْطِيَةُ اس حال میں کہ آپ اس کو  
 نصیحت کر رہے تھے، شادولی اشرار نے جو بڑا غلام طلب دیا، نے  
 میں قہر المداك الظلمانية بافكر المعارف العداية  
 یعنی وہی آرائی کو اذیت کے لئے سے دور کیا، پھر غریب اور غریب  
 کے لئے سے، اس کا بآپ، گھر، یہی چیزوں کی طرف، بہت دانی باقی ہے

لہ الخیر الکثیر (۱۵) (فیاض)

اور کبھی بڑے عقائد و اعمال کے انجام سے ڈرایا جاتا ہے۔ بہر حال حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو اس طرح نصیحت فرمائی **يَا بُنَيَّ لَا تَشْرِكْ بِاللّٰهِ** اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ مفسرین کرام اس نصیحت کی بنیاد دو چیزوں کو قرار دیتے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ان کا بیٹا واقعی شرک میں مبتلا ہو اور آپ اُس سے ہٹانا چاہتے ہوں۔ دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بیٹا فی الوقت شرک میں ملوث نہ ہو مگر اس کی قباحت کے پیش نظر باپ اپنے بیٹے کے ساتھ نہایت ہی خیر خواہی کا برتاؤ کرتے ہوئے اُسے آئندہ کے لیے بھی اس کے قریب جانے سے منع کر رہا ہو۔ ظاہر ہے کہ باپ کو اپنے بیٹے سے بے پناہ محبت ہوتی ہے اور اس محبت کا تقاضا ہے کہ اُسے ہر اس چیز سے دور رکھنے کی کوشش کرے جو اُس کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہو۔ بہر حال آپ نے درجہ لفظوں میں یہ نصیحت کی کہ بیٹا! **تَوَحَّيدٌ** قائم رہنا، ایسا نہ ہو کہ تمھارا پاؤں پھیل کر شرک کی دلدل میں چھنس جائے اور یاد رکھو **اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ** بیشک شرک بہت بڑی بے انصافی کی چیز ہے

**ظلم** کا لغوی معنی ہے وضع الشئ فی غیر محلہ یعنی کسی چیز کو بے محل رکھ دینا۔ اس میں بڑے بڑے گناہ سے لیکر چھوٹے چھوٹے گناہوں اور لغزشوں تک آجاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کفر، شرک اور دیگر کبائر بھی ظلم کی تعریف میں آتے ہیں۔ قتل اور زنا جیسے بڑے افعال بھی اسی مد میں آتے ہیں۔ معمولی لغزشوں میں مثلاً یہ ہے کہ کوئی شخص جو تاپہن کر مسجد میں چلا جائے یا مسجد میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پہلے اندر رکھ دے تو بظاہر یہ معمولی خطائیں ہیں مگر ظلم کی تعریف میں یہ بھی آتی ہیں۔ بہر حال جس طرح شرک جیسے کبیرہ گناہ کو ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس طرح کفر کے متعلق بھی

فَدَايِبَ وَالْكَهَنَ وَلَهُمْ اَنْفُلُ مَوْلَا رَاقِدٍ ۲۵۴۰ کا ذکر ہے۔  
 لوگ ہیں، بطریق لغت کے پہنچنے کو شُرک کے ذرا کہ بہت بڑا غلط  
 لکھا اور شُرک میں ذوق ہے، اور بہت کو کوئی شکر اللہ کی رحیمہ رحمت۔  
 اس کے دشمنوں کے ہوں اور بہت کا شکر ہے، اور جو شُرک اور ذوق ہے  
 کہ انسان اپنی بے وقار کر کے اور شُرک میں اس کا بہت کو کوئی شکر ہے  
 کہ ذات کو اور تر نہیں کر کے، انحراس کی ذات، صفات و عبادت میں کسی شُرک  
 نہیں ہے، مثلاً جو کسی دروغ دانی کو کہتے ہیں، ایک ذرا اب اور دوسرا  
 ایک شُرک ہے اور دوسرا شُرک، اس کا ذکر اور شُرک کر کے اور اب اور  
 دوسرا شُرک اور شُرک میں شُرک کا ختم ہے کہ خدا میں  
 شُرک ہے، اور اب اور دوسرا شُرک ہے، والا اور شُرک کر کے والا، جو میان میں  
 شُرک کے خاتمہ ہے، اور شُرک اور دوسرا شُرک میں شُرک کر کے اور  
 کے دوسرا شُرک کر کے اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے  
 اس اور شُرک کے ہے، اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے  
 وَالسُّوْءِیَاتِ ۱۰ اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے  
 کلمت اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے  
 ہے، اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے  
 اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے  
 کی نفی کر کے۔

دوسرے قسم کے شُرک ہے کہ کوئی شخص مخلوق بہت کسی کرنا ان کی صفات  
 تو میں میں شُرک کر کے اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے  
 مَلٰئِكَةٍ مِّنْ جَبَلِیْنِ ۱۰ اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے  
 اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے اور شُرک کر کے  
 کرنے والا میں نہیں ہے، اب اگر کوئی شخص بہت کر کے اور شُرک کر کے

مخلوق میں سے بھی کوئی نبی، ولی، فرشتہ یا جن ہر چیز کو جانتا ہے۔ یا اُس نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے تو ایسے شخص نے اللہ کی صفت میں غیر کو شریک کیا اور اس طرح شرک کا مرتکب بن گیا۔ اسی طرح صفت خلق بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے جیسے فرمایا اللہ خالق کُلِّ شَیْءٍ (الزمر - ۶۲) ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ اب اگر کوئی شخص مخلوق میں سے کسی کے متعلق سمجھتا رہتا ہے کہ وہ بھی پیدا کر سکتا ہے تو ایسا شخص مشرک ہو جائے گا۔ کیونکہ اُس نے صفت خلق میں اللہ کا شریک ٹھہرایا۔ انتہائی درجے کی تعظیم قرلی فعلی یا جہانی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے کیونکہ معبود برحق اور نفع نقصان کا مالک صرف وہی ہے۔ اب اگر اسی نظریہ کے ساتھ کسی غیر کی تعظیم کی جائے کہ وہ بھی نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے تو یہ بھی شرک ہے، انذار و نیاز صرف مالک اور خالق حقیقی کے لیے مخصوص ہے۔ اگر غیر اللہ کے سامنے پیش کی تو شرک کا ارتکاب کیا۔ (غیر کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جو نذر و نیاز دی جاتی ہے)

تدبیر بھی اللہ کی صفت خاصہ ہے یَدِ بَنِ الْأَمْرِ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ (السر سجدة - ۵) آسمان کی بلندیوں سے لے کر زمین کی پستیوں تک ہر چیز کی تدبیر اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ مدبر کا لفظ سورۃ النزعۃ میں فرشتوں کے لیے بھی استعمال ہوا۔ جیسے فرمایا فَالْمَدْبِرَاتِ أَمَّا (آیت - ۵)۔ یعنی وہ امور دنیا کی تدبیر کرتے ہیں۔ مگر وہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ اللہ نے دنیا کی جس ڈیوٹی پر لگا دیا ہے، وہ اس کو انجام دیتے ہیں اور از خود کوئی کام نہیں کرتے، لہذا اُن کی تدبیر بھی اللہ ہی کی تدبیر کے تابع ہے۔ بغرضیکہ اللہ کے سوا کسی چیز کی تدبیر بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی ایسا اعتقاد رکھے گا۔ تو وہ مشرکوں کی صف میں کھڑا ہو جائے گا۔

شرک کی بہت سی قسمیں ہیں اور اکثر و بیشتر لوگ کسی نہ کسی قسم میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ آج کل کے تعویذ گندے بھی اسی قبیل سے ہیں۔ ایسے تعویذوں میں بے اوقات





صرف اُسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ دیکھ لیں، یہاں بھی توحید باری تعالیٰ اور والدین کے حقوق کو اکٹھا بیان کیا گیا تو فرماتے ہیں کہ والدین سے نیک سلوک کا حکم حضرت لقمانؑ بھی اپنے بیٹے کو دے سکتے تھے، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا کہ ایسا کہہ لے میں ذاتی غرض سامنے آتی تھی، لہذا والدین سے حسن سلوک کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا۔

شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے اس مقام پر بڑا قیمتی نوٹ لکھا ہے کہ حضرت لقمانؑ نے بیٹے کو باپ کا حق نہ بتلایا تھا کہ اپنی غرض معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کی نصیحت کے بعد اور دوسری نصیحتوں سے پہلے باپ کا حق فرمادیا کہ اللہ کے حق کے بعد والدین کا حق ہے، باپ نے بیٹے کو اللہ کا حق بتایا تو اللہ نے اُس کو باپ کا حق بتلادیا۔ باقی پیغمبر مرشد یا ہادی کا حق بھی اللہ کے ذیل میں سمجھو کہ وہ بھی اُسی کے نائب ہوتے ہیں۔

بہر حال باقی انسانوں میں سے ماں باپ کا حق سب پر مقدم ہے۔ اس کے بعد دوسکے انسانوں کے حقوق آتے ہیں۔ اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ میں کس کے ساتھ ٹکی کروں، تو آپ نے تین دفعہ ماں کا نام لیا اور چوتھی دفعہ باپ کا ذکر کیا۔ اس کے بعد باقی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ چنانچہ جیسا کہ آیت کے اگلے حصے میں اشارہ ملتا ہے ماں کے حق کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔

فرمایا ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کا اُکیدہ حکم دیا اور خاص طور پر ماں کے ساتھ کیونکہ حَمَلَتْهُ اُمُّهُ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ اُس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کر کے اُس کو اٹھایا یعنی دورانِ حمل ماں نے سخت تکلیف برداشت کی، اور جب بچہ پیدا ہو گیا وَفِصْلُهُ فِیْ عَامَیْنِ اور اُس کا

ماں کا  
خصوصی حق

اور حضرت ابراہیمؑ کو سال میں آتے ہیں، انہوں نے دو سال تک بچے کی پالتی اور دوسرے  
 پندرہ سال کی جو کہ اس کا بہت بڑا انسان ہے، اسی بچے کی پالتی کی حکایت ہے کہ وہ بچہ  
 کہ سہ ماہی ہو کر آکر ہو، کہ وہ بچہ نہایت بڑا ہو، وَلَوْ اِلَّا يَدِيْلُكَ اور اپنے والدین  
 کو بھی شکر ہے اور ذکر کہ وہ بچہ اس دن میں اپنے کالہ پر ہی سبب ہے اور انہوں  
 نے زمین میں نصاریٰ پرورش کی۔ اِنَّ الْمَسِيْحَ اور میں میری طرف  
 روش کر آئے ہیں، میں تم سے پہلے ہوں کہ تم سے بہت حکمت کے مطابق عمل کیا ہے  
 زمین میں، اللہ تعالیٰ کے اس نام کی حکایت والدین سے جس کو کہ کایہ غلط ہے کہ ان کی  
 فرزند اور غلط خدمت کی جائے اگر وہ عمل میں آئے کی ال خدمت کی جائے اور اگر وہ  
 ہیں ترجمانی طور پر خدمت کی جائے اور ان میں کسی بھی صورت میں شیعہ نہ پہنچائی جائے  
 خاص طور پر جب وہ جیسے ہوں میں خواہندہ فرزند ہے فَلَا تَقُلْ لِّهٖ سَا  
اُفٍّ وَّلَا تَنْقُضْ عَهْدَہٗمَا وَّفُلْ لِّہُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا (یعنی اسرائیل ۱۷)  
 کہ انہیں اُف نہ کہہ اور نہ ان کو عہد کو، بلکہ ان کے ساتھ حق کا حصہ ہے بشیر  
 آؤ، والدین کو کہیں، جہاں کی طرح بھی حکمت پہنچاؤ، تم سے ہے۔

نفاست  
 کا سہ

اس آیت کریمہ میں نفاست کا سہ ہے یا ان کے کہنے کی دوسرے  
 حضرت ابراہیمؑ کی مدت دو سال ہے، اور ان میں سے ہے کہ وہ سال میں کرتے ہیں  
 ہر چہ جس کے نزدیک دو سال ہیں۔ وَلَوْ اِلَّا يَدِيْلُكَ  
 میں نے پہلے پہلے اولاد میں سے اَصْلٰہِیْ لَیْسَ بِزَانٍ یُّسَعِّرُ لَہٗ صَاعَہٗ  
 (آیت ۱۲۳) اللہ ایشیا میں بھول کر ہے۔۔۔ دو سال تک اور چار سال اگر چہ کہ  
 والدہ خدمت کی مدت پوری کرنا چاہیے، سو وہ نصف ہے۔ وَلَوْ اِلَّا يَدِيْلُكَ  
اَصْلٰہِیْ لَیْسَ یُسَعِّرُ لَہٗ صَاعَہٗ (آیت ۱۲۴) میں نے پہلے پہلے اولاد میں سے  
 نہیں آہ ہے، اس سے غصہ کرنا نہ چاہیے، اللہ کرے کہ اگر کوئی بچہ وہاں  
 کہ تم کے بعد کسی شیعہ کو دو دو ہے کہ وہ اس کا شیعہ بنائیں ہیں کہ اگر کوئی  
 دو سال کے بعد اس کی نفاست ختم ہو چکی ہے۔

پہلی آیت میں حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو شرک کی قباحت بیان کر کے اس سے منع کیا تھا۔ پھر درمیان میں اللہ نے والدین سے متعلق حسن سلوک اور اُن کی اطاعت گزاری اور خدمت گزاری کا حکم دیا، مگر شرک کے متعلق فرمایا وَإِنْ جَاهَدَكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا كَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ اگر تیرے والدین تجھے مجبور کریں کہ تم میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک بناؤ جس کا تمہیں علم نہیں فَلَا تُطِعْهُمَا تو اُن کی بات نہ مانو۔

اس مقام پر اللہ نے صرف شرک کے معاملہ میں والدین کی اطاعت سے منع فرمایا ہے مگر صاحب تفسیر منظرِ شمس اور بعض دوسرے مفسرین کہہ رہے ہیں کہ اگر والدین شریعت کے کسی بھی حکم کے خلاف مجبور کریں تو اُن کی بات نہیں مانی جائیگی۔ مثلاً والدین مجبور کریں کہ کسی فرض، سنت، ہوکدہ یا واجب کو ترک کر دو تو اولاد کے لیے حکم ہے کہ وہ والدین کی بات نہ مانیں، ہاں اگر کسی مباح عمل سے منع کریں مثلاً نفل پڑھنے کی بجائے اپنے پاس رہنے کا حکم دیں تو ایسی صورت میں نفل ترک کیے جاسکتے ہیں۔ اور اگر وہ کہیں نماز باجماعت کے لیے مسجد میں نہ جاؤ یا غیر اللہ کی اُذر و نیاز دو تو اُن کا یہ حکم ماننے کی اجازت نہیں ہے۔

والدین سے  
حسن سلوک

فرمایا والدین کے غلط حکم کا انکار کر دو، البتہ وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا دنیا میں اُن کے ساتھ دستور کے مطابق رفاقت اختیار کرو۔ اگر والدین کافر بھی ہوں تو پھر بھی دنیاوی معاملات، لین دین اور خدمت گزاری کے سلسلے میں اُن سے اچھا سلوک کر دو۔ ہمارے بزرگوں میں سے حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ اس حکم کی زندہ مثال ہیں۔ آپ کی والدہ آخری دم تک ہندو مت پر قائم رہی۔ اگرچہ آپ بڑی عمر کے ہو چکے تھے مگر والدہ آپ کو پیٹ بھی لیتی تھی مگر آپ اُن تک نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ ماں نے ایک گلے کی قرآنش کی تاکہ وہ اپنے مذہب کے مطابق اُسے دان (خیرت) کر سکے۔ مولانا نے گائے خرید کر دی اور ماں کو راضی



فرمایا میری طرف رجوع رکھنے والے کا اتباع کرو ثُمَّ إِلَيْكُمْ مَرْجِعُكُمْ پھر  
 تم سب لے میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے فَأَنْتُمْ كُمْ بِمَا كُنْتُمْ  
تَعْمَلُونَ پھر میں تمہیں بتا دوں گا جو کچھ تم دنیا میں کام کرتے رہے۔ قیامت  
 والے دن تمہاری ساری کارگزاری تمہارے سامنے آجائے گی۔

---

المائدة ۶۱  
وَبَشِّرْهُمْ

لقمۃ ۳۱  
آیت ۱۶: ۱۹

بِئْتَىٰ إِنَّهَا إِن نَّكَ مُنْفِلًا حَبَّهِ مِّنْ  
حَدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَعْرَةٍ أَوْفَى السَّوَابِ  
أَوْفَى الْأَرْضِ يَأْتِي بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ  
خَبِيرٌ ﴿١٦﴾ بِئْتَىٰ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ  
وَأَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ  
ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿١٧﴾ وَلَا تُصْعِرْ خَدَّكَ  
لِلنَّاسِ وَلَا تَقْصُ فِي الْأَرْضِ مَرْحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ  
كُلَّ الْخَائِلِ فَخُورٍ ﴿١٨﴾ وَأَفْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاعْفُضْ  
مِنْ صَوْنِكَ إِنَّ أَعْيُنَ الْأَنْصَارِ لَمَعَتْ بِالْحَقِّ ﴿١٩﴾

ترجمہ: اے پیغمبر! یہ بتا دے کہ اگر تو کسی پھرتی پر  
گئے تو وہ بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ پس جو وہ کسی پھرتی پر آئے  
وہ کسی کلمہ پر یا زمین کے کسی گوشے پر آئے۔  
گو اُس کو اللہ تعالیٰ بیشک اللہ تعالیٰ سب سے دور  
ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے ﴿۱۶﴾ اے پیغمبر! ہر  
خدا کو اور حکم دینے والا اور منع کرو بظنی سے اور  
مبرا کرو اہل پیغمبر پر جو تمہارے پیغمبر ہیں۔ ہر بات پر  
میں سے ہے ﴿۱۷﴾ اور نہ پیچھا دو اپنے عمل لوگوں کے ساتھ  
اور نہ پیچھا دو انہیں جو ان کے پیچھے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ

نہیں پسند کرتا ہر اترانے والے اور بڑائی کا اظہار کرنے والے شخص کو (۱۸) اور میانہ روی اختیار کرو اپنی چال میں اور پست رکھو اپنی آواز کو۔ بیشک سب سے بڑی آواز گم سے کی آواز ہے (۱۹)

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمانؑ کی بعض نصیحتوں کا ذکر کیا جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کیں۔ ان میں سب سے پہلے آپ نے شرک کی قناعت بیان کی کہ اس سے منع فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا تاہم اگر والدین کفر و شرک یا کسی دیگر خلاف شرع کام کا حکم دیں تو ان کی حکم عدولی کی اجازت دی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ دنیا میں ان کے ساتھ دستور کے مطابق اچھا سلوک کرتے رہو۔ اللہ نے ان لوگوں کی پیروی کا حکم دیا جو اس کی طرف رجوع رکھتے ہیں اور واضح کر۔ یہ بالآخر ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور وہ تمہارے سارے اعمال تمہارے سامنے رکھ دے گا۔

ربط الکت

احوال کی پیشی

گزشتہ درس میں پہلے حضرت لقمانؑ کی نصیحت تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے والدین سے حسن سلوک کا حکم دیا۔ اب آج کے درس میں حضرت لقمانؑ کی طرف سے بیٹے کے حق میں باتیں نصیحتوں کا تذکرہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے لِيُحْيِيَ آدَمًا اِنْ تَكُ مَشْكٰنًا حَبِيَۡٓٔةً مِّنْ حٰخَرٍ دَلَّ اَیُّہٗ سِرًّا اَلَا تَرَ کُوۡنَیْ جَیۡٔرًا زَہِیۡمًا یَّیۡہٰ اَیُّہٗ اَکِبَ رَافِیۡ کے دانے کے برابر بھی ہو کسی چھوٹی سے چھوٹی چیز کی مثال دینی ہر تودر دیارانی کے دانے کے ساتھ دی جاتی ہے کیونکہ یہ دونوں بالکل چھوٹی چیزیں ہیں۔ تو فرمایا کہ اگر کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی بروقت کئے فَیَصۡفَحۡہٗ اور وہ ہر بھی کسی پتھر کے اندر اَوْفِی السَّکُوۡتِ اَوْفِی الدُّرۡمِ یا وہ آسمانوں کے کسی کنارے پر یا زمین کے کسی گوشے میں ہو یا آیت جَعَلَ اللّٰہُ اللّٰہُ تعالیٰ اسے لے آئے گا مطلب یہ ہے قیامت کر جب محاسبہ اعمال کی منزل آئے گی تو اللہ تعالیٰ ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل کو جہاں کہیں بھی ہو گا اُسے حاضر کر دے گا۔ اور ایسا



کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ غلط نہیں ہو کر ان اللہ تعالیٰ کے پیغمبر و رسل کے لیے بہت  
بہت بابرکات ہیں اور ہر نبی و رسل پر ہے۔

حضرت امام کی روایت میں آئے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
کہ کسی انسان کا عمل اگر کسی مفید کام کے لیے ہو تو اس کے لیے بہت اجر ہے۔ جو کہ قرآن میں آئے ہے  
کہ ریح اور ہر چیز کے عمل کے وقت اس کو شمار کیا جائے گا۔ اس لیے کہ ہر نبی  
بعض دوسرے آیات قرآنی سے بھی بدلتے ہیں۔ سورۃ الزلزال میں ہے فَتَنَّا  
بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ أَذِقَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَتْنِهِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا  
بِشِقَايَ أَذِقُوا ۝ (۵) اگر کسی شخص کو فتنہ دیا جائے تو اس کو  
اموال کے وقت مانتے ہیں۔ سورۃ النکاح میں بھی ہے وَتَرَىٰ  
مَعَاصِيَهُمْ فِيهَا يَنفَعُونَ ۚ وَلَا يَقِيلُكَ اللَّهُ ۚ آتِ ۝ ۴۰ ہر شخص  
اپنا عمل اپنے سامنے حاضر کرے گا۔ ان کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک بدلہ دیا جائے  
گا۔ اور کسی سے کوئی نیا دین نہیں ہوگا۔ ہر حال حضرت امان نے اپنے بیٹے کو  
خبردار کر دیا کہ تم ہر عمل اللہ تعالیٰ کی ننگہ میں سے اور وہ اس کے مطابق ہو جائے گا۔  
اگر انسان کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ اس کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کے علم  
میں ہے اور مخلوق کو کوئی بھی اپنی اس سے مخفی نہیں ہے تو ہر انسان بہت  
سکینہ پا سکتا ہے کہ اس کی کوشش کرے گا اور بہت سی برائیوں سے بچ جائے گا  
تو انہی میں سے ہے یٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ الْاِسْرَآءِیْلُ وَالْمَدْقُ ۝ اَسْ اِنْ تَارَدَ  
مَعُولٌ شِدَّ يَدَايْهِ وَارْتَدَّ رِجْلَاهُ فَاُولٰٓئِكَ لَا يَصْلَحُ ۚ اَسْ اِنْ تَارَدَ  
نَاسُ الْاَرْضِ فَاُولٰٓئِكَ لَا يَصْلَحُ ۚ اَسْ اِنْ تَارَدَ نَاسُ الْاَرْضِ فَاُولٰٓئِكَ لَا يَصْلَحُ ۚ

نہ کی دیکھ

اس کے بعد حضرت امان نے اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کی کہ لیکن اگر  
اللہ تعالیٰ سے جیسے غار کا کھانا نہ ہو۔ غار کا آب ایسی اعلیٰ ترین عبادت ہے  
جو حضرت آدم علیہ السلام سے ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہر  
شرعیات میں لازم رہی ہے۔ اور یہ اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ قرآن مجید

لے مٹا کر دے۔ محمد بن زکیہ ۲۵۰ سن قبل مسیح ۱۰۰ (تاریخ)

دن سب سے پہلے اسی کے متعلق سوال ہو گا کہ دنیا میں نماز قائم کی تھی یا نہیں  
نمازی شاعری نے بھی کہا ہے ۔

روزِ عشر کہ جان گذار بود

اولیں پرستش نماز بود

نماز تقریب الی اللہ کا قوی ترین ذریعہ ہے۔ یہ ایسی جامع العبادات ہے جس میں روح و دماغ  
زبان اور دیگر اعضاء و ارجاء اللہ کی تعظیم میں مشغول ہو جاتے ہیں، گویا ظاہری اور باطنی ہر ذریعہ  
سے عبادت کا ذریعہ نماز ہے، نماز میں جو مناجات اور دعائیں کی جاتی ہیں ان میں تمام نیک  
لوگ شامل ہوتے ہیں جنہوں پر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ جب کوئی نمازی نماز میں  
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَائِرِ الْمُرْسَلِیْنَ پڑھتا ہے تو اس کا اثر ارض و سما  
میں ہر ایک بندے تک پہنچتا ہے، نماز میں تمام اہل ایمان و فرشتوں اور نیک جنات  
کا حق ہوتا ہے۔ جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ تمام بندوں کا حق منفع کر رہا ہے۔

نماز القزوی عبادت بھی ہے اور اجتماعی بھی۔ یہ القزوی عبادت اس لیے ہے کہ اس کے  
ذریعے ہر نمازی کی ذاتی اصلاح ہوتی ہے۔ اور اجتماعی فریضہ اس لحاظ سے ہے کہ نماز کا  
قیام ہر اسلامی حکومت کے فرائض میں شامل ہے۔ شاہ ولی اللہ اپنی کتاب ازالۃ الخفا  
میں لکھتے ہیں کہ ہر مسلمان علیحدہ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ مساجد تعمیر کرے، ان میں امام  
مقرر کرے اور نماز باجماعت اور جمعہ کا اہتمام کرے۔ دینی تعلیم کا بندوبست کرے  
اور حصول انصاف کے لیے شرعی عدالتیں قائم کرے۔ حدود کو قائم کرنا، دین کی تبلیغ  
کا انتظام کرنا، ملکی سرمدوں کی حفاظت کرنا وغیرہ بھی فرائض خلافت میں شامل ہیں۔  
آج کل تو نظریہ ہل چکا ہے اور امور سلطنت اور امور دین کو الگ الگ چیز سمجھا جاتا ہے  
مگر حقیقت میں یہ سب ایک ہی چیز کے مختلف شعبے ہیں۔ جس طرح دیگر امور سلطنت  
انجام دینا حکومت کا فریضہ ہے اسی طرح نماز کا قیام بھی حکومت کے فرائض

میں داخل ہے۔

نظام اہم اہم ہے کہ حضرت علیؓ نے تمام گزند کو سرکلہ باری کو  
تھا اِنَّ مِنْ اَخْسَرِ اَمْوَالٍ مِّمَّا بَعْدَ عَيْنِي الْعِلْفُ لَوْ يَكُنْ بِرَبِّهِ  
نزدیک تھا ہے اہم ترین کاموں میں سے ایک کام تھا: اہم تھا ہے۔ خدا ہی  
یہ ذمہ داری ہے کہ اس کا خیال رکھو کہ خدا ہی علمدار ہیں۔ کوئی مرد و زن سے غافل  
نہ ہو، قرآن پاک میں مذکور ہے: یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَخْلُوفُوا ذِکْرَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ  
دیا گیا ہے اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَخْلُوفُوا ذِکْرَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تَخْشَوْنَ  
محرمیت کے ساتھ نہ رکھو گرا جائے۔

نہایت اہم ہے کہ ساتھ ساتھ حضرت علیؓ نے اپنے اپنے کردار میں  
ایہی کہ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَخْلُوفُوا ذِکْرَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تَخْشَوْنَ اور  
برائی سے منع کرو۔ قرآن پاک میں سورہ المعروف اور نہی عن النکاح اور دیگر آیات  
اور اس کے اولین مخالفین حکام وقت ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ برائی کو باز  
طاقت ختم کریں اور سچی کر بلائی کریں۔ اس کے بعد عام مسلمان کی بھی ذمہ داری ہے  
کہ وہ اپنے اپنے گھر و بڑی، خاندان یا اپنے حلقہ اثر میں سچی کا حکم دیں اور برائی  
سے روکیں، جو شخص کوئی بدلتا دیکھتا ہے اس کے لیے لازم ہے کہ اگر وہ طاقت  
رکھتا ہے تو اسے ہٹا دے، اسے اور سچی کو رائج کرے، اگر برائی کو طاقت  
سے نہیں روک سکتا تو زبان سے سچی کی کوشش کرے۔ اگر ایسا بھی نہیں کر  
پاتا تو صبر و ضبط رہے بہتے کہ کم از کم اس کو دل سے ہی بڑا بنائے، جسے خدا اسلام  
تھے فرماتا کہ اس کے بعد انسان کے دل میں رانی کے واسطے کے برابر بھی ایسا  
نہیں رہتا، ہم غرضیٰ فرماتے ہیں کہ زائد کے ذریعے امر بالمعروف اور نہی عن  
عن النکاح کا فریضہ ادا کرنا، عیناً کام ہے کہ وہ اپنی تحریروں اور تقریرات کو دیکھ کر

یہ کام سرانجام دیں۔ اور علوم الناس کا فرض یہ ہے کہ وہ دل سے ہی چمکی کر اچھا اور برائی کر رہا تھیں۔

علمائے حق نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ہمیشہ ادا کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں بڑی بڑی تکالیف برداشت کی ہیں۔ دنیا میں ایسے حکمران بھی محذور ہیں کہ اگر کسی عالم نے یہ فریضہ ادا کیا تو حکم دیا کہ اس کے دانت اکھاڑ کر اس کے سر میں ٹھونک دو۔ کہتے ہی اللہ کے گنہگار ہیں جنہیں اس راستے میں جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ منکرات جاری و سوسائٹی کا جزو بن چکے ہیں جن میں بڑائی کو برائی سمجھی نہیں جاتا۔ آج ظلم اور ستم کے خلاف آواز بلند کرو، کون سنے گا؟ عراقی، فلسطینی، قازباؤ وغیرہ اپنے عروج پر ہیں مگر ان کی روکنے کی ہمت کس میں ہے؟ یہ تو حکومت کا فرض ہے کہ وہ ان قبیح چیزوں کا قلعہ قمع کرے مگر وہی بھی مصیبتیں آڑے آ رہی ہیں۔ بہر حال حضرت عثمانؓ نے اپنے بیٹے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی نصیحت بھی کی۔

انہوں نے بیٹے سے یہ بھی کہا وَأَصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ بِمَا! ہر پیش آمدہ تکلیف پر صبر کرنا۔ راہ حق میں لوگ نہیں ملنے دیں گے، ہارینا بیٹھیں گے ذہنی تکلیف دیں گے مگر تم صبر کا دامن دھچھوڑنا۔ دیکھو! خود حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہؓ نے دین کی راہ میں کس قدر تکالیف برداشت کیں مگر زبانِ پیرِ رحمت شکایت نہ کیا۔ یہ بڑی کوششِ منزل ہے جس پر ثابت قدم رہنا اور حوصلہ نہ ہارنا۔ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْهِرِ الْأَمْوَالِ یہ سب سختہ اقوال میں سے ہیں عزمِ الامور کا معنی یہ ہے کہ دین میں یہ نوک کھجیزیں ہیں جن پر سختی سے کاربند ہونا ضروری ہے۔ اقامتِ صلوات، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور مصائب میں صبر کرنا، اکیڈمی احکام میں شامل ہیں۔ اس کا دورِ سرِ معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بلیک یہ چیزیں حوصلے کی باتوں میں سے ہیں۔ ہر آدمی ان امور پر جاری نہیں ہو سکتا، ان کا مول میں وہی پورا کرتے ہیں۔ جن کو اللہ توفیق دیتا ہے۔

صبر کی  
تہذیب



سے آتا ہے مگر تم ایسا نہ کرنا کیونکہ یہ سخت ناپسندیدہ چیز ہے۔ خود حضور علیہ السلام کی چال اگرچہ تیز ہوتی تھی مگر آپ آگے کی طرف جیسے ہوئے نظر آتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی ڈھلان سے اتر رہے ہیں۔ آپ قدم کو گھسیٹ کر نہیں بلکہ اٹھا کر رکھتے تھے یہ آپ کی تواضع کی علامت تھی۔ طبیعت کے خلاف نہ بہت بھڑچاں چلایا اچھا ہے اور نہ بہت سست بلکہ میانہ روی ہی بہتر ہے۔ خدا تعالیٰ کو عاجز و پند ہے نہ کہ اکثر۔ سبک السلوک بخانے بزرگ سمجھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کو اکثر چلتے ہوئے قدرے جھک کر جا رہے تھے، کسی نے دریافت کیا، اے علیؑ! کیا تنہا ہی پشت پر کوئی بوجھ رکھا ہے جو اس قدر جھکے جا رہے ہو؟ فرمایا، میں جھک کر کیوں نہ چلوں کہ میری پشت پر اتنا بڑا بوجھ ہے جس کو اٹھالے سے زمین، آسمان اور سپاڑوں نے بھی انکار کر دیا۔ مگر **حَمَلَهَا الزَّهَّانُ (الاحزاب: ۲۷)** امن بوجھ کو انسان نے اٹھا لیا۔ یہ انسان کے تکلف ہونے کا بوجھ تھا جو اس نے اٹھا لیا۔ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں شریعت کے فتنہ اور حضور علیہ السلام کی سنت کے مطابق جھک کر چلتا ہوں۔

حضرت لقمانؑ نے بیٹے کو چال میں میانہ روی اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا **وَاعْظُمُصْرُفَ صَوْتِكَ** اپنی آواز کو پرست رکھا کرو۔ آواز کو بالخصوص ضرورت بلکہ نہ سخت ناپسندیدہ فعل ہے۔ اللہ نے بطور تفسیر فرمایا **إِنَّ أَلْسِنَةً لَا تَصَوِّتُ لَصَوْتِ الْحَمِيمِ** بلیک آوازوں میں سے قیم ترین آواز گدھے کی ہے۔ جو آدمیوں کے لیے سخت مکروہ ہوتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب مرغ فرشتے کو دیکھتا ہے تو آواز نکالتا ہے۔ لہذا جب مرغ کی آواز سنو تو اللہ کا فضل مانگو۔ اور جب گدھا شیطان کو دیکھتا ہے تو سخت ناگوار آواز نکالتا ہے، لہذا ایسے وقت میں شیطان اور اس کے وساوس سے خدا کی ذات کے ساتھ پناہ پکڑا کرو۔ غرضیکہ انسان کو بلا وجہ

۱۔ روح المعانی ج ۹ ص ۲۱۱ ۲۔ سبک السلوک ص

۳۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۳۱ و تفسیر نعیمی ج ۲ ص ۲۱۹ (فیاض)

آواز نہ کرے اسے استرا کرنا ہے۔

یہ تمام دینی اور دنیاوی نصیحتیں ہیں جو مصلحتِ اعلیٰ کے سبب کہیں ہو کر ہیں  
مگر تمام دینی نوحِ انبی کے لیے خدایاں پاک آمادہ ہیں، حضرت اعلیٰ فرستے  
چکے ہیں وانشوہ آدمی تھے، اور دنیا آدمی وہی نہ تھے جو قریہ پر کا بندہ ہو، اور  
شکر کے شکر فرما، اب باپ کو نہ استغناء، اور اولاد کی کو نہ ضرر پہنچاتا، اور  
دانا آدمی وہ سب کو مانا نہ چھوڑتا ہو، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو، فرعون اور کفر  
سب سے، مصائب پر صبر اور تنہا سے پذیر کرتا ہے، الیہ تخلص نہیں پیدا کرتا، نہیں  
چھوڑتا اور اپنی آواز نہ کر رہی ہے، کہتا ہے: سب یکساں ہیں، سب کے  
لیے ضروری ہیں، ان نصائح پر عمل نہ کرنا کی ضمانت ہے۔

اتل ما اوحى

لقلم ۳۱

ورس ہستم

آیت ۲۰ تا ۲۴

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ  
 وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً  
 وَبَاطِنَةً وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللّٰهِ  
 بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتٰبٍ مُّبِينٍ ﴿۲۰﴾  
 وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا  
 بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَحَدَّثَا عَلَيْنَا اَبَآءَنَا وَاُولٰٓئِكَ  
 الشَّيْطٰنُ يَدْعُوهُمْ اِلَى عَذَابٍ سَعِيْرٍ ﴿۲۱﴾  
 وَمَن يُسَلِّمْ وَجْهَهُ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ  
 فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى وَاِلَى اللّٰهِ  
 عَاقِبَةُ الْاُمُوْر ﴿۲۲﴾ وَمَن كَفَرَ فَلَا يَحْزُنُكَ  
 كُفْرُهُ اَلَيْسَا مَرْجِعُهُمْ فِتْنَتُهُمْ بِمَا  
 عَمِلُوْا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾  
 نُمِيعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلَى  
 عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے  
 سخر کیا ہے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے



اور جو کچھ انہیں جس سے اللہ چاہی کی چیز آئے تھے  
 تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں، اور لوگوں میں سے بعض  
 وہ آپ پر جمع ہوا، کہہ دے ہیں اللہ کے راستے میں بغیر  
 بلائیے اور روشن کتاب کے (۲۱) اور جب ان سے کہ  
 بناؤ جنہ کہ چربی کر، اسی چیز کی ہیں کہ اللہ نے آقا  
 سے، تو کہتے ہیں کہ ہم پہرہ کی کہیں گے اسی چیز کی  
 جس پر اللہ ہم نے اپنے ادا ہوا کو کریم چاہا ان  
 کو بڑا سپہ دوزخ کے عذاب کی طرف (۲۲) اور انہیں  
 آج کہنے کا اپنے ہرے کو اللہ کے، اور وہ  
 جتنی کہنے والا کہ پیس جلتا اس نے پکا یا  
 ہے مضبوط کرنا، اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے اپنا  
 سب کاموں کا (۲۳) اور جس شخص نے کفر کیا، پس  
 نہ ظہر میں ڈالے تجھ کو اس کا کفر، ہمارے طرف ہی ان  
 کا لٹ کر آئے ہیں، پس ہم ان کو بلا دیں گے  
 جو کچھ وہ حق کرتے تھے، بلکہ اللہ تعالیٰ جاننا  
 والا ہے سببوں کے رازوں کو (۲۴) ہم غاڑو پنہاں  
 گئے ان کو شرابی دت ملک، پھر ہم انہیں کر مجبور  
 کریں گے سخت عذاب کی طرف (۲۵)

انکشاف کرتا میں خیرت انسان کی کچھ نصیب بیان ہو جائیں ہیں سے  
 اور میں نصیب فرمادہ باری تعالیٰ پر امتحان کے متعلق حق، اللہ کو نظر میں  
 قرار دیا گیا، اور اس سے پہلے کہ خلیفہ کی تھی، پھر والدین کی فرمائش کا حکم  
 دیا اور ساتھ ہی راضی کر دیا کہ اگر وہ ہشرک پر آدھ کرے ان کی بہت نہ ہو  
 ایسی صورت میں والدین کی نسبت اللہ کا حق مٹا دے کہ ان کے ساتھ کسی



[illegible]

فرمایا ایک قرعہ اُڑا دیا۔ اُس کے آسمان زمین کی چیزوں کو سمیٹ کر لیا۔ اور  
دوسرا حمال پکڑ کر آسمان پر چڑھ کر غبارِ غلاصۃ و غبارِ لہو  
کو اس نے فرجِ عالمِ ظہیر کو اُڑا دیا۔ اُٹھ کر اُڑا دیا۔ غلابیہ و خضروں سے وہ  
نوعتیں مڑا دیں۔ جن کا اُردا کہ ان انسانوں سے کرتا ہے۔ جیسے دھنیا۔ سنا۔  
ٹھون۔ سوکھن اور چھن وغیرہ۔ یہ اللہ کے بہت پرستہ انسان ہیں جن کی عام  
طوبہ یہ ہے کہ ان کی قدر اس وقت معلوم ہوتی ہے جب  
ان میں سے کوئی بچہ پیدا کرتی ہے۔ تو ان کے انسانی کراس دنیا میں ہر قسم  
مادی چیزیں اس کے لیے عظیم نعمت ہیں۔ ان میں مال و دولت۔ مکان۔  
وکان۔ کامخانہ۔ زمین۔ باغ۔ دان و فخر۔ طرہ و طرہ کے گھنے۔ لباس  
و شکلا لباس اور استعمال کی تمام چیزیں شامل ہیں۔

اُدھر باطنی شمعیں دو ہیں جن کا اُدھاکہ باطنی قریبی یعنی دل و دھڑ کے قریب  
خود نور سے کہلاتا ہے۔ بن میں ایمان، جہالت، دلی الٹن اور علم ہمیں جیتھنے

نعمتیں ہیں جن کے بغیر انسان جانوروں سے بھی بدتر بن جاتا ہے۔ اللہ نے ایسی ایسی کمال ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا کی ہیں کہ انسان کسی ایک نعمت کا بھی شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ مگر یہ اس کی قسمتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا شکر گزار نہ بنتا ہے اور اس کی ذات، صفات اور شان کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی توحید کو مانتا ہے۔ بہر حال اللہ نے واضح کر دیا کہ میں نے تو انسان کو عطا کر کے اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اب انسان ان چیزوں سے کس حد تک فائدہ اٹھاتا ہے، یہ اس کی اپنی مرضی پر موقوف ہے۔

ظاہری اور باطنی انعامات کا مقصد تو یہ تھا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل ہو جائے مگر صورت حال یہ ہے وَمِنَ النَّاسِ أُولَٰئِكَ

دلائل توحید

بعض ایسے بھی ہیں مَن يَجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنبِئٍ حَمْدُ اللَّهِ تَعَالَى کے بارے میں بغیر علم، بغیر ہدایت اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں۔ اللہ نے اس مقام پر ان تین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے کہ لوگ توحید خداوندی کا انکار کر کے شرک میں مبتلا ہوتے ہیں مگر علم، ہدایت اور روشن کتاب میں سے اپنے حق میں کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ پہلی چیز علم ہے جس سے عقلی دلیل مراد ہے کہ کافر اور مشرک شرک کے حق میں کوئی عقلی دلیل پیش کرے جس کی بنا پر وہ دوسروں کو خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ پچھلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے اثبات اور شرک کی تردید میں بہت سے دلائل پیش کیے ہیں۔ ان میں ارض و سما کی تخلیق، پہاڑوں کو گاڑھ دینا، آسمان کو بغیر ستون کے کھڑا کرنا، جانوروں کو زمین میں بکھیر دینا، بارش اتار کر اس سے بارونق اور عمدہ قسم کے پھل، پھول اور اناج پیدا کرنا شامل ہے۔ یہ سب عقلی دلائل ہیں جن میں غور و فکر کر کے انسان توحید الہی کو سمجھ سکتا ہے مگر اس کے برخلاف شرک کے حق میں کوئی بھی عقلی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔ دوسری چیز کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ بغیر ہدایت کے اللہ کی ذات و صفات کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ ہدایت سے مراد عقلی دلیل ہے جو انبیاء کی طرف

[illegible]

نیمری میزوں کی کتاب ہے جس کے ذریعے کسی چیز کے حق میں دلائل سے  
خلاف دلیل پکڑی جا سکتی ہے اور مخالفی سے باہتلافی کیا جا رہے ہے۔  
جیسے اپنے اہل و عیال پر فریضہ میں، ان سب میں توبہ کی دعوت نکھرت کر  
کر مہر ہوتی ہے اور بلکہ جو شرک کی تباہی میں کر کے اس سے منع کیا جا  
ہے، اس آداب کی کتاب قرآن پاک میں جو ہے جس کا کوئی فرق، کوئی سہ اور  
کوئی پارہ ایسا نہیں ہیں جس طرح توبہ: دو گنا اور شرک کی توبہ کی گنا جو  
خال دوسری توبہ ساری اور مخالف کہنے کے طرح بھی تو شرک کی طرف قابل  
موجبات ہیں مالا کرنا ہے جس مذکورہ میں داخل ہیں سے کوئی دلیل بھی نہیں  
ہے۔ اس کے بعد مخالفی کے فراموشی کے لئے کہوں اور کوئی دلیل عقلی اور  
دلیل و تجربہ میں کہ وہ دلائل و شرک ہے۔

[illegible]

تقلید کہلاتی ہے۔ ایسے لوگ نہ کسی نبی کو مانتے ہیں اور نہ کسی کتاب کو اور نہ کسی نیک شخص کے اتباع کی ضرورت محسوس کرتے ہیں بلکہ اپنے باپ دادا کے طریقے کو ہی اول و آخر سمجھ لیتے ہیں، اور اُس کے خلاف کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

آباؤ اجداد کی تقلید اس صورت میں تو جائز ہے کہ وہ اللہ کے نبی یا نیک صالح اور اللہ والے لوگ ہوں۔ جیسے یوسف علیہ السلام نے قید خانے کے دوران کہا تھا  
 وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِيْ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ط مَا كَانَ لَنَا اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ (یوسف ۳۸) میں تو اپنے باپ دادا ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا اتباع کرتا ہوں اور ہمارے لیے یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مقرر کریں وہ تو اللہ کے نبی اور مہدی بہت تھے۔ ایسے لوگوں کے نقش قدم پر چلنا تو براعتِ فخر ہے، یہ تو عین سعادت ہے۔ لیکن اگر آباؤ اجداد شرکیہ، کفریہ اور معصیت والے راستے پر ہوں تو اُن کا اتباع اندھی تقلید ہوگا۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کا اتباع کریں گے اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ اَلَا رَءٰى سَيِّئًا مَّا تُفْعَلُوْنَ اگرچہ شیطان اُن کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو، تو کیا پھر بھی اپنی کے نقش قدم پر چلو گے؟ یہ تو بڑی بد بختی کی بات ہے۔ سورۃ فاطر میں فرمایا کہ بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے اور اُسے دشمن ہی سمجھو اِنَّمَا يَدْعُوْكُمْ اِلٰى حَزْبٍ لَّيْسَ لَكُمْ اَلِيٌّ كُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (آیت ۶) وہ تو اپنے گروہ کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمع کر کے جہنم کے عذاب کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ لہذا بغیر سوچے سمجھے آباؤ اجداد کی تقلید نہ کسی عقلی دلیل سے ثابت ہے، نہ نقلی دلیل سے اور نہ کسی کتاب سے سورۃ بقرہ میں فرمایا گیا تم پھر بھی آباؤ اجداد کی تقلید کرو گے اَوَلَوْ كَانَ اَبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ سَيِّئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ (آیت ۱۷۰)



کافران بھی ہے۔ وَيُؤْمِنُ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ  
لَا انفِصَامَ لَهَا (البقرہ۔ ۲۵۶) جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اُس نے گویا  
مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جو ٹوٹے گا نہیں تو فرمایا کہ جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ  
کے تابع کر لیا، اور اس کام میں انبیاء ہمیشہ پیش پیش ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم  
علیہ السلام کے واقعہ میں بھی آتا ہے اِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ  
لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (البقرہ۔ ۱۳۱) جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے  
اطاعت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے عرض کیا، مولا کریم! میں ہمہ تن مطیع اور فرمانبردار  
ہوں۔ تو جس کام کا حکم ہے۔ میں بسر و چشم تعمیل کے لیے تیار ہوں۔ جب کوئی  
شخص اس حال میں اطاعت گزار بن جائے گا تو یقیناً کامیاب ہوگا۔ وَاللّٰہُ  
عَاقِبَةُ الْأُمُورِ اور سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے  
قیامت والے دن جب اللہ تعالیٰ کے حضور حساب کتاب کی منزل آئیگی، تو ہر  
چھوٹا بڑا اور نیک و بد عمل حاضر کر دیا جائیگا اور پھر اپنی کے مطابق خدا تعالیٰ  
کی عدالت میں فیصلے ہوں گے۔

کفر کا انجام

فرمایا وَصَّیْكَ كُفْرًا اور جس شخص نے کفر کیا یعنی توحید کا انکار کیا، رست  
اور کتب سماویہ کا انکار کیا اور روز جزا کو جھٹلادیا، تو اے نبی علیہ السلام فَتَلَا  
يَحْزَنُكَ كُفْرُهُ اے شخص کا کفر کرنا آپ کو زیادہ غم میں نہ ڈالے کیونکہ اَلْمَنَّا  
مَرَجَعُهُمْ اَنْ سَبَّ كُوْمَارِي هِي طَرَف لَوْ طَرَفَا اَنْ سَبَّ كُوْمَارِي  
عَبْدُكَ اِسْمُ اَنْ كُوْمَارِي اِسْمُ اَنْ كُوْمَارِي اِسْمُ اَنْ كُوْمَارِي اِسْمُ اَنْ كُوْمَارِي  
سے ہم واقف ہیں کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ بیشک اللہ تعالیٰ  
سینوں کے راز بھی جانتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ زبان پر آنے سے پہلے دل کی بات کو  
بھی جانتا ہے۔ وہ لوگوں کے انجام دیے ہوئے کاموں سے کیسے غافل ہوگا؟ وہ  
تمام مخفی چیزوں کو بھی جانتا ہے، لہذا ہر شخص کے عقیدے اور عمل کے مطابق ہی  
جزا اور سزا کا فیصلہ کریگا۔



مفسر قرآن مولانا شاہ اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ دوسروں کو جوابت پر لینے کے بجائے کب تک نہ اس کتاب کو شش کرنا ضروری ہے امام کے بارہ، اگر کوئی ایمان نہیں لائے تو اس کے پیچھے بارہ نہیں پڑا جائیگا جس کا معاملہ امت تعلیٰ بہ خصوص درنا یا جائے، وہ خود علیحدہ شخص سے نہ ملے گا، اس بات فانی بہت کر جو لوگ کھانے کے باوجود دن کی طرف نہیں لائے، آپ ان کے ہاتھ میں بارہ نکودہ نہ دیں کہ فَصَلِّ لِحَقِّهِ قیام نہ ہو انہیں غلو شدہ حد سے ہے لہذا وہ سینہ پائیں گے، اس دنیا کی زندگی کے دس ہیں، چھاس، سو سال اس دنیا کی محکمہ ہوں سے سنہ سیر ہوں، مال و دولت سے دل بڑھیں لَا تَنْظُرُوا فِيهِمْ یا تَعْلَابُ غیبت، پھر ہم انہیں تہذیب و عادات کی طرف کئی کئی گناں سے انہیں گے، وہ ایسا کثرت مذہب ہو گا جو ہر مذہب پر راست ہو گا، مگر ہر راست سمجھا پڑے گا کہ جس قبور جمہور کیا ہو گا، اسی مذہب سے کثرت سے کثرت مذہب میں ہوتا کہ ملے گا، یہ دنیا کا مفاد و قربانی شتم ہونے والا مذہب ہو گا، داخل ہی قلیل ہے، مگر آخرت میں کفر کرنے والوں کو شد یہ مذہب کا فقر بنا ہو گا۔

وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ  
 لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ  
 لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٥﴾ اللَّهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
 إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ أَنَّ مَا فِي  
 الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ  
 مِنْ تَبَعِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ  
 اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٧﴾ مَا خَلَقَكُمْ  
 وَلَا بَعَثَكُمْ إِلَّا كُنُفُسٍ وَأَجْدَةً إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ  
 بَصِيرٌ ﴿٢٨﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي  
 النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ  
 الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ أَجَلٍ  
 مُّسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٩﴾  
 ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ  
 مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ  
 الْكَبِيرُ ﴿٣٠﴾

توجہ : اور اگر آپ ہیں تو اس سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا ہے انسانوں اور بین کو نہایت ضرور کہیں گے :  
 لوگ کہ اللہ نے ، آپ کو دیکھنے سب توجہ اور  
 کے لیے ہے بلکہ اکثر ان میں سے کو نہیں دیکھتے (۷۵)  
 اللہ ہی کے ہوتے ہیں جو کچھ ہے انسانوں میں اور زمین  
 میں جسٹک اللہ تعالیٰ ہی غنی اور غنیوں والا ہے (۷۶)  
 اور اگر جو جانیں جو زمین ہیں رحمت ہیں نہیں ، اور  
 سمندر میں کی مابقی زمین جانیں ، اس کے بعد سائنس  
 مزید سمندر میں کی مابقی زمین ، تو نہیں ختم ہوں گے ،  
 اللہ تعالیٰ کے کلمات ، بیشک اللہ تعالیٰ کمال قدرت  
 کا مالک اور حکمران والا ہے (۷۷) نہیں ہے خدا پیدا  
 کرنا اور نہ خدا (دوبارہ اثبات) مگر ایک نفس کی طرف  
 بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ سناتا ہے اور دیکھتا ہے (۷۸)  
 کیا نہ سنے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ داخل کرتا ہے  
 راستہ کو دل میں ، اور داخل کیا ہے دل کو راستہ میں  
 اور میں نے سفر کیا ہے سورج اور چاند کو ، ہر ایک  
 جانتا ہے ایک مقررہ وقت تک اور بیشک اللہ تعالیٰ  
 جو کچھ تم کام کرتے ہو اس کی خبر دیکھنے والا ہے (۷۹)  
 یہ اس وجہ سے کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی برحق ہے ،  
 اور جس کو یہ لوگ چکاتے ہیں اس کے سوا اور ہلکا ہے  
 اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی سب سے بلند اور بلند  
 والا ہے (۸۰)

اس سورہ مبارکہ میں زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی توجہ اور رحمت اور قدرت

کا منہ ہی کھلیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ کے آغاز میں قرآن مجسم کی حقانیت اور صداقت اور اس کے وحی الہی ہونے کا بیان تھا۔ پھر حضرت اہل حق کی بعض بے حسرتوں کا ذکر کیا جن میں حضرت شرک کی تردید ہے، اس کے بعد تو جب کے عقلی اور نقلی دلائل بیان کیے، نیز یہ بھی کہ مشرکوں کے پاس نہ کوئی سختی دلیل ہے، نہ کسی نبی یا بزرگ کا نقلی اور نہ کوئی روشن کتاب ہے جس سے وہ کفر یا اور شر کے عقائد کو ثابت کر سکیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرما نہ روری کا ذکر ہوا، اور یہ بھی کہ شیطان لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اکثر لوگ اپنے اباؤ اجداد کی رسومات پر چلتے سہتے ہیں۔ البتہ جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے تابع کر لیتا ہے اور نیکی کا راستہ اختیار کرنا ہے وہ گمراہ دین کے مضبوط کڑے کو پکڑ لیتا ہے۔ پھر اللہ نے قسی دی کہ لوگوں کا کفر و شرک میں مبتلا ہونا آپ کو زیادہ غم میں ڈالے۔ سب نے ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سینوں کے رازوں کو بھی جانتا ہے، ان کے تمام عقائد و اعمال اس کے علم میں ہیں۔ فرمایا ہم تھوڑی مدت کے لیے ان کو دنیا میں فائدہ اٹھانے کی جہلت دیں گے، اور پھر گھسیٹ کر دوزخ کے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے۔

اب آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے عقیدہ توحید کے اثبات اور شرک کے تردید میں کچھ دلائل نوکرہ کیے ہیں، اور اپنی بعض صفات کمال کو بیان کیا ہے

ارض و ہر تاسے وَلَمِّنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ  
اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے لَقَوْلُہٗ  
اللّٰہُ تَرٰیہِمْ کَیْفَہِمْ لَکَیْفَہِمْ لَکَیْفَہِمْ لَکَیْفَہِمْ لَکَیْفَہِمْ لَکَیْفَہِمْ لَکَیْفَہِمْ  
بیان کی گئی ہے کہ آپ بھی مشرک سے ارض و سما کی تخلیق کے متعلق سوال  
کر کے دیکھ لیں وہ اسے اللہ کی طرف منسوب کیے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ گویا  
اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ خلق سے اپنی الوہیت کو ثابت کیا ہے کہ معبود بھی  
وہی ہو سکتا ہے جو خالق ہے، اور بنو خالق نہیں وہ معبود نہیں ہو سکتا۔

وللأهل القرية

امام شاد ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ صرف دہریوں کی ایک قلیل  
سی تعداد وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو خالق تسلیم نہیں کرتے بلکہ صرف لایت بعین  
کہتے ہیں، اگر نہ جبر و سب و قوت کے یہ وہ خواہ وہ چاہے یہ واجب اللہ تعالیٰ  
کی صفت حق کا انکار نہیں کرتے بلکہ یہ وہ واجب، ہنوز، بخوشی، صافی و غیر سب  
اللہ ہی کو خالق تسلیم کرتے ہیں، فرمایا اگر اسی بات ہے قُلِ الْحَقُّ مَعَ اللَّهِ  
ترجمہ کہ وہ کہہ سب انہیں اللہ ہی کے چلے ہے، كَلَّا أَنتُمْ كَوْنٌ لَا تَعْلَمُونَ  
مگر ان میں سے اکثر لوگ یہ تم اور ہے مجھ میں، وہ جانتے ہیں کہ اللہ کے ہوا کوئی  
خالق نہیں مگر اس کے اور دوسرے کے ساتھ دوسروں کو شرک بنا دیتے ہیں۔

قربہ کے  
پارہ سب

امام شاد ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب نبی اللہ اکبر میں لکھتے ہیں  
کہ فوج کے ۱۰ حصے ہیں جن میں سے دو پر فوج ہذا واجب و لازم ہے اور  
دو بات میں اختلاف کر کے کافر اور شرک بن جاتے ہیں۔ فوج کا ہر درجہ ہر سبب  
کہ خدا تعالیٰ واجب الزجر ہے پس وہ ایسی ذات ہے جس کا جبر و خود بخود جبر  
نہ کر کسی کا حکم کر دے۔ فرماتے ہیں واجب الزجر و مستجمع بلوایع الصفات  
انکمال میں من النقص والذوال و الایسی خود بخود ذات ہے، جو  
جملہ خاصیت کمال کی حامل اور منقص اور زوال سے پاک ہے، فاری و انہی و انہی  
کا ترجمہ خدا کرتے ہیں، یعنی ایسی جتنی جبر و خود جبر سے قریب کے اس میں نہ  
ان نہ سبب منتفی ہیں، سونے دہریوں کی ایک قلیل تعداد کے جو وہ پرست  
ہیں، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ تو یہ کہ وہ سر اور جبر و خدا تعالیٰ کی صفت حق ہے  
یعنی ہر چیز کو یہ کہنے والا ہی خدا تعالیٰ ہی ہے و کائنات کی ہر چیز خواہ چار  
ہوں یا اسی میں ہر ایک کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس لیے کہ ہمیں ہر شے واجب

سلطہ محمد اللہ والوں سے ہے ۶۹

(طالع)

۷۹

کے لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا خالق بھی کوئی نہیں، غرضیکہ ان دورِ جہالت میں سب کا اتفاق ہے۔

توحید کا تیسرا درجہ اللہ کی صفات تدبیر سے یعنی کائنات کی تدبیر میں اللہ تعالیٰ ہی کرنا ہے۔ اس درجہ میں اکثر لوگ اختلاف کر کے شرک کے مرتکب ہو جاتے ہیں مثلاً مسلمانوں کا علم جاننے والے بخوبی ستاروں کو ٹھکانا کر ان کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں اور پھر ان کی عبادت بھی کرنے لگتے ہیں۔ عیسائی لوگ مسیح علیہ السلام کو خدا کی صفات تدبیر میں شریک کرتے ہیں۔ یہودی عزیر علیہ السلام کو اور بعض دوسرے لوگ کسی دلی، بزرگ، جن یا فرشتے کو اس صفت میں شریک کر کے شرک بناتے ہیں۔ البتہ اہل ایمان کا پختہ عقیدہ یہ ہے کہ جس طرح خدا کے سوا واجب الوجود اور خالق کوئی نہیں۔ اسی طرح اس کے سوا تدبیر بھی کوئی نہیں۔ وہ ہر چیز کی تدبیر خود بلا واسطہ کر رہا ہے اور اس نے یہ اختیار کسی دوسری ہستی کو نہیں دیا، غرضیکہ بہت سے لوگ تدبیر میں آکر شرک کرنے لگتے ہیں، اللہ نے اس کا ذکر قرآن میں بکثرت کیا ہے۔

توحید کا چوتھا درجہ عبادت کا ہے۔ ایک مومن کا عقیدہ تو یہی ہوتا ہے کہ عبادت کے لائق صرف وہی ذات ہے جو واجب الوجود، خالق اور مدبر ہے۔ مگر بہت سے لوگ کسی نبی، دلی، بزرگ، فرشتے یا جن کو بھی عبادت میں شریک کرتے ہیں۔ اور بعض لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کی عبادت براہ راست درجہ قبولیت کو نہیں پہنچتی۔ جب تک درمیان میں مقربین اللہ کی عبادت نہ کریں۔ ان کا یہ عقیدہ خود قرآن نے بیان کیا ہے مَا تَعْبُدُونَ إِلَّا لِيُقَرَّبُوا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى (الزمر: ۲) کہ ہم ان کی عبادت تقرب الہی حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ یہ اللہ کے مقبول بندے ہیں، ہماری عبادت ان کی عبادت کے ساتھ مل کر درجہ قبولیت کو پہنچتی ہے یا یہ کہ ان ہستیوں کو ہم اللہ کے ہاں سفارشی بناتے ہیں۔

انہوں نے اس عقیدے کی بھی قرآن میں جگہ مقرر دی۔ قرآنی ہے وحدت  
ہر ہے کہ ہر شخص کی عبادت اللہ تعالیٰ بڑا درست قبول کرتا ہے۔ بڑا طریقہ  
وہ بھی طریقہ پر کی گئی ہے، درہان ہر کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہے عبادت  
کی برکت کے لیے واسطہ خوش گزرا شکر کیسے ہو کہ ناقابل معافی جہ ہے۔  
ہر حال اس چھوٹے فرقہ میں ذی عقل، ہوشیاری، اور فائدہ دینا کی صورت یہ  
فہمیت طریقوں سے غیر اللہ کی عبادت ہوئی ہے۔

بعض اوقات نام لکھنے میں شرک کہا جاتا ہے یا جگہ کے میں شرک  
ہوتا ہے یا قرآنی میں یا غیر مذکور شرک میں شرک پایا جاتا ہے۔ بعض لوگ سمجھتے  
کی پیدا ہوا جس غیر اللہ کی نذران کر شرک کے متعلق جوئے ہیں، یہ میں  
ہا ہر دوس کے معافی یہ اور بعض بنات اور فائدہ سے اتنے کو کر کے شرک بن جاتا  
ہیں، شرک کی تمام نہیں سہۃ الانعام میں بیان کر دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ  
سنت کا مال

اور سادہ آج ہے۔ دیکھو! يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا  
اللہ تعالیٰ کے پیچھے ہر جگہ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ ہر چیز اس کی پیدا کردہ ہے  
اس کی حکمت اور اسی کے تصرف میں ہے۔ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ  
بیکس اللہ تعالیٰ ہے نیاز اور تعریفوں والا ہے، کوئی شخص اس کی تعریف نہیں  
یاد کرے وہ ہر حال نام تعریفوں کا مالک ہے۔ اس کا کمال ذات ہے۔  
یہ کہ جس روئے سے حاصل کرو۔ وہ تمام عزتوں اور خیروں کا مالک ہے۔  
وہ ہے نہایت کہ وہ کسی کی بدولت نہیں رکھتا۔ جو کوئی اس کے ساتھ دوستی  
کو شکر کیسے پائے گا وہ خود نقصان اٹھائے گا۔

انہی اللہ تعالیٰ کے معنی کا مال کو کہ ہے وَلَوْ أَنفَعْنَا  
الْمَرْغُوبِينَ شَيْئًا مِّنْ فَضْلِهِ لَمَا كَانَ مِنْكُمْ ذُو نَفْسٍ وَارٍ  
وَالْحَيُّ الْقَيُّومُ اور خدا اس کی یہ بھی میں تہذیب جو ہے۔ جن آیتوں  
سب سے آج اس کے ہر جزو سے نذرانہ اس کی ہر کے لیے آج اس کو۔

ان ان جن، فرشتے، غرضیکہ ساری صاحب شعور مخلوق ان قلموں اور سیاہی کے ساتھ لکھنا شروع کر دے، تو تمام قلمیں ٹوٹ جائیں گی، سیاہی ختم ہو جائیگی۔ مگر مَا نَقَدْتُ كَلِمَاتِ اللَّهِ الشَّرِّ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے، سائنس دان کہتے ہیں، کہ دنیا میں صرف پودوں کی دس لاکھ سے زیادہ قسمیں ہیں اور درختوں کا تو شمار ہی نہیں ہے۔ ذرا انداز لگائیں کہ تمام پودے اور درختوں کی قلمیں بنائی جائیں اور تمام مندروں کے پانیوں کو سیاہی میں تبدیل کر دیا جائے اور خدا تعالیٰ کے کلمات لکھنا شروع کر دیں تو یہ تمام چیزیں ختم ہو سکتی ہیں مگر پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ گویا اللہ تعالیٰ اتنے کالات اور وسعت کا مالک ہے

مفسرین کرام کلمات الہیہ کی تفسیر و طرح سے کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی معلومات اس قدر وسیع ہیں جو ختم نہیں ہو سکتیں۔ اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کے کلمات اور اس کی خوبیوں کو لکھنے لگیں تو سات مندروں کی سیاہی لکھتے لکھتے ختم ہو جائے گی، مگر اللہ کی صفات ختم نہیں ہوں گی۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا میں کہا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِيْ شَيْءًا مِنْ مَلِكِكَ اَنْتَ كَمَا اَشْنَيْتَ عَلَيَّ فَفَسِدْ لِيْ اللّٰهُ اَیْنِ تو تیری تعریف کو شمار نہیں کر سکتا یعنی کما حقہ تیری تعریف کم ہی نہیں سکتا، تو ایسا ہے جیسے تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی معلومات کی وسعت یا اس کی خوبیوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ جو بیشک اللہ تعالیٰ کمال قدرت کا مالک اور حکمت کا مالک ہے توحید اور صفات کمال کے مسئلہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے بعث بعد الموت کا مسئلہ بھی سمجھا دیا ہے ارشاد ہوتا ہے، وَبَيِّنْ اِمَّا خَلَقْكُمْ وَلَا يَبْعَثْكُمْ اِلَّا كُنْفُسٍ وَّاحِدَةٍ نہیں ہے تمہاری اولین تخلیق

بعث  
بعد الموت



اور نہ قطعاً نہ دوبارہ نہ افسانہ نہ ایک نفس کی طرف، جس طرح اللہ تعالیٰ کسی ایک  
ذات کو آسانی کے ساتھ پیدا کرنا سبب، پھر اس پر دوستی کرنا، پسند اور  
خیاست کرنا، وہ بارہ ذرا کر کے گا، اسی طرح پوری مخلوق کے ساتھ بھی یہی  
سلوک کرنا اُس کے لیے کچھ مشکل نہیں، اس کے لیے کوئی ایک فرد یا یہی چاہت  
یا قوم اور مادی کی مادی مخلوق کی کیا ہے، اُسے یہاں کر کے، درست، شینے، اور  
دوبارہ اٹھانے کے لیے کوئی شفقت پر داشت نہیں کرنا پڑی، اِنَّا اللّٰهُ صَبَّحْ  
اَبْعَدُ بَرٍّ یُّنٰکَ اللّٰہ تعالیٰ سب کچھ ملتا اور سب کچھ دیکھتا ہے۔

فرمایا اس قسم کے کلمات قدرت تم پر روزِ شام، اگر تم نے اَلْکُفْرَ  
تَسْاٰی اللّٰہُ یُوَلِّیْجُ الْفٰیضَ فِی النَّہَارِ وَ یُوَلِّیْجُ النَّہَارَ فِی الْکُفْرِ  
الْیٰسٰی کی تم سے نہیں دیکھا کہ جینک اللہ تعالیٰ رات کو روں میں اور وہی کر  
جاست میں داخل کرنا ہے یعنی رات کو اور دن کے بعد و جیسے آتے ہیں  
ہیں، اُس نے انسان کی مخلوق کے لیے شب و روز کا نظام قائم کیا کہ رات  
و یَحْشُرُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ اور سورج اور چاند کو کھڑا کرنا، کھاتے، پینے  
انسان میں ایک کام پر لگا دیا ہے، کھانا، پینا، اَلْمَلٰٓئِکَہُ اَجْمَعِیْنَ  
اُن میں سے ہر ایک ایک غریب، دولت، کسب، مل، ہا ہے، یعنی سب کسے شائق  
کو مستغرق ہے یہ نظام شمسی کام کرنا ہے کہ اور اس سے شب و روز اور ہر صبح  
کے غیبت و تبدل پیدا ہونے پر کچھ غریب پر حقیر، مدت پوری جو دنیا کی قر  
سا نظام مدھم مدھم ہرگز نہ لگتا کہ آج کا پیمائش غیر ہے گا مطلب یہ  
ہے کہ صبح طرت بل و سارا زمین و آسمان کا نظام چلے، اسی سے کہ ہر ایک و ہر قسم پر کچھ  
گواہ دینا نظام نہ تو نہ، اسی طرح انسان کو زندگی کا نظام بھی چلے رہا ہے، پھر ایک  
دفعہ آئیے کہ کچھ ہی طرح پر سب پرست طاری ہر باطن اور اس کے بعد سب  
گرد و بارانہ کر دیا جائے گا، پھر حساب کتاب کے لیے نیاجان تہذیب و تمدن اور  
جزا اور سدا کے فیصلے ہوں گے، اِدْرِکْہُ اَوْ اَنَّا اللّٰہُ یَحْصٰی حٰکُمُوْنَ

خبریں بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے اور وہ اپنی کے مطابق تمہیں بدل دے گا۔

فرمایا ذیلَکَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ یہ سب کچھ اس لیے ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ہی برحق ہے۔ اُس کی ہر بات سچی برحقیت ہے اور اُس کا ہر وعدہ سچا ہے وہ وعدہ لا شرک ہے۔ وَ اَنْ مَّا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ الْبَاطِلُ اور اُس کے علاوہ جس کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔ ہر ماسوی اللہ فانی ہے کوئی چیز قائم و دائم نہ ہے والی نہیں۔ یہ لوگ جس نبی، ولی، بزرگ، طمع، جبر، فرستے یا جن کو حاجت رسد یا شکل کتا سمجھتے ہیں۔ سب فانی ہیں وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی بلند اور بڑائیوں کی مالک ہے، اندام عبادت بھی صرف اُسی کی کرنی چاہیے کیونکہ اُس کے علاوہ ہر چیز باطل ہے۔

اشل ما وی ۲۱

لفن ۲۱

در ستر ۹

زیت ۲۱ تا ۲۲

أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْفُلْكَ تَجْمِرُ فِي الْبَحْرِ يَنْعَمَتِ  
 اللَّهُ لِرَبِّكُمْ مِنْ آيَاتِهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ  
 لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ① وَإِذَا غَشِيَهُمْ  
 مَوْجٌ كَالظُّلُمِ دَعَاؤُا اللَّهِ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ  
 فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ  
 وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا طَائِفَةٌ خَسِيرَةٌ ②  
 بَالِغُهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا  
 لَكُمْ يَخْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَارٌ  
 عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا  
 تَغُرُّكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّكُمْ  
 بِاللَّهِ الْغُرُورُ ③

ترجمہ: کہی تم نے نہیں دیکھا کہ جنگ کشتیاں ہیں  
 ہیں سمندروں میں اللہ کے فضل سے آواز دو دکھائی  
 تمہیں اپنی قدرت کی نشانیوں میں سے، جنگس ہیں  
 میں بہتر نشانیاں ہیں جرمبر کرنے والے اور شرابا کھنے  
 کرنے کے لیے ① اور جبہ ڈھانپنی ہے ان کے  
 موت سالانہ کی طرح تر پھٹنے میں اللہ تعالیٰ کو خاص

اُنہی کے اطاعت گزار بن کر۔ پھر جب وہ اُن کو نہایت دیتا ہے خشکی کی طرف، پس بعض اُن میں سے درمیانی چال پر ہوتے ہیں اور نہیں انکار کرتا ہماری آغوش کے ساتھ مگر ہر وہ شخص جو عہد شکن اور ناشکر گنہگار ہوتا ہے (۳۲) اے لوگو! ڈرو اپنے پروردگار سے اور ڈرو اُس دن سے کہ نہیں کام آئے گا کوئی باپ اپنے بیٹے کے لیے اور نہ کوئی بیٹا کفایت کرنے والا ہوگا اپنے باپ کے لیے کچھ بھی۔ بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے۔ پس نہ دھوکے میں ڈالے تمہیں دنیا کی زندگی اور نہ دھوکے میں ڈالے تم کو اللہ کے ساتھ بڑا دھوکہ (۳۳)

رہا آیات

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل بیان کیے گئے تھے اللہ تعالیٰ نے پہلے تخلیق کا مسئلہ سمجھایا اور اس کو الہیت کی دلیل کے طور پر پیش کیا، جب خالق اللہ کے سوا اور کوئی نہیں، واجب الوجود اور مدبر بھی وہی ہے تو پھر عبادت بھی اُنہی کی ہونی چاہیئے، پھر اس میں دوسروں کو کیوں شریک بناتے ہو؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُست، دن، سورج اور چاند کے تغیرات کا مسئلہ بیان فرمایا کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہیں۔ خدا تعالیٰ کا علم اور قدرت لامحدود ہیں اس کی مثال اس طرح بیان کی گئی کہ اگر تم زمین کے تمام درخت اور پودے قلعہ بن جائیں اور ہفت اقصیٰ کے سمندروں کے پانی سیاہی میں تبدیل ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق ان قلعوں اور سیاہی کے ساتھ اُن کی معلومات یا محدودتنا کے کلمات سمجھنے لگیں تو فرمایا کہ قلعہ گھس گھس کر ٹوٹ جائیں گے، سیاہی کے تمام سمندر ختم ہو جائیں گے، اس کے بعد اللہ کی صفات ختم نہیں ہوں گی۔ اس چیز کو سعدی صاحب نے بھی بیان کیا ہے۔

دفترِ مقام گشت و بہ پایاں رسید و عمر ماہم چنان در اوتل وصف تو ماندہ ایم

کھتے کھتے خام و زخم بر ماںیں گے، مغفوق کی عمر ہی جواب دے باقی ہیں  
 اشر نقالی کے کسی ایک وقت کا حق ہی ان میں ہو سکے گا، ہر حال منسربا  
 کو اشر کی ذات و صفات میں دوسروں کو شریک بنانا غیر اللہ کی عبادت  
 کہنا باطل ہے، ہر چیز ذاتی ہے، حق اور ثابت صرف خدا کی ذات ہے  
 اشر نقالی اپنی ذات کے لحاظ سے ہی بلند و برتر ہے اور صفات کا شمار  
 سے ہی کبیر و غلام ہے، لہذا عبادت میں صرف اسی کو بری پاجینے اور اس کے  
 ۱۰۰ ترکوں کو شریک نہیں بنانا چاہئے۔

[illegible]

کے پیش نظر ان کی حیثیت ایک تنکے سے زیادہ نہیں۔ جب ہوائیں چلی ہیں سمندر میں طوفان برپا ہوتے ہیں تو بڑے بڑے جہاز بھی سمندری لہروں پر تنکوں کی طرح تھپتھیرے کھاتے رہتے ہیں اور بعض اوقات تمام تر اضطرابات کے باوجود طوفانی لہروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور غرق ہو جاتے ہیں۔ ابھی قریب زمانے میں ہندوستان کا جہاز "وارا" سمندر میں غرق ہوا تھا۔ اس پر بارہ سو سا فرسوار تھے۔ باہر طوفان تھا اور دوسرے جہاز کے آئین میں دھماکہ ہوا، پھر کیا تھا، جہاز ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ڈوب گیا اور صرف دو اثر مالی سو آدمی بچائے جا سکے باقی سب لقمہ اجل بن گئے۔

ابھی چند سال کی بات ہے کہ فیصل آباد سے ایک صاحب اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لیے گوجرانولہ آئے اور کوئی مسئلہ دریافت کھنے کے لیے یہاں مسجد میں بھی پہنچ گئے۔ انہوں نے خود اپنا واقعہ بیان کیا کہ وہ اٹلی کے ایک مال بردار جہاز پر ملازم تھے۔ اسی ہزار ٹن وزنی یہ جہاز کچھ ترسٹن لڑا لے کر اٹلی سے امریکہ جا رہا تھا۔ اٹھ دس غلے کے آدمی تھے جن میں دو مسلمان اور باقی انگریز تھے۔ جہاز شدید طوفان میں پھنس کر ٹپنے لگا۔ اس وقت اللہ کی رحمت کے ساتھ تمام سالی اکام ہو چکے تھے جب بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو انگریزوں میں سے بعض نے شراب پی کر سمندر میں بھلا دیا۔ کہتے ہیں کہ ہم دو مسلمانوں نے اللہ پر بھروسہ کر کے ایک چھوٹی کشتی کو سمندر میں اتارنے میں کامیاب ہو گئے۔ ہم سمندر کی لہروں کے تھپتھیرے کھاتے رہے۔ بھلا اتنے بڑے جہاز کے مقابلے میں چھوٹی کشتی کی کیا حیثیت تھی مگر ہم اللہ کی رحمت سے یاروں نہیں ہوئے تھے۔ اتنے عرصہ میں باہر کی دنیا میں اس حادثے کی خبر پہنچ چکی تھی۔ کسی ملک کے ریلی کاپٹر نے ہمیں سمندر سے زندہ نکال لیا اور بے جا کہہ پینال میں داخل کر دیا ہفتہ عشرہ کے بعد ہمارے ہوش و حواس قائم ہوئے تو وطن آنے کی اجازت ملی۔ مطلب یہ کہ سمندروں میں کشتیوں اور جہازوں کا چٹا محض اللہ کے فضل و کرم کا سر ہون منت ہے، اگر نہ وسیع و عریض سمندروں کی سطح پر ان کشتیوں اور

بہاؤوں کو کرلی ہشت نہیں ہوتی، تو فرما کر کہ نہ روں میں چلے والی کشتیاں  
 انہر کے فضل سے ہی رواں ہوتی ہیں، اور ایسے معتود رہے۔  
 ایسے ایک گھڑی آیت ہے تاکہ انہر تعالیٰ میں اپنی تہ سے کہ نشان لگائے  
 کر دیکھو اس نے نمازی زبست کے کیا کیا ماان پیدا کر سکے ہیں، اگر فضل و رحمت  
 کا چھل نہ ہو تو محض غلوں کے لوگ غنت و زنت محسوس کریں اور محض غلوں  
 کی پیدائش کے لئے اسے مفلحہ استغلاو نہ کر سکیں۔

صبر و شکر  
 کا منزل

فہر ان فی ذلک لآیت لیقول متکبر کجوابے نکس اس  
 میں نشان ہیں ہر صبر و شکر کرنے والے شخص کے لیے، جو شخص صبر و شکر سے  
 میں صبر کا اس حالت کہتا ہے، اور محنت سے پرندگانی کا نشانہ داتا ہے،  
 اس کی زمین نہ بغیر ہے اور اس کے لیے شاہدیت قدرت واضح نشان ہیں،  
 صبر و شکر بہت بڑے اصول ہیں، ایک روایت میں آئے ہے کہ ایمان کے  
 دو حصے ہیں، ایک صبر اور دوسرا شکر، کوئی انسان دو حالتوں سے غافل نہیں، یا تو  
 اس پر نسیان اور پریشانی کا دور، ہر ایک اور یا آسودگی اور خوشحالی کا، جب کسی  
 مومن کو پریشانی لاحق ہوتی ہے تو صبر کر لے اور جب خوشحالی آتی ہے، تو شکر  
 ادا کر لے، صبر و شکر میں مومن کو لاف کے غدا یہی لوگ ہوتے ہیں، صبر  
 کا یہ اسلام کا یہ فرقان بھی ہے کہ مومن آدمی کی حالت بہت خوب ہے کہ جب اس  
 کو تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کر لے اور جب اہل استغنا سے خوش ہو کر آتا ہے  
 اس کے لیے دونوں حالتیں بے ضرورت ہیں، تاہم عام لوگوں کی حالت یہ ہوتی ہے  
 کہ دنیا میں آکر کہہ لیں کہ اے اللہ چلے بنے، جیسے لوگ کسی غلوں کے ایک نہیں ہوتے  
 آخری فعل، بادشاہ و بادشاہت و فخرت بھی کھاتا، ۔

ظفر سے آدمی نہ جانے گا، اگر ہر کسی ہی صاحبِ ظفر نہ ہو

جیسے پیش میں یا ہوندا نہ ہو، جس طرح میں خوف نہ انداز رہا

میں نے آسودگی میں شکر نہ ادا نہیں کیا، اللہ جسے میں اس کے خوف سے ہر دو

گیا، وہ انسان کہلانے کا حقدار ہی نہیں۔

کئے اشر نے ایک مثال کے ذریعے توحید پر عقلی دلیل قائم کی ہے مشرکوں کی حالت یہ ہے وَإِذَا غَشِيَكَ لُجُؤُ الْعَالَمِ جب ان کو سمندر کی موجیں بادلوں کے سائبان کی طرح ڈھانپ لیتی ہیں۔ سمندر میں طوفان اٹھ رہا ہو کشتی بچو گے کما رہی ہو اور اوپر سے بادلوں نے سایہ تان رکھا ہو ایسی حالت میں ہر آن ڈوبنے کا خطرہ سر پر منڈلا رہا ہو تو فرمایا دَعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ اللہ ہی اس وقت مشرک لوگ نہایت ہی اخلاص کے ساتھ خدا تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔ جب بچ جانے کے تمام ظاہری اسباب منقطع ہو جاتے ہیں کسی مادی امداد کی امید ختم ہو جاتی ہے تو پھر آخر کار ساری نظریں اللہ کی رحمت کی طرف لگ جاتی ہیں کہ اب اُس کے سوا اس طوفان سے کوئی نہیں بچا سکتا، وہی ذات ہے جو وہ لگے لگاتی ہوئی کشتی کو کنارے تک لے جائے۔ لہذا اگر وہ کشتی اُکھر گئی ہے تو در طلب کرتے ہیں۔

فرمایا پھر حَسْبُ اللَّهِ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا پر رحمت کی نگاہ ڈالتا ہے فَلَمَّا نَجَّيْنَاهُمْ إِلَى الْبَرِّ أُولَٰئِكَ أَوْدَعْنَاهُمْ شُكْرًا اور انہیں خشکی کی طرف نہات دیتا ہے یعنی اُن کی کشتی ساحل تک پہنچ جاتی ہے اور وہ ڈوبنے سے بچ جاتے ہیں فَيُفْضِلُهُمْ مَّقْتَصِدًا تو اُن میں سے بعض میانہ روی پر سہتے ہیں۔ یعنی اگرچہ اُن میں مکمل خوف تو نہیں ہوا، پھر بھی خدا تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کا تصور دل میں ہوتا ہے ظاہر ہے کہ توحید کو ماننے والا میاں روی پر ہوگا۔ جب کہ کفر، شرک کا مرتکب اور شکر گزار آدمی اعتدال سے باہر نکلنے والا ہوگا۔ تو فرمایا کہ طوفان سے زندہ بچ سنے والے بعض لوگ تو میاں روی پر ہوتے ہیں وَمَا يَجْعَلُ إِلَّا كَلًّا خَتَابًا کفو پر اور ہماری آیتوں کا ہر وہ شخص انکار کرتا ہے جو ممکن اور ناممکن گواہ ہوتا ہے۔ خاتر کا معنی عند توڑنے والا ہوتا ہے۔ جب طوفان میں چھن گئے تھے تو اللہ تعالیٰ کی غائص اچانکت کا وعدہ کیا تھا، مگر جب جان بچ گئی تو پھر وہی



شکرک، احساس اور رحم روان۔

ابوہلیمس بیٹ حضرت مکرشہ بنہ کے زعفر پر بھاگ گئے تھے جہاں پر ملے ہوئے تھے وہ بھی میں نے جب پیش کیا۔ جب ہاں ذکر کیا ہے کہ غلام کو کشنیں ہاکہ اور گیشی ترخان گئے گئے کہ اب خدا تعالیٰ کے سوا میں کوئی شمع بچا سکتا۔ خدا اسی کے سامنے ٹوٹا کر دعا میں کرد اس پر مکرشہ کے ہاتھ پر چڑھ گئی، دل میں سوچا کہ آج تک ترمیم نہ تھی، مناسبت اور عزتی کر پکڑتے تھے، ان سے نہ جنت و رانی اور جہنم کی کافی کڑھتے تھے نہ ان کو جب جہنم کی جہنم میں چھوٹ گئے تھے میں خدا کے نام کہ طرف رحمت دی جا ہی ہے، چنانچہ دل میں پختہ کرو کر کہ اگر خدا تعالیٰ کی طرف ترمیم حاصل کر کے خدمت میں پہنچ کر ان کے ہاتھ میں ہاتھ سے دل گا، یہی حق تو رہی ہے میں آج بھی منتظر وقت و بار بار ہستہ جو، سب اطمینان میں رہتا ہوں۔ وہ اچھی پرکھیں نہیں یہاں تک، چنانچہ حضرت مکرشہ نے ایمان لے لے اور بہترین مسلمان بنے، مہاجر فلسطین کی صفائی مانگی، اس میں کہ بعد چڑھ کر خدمت کی۔ پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک عباد میں شادی تھی، بہر حال کشمیر کی مثال بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ ترمیم شرانہ غرض کو نہیں کریں، اسی کو وہ دیکھ کر ایک نہیں اور تمام مہاجرت میں اچھی کہ بچا رہیں۔

جس طرح دنیا میں طوفان آتے ہیں تو ہر چیز و ہر جسم پر جو مانی ہے۔ مانی ان مالی نقصان ہوتا ہے، البتہ ان حادثات میں لوگ ایک دوسرے کی مدد میں کھڑے ہوتے ہیں، طوفان، زلزلہ، بارش و باران میں چھتے ہوئے لوگوں کو بچانے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس میں کسی حد تک کامیابی بھی ہوتی ہے۔ مگر ایک مرتبہ طوفان میں بھی آئے والے ہستہ یعنی قیامت پر پامانے والی

ہے۔ یہ حادثہ اتنا شدید ہوگا کہ کوئی قریب ترین رشتہ دار اور یار دوست بھی ایک  
دوسرے کے کام نہیں آسکیں گے، بلکہ ہر شخص کو اپنی پٹی ہوگی اور وہ دوسرے  
کا پرسان حال نہیں ہوگا، اللہ نے اسی طامہ انگریزی یعنی بڑے واقعہ کا ذکر فرمایا  
سے يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ كَمَا لَمْ تُقُوا رَبَّ كَمَا لَمْ تُقُوا رَبَّ كَمَا لَمْ تُقُوا رَبَّ  
وَاخْشَوْا يَوْمَ كَذُوبُكُمْ وَأَخْشَوْا يَوْمَ كَذُوبُكُمْ وَأَخْشَوْا يَوْمَ كَذُوبُكُمْ  
وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُنْكَرِينَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُنْكَرِينَ اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے  
باپ کی کذب بت کر سکے گا۔ مطلب یہ کہ اگر کہیں بیٹا چھٹس گیا تو باپ نہیں  
چھٹرا سکے گا اور باپ چھٹس گیا تو بیٹا کسی کام نہ آئے گا۔ اس وقت صرف  
توحید، ایمان اور تکی ہی کام آئے گی۔ اسی لیے فرمایا کہ اس دن سے ڈرنا واجب  
کوئی رشتہ دار، کوئی برادری اور کوئی یار دوست کسی کی مدد نہیں کر سکے گا سورۃ عبس  
میں فرمایا اس دن یہ حالت ہوگی يَوْمَ يَقَعُ الْمَصْرُوعُونَ مِنْ أَيْدِيهِمْ ۚ  
أَقْبَمُوا ۖ وَأَنْبِئُوا ۚ وَأَصْحَابُ بَيْتِهِمْ وَبَنِيهِمْ ۚ کہ آدمی اپنے بھائی،  
مال، باپ، بیوی اور بیٹے سے دور بھاگے گا اور کسی کے کچھ کام نہ آئے گا۔  
ایک موقع پر خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے گھر والوں نے خصوصی  
خطاب فرمایا۔ آپ نے اپنی بیاری بیٹی فاطمہؓ، پھر بیٹی صفیہؓ، پھر عباسؓ کو خطاب  
کر کے فرمایا کہ آخرت کی فکر کر لو۔ میں دنیا کے مال کے ذریعے تو تمہاری مدد  
کر سکتا ہوں لیکن اگر توحید اور ایمان سے خالی ہوئے تو قیامت والے دن تم  
کو نہیں بچا سکیں گے۔ لہذا تم خود اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچانے کی  
کوشش کرو۔

ارشاد ہوتا ہے إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ  
مترود برپا ہوگی، حساب کتاب کی منزل آئیگا اور سب کو جہنم کے عمل سے دوچار ہونا  
پڑے گا۔ فَلَا تَقْرَأُ لَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا پس اے لوگو! تمہیں دنیا

دنیا اور  
شیطان کا  
دھوکہ

کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے۔ بلکہ وہ دنیا کے عیش و عشرت مال و سامان،  
 کھیل تماشے میں مشغول ہو کر نہ اٹھائے سے غافل نہ ہو جائے۔ یہ دنیا فانی ہے۔ فانی اور فانی  
 ہے۔ اس میں بہک کر اپنی قیمتی منزل کو فراموش نہ کرنا چاہیے۔ اگر نہ سلامت نہ صاف نہ صاف  
 پڑے گا۔ وَلَا يَفْقَهُوا كَلِمَاتِ الْغُرُورِ اور نہ ہی کوئی دھوکے کا نصیب  
 اللہ کے پاس میں دھوکے میں ڈالے۔ إِنَّمَا أَنتَ مُرَبِّبٌ فرماتے ہیں کہ لغو عیش و  
 فرح کی باتیں کے ساتھ اس پر جس چیز پر دل لگاتا ہے جو انسان کو دھوکے میں مبتلا  
 کر دے۔ خواہ وہ دنیا ہو، کوئی انسان ہو، جو شیطان ہو۔ تاہم اس سے ہم بند  
 غم و رستہ مارو شیطان سب سے بے نیازی ہو۔ یہ بنا کر شیطان ہمیں بہک کر دھوکے میں  
 نہ ڈال سکے۔ شیطان مسیت بڑا فراڈ ہے۔ وہ تمہیں دھوکا کہ تو میرا خداوندی،  
 ایمان لے کر آئی ہے۔ راستے سے ہٹا کر شرک اور کفر اور معصیت کے راستے پر ڈالے  
 گی کہ کوشش کرنا ہے، لہذا اس سے بچ کر رہنا۔ تو فرما کہ دیکھ دنیا کی مجنوناں  
 شیطان کو بہکا دینا دھوکے میں ڈال کر آخرت کی منزل سے غافل نہ کر لے کر  
 خدا تعالیٰ سے ڈرو اور تباہی کی فکر کرو۔

لقن ۳۱

آیت ۲۴

انل ما اوحی ۲۱

درس دہم ۱۰

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ  
وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ  
مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ  
بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۳۷﴾

تفسیر

تجلی ہے شک اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے قیامت  
کا علم۔ اور اللہ جانتا ہے وہ بارش اور جانتا ہے جو کچھ رحم میں  
ہے۔ اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ وہ کل کیا کائے گا۔  
اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کس سرزمین میں وہ مرے گا۔  
بیشک اللہ تعالیٰ ہی (سب کچھ) جاننے والا اور (ہر چیز  
کی) خبر رکھنے والا ہے ﴿۳۷﴾

سورۃ لقن میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قرآن پاک کی حیثیت اور  
صدقت کا ذکر کیا، پھر توحید اور شرک کا مسئلہ بیان ہوا اور ختم رسالت کا ذکر بھی ہو  
گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کمال اور بعض مشابہت قدرت کا ذکر کر کے  
انہیں اپنی توحید پر بطور دلیل پیش کیا۔ اس کے علاوہ وقوع قیامت، محاسبہ  
اعمال اور جزائے عمل کا ذکر بھی ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات مختصہ  
عالم الغیب ہونے کو خاص طور پر بیان کیا ہے۔

رہنمائی

اس ضمن میں ان پانچ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا علم صرف خدا تعالیٰ کرے  
اور کوئی دوسری ذات ان چیزوں کا تفصیلی اور واضح علم نہیں رکھتی۔ سورۃ الانعام  
میں ان چیزوں کو معراج الغیب بھی کہا گیا ہے وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ

مفاتیح الغیب

لَا يَفْعَلُهَا إِلَّا هُوَ ۖ كَرَامَتٌ ۝ ۵۹۰ غیب کے جاہلان یا غیب کا فساد  
 اشرع خالق کے پاس ہے نہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اہل نعمت کہتے  
 ہیں مخفی، جمع ہے مخفی یا جفیع، اگر یہ لفظ ترکیبی ہے کے ساتھ ہو تو  
 اس کا معنی غماز ہوتا ہے اور اگر کسرہ ہو اس کے ساتھ قرآن کا معنی چاہیے۔  
 بہر حال مطلب یہی ہے کہ ہر قسم کے غیب کا علم صرف خدا تعالیٰ کو ہے اور کوئی  
 دوسری ہمت اس کو نہیں جانتی۔

شانِ نزل

یہ انکال پیدا ہونے کے غیب کی تعداد چیزیں ہیں جنہیں اشرع خالق  
 کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر اس آیت میں اشرع تعالیٰ نے صرف چھ چیزیں ذکر  
 کی ہیں کہ یہ ہر چیز کا نام نہیں ہے، امام غزالی اور بعض دوسرے مفسرین فرماتے ہیں  
 کہ اس آیت کے شانِ نزول یہ ہے کہ ایک شخص حادثہ بن کر اپنے حضورِ خدا تعالیٰ  
 کو نہایت میں حاضر ہو کر اپنی پانچ چیزوں کا سوال کیا جن کا جواب اشرع تعالیٰ  
 نے اس آیت کے درجہ سے دیا۔ اس شخص کے پانچ سوال یہ تھے کہ (۱) آیت  
 کتب آسمانی (۲) ایش کتب برکی (۳) نبوی ماحد ہے، وہ کیا ہے؟ (۴) میں  
 کئی کیا کام انجام دوں گا؟ (۵) میری مرگ کہاں واقع ہوگی، مفسرین یہ بھی فرماتے  
 ہیں کہ یہ پانچ چیزیں یہی ہیں کہ عام طور پر لوگ شیئ بانشاء ہے، جس کا  
 ان اسباب کا ذکر بطور خاص کر دیا گیا ہے۔

ترجمہ کا  
 علم

ارشادِ خداوندی: اِنَّ اللّٰهَ عَسَدٌۢ لَا يَخْفٰهُ السَّاعَةُ ۚ يَتَكَبَّرُ الشَّرُّعَالٰی  
 کے پاس ہی ہے قیامت کو علم، عیالی زبان میں ساعت کا لفظ مختلف معانی  
 میں استعمال ہوتا ہے۔ اس لفظ کی تفسیر چھ چیزیں ہو سکتی ہیں اور ان کے لفظ تفسیر  
 (WATCH) کے لیے بھی استعمال ہو سکتا ہے، اس کا ایک معنی

لے مصباح معانی ص ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸ ۱۵۵۹ ۱۵۶۰ ۱۵۶۱ ۱۵۶۲ ۱۵۶۳ ۱۵۶۴ ۱۵۶۵ ۱۵۶۶ ۱۵۶۷ ۱۵۶۸ ۱۵۶۹ ۱۵۷۰ ۱۵۷۱ ۱۵۷۲ ۱۵۷۳ ۱۵۷۴ ۱۵۷۵ ۱۵۷۶ ۱۵۷۷ ۱۵۷۸ ۱۵۷۹ ۱۵۸۰ ۱۵۸۱ ۱۵۸۲ ۱۵۸۳ ۱۵۸۴ ۱۵۸۵ ۱۵۸۶ ۱۵۸

قیامت بھی ہے اور اس مقام پر یہ لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔  
 اور مطلب یہ ہے کہ وقوعِ قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس  
 ہے۔ وقوعِ قیامت کے وقت کے متعلق سورۃ الاعراف میں ہے۔ لَا  
 يُجَالِيهَا لَوْ فَتِحَ الْآلَا هُوَ (آیت - ۱۸۴) اللہ تعالیٰ ہی قیامت  
 کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔ سورۃ الزخرف میں فرمایا ہے هَلْ  
 يَسْطُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ  
 لَا يَشْعُرُونَ (آیت - ۶۶) کیا یہ اس بات کے منتظر ہیں کہ قیامت  
 اچانک آجائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو؟ وقوعِ قیامت کی کچھ نشانیاں اور  
 مابعد کے بعض واقعات قرآن نے اپنے پیغمبر کو بتلادیے ہیں مگر اس کے وقوع  
 کا عین وقت اللہ نے نہ کسی فرشتے کو بتایا ہے، نہ پیغمبر کو اور نہ کسی جن کو۔  
 یہ علم صرف اُس کی اپنی ذات تک ہی محدود ہے کہ قیامت کب واقع ہوگی۔  
 فرمایا وَمَنْ يَمْلِكُ الْأَلْغَافَ اور وہ بارش نازل کرتا ہے۔ جہاں  
 تک بارش کا تعلق ہے تو اس کی پیشین گوئی کسی حد تک کی جاسکتی ہے  
 آج کل محکمہ موسمیات والے ہیرومیٹر (BAROMETER) کے ذریعے  
 ہوا کا رخ اور دباؤ معلوم کرتے ہیں اور پھر اُس سے بارش کے نزول کا علاقہ  
 اور وقت متعین کرتے ہیں۔ اُن کی یہ پیشین گوئی بعض اوقات صحیح بھی ہوتی  
 ہے اور بعض مواقع پر غلط ثابت ہوتی ہے کیونکہ بارش کے نزول کا علم  
 بھی صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ مزید برآں یہ پیشین گوئی بارہ گھنٹے،  
 چوبیس گھنٹے یا اس سے زیادہ عرصہ کے لیے ہوتی ہے کوئی بھی ماہر بارش  
 کے نزول کا عین وقت نہیں بتا سکتا اور نہ ہی وہ حصہ رضی متعین کر سکتا ہے  
 جس پر بارش متوقع ہے۔ یہ بھی کوئی نہیں بتا سکتا کہ فی الواقع کتنے رنج یا کتنی  
 مقدار میں بارش ہوگی اور پھر یہ بھی کہ یہ مقامی طور پر مفید ثابت ہوگی یا سیلاب  
 کی صورت میں نقصان کا موجب ہوگی۔ یہ تمام تفصیلات نزولِ بارش کا حصہ

نزول  
بارش کا علم



بھی خدا تعالیٰ کے پاس ہی ہے۔

جانے  
موت کا علم

اللہ نے پانچویں بات یہ فرمائی **وَمَا تَذَرِي نَفْسٌ مَّا بِأَيِّ أَرْتَفِ**  
**تَمُوتُ** کوئی شخص نہیں جانتا کہ اُس کی موت کس سرزمین میں واقع ہوگی مطلب  
یہ کہ اس چیز کا علم بھی اللہ تعالیٰ کی ذات تک محدود ہے۔ روزمرہ مشاہدہ میں آتا  
رہتا ہے کہ انسان کسی کام کاج کے لیے نکلتا ہے تو اُس کی موت گھر، دفتر اور  
حلقے سے دُور دراز جگہ پر واقع ہو جاتی ہے۔ حالانکہ ایسا ہونا اُس کے دہم و گمان  
میں بھی نہیں ہوتا۔ کہتے ہی لوگ ہیں جو بس، ریل یا ہوائی جہاز کے حادثہ میں جاں  
بحق ہو جاتے ہیں اور کہتے ہی ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی لاش تک نہیں ملتی  
سمندر میں ڈوب جانے والوں یا قح و درق صحرائیں جان مینے والوں کے  
متعلق کرن جاتا ہے کہ وہ کس مقام پر موت کی آغوش میں چلے گئے۔ پاکستان کی  
قومی کمپنی کا ہوائی جہاز گلگت سے راولپنڈی آتے ہوئے ایسا غائب ہوا کہ آج تک  
اُس جگہ کا بھی تعین نہیں ہو سکا۔ جہاں وہ گر کر تباہ ہوا۔ لاش تو کھاتے بڑے  
جہاز کا ڈھانچہ تک نہیں ملا۔ اُس جہاز کے مسافر اور عملہ نہ خود جانتے تھے کہ اُن کی  
موت کہاں واقع ہوگی اور نہ ہی سپاہِ گمان کو آج تک اُن کی جائے موت کا علم  
ہو سکا ہے۔

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ ایک رقعہ پر ملک الموت حضرت یحییٰ علیہ السلام  
کے پاس آئے۔ اُن کے پاس ایک شخص بیٹھا تھا جس کی طرف ملک الموت نے گھور  
کر بغور دیکھا۔ وہ شخص ڈر گیا اور یحییٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے یہاں سے دور  
کہیں ہندوستان کے کسی خطے میں بھجوا دو۔ جنات اور ہوا تو یحییٰ علیہ السلام کے  
تابع تھے۔ آپ نے حکم کیا تو وہ شخص دور دراز علاقے میں پہنچ گیا۔ پھر آپ نے  
ملک الموت سے پوچھا کہ آپ اس شخص کو گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے تھے



قرآن میں ہے: کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم: تھا کہ اس شخص کی جان بندہ دستان کے  
فلوں جہل میں ملاں وقت پر نہیں کرنی ہے۔ وقت ہاتھ قریب تھا مگر میں  
اس شخص کو آپ کے پاس بیٹھا دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ اتنے سوڑھے، تندرست  
میں شخص ضرور مٹا ہی چکے ہوتے۔ سچے سنے گا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہی پر عمل ہے۔  
اور اس کی جان رہیں مٹیں، مرنے سے۔ اس طرح کہ وہ شخص خود اپنی خواہش پر اپنی  
جانے صحت پر پہنچی گی اور ملک الموت نے اس کی روح اسی مقام پر نہیں کر لی۔  
سنوڑھے کے کہ بعد اس کے کسی عیض نے غراب میں لپٹنے کو کہا جانتے وہ بعد  
سے بچنے ہوتے دیکھا تو اس سے پوچھا کہ بتا دہری لکھنے والی ہے۔ اس کے جواب  
میں فرشتے نے پہلے اللہ سے اثناء آپ: جب کہ اللہ کی پانچوں شعبوں کھلے ہوئی  
تھیں۔ میں بروئی کہ عیض نے نام کھل کر کثرت کریں اور غراب کی تعمیر پر کسی، ہر  
اکب سے اپنی اپنی جگہ کے مطابق جواب دیا کسی نے کہا کہ اسے عیض ابتری علم  
پانچ دن، باقی رہ گئی ہے کسی نے پانچ، دوسری نے پانچ، تیسری نے پانچ، چوتھی نے پانچ،  
پہلی کسی نے شہرہ دیا کہ اس کے خلق نام ابویض سے وہ وقت کی جانے جب  
آپ کے سامنے غراب کی روئیدار جان کی گئی تو اہم دعا آپ: نے فرما دی کہ ہاتھ کے  
اثناء سے کا مطلب یہ ہے کہ اسے عیض! آپ کا سوال ان کی پانچ چیزوں میں سے  
اکب کے متعلق ہے بن کا علم اللہ نے مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا، پھر آپ  
نے ہی آیت تلاوت کی:

ہر اول اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے علم محیط اور مخلوق کی ہے یہی  
سکا ذکر فرما کر اپنی دستِ انبیا پر دلائل قائم کی ہے۔ اس بات میں کچھ شک نہیں  
ہے کہ **إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ** اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتے والا اور  
دانہ کی خبر رکھنے والا ہے۔ اس کے احاطہ علم سے کوئی چیز اور شعبہ سے

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ یاد رکھنا چاہیے کہ غیب کی چیزوں کا تعلق یا تو احکام سے ہوتا ہے یا اکوان سے احکام سے مراد شرعی احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کو بتلاتا ہے کہ فلاں چیز حلال ہے یا حرام، یا فلاں کام جائز ہے یا ناجائز۔ یہ احکام از قسم غیب سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کا کلی علم اپنے پیغمبروں کو عطا فرمادیا۔ ہم دین کے کسی ملکہ یا حکم کے متعلق نہیں کہہ سکتے کہ اس کا علم اللہ کے نبی کو نہیں دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو شرعی احکام کا تفصیلی علم دے دیا ہے یا وہ اصول بتلا دیے ہیں جن کی رو سے کوئی حکم نکالا جاسکتا ہے۔ سورۃ النجم میں بھی ہے عَلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا ۝ (۲۶) إِلَّا مَن رَّضِيَ مِّن رَّسُولٍ ۝ (۲۷) اللہ تعالیٰ کی ذات عالم الغیب ہے، وہ کسی پر اپنا غیب ظاہر نہیں کرتا، البتہ اپنے رسولوں میں سے جسے پسند کرتا ہے اُسے بذریعہ وحی بتلا دیتا ہے۔ جہاں تک اکوان یعنی اس کائنات میں واقع ہونے والے امور کا تعلق ہے تو یہ چیزیں یا تو مکان سے متعلق ہوتی ہیں یا ماضی، حال یا مستقبل سے، ان کی جزئیات کا بے شمار علم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھی دیا ہے اور بعض روئے لوگوں کو بھی۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کو بعض اکوانی چیزوں کا علم دے دیا جو اپنے جلیل القدر پیغمبر اور صاحب تورات موسیٰ علیہ السلام کو بھی نہیں دیا۔ البتہ شرعی احکام کا علم اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو مکمل طور پر دیا جو حضرت خضر علیہ السلام کو نہیں دیا۔ بہر حال اس آیت میں مذکور پانچوں چیزوں کا تعلق اکوان یعنی زمان و مکان سے ہے، لہذا ان کا علم اللہ نے کسی کو نہیں دیا۔

اہل بدعت اور شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر، ولی اور امام بھی غیب جانتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ حقیقت میں غیب وہ

علم غیب  
پہلوی  
بحث

برآ ہے جو بغیر کسی ذریعہ کے خود بخود معلوم ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ چاہے تو کہ جو بہت  
 تیز آواز ہے اس میں توں کا ذریعہ شامل ہو آہستہ۔ اسی طرح اولیاء اللہ کو بھی بعض  
 اوقات کثرت یا غراب کے ذریعے کچھ بتا دیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ یہ خبر بھی  
 بغیر واسطہ کے تو نہیں ہوتا۔ اسی طرح جس بات کو عقل و غور و فہم کے ذریعے  
 معلوم کیا جائے وہ بھی غیب نہ رہا۔ غیب بری جو کو جو بغیر کسی واسطہ کے آئے  
 حواس کے حاصل ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔  
 اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے۔ قُلْ لَا يَقْلَمُ عَمَلُ فِي السَّمٰوٰتِ  
 وَالتَّرٰوِغِ الْعَذٰبُ الَّذِیْ لَا یَعْلَمُ اِلَّا الَّذِیْ بِالْغُیْبِ وَآیٰتِ الْکُرٰنِ وَآیٰتِ  
 الْمِیٰزِ مَا مِیٰزِ مَا مِیٰزِ مَا مِیٰزِ مَا مِیٰزِ مَا مِیٰزِ مَا مِیٰزِ مَا مِیٰزِ مَا مِیٰزِ  
 دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اس پر مہر کر مانتے رہا ہے۔ اَلَّذِیْ یَعْلَمُ الْغُیْبَ وَیَعْلَمُ  
 السِّرَاطَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔ ہر چیز کا ماضی و مستقبل ہی کی کتاب ہے۔ غرضیکہ  
 جو غیب نامہ ہر زمانہ سے اس کا ماضی و مستقبل ہی کی کتاب ہے۔ غرضیکہ  
 ہر چیز کا ماضی و مستقبل ہی کی کتاب ہے۔ غرضیکہ ہر چیز کا ماضی و مستقبل ہی کی کتاب ہے۔





سُورَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ تَرْقِي ثَلَاثُونَ آيَةً ثَلَاثُ رُكُوعَاتٍ

سورة سجدہ مکی ہے۔ یہ تیس آیات ہیں اور اس کے تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑی مہربان نہایت رحم کرنے والا

الْحَمْدُ ① تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ  
رَبِّ الْعَالَمِينَ ② أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ  
بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا  
أَتَتْهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ  
يَهْتَدُونَ ③ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ  
ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِنْ  
دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ④  
يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ  
يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ  
سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ⑤

ترجمہ: اَللّٰہُ ۱) انا کتاب کا نہیں شک ہے اس میں وہب العین کی طرف سے ہے ۲) کیا کہتے ہیں: لوگ کہ اس شخص نے اس کو گھڑیا ہے اپنی طرف سے، نہیں بلکہ یہ حق ہے میرے پانچوں کی طرف سے۔ کہو آپ ڈرائیو اس قوم کو کہ میں ادا اللہ کے پاس کرتی ڈرانے والا اس سے پہلے کہ یہ لوگ بہت کے راستے پہنچا رہے ہیں ۳) منہ کی بات وہ ہے جس نے پتہ کیا ہے آسمان اور زمین کہ وہ جگہ ہی دھڑکی کے درمیان ہے جو دن کے وقت میں پہرہ خاص ہوا عہد پر نہیں ہے توہمے یے اس کے سوا کرتی حقیقت اور کوئی سفاخی ہی تو ایسی حاصل نہیں کرتے ۴) وہ نہیں کرتا بنے مٹانے کی آسمان کی چیزوں سے نہیں شک ہے پھر عروہ کرتا ہے اس کی طرف ایک دی میں جس کی خداداد ہزار سال کے برابر ہوتی ہے تہہ تہہ نہ کر کے ہم ۵)

اس سورہ کا نام سورہ النجم ہے، اس نام کی کہل اور سورہ النجم سورہ النجم سورہ النجم ہے، اس سورہ کا اقصیٰ سورہ النجم کے اقصیٰ سے ملتا ہے  
 ہیں یعنی دو سورہ کا سورہ النجم سے ملتا ہے، اس سورہ کا اور سورہ  
 نام سورہ النجم ہی ہے کیونکہ اس میں بہتوں کو گواہی ہے، اہل دنیا  
 اپنے بہتوں کو گواہی دے، مائت کے وقت اس کی بارگاہ میں مناجات کرتے ہیں،





اور سہ ماہیہ کے نادر و نایاب کتاب سے ہے۔ مسند احمد میں یہ روایت بھی موجود ہے  
 کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے یہ روایت کی ہے اور  
 سید المرسلین کے نادر و نایاب کتاب سے ہے۔ گویا جمعہ کے دن ابن سیرین کی نادر و نایاب  
 بیانیہ روایت با حقیقت قراب ہے۔

حاجین  
 سورت

گھر کے سورت کی طرف اس سورت میں گھر کے بھی نادر و نایاب روایت کا بھی ذکر ہے  
 چنانچہ اس سورت میں یہ قریب کے معنی اور تکی دہانی بیان کیے گئے ہیں۔ جب کہ گھر کی  
 نادر ہے۔ رسالت کا بیان ہے اور قیامت اور جزائے علی کی بہت بیان  
 کی گئی ہے۔ جہاں تک قرآن مجید کی حقیقت اور حدیث اور حدیث کے دلی گواہوں  
 کا تعلق ہے تو یہ گھر کے سورت کی نادر و نایاب بھی گھر کے گھر ہے اور اس سورت کی نادر  
 بھی اسی سورت سے ملتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ گھر کے نادر و نایاب روایت کی بہت  
 بڑی نعمت ہے۔ لہذا ہرگز اس کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اللہ تعالیٰ  
 نے جو حدیث اہل اسلام کو بھی قرأت میں علیہ السلام کا مطالعہ فرمائی تھی مگر کسی کی قریب ہی اس کتاب  
 نے اس نعمت کا شکر ادا کیا جس کے پیچھے ہیں انہیں ذلت و غبار کی گاہ میں گھر کے  
 لہذا اس آفرین امت کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب علیہ السلام کا شکر  
 ادا کریں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کتاب کو پڑھیں اس میں غور و فکر کریں۔  
 اس کے اصولوں کو اپنائیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کسمپوش عمل بنائیں۔ اسی تعلیم  
 کتاب کی موجودگی میں بھی اگر ہم نہایت کسی دوسری جگہ سے نادر و نایاب کر رہے ہیں یا نہایت  
 بڑی جگہ سے ہے۔

حدیث  
 کے درجہ

اسی کتاب کے اعتبار سے آپ نے پڑھا ہو گا کہ پاکستان سے تھیں اور  
 پھر نکل دے گا۔ اس کے دور سے ہم پڑھ رہے ہیں ان دور سے کا متعلق ہے کہ  
 کہ اس کے رسات حدیث پر جو گھر کا مطالعہ کریں اور اس سے پاکستان میں بھی نادر

نہ نادر و نایاب در حدیث علیہ السلام و فیہ علیہ السلام و فیہ علیہ السلام (حاجین)

کریں۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان قوم جس کے پاس قرآن پاک جیسا عظیم دستور موجود ہے، وہ دیہات سدھار کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے، کافر، مشرک اور اشرکیت زدہ ملک کو ریا کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اسلام کے نام پر بیٹنے والے اس ملک پاکستان کے لیے اس سے بڑی لعنت کی ہو سکتی ہے۔ سورۃ الاعراف میں اللہ کا فرمان ہے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْاَرْضِ اٰمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم مَّا كُنْتَ تَرَى السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَلَكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ رایت - ۹۶ اگر بستیوں والے ایمان اور تقویٰ کی راہ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان و زمین کی برکات کے دروازے کھول دیتے۔ مگر ان لوگوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کی کھائی کے بدلے میں ان کو سزا دی۔ ہمارے تو ایمان اور تقویٰ کے ذریعے بستیوں کو سدھائے کا حکم دیا ہے مگر ہم ان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ دیہات اور شہروں کی ترقی کے لیے قرآن سے لڑو کہ کرن سا پروگرام ہے۔ کرپا سے تو محض اکھاڑ کی درآمد ممکن ہے۔ ایک مسلمان قوم کو چاہیے کہ وہ ایمان، تقویٰ اور عدل کی راہ اختیار کرے تو ان کے لیے سارے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔

اس سورۃ کی ابتدا ہی حروف مقطعات **اَلْحٰ** سے ہوئی ہے۔ ان حروف کے معانی گذشتہ سورۃ کی ابتدا میں اجمالی طور پر بیان کر دیے گئے تھے۔ جن کا مبینہ مفہوم وہی ہے جو امام جلال الدین سیوطیؒ نے بیان کیا ہے **اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا نَعْلَمُ**۔ **بِخَلْقِ** ان حروف کی مراد کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ **اَمَّا** و **نَدَّ** ہمارا اس پر ایمان ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں **اِن** تین حروف **ا** **ل** **م** اور **م** سے و **ل** **م** کی انتہا سے نکلتا ہے۔ **ل** **م** کی دوسرا سے اور **م** کا مخرج ہونٹ ہیں ان حروف سے یہ نقطہ سمجھا گیا ہے کہ انسان جو

حروف  
مقطعات

بھی کام کرے، اس کی ابتدا، وسط اور انتہا مشورہ کے ذکر سے ہونی چاہیے۔ پہلے  
کام ہر مذہب کا یہی ہوگی۔ پھر ہر شخص نے اعلیٰ کی یاد کر فرماؤں کہ وہ بے شک ہے۔ ۱۰۰  
کامیابی کے منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔

قرآن کی  
حقیقت

ارشادِ باری تعالیٰ: تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الَّتِي كُنَّا نُنزِلُكَ بِهَا  
اور اسے جانے میں کوئی شک نہیں ہے جو ذِكْرُ الْعِلْمِ کی بات ہے  
پروردگار عالم کی طرف سے۔ اس میں قرآن مجید کے ہی الہی اور حق وحدہ غنث  
کے پختہ ہونے کا اشارہ ہے۔ یا ایسی واضح کتاب ہے جس کی حقیقت پر  
شک نہیں کیا جاسکتا۔ یہ واضح کتاب جو حق تعالیٰ کے اس اعتراف کا جواب ہے  
جس پر وہ کہتا ہے أَفَرَأَيْتُمُ الْكُفْرَانَ كَحَبْلٍ خَنَازِيرٍ کہ کفار کو پتھر سے  
انورہ گھس رہا ہے، حالانکہ وہ پتھر ہی پروردگار کی بات ہے، انہوں نے نہ مین کی کو  
پسین گھسیٹ کتاب نہیں ہے سَبَّحْتَ هُوَ عَلَیْهِ فُتِحَتْ ترجمہ: جس پر تیرے  
پروردگار کی طرف سے حق بن بنی و بنی کی کتاب ہے۔ ۱۰۰ اس کے نزول  
کا قصہ یہ ہے لَقَدْ نَزَّلْنَا قُرْآنًا فَتِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الَّتِي كُنَّا نُنزِلُكَ بِهَا  
کہ کہ یہ قرآن اس قوم کو جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی کتاب نہ تھی ان  
کے لئے فَتِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الَّتِي كُنَّا نُنزِلُكَ بِهَا اور اس سے پر تھیں۔

یہاں پر یہ اسلامی پیغام ہے کہ سورۃ فاطر میں قرآن نے فرمایا ہے وَإِنْ  
فَرِحْنَا بِكُمُ الْيَوْمَ لَا غَمَ لَكُم مِّنْهُ يَوْمَئِذٍ۔ ۱۰۰ اللہ نے ہر بات میں  
کرنی نہ کوئی زمانے والا ہو گا جسے ملگریاں فرما کر اس کتاب سے اس قوم کو روزِ آخر  
سے جن کے پاس کوئی کتاب نہ تھی ان کے لئے فَرِحْنَا بِكُمُ الْيَوْمَ لَا غَمَ لَكُم مِّنْهُ يَوْمَئِذٍ  
ہیں کہ اس قوم سے ملگریاں فرما دیں گے جن کے پاس نہ قرآن ہے نہ کوئی نبی  
مبعوث نہیں مگر اللہ، حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام کے بعد دوسرے مبعوث

تک عرب کی سرزمین پر کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ اور اس لحاظ سے یہ لوگ امتیعی مروج تھے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے توہبت سے انبیاء شام و فلسطین میں آئے تھے حتیٰ کہ مین میں حضرت ہود اور صالح علیہما السلام بھی مبعوث ہوئے۔ مگر عرب کا علاقہ انبیاء کی آمد سے طویل عرصہ تک محروم رہا اور یہ لوگ وحی کے علم سے نااہل رہے۔ اس لیے ان کا لقب اُمّی مشہور ہو چکا تھا۔ چنانچہ بعض مفسرین نے اس سورۃ کا نام سورۃ الایمیین بھی بتایا ہے بہر حال مطلب یہی ہے کہ بنی اسماعیل میں طویل عرصہ تک کوئی نبی نہیں آیا تھا، لہذا اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو نازل فرمایا کہ ان لوگوں کی تعلیم کا بندوبست کیا تاکہ یہ لوگ اللہ کے عذاب سے ڈر کر ہدایت کا راستہ اختیار کر لیں۔

استغفر  
علی العرش

اے اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بیان کی گئی ہے اَللّٰهُ الَّذِیْ عَرَفَ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا فَاَنْزَلَ سُبْحٰنَہٗ اِلَیْہِمْ اَللّٰهُ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن کے وقت سے پیدا کیا۔ تخلیق ارض و سما کا ذکر قرآن میں کئی مقامات پر آیا ہے۔ تو فرمایا کہ ان چیزوں کی تخلیق کے بعد اَسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ اَللّٰهُ تعالیٰ عرش پر قائم ہوا اللہ کریم کا عرش پرستوی ہرمانش بات میں ہے۔ اسی کا عرش پر قائم ہونا، اسی طرح ہے جس طرح اس کی شان کے لائق ہے۔ ہم اس استوی کو عالم انسان کے کرسی، صوفیے یا چارپائی وغیرہ پر بیٹھنے پر قیاس نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات مادی اشیاء اور زمان و مکان کی قید سے پاک ہے۔ وہ ان چیزوں سے وراد اور اوہ ہے۔ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس کو تجلی سے تعبیر کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی اعظم کا مکس سب سے پہلے عرش پر پڑا ہے، جس سے ہر عرش زمین پر ہوا ہے۔ عرش کے نیچے حظیرۃ القدس کی جامعیتیں رہتی ہیں۔

جہاں پر قضا و قدر کے فیصلے ہو رہے ہیں اور چہرہ ساری کاٹنا ہے جیسے نائنز جو نے چہرہ پھر ان فیصلوں کے نتائج میں گمراہی آپ آگاہ ہے۔

فرماتا ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی رَسُوْلِكَ الَّذِیْ لَا یَسْفِیْ اَمْرٌ کَیْ  
علاوہ اُن کے کہ جو حق تعالیٰ نے اس کے ساتھ نہیں ہے۔ اس سفارش کے مراد  
مشترکہ سفارش ہے۔ مشترکوں کا تعزید یہ سب کہیں خود ساطرہ محمودوں کی دو  
حداوت کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جسے نبی اور نذر و نیاز بہ نسبت کرنے ہیں وہ انہیں  
قیامت کے روز بھیجیں گے۔ خواہ خدا کا بھی بڑا راضی ہو یا راضی نہ ہو۔ اس کی یہ سفارش  
باطل ہے۔ البتہ یہ سفارش وہ ہوگی جس میں اللہ یا اللہ کی شریعت ہوگی  
اللہ تعالیٰ جن میں سے ہیں کہ ان لوگوں کے حق میں سفارش کی اجازت دیں گے۔ وہ  
سفارش طلبہ ہوگی اور ہر وہی لوگ جو اس کے جو کفر و شرک کے باوجود اور بعد از قریب  
پہنچا ہوں گے۔ اگر ان کے اعمال میں کوئی بھی ہوگی۔ تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اجازت  
فصوصاً قائم الہیہ میں اللہ تعالیٰ و علم۔ تسمیہ۔ صحت میں اور کامل الامان لوگوں کو  
اجازت دیں گے اور وہ لوگ جن کے حق میں سفارش کر رہے گے۔ فخریہ توجہ کا  
بہ نسبت باطل واضح ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی رَسُوْلِكَ الَّذِیْ لَا یَسْفِیْ اَمْرٌ کَی  
کر کے نصیحت نہیں چڑھائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہر جہ سے جہ و برت ہے  
اور اس کے سوا کوئی حاسق اور منافق بھی نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی کفر کو ترک کرے  
اس کی توبہ کرے۔ یہ نہ ہو گا۔

[illegible]

ہے اور ان کے ساتھ اوپر چڑھتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی حکم نافذ کرنا ہے تو وہ نافذ ہو جاتا ہے اور پھر ہزار سال تک ان پر علامہ کہہ جاتا ہے اور اس کے نتائج بکاہد ہو کر ان پر چڑھتے ہیں اور پھر دوسرے حکم نافذ ہوتا ہے۔ یہ مضمون دوسرے مقام پر بھی آتا ہے۔ **وَإِنَّ يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّن دُونِ النَّارِ** (الحجہ ۴۰) تمہارے پروردگار کے ہاں کا ایک دن تمہاری گنتی کے حساب سے ایک ہزار سال کا ہوگا۔

شاہ عبدالغفور دہلوی فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے امور اور انتظامات سے متعلق حکم عرش سے جاری ہوتا ہے۔ پھر وہ نیچے کی طرف آتا ہے تو تمام صبیحہ منویٰ، ظاہری اور باطنی اسباب جمع ہو کر اس حکم کی تعمیل میں لگ جاتے ہیں اللہ کی مشیت اور حکمت کے مطابق وہ حکم طویل مدت تک نافذ رہتا ہے اور اس کے بعد اسے واپس لے لیا جاتا ہے اور دوسرے حکم جاری کر دیا جاتا ہے۔ اس کی مثال پیغمبروں کی بعثت ہے۔ اللہ کے علیل القدر پیغمبروں کی تعلیم کا اثر قرون تک رہتا ہے۔ اس طرح بڑی بڑی قوموں اور نسروں کی تعلیمی سینکڑوں اور ہزاروں سال تک چلتی رہی۔ غرضیکہ فرمایا کہ اس دنیا کا ایک ہزار سال اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک دن کے برابر ہے۔

دوسرے مقام پر ایک دن کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر بھی بتائی گئی ہے **تَعْرِجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ** (المعارج ۴۰) فرشتے اور جبرائیل امین ایک دن میں اوپر چڑھتے ہیں اور اس دن کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ اس سے قیامت کا دن مراد ہے کہ اس کی طوالت یہاں کے پچاس ہزار سال کے برابر ہو گئی۔ گنہگاروں کے لیے یہ دن اگرچہ اتنا طویل ہوگا۔ مگر اہل ایمان پر یہ عرصہ طویل کر

ملے گا۔ تاہم نہ چار سو اسی سو کے دن کی مقدار ایک ہزار سال کے برابر بتائی گئی  
 ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ایک سیکنڈ ہمارے ہمارے ہزار سال کے برابر، قدر العمل وقت  
 ہے۔ چہر جب اس کے نشانجہ برگہ ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کوئی دوسری سکیم  
 مانڈ کر دیتے ہیں، تو ان کو غلوں کی ترقی وہ امن کے وقت اسی طریقے سے پیدا  
 ہوتے ہیں۔ بعض فرہیں اور کاس عمر سے دراز تک پہنچتے ہیں، بعض پہنچتے  
 ہیں، پھر کرنی آئی، جس میں آ آتے کہ ان پر زوال آجاتا ہے اور کوئی دوسری قوم  
 ایک ترقی کی منازل طے کرتے نکلتے ہیں۔ عرصہ دراز کو پہلے اس طرح چلتا

رہتا ہے۔

ذَٰلِكَ عَلَّمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ⑥  
 الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ  
 الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ⑦ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ  
 سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ⑧ ثُمَّ  
 سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ  
 السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا  
 تَشْكُرُونَ ⑨ وَقَالُوا ۖ إِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ  
 عَرَانَا لَنَلْقَىٰ خَلْقًا جَدِيدَهُ بَلْ هُمْ بِلِقَائِ  
 رَبِّهِمْ كَافِرُونَ ⑩ قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ  
 الْمَوْتِ الَّذِي وُضِعَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ  
 تُرْجَعُونَ ⑪

ترجمہ: بدوہی ہے جاننے والا پرشیدہ بات اور  
 کھلی بات کر۔ کمال قدرت کا مالک اور نہایت رحم  
 کرنے والا ⑥ وہ جس نے اچھا کیا، ہے ہر ایک  
 چیز کو جس کو اُس نے پیدا کیا ہے۔ اور شروع کی  
 ہے اُس نے انسان کی پیدائش مٹی سے ⑦ پھر بنایا  
 ہے اُس کی نسل کو ایک حقیر پانی سے پھڑ سے ⑧



پھر ہلکا کیا اُس کو اور پھر نئی اس میں اپنی طرف سے  
دور اور ہلکے اُس نے تھامے بیسے کان، انھیں اور  
ولی بہت ضرور تھکوا کر گئے۔ ۹ اور کہ ان لوگوں  
نے کہ میں وقت ہماری جانب گئے زمین میں کیا  
ہم نئی پیدائش میں پیدا کیے جانیں گے؛ بلکہ ہر کوئی  
اپنے رب کی طاقت سے نضر کوئے ملے ہیں ۱۰ وہ  
پھر آپ کہ بیچنے، وفات دیتا ہے مگر موت ہم  
فرشتہ جو حاضر کیا ہے تھامے ساتھ پھر تھپنے  
پر وہ گار کی طرف لڑنے باز ہے ۱۱

پسے سو کہ ابتداء میں قرآن کریم کی معانیست اور ہدایت کا ذکر ہوا، اور  
اس کے بعد رسالت کا، پھر قرآن کے نزول کی غرض و مہمت بیان ہوئی، اور  
آپ پر لوگوں اس سے ہدایت پائیں، پھر اشرع خدائی کی توبہ اور اس کی صفات  
کا بیان ہو کر ہوا، خدا تعالیٰ کی ذات و صفات جس نے آسمان و زمین اور ان کے  
دریان و اسی پیروں کو پیدا کیے و بنائے ہیں، پھر وہ عرش پر مستوی  
ہوا، اس کے سوا صفات بیان کی گئی تھیں اور وہ جہاں میں ہوگا، پھر قرآن  
کیوں نہیں حاصل کرتے؛ پھر اشرع خدائی آسمان کی بنیادوں سے کر  
نہیں کی سب سے بڑی نمبر چہ نہ کہ ہرگز نہ ہے۔ پھر اس تہہ کے نیچے  
ایک دن میں ممکن طرف چڑھتے ہیں اور ایک دن کہ خدا ہوں کے  
ایک ہزار سال کے برابر ہے، وہ تہہ اشرع خدائی ہو کر رہا ہے اور یہ کام  
اُس سے کسی دوسری ذات کے پہونچنے کی بعض دوسری معانیست  
کی طرح نہ ہرگز خدا تعالیٰ کی صفات میں شامل ہے۔

اشرع خدائی  
کی ہدایت  
میں

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں کہ اشرع خدائی کی  
لے جو اشرع ہدایت ہے (فیاض)

صفات کی نسبت جب اس جہان کی تخلیق کی طرف کیا جاتی ہے تو یکے بعد دیگرے اُس کی چار صفاتِ مختصہ کا ظہور ہوتا ہے۔ اس کی پہلی صفت ابداع یا فطر ہے۔ قرآن میں اس صفت کا ذکر جگہ جگہ آتا ہے بِدِیْعِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (البقرہ ۱۱۶) فَاحْلِلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (فاطر ۱) وہ خدا تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا پیدا کنندہ ہے۔ بدیع یا فاطر ایسی تخلیق کر سکتے ہیں جو بغیر کسی مادے، آئے یا نمونے کے کی گئی ہو۔ آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے نہ کوئی اس کے لیے مادہ تیار کیا گیا۔ نہ اُن کو بنانے کے لیے کسی شینری یا ایسبر کی ضرورت پڑی اور نہ ہی پہلے سے کوئی سمپل موجود تھے جس کی نقل کی گئی ہو، تو گویا آسمان و زمین کی تخلیق کے ضمن میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی صفتِ بدیع نے کام کیا۔

اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کی دوسری صفت خلق ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی چیز کسی دوسرے مادے سے تیار کی جائے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر مادے کے پیدا نہیں کیا بلکہ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ (آل عمران - ۵۹)۔ اللہ نے اُن کو مٹی کے مادے سے پیدا کیا، مطلب یہ کہ مٹی یا زمین کی تخلیق صفتِ ابداع کے مطابق بغیر مادے کے ہوئی تھی۔ اب آدم علیہ السلام کی تخلیق اس مٹی کے مادے سے ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی تیسری صفت تدبیر ہے، کسی چیز کا گھٹانا، بڑھانا، صحت، بیماری، ترقی و تنزل، زندہ کرنا، مارنا، غرضیکہ تمام تغیرات و تصرفات اللہ کی صفتِ تدبیر کے تحت انجام پاتے ہیں۔ یہ ساری تدبیر بھی اللہ تعالیٰ خود کر رہے ہیں اور یہ کام بھی اُس نے کسی دوسری ہستی کے سپرد نہیں کیا۔

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی چوتھی صفت تدلی ہے۔ جب انسان کی تخلیق ہوتی ہے تو اس کے قلب پر براہِ راست اللہ تعالیٰ کی تجلی کا عکس پڑتا ہے، اسی کو تدلی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس دنیا میں چونکہ لوگ حجابِ مادیت، حجابِ رسم و رواج یا حجابِ سوادِ معرفت میں مبتلا رہتے ہیں۔ اس لیے

باں سے ٹھیک کر کھینچ لیں گے۔ البتہ اگلے دن میں اس کی کمر کر دینے میں چھٹی  
 کر جائے گی۔ جب انسان کی موجودہ زندگی ختم ہو جائے گی۔ اس کا یہ ادنیٰ ذوق اور  
 جلتے ہوئے اور اندر سے اسی انسان کا جو ہو جائے گا اور اس وقت اس کی جگہ کو بہت  
 چل جائے گا۔ یہ نہیں چرتے اور اسے آتی ہے اس لیے اس کی کشش میں لپٹی ہوئی کی طرف  
 ہوتی ہے یہی کشش انسان کو عالم الہی و اللہ تعالیٰ کی طرف کشش دیتی ہے  
 مگر جس سے خود ہم انسان کی طرف کشش دیتی ہے مگر اس کے وہاں اور اس کے والی  
 کشش میں زبردست کشش آتی ہوگی جس کی وجہ سے انسان کی بڑی کمزوری ہوتی ہے  
 کہ اس کے اس کے اندر سے کشش آتی ہے کہ اس کے اندر سے کشش آتی ہے کہ اس کے اندر سے کشش آتی ہے  
 کے عالم الغیب کہنے کا ذکر ہو رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے **ذَٰلِكَ جَنَّاتُ**  
**الْعُقْبٰی وَالْاُشْجٰہِ اَنْۢحٰسِیۡ ذٰلِکَ جَنَّاتُ اَوْقَافٍ** اور ظاہر ہر چیز کو جانتی ہے  
 ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اور ہر انسان میں آیت ہے۔ لہذا اس سے کوئی  
 چیز چھپ سکتی نہیں ہے۔ فراس کے غیب کو جانتے ہے کہ اس کو ہے ہر چیز کو  
 فراتے ہیں کہ اس غیب سے وہ چیز مراد ہے جو مخلوق کی نگاہ سے غیب ہے  
 بلکہ اللہ کے لگا رہے۔ اللہ تعالیٰ کا قیام واضح ارشاد ہے **وَمَا یَسْتَفِیۡذِبُ عَنْ**  
**رَبِّکَ مِنْ شَیْءٍ وَّیَسْتَفِیۡذِبُ عَنْ رَّبِّ اَیُّ شَیْءٍ اَنْۢحٰسِیۡ** (۱۱)  
 تیرے پروردگار سے تو ارض و سما میں ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی چیز نکلے نہیں  
 ہے۔ جو سماں پر خدا تعالیٰ کے لیے غیب کا حفظ اضافت کے بعد ہر استعمال  
 ہر اسے سب کے مخلوق کے اعتبار سے جو چیز غائب یا ماحوس ہے اللہ تعالیٰ سب  
 کو جانتا ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ اللہ تعالیٰ کا ہر قدرت کو ایک اور اللہ تعالیٰ  
 نہایت ہم کرنے والا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہے کہ اس سے  
 انبیا کو صحت دیا۔ اس میں نازل فرمائیں اور اس طرح تو ان کے لیے ثابت کہ  
 مافان مہاں کہ اور ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کے ذریعے ایک جانتے پروردگار نازل  
 فرما کر ہر چیز کا کائنات کے لیے اور ہر عملی حیات کا انتظام فرما دیا۔

غائب  
 و شہادت

آگے اللہ تعالیٰ کی ایک اور صفت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ جس نے اپنی پیدا کردہ ہر چیز کو خوب بنایا ہے۔ اللہ کریم نے ہر شے کو ایسی کمال حکمت اور کمال مصلحت سے تخلیق کیا ہے کہ اس سے بہتر تخلیق ممکن ہی نہیں۔ امام غزالی کا قول بھی ہے کہ کائنات میں خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں سے بہتر تخلیق ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں درخت، پتھر، چرند، پرند، پھل اور پھول وغیرہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کے شاہکار ہیں۔ خاص طور پر انسان کے متعلق فرمایا، لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (التین۔ ۴) ہم نے انسان کو بہترین سرشت میں پیدا کیا۔ انسان کی ظاہری شکل و صورت اس کا قدر، رنگت، بال، کھال، ہاتھ، پاؤں، حواس ظاہرہ اور باطنہ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے ہر عضو کو کمال درجے کا بنایا ہے اور اس میں ضرورت کی ہر خوبی جمع کر دی ہے پھر فرمایا وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ اور انسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے کی۔ انسان میں تمام تر خوبیوں کے باوجود اس کی اصل مٹی ہے جس سے آدم علیہ السلام کا پتلا تیار ہوا۔ اللہ کا فرمان ہے خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ (آل عمران۔ ۵۹) اللہ نے آدم علیہ السلام کو مٹی کے مادے سے تخلیق فرمایا۔ الغرض! اولین انسان کی تخلیق مٹی سے کرنے کے بعد ثُمَّ جَعَلْ نَسْلَهُ مِنْ سُُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ اس کی نسل کو ایک حقیر قطرہ آب کے غلام سے چلایا۔ اب نسل انسانی قطرہ آب سے چل رہی ہے۔ یہ قطرہ عذبت کے رحم میں پہنچ کر بچے کی پیدائش کا ذریعہ بنتا ہے اور اس طرح نسل انسانی کا سلسلہ چل رہا ہے۔

فرمایا ثُمَّ سَوَّاهُ پھر رحم مادر میں بچے کے اعضاء و جوارح کو درست کیا۔ ہر عضو کو اپنے ٹھکانے پر رکھا، اس میں حواس ظاہرہ اور باطنہ پیدا کیے جب ثُمَّ أَنْفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِي تر پھر اس میں اپنی

طرف سے درج ہو گا۔ وہی لفظ رُفْعٌ ہے، اُصْلُہٗ طَبِیْعٌ ہے۔ اِطْلَہٗ  
اس کا اصل چاند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ سے ہم سے درج میرا کس دہی، اسی دہی  
اللہ تعالیٰ تو رہا ثابت ہے بالکل ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی طرف  
سے اس میں درج چھوڑ دیا جس کو جبرائیل کے نتیجہ میں ان کی تخلیق ہوئی۔

درج الہی ایک نہایت ہی لطیف چیز ہے جو عمل کے بعد چرتے بھٹتے  
میں درج کر دیا ہے۔ اگر انسان میں داخل ہوئی ہے۔ دراصل درج جن چیزوں  
کا مرکب ہے۔ پہلی چیز نعمت ہے۔ چھپا ہوا میں ان کی لطافت کی صورت میں انھیں  
برتا ہے۔ پھر اس کا نور نظر آتا ہے۔ پھر اس کے اعضا، وجہات، نیابت  
ہیں۔ غرض پہا ہوتا ہے اور یہ کس ان کی فہم میں ایک لطیف کتاب کا نام ہے  
جو خون کے ذریعے پرکھے جسم میں پہلے پہلے ہے۔

درج کا دوسرا اخص، طہار اور غلبہ، درج الہی کا ہے جو ان کے ساتھ  
آکر مل جاتا ہے۔ یہ فیض پیرا پہل کر درج فیض ہے۔ یہ درج چوٹ، درج  
جہان سے آتی ہے اور جہان میں کچھ ٹھہر جاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے  
اس کو اپنی طرف منسوب کیا ہے، اور ہم نے ترجمہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے  
اپنی طرف سے اس میں درج پھینکا۔

کون اور دل

ہے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر ہو رہا ہے، جس نے ان کو جو درج  
سے مخلوق کیا، پھر اس کی نسل نسل سے بدلتے، پھر اس کو ہر کوئی اور اس میں  
اپنی طرف سے درج چھوڑا، وَجَعَلَ لَكُمُ الْمَتَاعَ دُونَ ذَلِكَ  
وَأَرْسَلْنَا قُرْآنًا مَّعَ الْمَاءِ، انھیں اور بدل جائے، گان اور انھیں  
انسان کے لیے ذرائع علم اور بہت بڑی نعمت ہیں، کاروں سے ان کو اور انھیں  
سے رکھ کر نکالے گئے جاتے ہیں، انسان کے ہونے کا انھیں ہمیں بہت بڑا  
سہ ہے، جو شخص سننے سے مادی ہو جائے وہ کوئی لفظ لڑھی نہیں کہتا، جب تک  
وہ سنے گا نہیں کہنے گا نہیں اور جب تک کہ نہیں کہے گا نہیں، چل جاتا نہیں کہے گا۔

اسی طرح دل بھی انسان کے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ مرکز شعور ہے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اور محبت و نفرت کے جذبات دل میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان تین چیزوں کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ نے انسان کو حواس خمسہ کی نعمت عطا فرمائی ہے جن کے ذریعہ انسان سنتے اور دیکھنے کے علاوہ سونگھتا ہے، چکھتا ہے اور ٹوٹتا ہے۔ فرمایا اتنی عظیم نعمتیں حاصل کرنے کے باوجود قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ تم میں سے بہت تھوڑے لوگ ہیں جو اپنے خالق اور مالک کا شکر یہ ادا کرتے ہیں۔ ان اعضاءِ ربیہ کا شکر یہ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان کانوں کے ساتھ اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرمودات اور دوسری اچھی باتیں سنے۔ اپنے کاروبار، صنعت و حرفت اور فن کو سیکھنے کے لیے استعمال کر کے حلال روزی کا بندوبست کرے۔ اسی طرح آنکھوں کے ساتھ قرآن پاک کی زیارت اور اس کی تلاوت کرے دیگر کتب و مینیہ کا مطالعہ کرے۔ نشاناتِ قدرت کو دیکھ کر اس کی تعریف و توصیف کے کلمات زبان پر لائے اور اُن سے عبرت حاصل کرے۔ اللہ کی عطا کردہ نگاہ کسی غلط مقام پر نہ ڈالے اور نہ کانوں کے ذریعے حرام باتوں کو نہ سنے۔ اسی طرح دل کا شکر یہ یہ ہے کہ وہ اس کے ذریعے غور و فکر کر کے اللہ کی وحدانیت کو پہچانے اور اس میں بڑے دما دیں اور غلط ارادوں کو داخل نہ کرنے دے۔ فرمایا تم میں سے بہت تھوڑے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرتے ہیں کفار و مشرکین بعث بعد الموت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ بلکہ اس بعث بعد الموت ضمن میں طرح طرح کے اعتراضات کرنے لگے تھے وَقَالُوا إِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ مَرَضٍ کتے تھے کہ کیا جب ہم بوسیدہ ہو کر مٹی میں رل جائیں گے اور ہمارے ذرات منتشر ہو جائیں گے عَرَاتْنَا لِفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ تو کیا ہم پھر نیا پیدائش میں پیدا کئے جائیں گے؟ جب کوئی انسان مر جاتا ہے تو اس کو زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد اس کا جسم حتیٰ کہ ہڈیاں بھی گل

شرعاً ہی ہیں۔ ان چہروں کا مشاہدہ کس کے لگاؤ و شہرت کی کتنے ہیچ کہ ۲۰ تا ۳۰ بار بار جانے کے بعد ہم دوا کے لئے نذر پہنچائیں گے؟ اللہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ان کا یہ اعتراض محض اس لیے ہے کہ یہ سب اللہ بیلوئی نہ ہو۔ لیکن کچھ لوگ کہیں کہ یہ لوگ اپنے پورے لوگوں کی حقیقت کے لئے ہیں۔ دوا دہی نہ ہو۔ متعدد ہی یہ کہہ کر انسان کے جان میں نذر دہی کے لئے اللہ تعالیٰ کے لئے پیش ہو اور اس نذر دہی کے لئے دوا اعمال کا سبب کتاب میں اور چہروں کے نیچے یہ چیز اسرار کو قبول کئے بغیر لوگ چوتھو اپنی جگہ دوا دہی کے لئے سے نذر کر قبول کرنے کے لیے تیار نہیں اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کا ہی انکار کرتے ہیں کہ نہ دوا دہی نہ ہو کر خدا کے سامنے پیش ہوں گے۔ ذرا سبب کتاب کی نذر دہی کے لئے اور دوا دہی کا مسئلہ ہوا ہو گا۔ اٹھوئے دوسری جگہ فرمایا کہ لوگ تو اپنے اس نرم و نازک جسم کی دوا دہی کا انکار کرتے ہیں لیکن خود سبحان و اوحید بیدار رہی اس لئے کہ ۵۰۰ سالے پیغمبر! آپ ان کے گرد ہوں کہ اگر ہم پیغمبر کو سب سے بہتر چیز ہی بن جائے تب بھی اللہ تعالیٰ تم کو نہ دے اور تم نے اپنے سامنے لاکھ دیکھ کر نہ کہ تمہاری ان باریکیوں کے ساتھ فرمایا کہ تمہاری تعلق رہا ہے بلکہ سب سے بہتر چیز ہی تو ایسی کہ تمہاری باریکیوں سے بہتر میں بھی تبدیل ہو جائے۔ تو پیغمبر کو دوا دہی نہ دہی کی جگہ اور سبب کتاب بن جائے گا۔

انسان کی  
علاقہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی موت اور ولایت اور شام پر اسے فکری طور پر حکم ملے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی! ان سے کہہ دو کہ موت اور فرشتوں کی ولایت دہا ہے۔ ہر تمہارے ساتھ مقرر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو زندگی عطا کرتا ہے اور اس پر عز و اجل عطا کرتا ہے۔ نہ پہلے اس پر موت ہی عطا کر دیتا ہے۔ پھر فرشتہ انسان کے چاہے مقرر فرشتوں میں سے ایک ہے۔ اس کے ساتھ ان کا عمل ہو اسے

جو تمام کائنات کے انسانوں اور دیگر جانداروں کی رو میں قبض کرنے پر مامور ہے سورۃ الانعام میں ہے حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا (آیت - ۶۱) جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اُس کی جان کو قبض کر لیتے ہیں۔ مفسرین کرام اُس کی تشریح اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب کسی کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے تو عزرائیل علیہ السلام کے ساتھی فرشتے متعلقہ شخص کی جان کو اس کے جسم حتیٰ کہ اس کے ناخول اور بالوں سے سمیٹ لیتے ہیں۔ فَكُلُوْا لَا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلُوْمَ (الواقعة - ۸۳) حتیٰ کہ جب وہ بالکل حلق میں آجاتی ہے تو ملک الموت اُس کو لے لیتا ہے اور پھر وہ اس کو آگے لے جاتے ہیں۔

حدیث میں ایک انصاری صحابیؓ کا واقعہ آتا ہے حضور علیہ السلام اس کی نزع کی حالت میں اُس کے پاس گئے۔ وہاں ملک الموت موجود تھے۔ آپ نے اُس سے فرمایا۔ اے ملک الموت! میرے صحابی کے ساتھ جان کنی میں نزعی اختیار کرو۔ اس نے جواب دیا، اے محمد! خدا کی قسم میں تو ہر مومن کے ساتھ نزعی کا سلوک کرتا ہوں میں تو اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہوں اور اس کے حکم کی تعمیل میں تلاش کرتا رہتا ہوں کہ کس شخص کی جان کو کس وقت اور کس مقام پر قبض کرنا ہے حقیقت یہ ہے کہ میں ایک مجھڑ کی جان بھی اپنے ارادے اور قدرت سے نہیں نکالتا میں تو صرف خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ مجھے بھی عین وقت پر ہی بتلایا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی جان فلاں، وقت اور فلاں مقام پر قبض کرنی ہے۔ بہر حال فرمایا کہ ملک الموت مقرر ہے جو تمہاری جانوں کو قبض کر لیتا ہے۔

فرمایا جب کسی شخص کی روح قبض کر لی جاتی ہے تَعْرِفُهَا رَبِّكَ

بجز وقت



یہ جو مخلوق پھر فرما رہا ہے اپنے بعد کو، کی طبع ہی ٹرانس ہائیں گے، میرے کے بعد  
ان دن عالم برزخ میں داخل ہو جائے گا۔ اللہ کے غضب بندوں کی بدن خلقیہ اور فساد  
میں پہنچ جائیگا ہے، اور اس کا تعلق قبر میں خود جو ہم کے ساتھ بھی رہا ہے، یہ نہیں  
دلتے وہاں اللہ کا حکم ہوتا ہے وہاں رہتی ہے، عالم برزخ میں خود اور سرکار اعلیٰ  
میں ہوتا ہے، یہاں ہے کیا کہ اصل سنت کا مذہب قبر کے عین میں ہوسکتا ہے، مخالف ہے  
اس کے بعد حضرت کا بنسیر جان غلام کو، وہاں یہ مادی جسم نہیں قائم ہوتا، اعمال کو  
مخلوق کے ساتھ خود ہو کر، پھر اس پر اعمال کی منزل اپنی، جزا اور سزا کے فیصلے  
ہوں گے اور پھر دانی زندگی شریعت ہو جائیگی یہ جو پہنچ جائیگا، اشیاء اللہ المستغنی  
وَمَا بَالِي الْمُسْتَفْضَى پھر اس کو کوئی شخص نیست میں چلا جائے گا، یا جزا کا ایندھن میں  
جائے گا، جزا کے عمل کا کوئی جی ممکنہ انسان انکار نہیں کر سکتا، البتہ مشرک کا ظفر  
اور ادا کی لوگ ہی اس کو عید خالی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہم پر یہ مٹی  
کے ساتھ مٹی ہو جائیگی کے جو پھر کچے جی اٹھیں گے، اللہ نے فرمایا کہ جب  
دست آئے گا تو ان کے جسم سے مٹی میں عشرت قائم ذات پھر اٹھیں گے جو جانی گے  
کہ ان میں سے جو آدمی کوئی کے ساتھ زندہ ہو کر سامنے نظر آجائے گا، اللہ تعالیٰ  
کمال قدرت کا دلکھ ہے، جس نے ان کی کوئی دلچسپی یا فساد اس کے  
لیے دوبارہ پیدا کرنا کمال ملاحظہ کا مہر ہے۔

اتل مکاتیب ۶

السجدة ۳۲

درس سوئم ۳

آیت ۱۲ تا ۱۶

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمَجْرُمُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ  
عِندَ رَبِّهِمْ لَرَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا  
نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ شِئْنَا  
لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًىٰ وَلَكِنْ حَقَّ  
الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْإِنْسِ  
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۳﴾ فَذُوقُوا بِمَا لَسَيْتُمْ  
لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا إِنَّا نَسِيتُكُمْ وَذُوقُوا  
عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾  
إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا بِهَا  
خَسِرُوا سُبُحًا وَسَجَدُوا لِحَمْدِ رَبِّهِمْ  
وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۱۵﴾ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ  
عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا  
وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ :- اور اگر آپ دیکھیں اس حالت کو جب  
کہ مجرم لوگ اپنے سر نیچے کیے ہوئے ہوں گے  
اپنے پردہ نگار کے سامنے (اور کہیں گے) اے ہمارے

پروہر دگر! ہم نے دیکھ لیا اور سنا لیا۔ پس لڑا ہمیں کار  
ہم اچھا مسل کر سکیں۔ جنگ ہم بعضی نے  
لڑے ہیں (۱۲) اور اگر ہم پہاڑ پر سے لڑیں  
کر اُس کی طاقت، لیکن حق ہست سیری طاقت سے یہ  
ہے کہ میں حضور مہر دوں گا، نبیہر کہ جنوں اور ان لوں  
سب سے (۱۳) پس راضی کو کہا جائے گا، چکھو اس  
جہنم کہ تم نے ظاہر کر دیا تھا اس دن کی طاقت  
کر۔ جنگ آج جو نے تمہیں فراوانی کھ دیا ہے، اور  
چکھو جہنم کا عذاب اس کے ہے میں جو کچھ تم  
عمل کی کرتے (۱۴) جنگ ایمان لاتے ہیں ہماری انہوں  
پر وہ لوگ کہ حسب اُن کو وہ یاد دلائی جاتی ہیں کہ  
حجہ وہ ہو جاتے ہیں اور نصیب بیان کہنے ہیں اپنے  
پروہر دگر، کہ تعریف کے ساتھ، اور وہ جہنم نہیں کہتے (۱۵)  
جہاں رہتی ہیں اُن کی گزشتیں اپنے بستر سے، پکارہے  
ہیں اپنے پروہر دگر کہ اُن نے ہوسے اور امید کرتے  
ہوسے، اور جو کچھ ہم نے اُن کو ملانی دی ہے اُس  
میں سے خرقہ کرتے جہنم میں (۱۶)

یہاں آج

اس سورۃ مبارکہ میں قرآن کریم کی شانیت و عاقبت کا تذکرہ ہوا، فوج  
کے حتمی اور نقصان دہ نتائج بیان کئے گئے، بہالت کا بیان ہوا، اور ساتھ ساتھ  
قیامت اور جہنم کے اعلان کا تذکرہ ہوا، پھر نصیب انسان کا تذکرہ ہوا، امید  
اور ناامید گزاری کا تذکرہ ہوا۔ پھر قرآن قیامت کے تعلق کا تذکرہ کیا، پھر جہنم  
کے تذکرہ کا ذکر ہوا، اور وہ کہتے ہیں کہ جب ہم کر سکیں یہ سب لڑ جائیں گے  
فوج مبارکہ، دوبارہ زندہ ہوا کیسے ممکن ہوگا؟ اللہ نے فرمایا کہ اصل یہ لوگ

اللہ تعالیٰ سے علامات کا انکار کرنے والے ہیں۔ زمین میں اختصار کے ساتھ پیغمبر علیہ السلام کو خطاب کیا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ تمہاری جانوں کو ملک الموت قبض کرتے ہیں، پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹے جاؤ گے جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پہلی دفعہ پیدا فرمایا تو اب دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے کیسے مشکل ہو سکتا ہے۔ اس کا فیصلہ ہے کہ وہ سب کو ضرور زندہ کر کے اپنے سامنے لا کھڑا کرے گا، اور پھر حساب کتاب اور جزائے عمل کی منزل آئے گی۔

اب اللہ تعالیٰ نے نوح بن قیامت کی دوبارہ زندگی کا کچھ حال بیان فرمایا ہے۔ آج قریہ لوگ اس چیز کو ناممکن خیال کرتے ہیں مگر قیامت والے دن جب یہ فی الواقعہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے تو ان کی پشیمانی قابلِ دید ہو گی۔ فرمایا وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ الْمُنْجِبُونَ فَاكْسُوْا رُءُوسِهِمْ مِنْ عَذَابٍ رَّحِمْنَا وَاُذِرْنَا وَكُنْتُمْ لِلْمُنْجِبِينَ غَافِلِينَ اور اگر آپ دیکھیں ان مجرموں کو جب کہ وہ اپنے پروردگار کے سامنے میرٹھوں حاضر ہوں گے، تو زلزلت اور زلزلت کے ساتھ عرض کریں گے رَبَّنَا اَنْقِصْنَا مِنْ عَذَابِكَ اَمْرًا نَّحْمِلُ مِنْهُ نِصْفًا ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا وَ سَمِعْنَا اور اپنے کانوں سے سُن لیا۔ اب ہم یقین آچکا ہے کہ جس چیز کو ہم بعید خیال کرتے تھے۔ وہ ہمارے سامنے ہے۔ لہذا اب ہماری درخواست یہ ہے۔

فَاَرْجِعْنَا فَعَمَلُكَ صَالِحًا کہ ہمیں دنیا میں واپس پھیر دے۔ اب کی دفعہ ہم نیک اعمال انجام دیں گے۔ اِنَّا مُوقِنُونَ بیشک ہم یقین آگیا ہے کہ تیرا وعدہ برحق ہے۔ تو نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے جو جو پیغام بھیجے۔ وہ درست ثابت ہوئے ہیں۔ اب ہم پڑے عقائد و اعمال کو ترک کر کے اچھے عقائد و اعمال اختیار کریں گے۔ سَمِعْنَا الشُّعْرَاءَ مِنْ قَبْلِكَ اَنْ اَنْتَ اَنْتَ اَنْتَ لَسَاكِرَةٌ فَتَكُوْنُ مِنَ السَّوْءِ مِمَّنْ (آیت ۱۰۲) اگر ہم دنیا میں واپس جانے کا ایک موقع مل جائے تو ہم وقوع قیامت اور جزائے عمل پر ایمان لے آئیں گے۔ تیرے انبیاء اور کتابوں کو تسلیم کر لیں گے اور نہایت

دنیا میں پروا  
آمد کی خواہش



اُس کی اپنی پسند آپس پر ہے

فرمایا اگر ہم چاہتے آسب کو راہِ راست پر لے گئے وَلٰكِنْ حَقَّ

الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

اجمعین منگھیری طرف سے حق بات یہ ہے کہ میں جنوں اور انسانوں میں سے

جنم کو بھر دوں گا۔ جنوں اور انسانوں میں سے جو بھی کفر و شرک اور معاصی کے راستے

پر چلے گا، سب کو جہنم رسید کروں گا۔ جب شیطان نے اللہ کے بندوں کو گمراہ

کرنے کی قسم اٹھائی تھی تو اللہ نے اُس کے بارے میں بھی یہی الفاظ استعمال

کیے تھے لٰكِنْ جَهَنَّمَ مَلُؤَتْ وَ مِمَّنْ يَتَّبِعُكَ مِنْهُمْ

اجمعین حصہ - ۱۸۵ میں تجھے اور تیرے پیروکاروں سے جہنم کو بھر دوں گا۔

مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہے۔

جنگی کا  
عذاب

فرمایا اب تمہاری دنیا میں واپسی کی خواہش بھری نہیں ہو سکتی، اب تو صرف

دنیا کی زندگی کا بدلہ ملنے والا ہے۔ قَدْ وَقَفُوا عَلَىٰ مَا نَسَبْتُمْ لِقَائِهِ يَوْئِلُومٍ

ہذا آپس اب عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے کہ تم نے آج کے دن کی ملاقات

کو فراموش کر دیا تھا۔ اُس وقت تو کہتے تھے کہ نہ کوئی قیامت ہے نہ حساب

کتاب کی منزل اور نہ ہی جزائے عمل۔ دراصل فراموش شدہ چیز کا تذکرہ نہیں کیا جاتا

بلکہ اس کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے مطلب یہی ہے کہ تم نے دنیا کی زندگی میں رہ کر

آخرت کی زندگی کو نظر انداز کر دیا۔ لہذا اب اس کا مزہ چکھو اِنَّا نَسِيتُكُمْ

آج ہم بھی تمہیں نظر انداز کر دیں گے۔ آج تمہاری کوئی درخواست قبول نہیں کریں

گئے بلکہ اپنی رحمت سے دور کر دیں گے اب تمہارے ساتھ ہی سلوک ہونے

والا ہے وَ قَدْ وَقَفُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ اب

اپنے اعمال کی پاداش میں ہمیشہ کا عذاب چکھو۔ عقیدہ بھی ایک عالمی چیز ہے

یسے انسان اپنے ذہن و قلب اور روح میں جمالیاتا ہے۔ پھر جب یہ عقیدہ ہی

باطل ہو جائے، انسان کفر و شرک کو اپنے آپ پر حاوی کر لے تو اس کی سزا



اور اگر مجلس کی تبدیلی کے بعد دوبارہ یہی آیت پڑھی جاسی گئی تو دوبارہ سجدہ کرنا لازم ہو جائے گا۔

فرمایا ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے لوگ آیت کو سن کر سجدہ ریز ہو جائے  
ہیں، اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید بیان کرتے ہیں وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ  
اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ تکبر بہت بڑی خصلت ہے، جو انسان کو گمراہی کی  
طرف لے جاتی ہے۔ شیطان تکبر ہی کی وجہ سے مردود و مفسر۔ بزرگان دین فرماتے  
ہیں کہ دیگر قباحتوں کی نسبت تکبر کو دل سے نکالنا زیادہ مشکل ہے۔ چنانچہ بیعت  
سہمۃ انسان کی تربیت اور اصلاح ہے۔ بعض رسومات از قسم عرس، قوالی  
وغیرہ کو ایمان و جمعیت کا مقصد نہیں ہے۔ مرشد کا کام تو یہ ہے کہ وہ اپنے مرید  
کی اس طرح تربیت کرے کہ اس کی تمام بُری خصلتیں دور ہو کر اچھی خصلتیں پیدا  
ہو جائیں۔ حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ بہت بڑے بزرگ، عالم دین،  
مفتی اور پیر بھی تھے۔ سلوک کے موضوع پر آپ کی کتاب "تربیت اس کلمہ"  
وغیرہ پڑھیں۔ آپ کے مرید مخلوط کے ذریعے اپنے اشکال پیش کرتے  
تھے اور آپ ہر اشکال کا علاج تجویز فرماتے تھے اور واضح کرتے تھے کہ فلاں  
خصلت کو اس طرح دور کرنا ہے اور اس کے مقابل میں فلاں عمل کرنا ہے۔  
آپ سے قدیم اور جدید تعلیم یافتہ ہر قسم کے لوگوں نے اصلاح کا مسئلہ قائم کیا اور  
درجہ کمال تک پہنچے۔ ابھی حال میں مولوی کے ڈاکٹر عبدالحی فریت برائے ہیں  
آپ علی گڑھ کے تعلیم یافتہ تھے اور وکیل تھے۔ انہوں نے حضرت تھانویؒ  
سے بیعت کر کے علم اور تربیت دونوں چیزیں حاصل کیں۔ اللہ تعالیٰ  
نے ان کی کایا پلٹ دی اور انہیں کمال درجے کا مرشد بنا دیا۔ بہر حال تکبر کے  
متعلق پورے بزرگ فرماتے ہیں نقل الجبال ایسبر من اخراج  
الکبر من القلوب یعنی سوئی کے ذریعے پہاڑوں کو ایک جگہ  
سے دوسری جگہ منتقل کرنا تکبر کو دلوں سے نکالنے کی نسبت آسان کام ہے



بزرگ فرماتے ہیں کہ بڑے اوصاف میں تجرک یک ایسی چیز ہے جو سب سے آخر  
 میں نکلتی ہے، تجرک ممکن انسان کا دل ہوتا ہے، کوئی علم کی وجہ سے تجرک  
 مبتلا ہو جاتا ہے، کوئی مال و دولت اور آست کی وجہ سے، کوئی حسن و جمال  
 اور فن کی وجہ سے، ہر حال تجرک بہت ہی ذرا صاف ہے، حدیث شریف  
 میں معنی علیہ السلام کا اٹھاؤ ہے لَوْ تَقَفْنَا لَإِنتَفِضَ كَعَرَّ عَنَّا لَقَدْ  
 لَمَّ أَمَانٌ وَالْوَأَكْبُ دوسرے کے ساتھ فخر نہ کیا کرو، بکھڑپا کر خدائے بری  
 طرف دھی کی ہے کہ لوگ فخر نہ کریں بکھڑپاؤں، اخلاقی اعتبار کریں، امان  
 اَلْأَقْبَدُ الْمُسْتَكْبِرُ مِنْ دَابْعَةٍ (۷۳۰) جبکہ الشرفانی تجرک کرنے  
 والوں کو مکرر پسند نہیں کرتا۔

تجربہ گرا  
 جسے

اسٹریٹ اہل ایمان کی یہ کیفیت بھی بیان فرماتی ہے لَقَدْ عَلِمْنَا لَمَّا هَمَّوْا بِمُخْرِ  
 عِزِّ الْمَسَاجِدِ لَمَّا سَكَعَ الْحَرُّ لَمَّا خِصَفَتْ رَأْسَهُ الْقَمَرُ لَمَّا جَعَلْنَا الْمُطْرُ  
 كَازِمًا كَرِيهًا لَمَّا تَوَارَ بَعْثًا لَمَّا تَوَارَ بَعْثًا لَمَّا تَوَارَ بَعْثًا لَمَّا تَوَارَ بَعْثًا  
 پروردگار کے سامنے حاضر ہو جاتے ہیں اور ہم کو گھٹنے ہیں اَبَدًا لَقَوْلٍ رَبِّهٖ  
 تَعَالٰی وَطَعْنًا لَمَّا تَوَارَ بَعْثًا لَمَّا تَوَارَ بَعْثًا لَمَّا تَوَارَ بَعْثًا لَمَّا تَوَارَ بَعْثًا  
 اس بات میں قدرے اختلاف ہے کہ درگاہ کی شازبہ جس کے غلغلہ ہوتا  
 گھیسہ کر اہل ایمان اپنے پروردگار کو کہتے تھے اور انہی کے ساتھ نکالتے ہیں۔  
 حضرت بلالؓ کی مدعا یہ ہے کہ آپؐ کو ہم لوگ غریب اور عشا کے دوہائی فرماتے  
 اور کیا کرتے تھے اور اس آیت سے یہی انداز ہے، ہم نہ بارہ قرعہ نہ  
 فرماتے تھے کہ اس سے تھوگی نماز ہوا ہے، سوسے کے بعد دوبارہ اٹھ کر نماز  
 کرنا بڑا مشقت طلب کام ہے مگر اس نماز تھو کا اجر بھی بہت زیادہ ہے

۱۲۹

۱۲۹  
 ۱۲۹  
 ۱۲۹

حضرت علیہ السلام کے بعض ارشاد سے بھی ثابت ہے کہ اس آیت کریمہ میں جس نماز کا ذکر ہے، وہ تہجد کی نماز ہے۔ آپؑ کا ارشاد مبارک ہے کہ جنت میں ایسے بہترین محلات ہوں گے کہ اندر سے باہر کا اور باہر سے اندر کا بخوبی نکلنا ہو سکے گا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، حضور! یہ محلات کن لوگوں کی قسمت میں ہوں گے؟ فرمایا جو روزہ رکھیں گے، عطر یا دوسا کین کو کھانا کھلائیں گے اور ایسے وقت میں نماز ادا کریں گے۔ **وَالَّذِينَ يَتَّبِعُوا حَتَّىٰ يَكُونُوا كَالْأَنْجَارِ** ہونے ہوں گے اور اس سے جہنم کی نماز ہی مل رہی ہے۔

اور باقی رہی یہ بات کہ اہل ایمان اپنے پروردگار کو خوف اور ایمان کے ساتھ پکڑتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ایمان میں یہ دونوں چیزیں شامل ہیں بلکہ **اَلْاِيْمَانُ بِسَيِّئِ الْمُتَّقَاتِ** والٹر حکام ایماندار آدمی کا ایمان خوف اور امید کے درمیان ہوتا ہے، اُسے خدا تعالیٰ کے جلال و عظمت اور اُس کی گرفت کا خوف ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے جلیل القدر انبیاء بھی اُس کے خوف سے لرزتے ہیں، اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا **تَقْنِيَنِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ** (الشعراء: ۸۲) پروردگار! فیاضت ملے دن میری لغزشوں کو معاف فرما دینا، کہیں میری گرفت نہ ہو جائے۔ دوسری طرف مومن اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ پُر امید رہتے ہیں کہ وہ انہی لغزشوں کو معاف فرما کر نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔ کیونکہ اُس کی رحمت اُس کے قریب غالب ہے۔

**فَرِیَا اٰہِلَ اِيْمَانِ کِی اَیْکِ صَفَتْ یَہِی ہِے وَ مَعَاذَ قَنَہُمْ**  
**یَنْفَعُوْنَ** وہ ہماری دی ہوئی روزی میں سے خسریٰ کرتے ہیں، فریضہ زکوٰۃ ادا کرنے کے علاوہ صدقات و خیرات کرتے ہیں۔ عسیر بادساکن

لے قرطبی ص ۱۲۳ و خازن ص ۲۲۳

(فیاض)

لے معالم التنزیل ص ۱۵۹ و خازن ص ۲۲۵

کو خدائی رکھتے ہیں۔ جہاں، صبح اور عروج کے ساتھ جنس رچ کر رہتے ہیں، پہچان  
ایمان لوگ ہیں کہ استر کی اقامت سن کر کہ وہ رہنما ہو جائے ہیں۔

---

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخِیَ لَهُمْ مِّنْ وَتَرٍ  
 اَعِیْنٍ ۚ جَزَاءً لِّیْمَا كَانُوا یَعْمَلُونَ ﴿۱۷﴾  
 اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا  
 لَا یَسْتَوْنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا  
 الصَّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنَّٰتُ الْاٰمَٰوِیْ نُزُلًا  
 لِّیْمَا كَانُوا یَعْمَلُونَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِیْنَ  
 فَسَقُوا فَمَأْوٰیهِمُ النَّارُ كُلَّمَا اَرَادُوا اَنْ  
 یَّخْرُجُوْا مِنْهَا اُعِیْدُوْا فِيْهَا وَقِیْلَ لَهُمْ  
 دُؤُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ  
 تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ  
 الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ  
 یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآٰیٰتِ  
 رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۗ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ  
 مُنتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾

۲  
۱۵

ترجمہ :- میں نہیں جانتا کوئی نفس جو پرشیدہ رکھی  
 گئی ہے اُن کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک۔ بلکہ اُس کا

جو کچھ وہ عمل کیا کرتے تھے (۱۹) میں وہ شخص جو  
 ابان پر ہو، کیا اُس کے برابر ہوگا جو نافذ ہو؟ یہ  
 برابر نہیں ہو سکتے (۲۰) ہر حال وہ لوگ جو ابان میں  
 اور جنوں میں اپنے کام کے، پس اُن کے لیے  
 بہشت ہیں کہنے کے لیے، اور ہماری اس کے ہرے  
 میں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے (۲۱) اور ہر حال وہ  
 لوگ جنوں میں نافذ کی، ان کا عذاب روزِ قیامت کے  
 ہے، جب اُتار کر دیں گے کہ اس سے نکل جائیں  
 تو اللہ کیے جائیں گے اس کے اندر ہی، اور ان سے  
 کہا جائے گا پھر روزِ قیامت کا عذاب، وہی جس کو قسم  
 چھٹاتے تھے (۲۲) اور ابتر ہو سزا، پھر اُن کے ان  
 کو عذابِ ساقیہ کا عذاب پڑے عذاب سے پہلے  
 ہو کہ یہ فوت آئیں (۲۳) اور اس سے بڑھ کر عذاب  
 کرن ہے جس کو یاد دہانی جائیگا اس کے پورے  
 کی آئیں، پھر وہ اُن سے اسرار کرے، بیشک  
 ہم مجھوں سے انتقام لینے والے ہیں (۲۴)

وہایت

پہلے اللہ کے مشرکین اور کفرین فیما بین کا ذکر فرمایا اور ان کے جزا  
 کا ذکر کیا اس کے ساتھ ساتھ اہل ایمان کی تعریف فرمائی کہ جب ان کو اللہ  
 کی آئیں یاد دہانی ملتی ہیں تو وہ سمجھ رہے ہوتے ہیں اور کبر نہیں کرتے  
 بلکہ اللہ کے ساتھ عاجزی و انکسار کرتے ہیں، راست کے وقت اُن کے  
 پہلو بہتروں سے جدا ہو جاتے ہیں وہ اللہ کو اللہ کی بارگاہ میں مناجات  
 کرتے ہیں، ان کے دل خدا کے عذاب سے خوفزدہ اور وہ اس کی ہمت  
 سے پر امید ہوتے ہیں، نیز یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روزی میں سے



اس شخص کی طرح ہر وقت ہے جو ان پر ہے ایک دفعہ اللہ کی توبہ کو نہیں کرتے اور  
 شخص ہے اس کے زور کو کہوں اور بہت ہر الموت پر ایمان نہ کئے والے ہے  
 اور دوسری طرف آیت الہی کہ عباد اللہ اللہ کے رسول کے پیغمبروں کو سزا دے گا ان کو  
 کرتے کہ انہیں بتائے والا اور جو اپنے عمل کا نتیجہ سزا دی ہے۔ بعد ان دونوں کہ  
 ان کا ہر ایک ہو سکتا ہے : اللہ نے خود ہی فرمودہ لایستغفرنکون کر دوں ہر  
 نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں غنیمت اللہ کوئی اندر نہ کرے نہیں ہے کہ ہر  
 بعد ایک پیسے ہوں، بلکہ وہ تو رحمن و الوہاب کے فیصلے ہو سکتے ہیں۔ وہاں  
 ایمان نہ دے والا فرماؤں کے بعد ایک جیسا کہ نہیں ہوگا بلکہ ہر ایک کو اللہ نے  
 کے عینے کے اندر مل کے سلطان ہوگا۔

اللہ تعالیٰ  
 کی رحمت پر

ان کے اہل ایمان اور کافران کا انجام یہ بیان کیا گیا ہے اَلَّذِينَ آمَنُوا  
 بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے ایمان لائے سے ہر ایک ہے کہ اللہ کی مسرت  
 توفیق ہوگا۔ اس کی ذات اور اس کی صفات میں کسی کو شک نہیں ہے اللہ ایک  
 سوا پر ہیستہ ہو گا اور درجہ فیستہ کو ہر جن مانا اللہ کے تمام انبیا اور عباد کو  
 قبول ہوگا اور اس طرح پہلے پہلے میں کی مسرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ  
 و اس کے بعد ایک حال انہما ہے ایک و حال یہی ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ  
 اور اللہ تعالیٰ ہی بہت عزیز ہے۔ اور عباد اللہ میں ایک پیغمبر کے سے اس میں  
 مسرت ہے بلکہ اس میں بہت ہے اور وہ ان کو اللہ ہی ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ  
 اور ایمان و ایمان اعمال میں شامل ہیں تو فرماؤ کہ ہر ایک ایمان لائے اور پھر  
 اعمال میں ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت الہی اپنے لوگوں کے لیے  
 رہائش کے قابل بناتے ہوں گے۔ بعض باتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی  
 جاسکتی ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے ہر ایک تیار کیا، کچھ ہیں کہ جن کے ذمہ  
 ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عدم سوائے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کی عدم سوائے ہر ایک  
 کو اللہ تعالیٰ کی عدم سوائے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کی عدم سوائے ہر ایک

میں پانی کی نہریں جاری ہوں گی اور درختوں ہر طرح کے پھل موجود ہوں گے۔ فرمایا یہ سب کچھ لَنْزِلَ إِلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً يَكُونُ لَكُمْ فِيهِ نَارٌ کی مہمان نوازی کے طور پر ہوگا اُن اعمال کے بدلے میں جو وہ دنیا کی زندگی میں انجام دیتے تھے۔

اہل جنت کو یہ نعمتیں بغیر مشقت کے حاصل ہوں گی کیونکہ یہ اُن کی مہمان نوازی کے طور پر ہوگا۔ اپنے گھر میں انسان ہر طرح کی نعمتیں حاصل کر لیتے ہیں مگر اس کے لیے محنت و مشقت کرنا پڑتی ہے تب جا کر مطلوب چیز حاصل ہوتی ہے۔ اس کے باوجود نعمت کے ختم ہو جانے کا ہر اُن امکان بھلے، خود انسانی زندگی دوبہ زوال پہنچتی ہے اور آخر ایک نہ ایک دن ختم ہو جاتی ہے اور تمام نعمتیں و صوری کی دھواں رہ جاتی ہیں اوست سے پہلے طرح طرح کی بیماریاں اور حوادث پیش آتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے انسانوں کو پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ مگر جنت میں نہ تو زندگی ختم ہوگی اور نہ کسی نعمت کے محسوس ہونے کا خطرہ ہوگا۔ اہل ایمان کی یہ مہمان نوازی دائمی ہوگی اور یہ اس لیے کہ وہ دنیا میں اچھے اعمال انجام دیتے رہے۔

اس کے بالمقابل کفار کے متعلق فرمایا وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا بہر حال وہ لوگ جہنم لے جائیں گے اور ان کا اطلاق انسان کی مختلف حالتوں پر ہوتا ہے۔ یہ لفظ مطلق گنہگار کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جب کہ اس کا لغوی معنی اطاعت سے باہر نکل جانا ہے۔ اللہ نے مشرکوں کے متعلق فَسَقُوا فرمایا وَأَكْثَرُهُمْ فَسِقُونَ (التوبہ - ۸) اُن میں سے اکثر فاسق ہیں اہل کتاب کے متعلق بھی فرمایا وَأَكْثَرُهُمْ فَسِقُونَ (آل عمران - ۱۱۰) اُن کی اکثریت فاسقوں پر مشتمل ہے۔ منافقوں کے متعلق بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے إِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ (التوبہ - ۵۳) تاہم اس مقام پر فاسق سے مراد کافر ہیں کیونکہ یہ لفظ ایمان کے مقابلہ میں لایا گیا ہے۔ بہر حال فرمایا کہ جہنم نے کفار و منافقوں کا راستہ اختیار کیا فَمَا وَهَدَهُمُ اللَّهُ اُن کا ٹھکانا اور رخ کی اگ ہوگا۔ اور وہ ایسا برا ٹھکانا ہے جسے كَمَا أَرَادَ وَأَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا

کفار کا انجام





امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ  
محبوب کو دنیا میں اس دنیوی نظام کی موجودگی میں بھی بعض جرائم کی سزا دیتا رہتا ہے۔  
کئی بیماری گئی، عارضہ پیش پیش ہو گیا، جان، مال یا اولاد کا نقصان ہو گیا، غلط ہو گیا  
یا جنگ مسلط ہو گئی۔ یہ سزا ہی کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ لوگوں کی  
تنبیہ کے لیے وقتاً فوقتاً بھیجتا رہتا ہے۔ اس کے نتیجے میں معادرت مند لوگ  
سمجھ جاتے ہیں اور وہ جرائم سے باز بھی آجاتے ہیں مگر جو نا بخدا قسم کے لوگ ہوتے  
ہیں وہ تنبیہ کا کچھ اثر قبول نہیں کرتے اور اعمال بد میں مہمک رہتے ہیں۔ اور  
پھر آخر کار بڑے مذاب کے سخت بن جاتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ یہ بھی فرماتے ہیں۔  
کہ بعض اوقات لوگ سزا کے سختی بن جاتے ہیں مگر بعض اسباب کی وجہ سے وہ  
سزا رک رہتی ہے۔ پھر جب وہ اسباب رفع ہو جاتے ہیں تو مقررہ سزا طوفان  
کی طرح یکدم درود ہو جاتی ہے۔

آیات اللہ  
سے اعراض

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مشرکوں کا شکوہ بیان کیا ہے۔  
وَقَمِيتْ اَفْئَاكُهُمْ مِّنْكَوْمٍ مَّا يَلْمِزُوْنَ رَبِّہُمْ اور اُس سے بڑا عالم کروں  
ہے کہ جب اُس کے سامنے اُس کے پھر دھکار کی آئین کا ذکر کیا جاتا ہے، اور  
اسے بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام نازل فرمائے ہیں یا اُس نے اپنی وحدانیت  
کے یہ دلائل پیش کئے ہیں ثُمَّ اَعْرَضُوْا عَنْهَا فَمِنْہُمْ وَہُمْ شَیْءٌ اُن سے  
اعراض کر دیا ہے۔ آیات اللہ کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا بلکہ ہر اچھی بات کی ان  
سختی کر دیتا ہے۔ اللہ نے اعراض کی یہ صورت بھی بیان فرمائی ہے۔ صُفُوْرٌ  
مِّنْکُمْ عَمٰیؕ وہ اندھے، بہرے اور گوسنے بن جاتے ہیں۔ حق بات سے  
سنہ روڑ لیتے ہیں۔ اے لوگوں کے شعلین فرمایا اِنَّا وَهَبْنَا الْمُحْجِبِیْنَ  
مُنْتَقِمُوْنَ بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔ ظاہر ہے

کو جہانم کا دروازہ ہے، اس کے کوئی شخص نہ غفلت کے منتفع سے نہ غمیر کے اور  
 ناہولی کے اثر سے فرستے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی سزا و عقوبت پر ہر دم کو تسکین ہے نہ فراموش  
 ہو سکتی، بعض حکماء میں اس سزا سے ہلکے بڑے میں متحرک ہونے کے فائدہ کو مذکور  
 جہانم ہے، اور بعض میں آنا ہے کہ بعض جہانم کی سزا آخرت کے عذاب سے  
 پہلے ہی عطا ہوتی ہے، جو لوگ دلائل کو نہایت کرتے ہیں، قطع بھی کہ عذاب  
 جہنم سے اور عذاب دوزخ کی کہتے ہیں، اب اوقات ان کو دہا جس ہی سزا  
 ملے گی۔

اسم ابن عمرؓ نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت بیان کی ہے کہ قرین  
بہتر قرین سزا اللہ تعالیٰ بنا میں ہی ہے۔ (روایت ہے)۔

۱۰۱ حق کی مخالفت کرنا دنیا ہی میں سزا کا سہن بنا ہے۔ آپ روزمرہ فرما رہے ہیں کہ جس کو لوگ جھٹستے ہیں اگر وہ عرب کا لوگ ہو کہ احکام اللہ کی نجات دہن کر کے کہتے ہیں۔ اسلامی شعار کا مذاق اڑاتے ہیں، یعنی کہ عرب تہذیب بھی سینے نہ بنا دھنوا کر کے حق میں مسکوں کیا حق ہے۔ بلکہ روایت کا جو مجموعہ لوہا کی انکساک اور طلاق کا طریقہ کو اللہ کے حکم کا دھنوا کر کے حق میں نہیں ہے اور اس دنیا کے ملک میں مانگوں سے لینے سے مزید حقوق طلب کرنی ہے۔ یہی رنج کی مخالفت سے نجات میر عام بخور کی ہے۔

۱۶۱ دوسری چیز والدین کی نافرمانی اور ان کو برا حق تک کہنا ہے۔ ایسے لوگ دنیا ہی میں سزا کے سختی بن جائے ہیں۔

۳۱۔ جو شخص خود غلط کرے اسے باطل عالم کہو، مگر اسے اور بھی دنیا میں سزا دینے کا ارادہ ہے یا اسے۔

الغرض ! ان تین قسم کے جرائم کی سزا دنیا میں ہی مل جاتی ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ اس سے بڑا ظالم کون ہے کہ جس کے سامنے اُس کے رب کی آیات ذکر کی جائیں۔ اور وہ اعراض کر جائے۔ اللہ ربیعہ مجرموں سے منہ پھرانعام لے گا۔

---

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ  
 فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِمْ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى  
 لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ ① وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ آيَةً  
 يَّهْتَدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا  
 بِالْبَيِّنَاتِ يُوقِنُونَ ② إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْفَصْلُ  
 بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَبِمَا كَانُوا فِيهِ  
 يَخْتَلِفُونَ ③ أُولَئِكَ يَهْدِي لَهُمْ كَمَا  
 أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ  
 فِي مَسْكِينَهُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّأُولِي  
 الْبَسْمِ ④

ترجمہ: اور البتہ منتہی برائے وہی مولا علیہ السلام کو کتاب  
 پس نہ ہوں آپ کے ہوا ان کی علامت سے ۔  
 اور بنایا ہے ہم نے ان کو کتاب اگر باریت بنائے  
 کے لیے ① اور بنائے ہیں ہم نے ان میں  
 سے پیشوا جو انہائی کرتے تھے جاسد حکم سے  
 جب کہ انوں نے صبر کیا وہ تھے وہ جہاں آجوں  
 پر یقین رکھتے ② بیشک نیز پروردگار ہمیں فصل

کرے گا اُن کے درمیان قیامت کے دن ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے (۴۵) کیا ان لوگوں کے لیے یہ بات واضح نہیں ہوئی کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی جماعتیں ہلاک کی ہیں جن کے ٹھکانوں میں یہ چلتے ہیں۔ بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں کیا یہ سنتے نہیں؟ (۴۶)

ربط آیات

اس سورۃ کی ابتدا میں قرآن کی حقانیت اور صداقت بیان ہوئی۔ پھر اللہ نے توحید کا مسئلہ سمجھایا۔ اس کے بعد وقوعِ قیامت اور جزائے عمل کا ذکر ہوا۔ پھر منکرینِ قیامت کا رد ہوا اور قیامت میں پیش آنے والے بعض واقعات کا تذکرہ ہوا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان اور فاسق کرنے والوں کا انجام بیان فرمایا اور بطور تنبیہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ قیامت کے بڑے عذاب سے پہلے ہم دنیا میں کمتر عذاب بھی بھیج دیتے ہیں تاکہ لوگ بڑے عقائد و اعمال سے باز آجائیں۔ پھر اللہ نے منکرین کے متعلق فرمایا کہ جو لوگ آیاتِ الہی کو سن کر ان سے اعراض کرتے ہیں، ایمان اور نیکی کا راستہ اختیار نہیں کرتے ان سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے؟

نزلِ تورات

آج کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نزولِ تورات کا ذکر فرما کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکاروں کو تسلی دی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ الْبَيِّنَاتِ حَقِيقاً ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد تورات ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو تورات کی تعلیم و اشاعت میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اسی طرح حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید کی تعلیم، تبلیغ اور اشاعت پر بے شمار مصائب برداشت کرنا پڑیں گی۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام



پیش کر دیتے کہ آپ کی قوم نے اس عظیم کتاب سے اعراض کیا۔ سورۃ الفرقان میں ہے۔  
 وَقَالَ الرَّسُولُ يُرَبِّ اِنْ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۝  
 (آیت - ۳۰) اللہ کا رسول کہے گا، پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت  
 ڈال دیا یعنی اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت قتادہؓ نے ایک تیسری تفسیر بیان کی ہے  
 وہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ موسیٰ علیہ السلام سے اپنی ملاقات کے  
 متعلق کسی شک میں نہ پڑیں حضور علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین ملاقاتوں  
 کا ذکر احادیث میں ملتا ہے، واقعہ معراج والی حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا کہ میرا گنہگار ایک سرخ ٹیلے کے پاس ہوا جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام مدفون  
 ہیں، تو میں نے دیکھا رَأَيْتُ مُوسَىٰ قَائِمًا يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ کہ  
 موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ پھر جب آپ علیہ السلام  
 بیت المقدس پہنچے تو وہاں تمام کے تمام انبیاء کو موجود پایا جن میں موسیٰ علیہ السلام  
 بھی شامل تھے اور آپ نے سب کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام  
 سے تیسری ملاقات چھٹے آسمان پر ہوئی۔ اللہ نے آپ کی امت کے لیے  
 پچاس نمازیں مقرر فرمائیں مگر جب موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے  
 حضور علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ ان میں کمی کر لیں کیونکہ آپ کی امت اتنی مشقت  
 برداشت نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام بار بار اللہ کے حضور درخواست  
 پیش کرتے۔ الغرض! اللہ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کے متعلق  
 کسی شک میں نہ پڑیں کیونکہ آپ نے بعینہ موسیٰ علیہ السلام سے ہی ملاقات کی  
 تھی، جو کہ جسم اور روح کے ساتھ تھے بعض کہتے ہیں کہ معراج کے موقع پر انبیاء

۱۔ تفسیر المقیاس من تفسیر ابن عباسؓ ص ۲۱۲

۲۔ حازن ص ۲۲۴ و نظری ص ۲۹۵ ۳۔ سلم ص ۲۶۸ و نائی ص ۲۴۲ و منہ احمد ص ۱۴۸ (فیاض)





کے اجر ملے گا۔ گرامر کا سیلابی صبر ہے۔ سورۃ اعراف میں موجود ہے کہ جب بنی اسرائیل کو سخت ترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو صبر کی تلقین کی۔ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوا الشّر سے مدد طلب کرو اور صبر اختیار کرو وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (آیت ۱۲۸) اچھا انجام متقیوں کا ہی ہوگا۔

امامت کے لیے دوسری شرط یقین ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے تمام احکام اور ان کے نتائج پر یقین ہو۔ اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے جو اصول وضع فرمائے ہیں سب کو دل و جان سے تسلیم کرے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالت پر یقین ہو، وقوع قیامت اور جزائے عمل پر یقین ہو، اللہ کی جنت اور دوزخ پر یقین ہو، اگر کوئی شخص متردد ہے گا۔ اور ان چیزوں پر یقین نہیں کرے گا۔ تو وہ امامت کا مستحق نہیں بن سکتا۔

امام سفیان ثوری کی روایت میں آ ہے کہ اُن سے حضرت علیؑ کے اس قول کے متعلق پوچھا گیا اَلصَّبْرُ حَقٌّ اِلَّا يُمْكِنُ بِمَنْ لَقِيَ الرَّاسَ مِنَ التَّجَسُّدِ یعنی صبر کا ایمان کے ساتھ ہی تعلق ہے جو سر کا جسم کے ساتھ ہے، اگر سر نہ ہو تو جسم بیکار ہے۔ اسی طرح اگر صبر نہیں تو ایمان ناممکن ہے۔ اس پر امام ثوریؒ نے فرمایا کہ جب بنی اسرائیل نے اس بنیادی چیز کو یکڑا لیا تو اللہ نے ان کو دنیا میں امارت عطا فرمائی۔ سورۃ الفرقان میں اللہ کے نیک بندوں کی دعا بھی ہے۔ وَكَجَعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ اِمَامًا (آیت ۷۴) مولا کریم! ہمیں نیک لوگوں کا پیشوا بنائے جو ہماری اقتداء کریں۔ غرضیکہ جب صبر اور یقین جیسی چیزیں حاصل ہوں گی تو اللہ تعالیٰ منصب امامت پر فائز کرے گا۔

مسلمان آج دنیا کی امامت سے محروم ہیں جبکی وجہ یہی ہے کہ یہ صبر اور

مسلمانوں کی  
محرومی



ہمارے عوامی نمائندے کہتے ہیں کہ ہر بے زمین کاشتکار کو زمین اور ہر بے گھر  
ناذان کو مکان کے لیے پلاٹ دیے جائیں گے۔ یہ تو جی ہر سکتا ہے۔ جب یہ خود  
اپنی زمینوں کو چھوڑ دیں۔ اگر یہ اپنی جاگیریں چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تو باقیوں  
کو تقسیم کرنے کے لیے زمین کہاں سے آئیگی؟ یہ سب دھوکہ ہے۔ جب تک  
تم خود کو ملکی بنیاد اختیار نہیں کر لو گے، عوام کا معیار کیسے بلند ہو سکتا ہے؟ جو لوگ  
اعلیٰ ترین دانشمندانہ اختیار کرتے ہیں۔ اعلیٰ ترین ہوش میں کھانا کھاتے ہیں۔ بہترین  
کار استعمال کرتے ہیں، دیگر تمام مراعات حاصل کرتے ہیں ان کو ملکی مسائل سے  
کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟

بہر حال اللہ نے اس اصول کے طور پر بتا دیا کہ بنی اسرائیل نے مسکایا، ہماری  
آیتوں پر یقین کیا تو اللہ نے دنیا کی امانت ان کے سپرد کر دی۔ اگر مسلمان بھی دنیا کی  
راہنمائی کرنا چاہتا ہے تو اپنی اصولوں کو اپنانا چاہئے گا اور اس کے لیے سب سے  
پہلے خود کو تبدیل کرنا ہوگا۔ وگرنہ موجودہ اتحادی اور سربراہان نظام کی موجودگی میں تو  
اصلاح کی کوئی صورت ممکن نظر نہیں آتی۔

فرمایا آپ مہاتمیان کی ایذا رسانیوں پر صبر کا درس نہ چھوڑیں اِنَّ رَبَّكَ  
مَعُوذٌ لِّمَنْ يَّهْتَمُّ بِحَقِّ الْقِيَمَاتِ وَيَتَذَكَّرُ اَنْ يَّوَدَّ دُكْرًا يُبَايِعُ مَلِكًا  
وَلَا يَدْرِي اَنَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كَانُوا فِيْهِ يَخْتَلِفُونَ، ان  
معاہدات میں جن میں یہ لوگ اختلاف کرتے تھے۔ یہ لوگ حق کی مخالفت کرتے تھے  
اور باطل کو رائج کرنا چاہتے تھے، اللہ کے انبیاء اور مصلحین کو ایذا میں پہنچاتے تھے  
قیامت اور جزائے علی کا انکار کرتے تھے، ان کا علی فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے  
دن فرمائے گا۔ دنیا میں تو اللہ نے ہدایت اور گمراہی کو بالکل واضح کر دیا تھا جیسا  
کہ فرمایا قَدْ تَبَيَّنَ الْوَسْطُ مِنَ الْغَيِّ (البقرہ - ۲۵۶) اس وضاحت  
کے باوجود جنہوں نے غلط راستے کا انتخاب کیا ان کے متعلق در لک فیصلہ قیامت  
کے دن ہو جائے گا۔

قیامت کے  
دن فیصلہ

ارشادِ مرقوم ہے أَوَلَمْ يَجْعَلْ لَكُمْ فِتْنَةً أَنْ يَكُونَ لَكُمْ مِنَ الْفِتْنَةِ كَيْدٌ کہ ان کے لئے بہت دلیلی نہیں  
 ہوئی کہ أَوَلَمْ يَجْعَلْ لَكُمْ فِتْنَةً مِنْ فِتْنَتِهِمْ مِنَ الْقُرْآنِ کہ ان سے پہلے جو کچھ  
 کہیں ہی جاہل و کفر کو ہلاک کر دیا بِشَيْءٍ مِمَّا يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ  
 ہلاک شدگان کی بالکل عدم ہو جائے تو یہ بھی ہوتے ہیں۔ ان کے لئے فتنہ امت پر سے ہوا ہے  
 وہاں ہلاک بھی کبھی دوسرے مذہب اور مذاہب کے لئے ہوتے تھے۔ مگر آج ان کی ہلاکت کا منظر اپنی  
 آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ان میں سے بعض فطری گت سے اور عاقل و شہد پرست  
 معصوموں اور کھلم کھلا کفر و فتنہ کو اپنے منہ سے نکال کر کیا۔ کبھی یہ چیران کے لئے ہونے  
 عہدیت نہیں ہے؟ بسبب سرکشی اور افراطی لوگ دنیا سے ابھر کر گئے تو آج کے  
 زمانہ میں اسی قدر کہہ سکتے ہیں۔

فَرَأَى نَارَ غِيَاظٍ كَأَنَّهَا كَلْبٌ أَصْبَحَ فِيهِ مِنَ أَفْئِدَةٍ  
بَشَرًا کہ کیا یہ لوگ اپنے نہیں۔ انہوں نے اپنی قروں کی ہلاکت کا حال دیکھا  
 کہ ان کے فیضان کیا ہے۔ مگر اس کا مذاق اڑا کر جو کچھ ان کا حال ہے کہ ان کے  
 لئے نہایت نہیں۔ آج کے کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیا۔ دل میں کچھ ہی  
 نہیں دیا۔ انہیں کوئی عبرت حاصل ہوگی۔ وہ تو انہی کے نفسِ ذہر پر چل کر اپنی  
 کے ہتھام کو پیچیں گے۔

وَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ  
الْجُرُزِ فَخُجِرَ بِهِ زُرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ  
أَنْعَامُهُمْ وَانْفُسُهُمْ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿٢٧﴾  
وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْفَتْحُ إِنْ كُنْتُمْ  
صَادِقِينَ ﴿٢٨﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ  
الَّذِينَ كَفَرُوا إِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٢٩﴾  
فَلَا عِزَّ عَنْهُمْ وَانْتَظِرِ انَّهُمْ مُنْتَظَرُونَ ﴿٣٠﴾

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے کہ بیلے ہم  
چلاتے ہیں پانی کو نعلت زمین کی طرف۔ پس ہم نکالتے  
ہیں اُس کے ساتھ کھیتی کر کھاتے ہیں اُس سے اُن  
کے مریخی اور یہ خور بھی۔ کیا یہ دیکھتے نہیں؟ ﴿۲۷﴾  
اور کہتے ہیں یہ لوگ کہ کب ہو گا یہ فیصلہ،  
اگر تم سچے ہو؟ ﴿۲۸﴾ آپ کہہ دیجئے کہ فیصلے کے  
دن نہیں فائدہ دے گا کفر کرنے والوں کو ان کا  
ایمان لانا، اور نہ اُن کو ملت دی جائیگی ﴿۲۹﴾ پس  
رہے پیغمبر! آپ ان سے اعراض کریں، اور انتظار  
کریں، بیشک یہ بھی انتظار کرنے والے ہیں ﴿۳۰﴾

گزشتہ آیات میں تاریخی واقعات کی طرف اشارہ تھا کہ کیا

ربط آیات

کا غریب اور مشرکوں پر بہت دایم نہیں ہوئی تو اس سے بہت بہتے بہتے کی باتوں  
اور جانتی کہ لوگ کیا بن کر رہیں گے اور میں آج یہ لوگ بہت بچے ہیں۔ چنانچہ  
اس واقعہ سے میں نے ٹھٹھک کر لوگوں سے بیٹھا نہ پایا۔ یہ بیٹے لوگوں کے واقعات  
آج بھی محفوظ اور وہ دن دو عام نہیں بنیں گے کہ عورتوں کی ہائیں بہت  
ہو کر تھیں۔ یہ بچہ بچہ واقعات سننے سے بھی عازمی ہیں انہیں اس کا یہ  
اثر برحق ہے۔

آج کی واقعات کا تعلق - اوست سے تو اس نے لڑا اور ٹھٹھکی ایت یہ  
سننے کا ذکر کیا۔ اس آیت کی آیت میں منہ ہادی یعنی لڑکر کر کے اور بہت  
بہ کر گیا۔ لوگ رہیں نہیں بنے اور پھینٹے سے مڑوی ہے تو لوگ نہیں  
کر اور دیکھ کر اس میں غور و فکر کہوں نہیں کر سکتے اور یہ کہیں نہیں جھٹکتے کہ جب  
بچے لوگ اس کی ہادی کر کے اس کے غرض سے نہیں کی سکتے تو جہاں  
کے نقش قدم پر چل کر غرض الہی سے لکھنے کی گئے ہیں۔ چنانچہ اس نے  
دوروں میں کے دلی شہر کر غور و فکر اور جہت پرٹھنے کی وصیت دی ہے۔

پانی  
بہر ہادی

پانی ہادی دلی کی ہادی کی ہادی سے متعلق ہے۔ اور ہادی ہے۔ اور گہ  
میں رانا شہر کو آئے گا۔ اور اس کے اندر کی گاہوں میں  
نہیں دیکھ کر ہم اپنی کر دیکھ کر نہیں ہیں کہ طرف چلا ہے۔ جب کہ کسی  
میں ہمیشہ رہا ہوتا ہے۔ یہی غرض ہے ہادی ہے۔ اور اس میں رہنے کی فہم  
ہی نہیں۔ یہی غرض ہے ہادی ہے ہادی ہے ہادی ہے ہادی ہے ہادی ہے ہادی ہے  
نہیں کہ طرف سے ہادی ہے ہادی ہے ہادی ہے ہادی ہے ہادی ہے ہادی ہے ہادی ہے  
ہے ہادی میں رہنے کی فہم ہے۔ اور ہادی میں رہنے کی فہم ہے ہادی ہے ہادی ہے  
پھر اس میں ہادی ہے ہادی ہے ہادی ہے ہادی ہے ہادی ہے ہادی ہے ہادی ہے  
سے کہتی تھکتے ہیں۔ ہادی ہے ہادی ہے ہادی ہے ہادی ہے ہادی ہے ہادی ہے ہادی ہے  
مگر خوشامی کا دوتا ہے۔

قرآن پاک میں اکثر مقامات پر اللہ نے پانی کے نزول کا ذکر اس طرح کیا ہے  
وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (البقرہ ۲۲۰) ہم نے آسمان کی طرف سے  
پانی نازل فرمایا۔ ظاہر ہے کہ نزول آب سے مراد نزول بارش ہے جو براہ راست  
کسی خطہ ارض میں برس کر دیاں کی خوشحالی کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ تاہم اس مقام پر  
اللہ نے پانی کو چلائے گاؤں کو فرمایا ہے کہ ہم پانی کو خشک زمین کی طرف چلاتے  
ہیں۔ اس چلانے سے بادلوں کا چلانا بھی مراد ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم سے  
کسی جھیلی زمین کی طرف چل کر بارش برساتے ہیں۔ تاہم اس سے مراد یہ بھی ہو سکتا  
ہے کہ ہم پانی کو ایسی جگہوں تک چلا کر لے جاتے ہیں جہاں براہ راست بارشیں  
نہیں ہوتی، یا اگر ہوتی ہے تو مفید نہیں ہوتی۔ اس کی واضح مثال پیازوں پر ہونے  
والی بارش کی ہے کہ بارش کا پانی پیازوں سے نیچے نرمی نالوں کی صورت میں  
بر نہ نکلتا ہے اور اس سے میدانی علاقے سیراب ہوتے ہیں۔ ان میں ایسے علاقے  
بھی ہوتے ہیں۔ جہاں بارشیں بالکل نہیں ہوتی یا ہوتی ہے تو کم یا بے وقت ہوتی  
ہے اور لوگ اس سے کما حقہ مستفید نہیں ہو پاتے۔ پھر جب پیازوں پر ہونے والی  
بارش یا پیازوں پر پڑنے والی برف کا پانی دریاؤں اور نہروں کے ذریعے دور دراز  
علاقوں تک پہنچتا ہے تو لوگ ہر موسم میں حسب ضرورت اس کو استعمال کرتے  
ہیں اور اس سے کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ پانی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تک  
چلائے کی اکلے صورت بھی اللہ نے قرآن میں بیان فرمائی ہے اَلَّذِي نَزَّلَ  
اَيُّ الْاَنْهَارِ مِنَ السَّمَاءِ فَنَسَّكَهٖ يَنْبَاعًا فِي الْاَرْضِ  
رَالِزِمِر۔ ۲۱) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے اور  
اسے زمین میں چشمے بنا کر چلاتا ہے۔ گویا زمین دھڑالیوں کے ذریعے پانی ایک  
جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتا ہے اور پھر لوگ ٹیوب ویلوں اور کنوؤں کے ذریعے  
پانی نکال کر زمین کو سیراب کرتے ہیں، خود بھی استفادہ کرتے ہیں اور جانوروں  
کو بھی پلاتے ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے پانی کو وسیلہ قدرت کے طور پر پیش کیا ہے



ہا کہ لوگ اس میں غرور کر کے مجھے پیچھے نہ بھیج سکیں۔

اور پانی کو غلامِ درجہ پر تہیہ کر کے اس کے کہیں پیدا ہوتی ہے مَّا كُنْ مِنْهُ  
اَنْتَ مِنْهُمْ وَالْغُلَامُ جسے ان کے ہاتھ لگاتے ہیں اور یہ فرد بھی لڑ  
 کر اُن کے استغاثہ کر لے گا۔ ان کے پانی نے ڈھیلے لگائے۔ اناج، چیل اور  
 بوند کرشیاں ہیں اگر اُن کے استغاثہ اور مالداروں سے کہ تو ایک ہاتھ دے دیتا تو  
 ہے۔ جب یہ خبر ہو گئی تو اُن کے پانی نے استغاثہ کی طرف بھاگ بیٹھے ہیں۔ جب  
 کہ اُن کے سر، گال، پیٹ اور ہڈیاں جانور اور انسانی کسی نے نہیں سوتے تو اُن کا  
 سوتا والا غلام اور بعض دیگر صریح سوتوں میں موجود ہے کہ ان کے ہاتھوں کو  
 خود ہی خدمت کے لیے پکڑ لیتے ہیں ان کی نو آگاہی دے دیتے ہیں۔ پھر  
 قرآن سے کہہ دیتے ہیں۔ اے اللہ جو چاہے تو کھال اور بال استغاثہ کر سکتا ہو  
 اور اُن کا گروہ بھی استغاثہ کرتے ہو۔ وَجَعَلَتْ مِنْ اَلْبَدَنِ  
كُلَّ شَيْءٍ مِّنْهَا وَالْغُلَامُ۔ اس نے ہر چیز کو اپنی کے ذریعے  
 بنائی رکھی ہے۔ ہر چیز کا سبب آیت پانی ہے۔ تمام انسانی جانوروں اور نباتات  
 کی زندگی پانی کے ساتھ وابستہ ہے۔

پانی انسان کی فیاض ضروری ہے۔ اس سے ایک لہجہ نہ پڑتا ہے۔ اس سے انسانی  
 فتنوں کا انحصار جن پر ہے جس میں اسی مفید پانی اور پانی بہت سی فیض و برکت  
 دنیا سے اور پروڈیج ہے۔ ہر جاندار کا جسم خون کی چھڑکی کے طور پر کام کرتا ہے  
 خاص طور پر غذائیں آنسو اور دہلیز کے اندر لگتی ہیں۔ اس  
 فیض لہجہ میں انسان کے گردنوں کا اندازہ گاہ فرماتے ہیں جو خوراک کو خون میں  
 تبدیل کرتے ہیں۔ خون و افعال کی یہ پیچیدہ بہت بڑی نعمت ہے۔ ہر  
 معمولی طریقے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسی لیے جب عارضاتی طور پر  
 ان کی جسم سے خون زیادہ بہتا ہے تو بہت ترسے ہوئے ہوتے ہیں کہ بے لانی  
 خون ہی منتقل کر دے پڑے۔ الغرض! پانی کے بغیر خون تیار نہیں ہو سکتا

اور خون پر ہی انسانی جسم کا دار و مدار ہے، لہذا پانی ہر جاندار کے لیے نہایت ہی ضروری ہے۔ اللہ نے اسی لیے یہ احسان بتلایا ہے کہ ہم پانی کو بجز زمین کی طرف چلانے ہیں، پھر اس سے کھیتی اگلتے ہیں، حیوانوں اور جانوروں کی خوراک بنتی ہے۔

حیوانات اور نباتات کے لیے پانی کی جس قدر زیادہ ضرورت ہے، اللہ نے اسی قدر اس کی بہم رسانی کا بھی فری انتظام فرمایا ہے۔ قدرت کا مہیا کردہ ذخیرہ آب کر باہکل معنت ہے، البتہ اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے کبھی کم اور کبھی زیادہ محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسانی زندگی کے لیے ہڈیاں گہن پانی سے بھی زیادہ ضروری ہے، اس لیے اللہ نے اس کو باہکل ہی فری مہیا کیا ہے ہوا پر جگہ اور ہر وقت موجود ہے جسے حاصل کرنے کے لیے کسی محنت مشقت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح پانی کی پلائی بھی باہکل فری ہوتی چلیبیٹے، اور اس پر کسی قسم کا ٹیکس نہیں عائد ہونا چاہیے۔ ہر حکومت کا فرض ہے کہ وہ ملک کے کوٹے کوٹے میں حسب ضرورت پانی مہیا کرنے کا انتظام کرے۔

فرمایا ہم نے پانی کو چلا کر اس سے سبزی، پھل اور اناج پیدا کیے ہیں، اور اسے انسانوں اور جانوروں کی خوراک بنایا ہے۔ اللہ نے اپنے قدرت کی ایک ایسی زندہ مثال پیش کی ہے جو ہر روز مشاہدہ میں آتی ہے، لوگوں کے سامنے بارش برسی ہے، زمین میں ہر پانی پیدا ہوتی ہے۔ فصل کھیتی ہے اور پھر وہ جانداروں کی خوراک بنتی ہے۔ کیا یہ دلیل ان کے لیے کافی نہیں؟ گزشتہ درس میں تاریخی واقعات کا ذکر کر کے اللہ نے فرمایا، کیا یہ سنتے نہیں؟ ظاہر ہے کہ واقعات کا تعلق سماعت سے ہی ہوتا ہے اور اب مشاہداتی مثال بیان کر کے فرمایا ہے، کیا یہ دیکھتے نہیں؟ مطلب یہ کہ دونوں مثالیں غور و فکر کا مطالبہ کرتی ہیں تاکہ لوگ بعض باتیں سن کر اور بعض چیزیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آئیں اور اسے والی ابدی

دلائل قدرت  
کا مشاہدہ

نہ ملے گی کو سزا دیں۔

نہ ملے گی  
دن

سمعی کے واسطے میں جب اہل ایمان اور کافر کسی جگہ یا میدان ہوتے تو کافر کو روک کر  
ایمان والوں کو مذاق اڑاتے، اس کے برابر میں اہل ایمان کہتے کہ آج تو تم ایمان  
عالت پہنچنے پر مسکرا کر اب وفات آئے والے ہیں جب ہم نہ جاسے ساتھ میں کفر  
کے اور دولت و فخر کی وجہ سے تمہاری نظر میں نہیں آتی ہوں گی، اس پر کافر اور  
مشرک کہتے وَقَالُوا لَوْلَا جَاءَ هَذَا الْقَوْمُ بِدَلَالَةٍ كَثِيرَةٍ عجب ذہین  
کہ اگر تم اپنے ہمسے میں پہنچے ہو تو کیا اگر فیصلے کو درج کتب نہ لے گا جب وہ یہ کہ  
وہ اس کی نظر اٹھے اور ہم ذیل ہوا یہ وہاں سے، اس کا جواب الْمُؤْمِنُونَ اور  
قُلْ لِي عَذَابِي آپ کہہ دیں تو تمہارے لَا يَنْفَعُ الْكُفْرَافَ کفر  
نہ لے گا، ان کے فیصلے کے دن کا ذکر ہے ایمان لانا تو کچھ فائدہ نہیں، تاکہ  
بعض فرشتے پہنچ کر فیصلے کے دن سے مدد فرمیں۔ آج کے دن جب کتب فہم  
کو وہی خطہ حاصل ہوا، ان دو واقع پر مبنی و تفسیر کتب فہم کے حق میں ہوا اور کافر  
مشرکین اہل فخر و حسد ہونے کے سبب اس کا انکار کیا، یہ تو اس دن بعض کفر  
کا ایمان لانا ان کے لیے عذاب ہے، معنی تاکہ ہوا اور ان کو کہہ دیتے تھے کہ جس  
میں کفاروں کے خلاف ہوسچا کارہوئے واسطے کفر و ایمان سے بعض اہل  
ایمان لائے اور انکی خواست ایمان پر ہوئی، انہ دو کا سیب نمبر سے اس طرح  
فتح ملے کے دن میں تقریباً دو ہزار کافر ایمان لائے اور ان میں سے بعض نے  
بڑے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیے جو باوجود ان کے جہنم ہونے کے  
حالات ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ اس فیصلے کے دن سے مدد فرمیں تاکہ ان سے

مدد دے رب القرآن ص ۳۴۳ وزارت المسیح پبلیکیشن

(الیاض)

مدد حضرت السید صاحب العارفی مدظلہ

کہ اُس دین پر چیز اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ایمان لانا ہرگز مفید نہیں ہوگا۔ وَلَکُمْ  
 هُمْ يَنْظُرُونَ اور نہ ہی ان کو مزید ہدایت دی جائے گی کہ دنیا میں واپس  
 جا کر اپنے عقاید اور اعمال کو درست کر لیں۔ دیکھو وہ سرگردن کی ابتدا میں گزر چکا ہے  
 کہ جب مجرم لوگ عذاب الہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو کہیں گے، اِنَّا  
 اَدْبَرْنَا وَنَسَبْنَا فَاَرْجَعْنَا فَعَمِلُوا صَالِحًا اِنَّا مُوقِنُونَ  
 (آیت - ۱۲) اے ہمارے پروردگار ہم نے دیکھ لیا اور سُن لیا، اب ہمیں دُنیا  
 میں واپس بھیج ہم اچھے کام انجام دیں گے اور تیری باتوں پر یقین کریں گے۔  
 مگر اُس وقت کوئی درخواست قبول نہیں ہوگی اور ایسے مجرموں کو کوئی صلت  
 نہیں دی جائے گی۔ اللہ فرمائے گا اب عمل کا وقت ختم ہو کر جزائے عمل کا  
 وقت شروع ہو چکا ہے۔ اُس وقت ان کی حالت یہ ہوگی فَيَقُولُ هَيْدُ لَكَ  
 يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَنْظُرُوا مَعْذِرَتَهُمْ وَلَا هُمْ يَسْتَعْتَبُونَ  
 (الزمر - ۵۷) کہ اُس دین ظالموں کو ان کی معذرت کچھ مفید نہیں ہوگی اور نہ ہی  
 انہیں خدا تعالیٰ کو منالینے کا موقع ملے گا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔  
 فَاهْوِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ آبَائَکَ بِمَقْعَدِکَ الَّذِیْ اَنْتَ رَاٰیہِمْ  
 درگزر کریں، اُن کی طرف دھیان نہ دیں اور جزائے وقت کا انتظار کریں۔  
 کہ اللہ تعالیٰ ان کی ایذا رسانیوں اور تھلنے صبر کا کیا نتیجہ نکالے گا۔ اہل ایمان  
 کو دنیا و آخرت ہر دو جگہ پر کامیابی حاصل ہوگی، جب کہ کافر اور مشرک ذلیل و  
 خوار ہی ہوں گے۔ آج تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ سبھی مجرم مسلمان کامیابی حاصل نہیں کر  
 سکیں گے مگر انہیں جلدی ہی پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی مددگار کے ساتھ  
 ہے اور وہ کسی طرح اہل ایمان کے حق میں نتیجہ نکالے گا۔ فَانْتَظِرْ وَتَنْتَظِرْ  
 بے شک یہ بھی انتظار کرنے والے ہیں۔

یہ تین رکوع کی تیس آیات والی سورہ ہے۔ سورۃ الملک کی بھی تیس

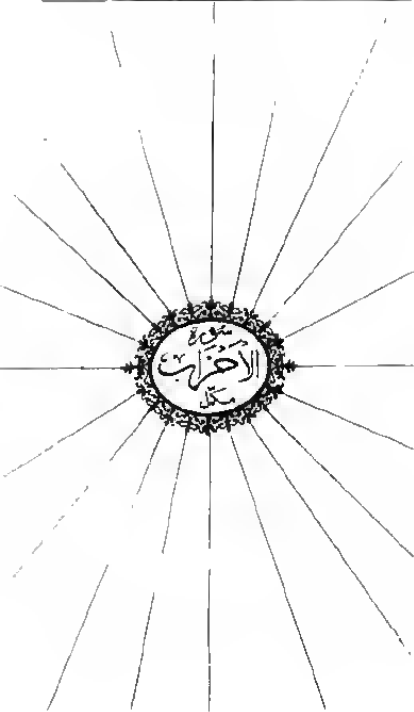
درگزر اور  
انتظار

فضائل سورۃ

ہی ثابت ہے۔ ان دونوں سوزوں کی مدد میں یہ بڑی ضیعت آئی ہے۔  
 حضرت علیؑ کے لئے جو اسلام سونے سے بڑا ہے "ان دونوں سوزوں کی خواہش سے ان  
 کے لئے ہے۔ مدد میں ہے کہ جب اس کی گرفت ہو تو سوزہ اس پر پڑے گا کہ  
 کھڑی ہو کر اسے اس شخص کے قدم میں سفاک کر کے پڑا دے گا۔! شخص نے ان دونوں  
 کی گرفت سے ان کے قدم میں یہ سوزہ پڑا دیا ہے۔ اس لئے کہ اس سے  
 مدد پر ثابت ہے کہ دونوں سوزوں کے مقصد میں ان دونوں کی ضیعت  
 حاصل ہو گا۔ اس لئے کہ اس طرح اس کی گرفت سے پھنکے گئے ہیں ان دونوں  
 کی شہادت ہے کہ اس سے اس کی گرفت ہو گا۔ اس لئے کہ اس سے  
 ان کی گرفت ہو گا۔ اس لئے کہ اس سے اس کی گرفت ہو گا۔

الحمد لله رب العالمین  
 الحمد لله رب العالمین  
 الحمد لله رب العالمین  
 الحمد لله رب العالمین





الاحزاب ۳۳

آیت ۲۱

اقل ما اوحی ۲۱

درس اول ۱

سُورَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ قَدْ هِيَ ثَلَاثٌ وَسَبْعُونَ آيَةً وَسِتُّ وَرِغْمَاتٍ  
سورة احزاب مدنی ہے۔ یہ تہتر آیتیں ہیں، اور اس کے نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ  
وَالْمُنَافِقِينَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ①  
وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ إِنَّ اللَّهَ  
كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ② وَتَوَكَّلْ  
عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ③

ترجمہ: اے نبی! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیے، اور  
نہ کہا مانیں آپ کافروں اور منافقوں کا۔ بیشک  
اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے ①  
اور پیروی کریں آپ اُس چیز کی جو وحی کی جاتی  
ہے آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے  
بیشک اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کام کرتے ہو اس کی خبر  
رکھنے والا ہے ② اور آپ معبود رکھیں اللہ تعالیٰ





نہم کیا گیا ہے۔ عورتوں سے متعلق طلاق اور عدالت کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔  
 حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی خصوصیات اور عام موصوفہ  
 عورتوں کے بعض مسائل بیان ہوئے ہیں۔ مشرکین بتی یعنی منہ پر سے بیٹے کو جنسی  
 بیٹھے کے حقوق دینے تھے، جب کہ اللہ نے اس کا نذیہ ہے۔ خاص طور پر بتی  
 کی بوی سے نکاح کا مسئلہ بھی آگیا ہے۔ عورتوں کے لیے پردے کے احکام نازل  
 کیے گئے ہیں بعض تعزیری احکام بھی آگئے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا ذکر  
 کرید اور ختم نبوت کا مسئلہ بیان ہوا ہے۔ منافقین کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

قیامت اور محاسبہ اعمال کا ذکر بھی آگیا ہے۔ اس سورۃ مبارکہ کا ایک خاص موضوع  
 پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آداب ہیں، آپ کی تعظیم و توقیر کا خصوصی ذکر ہے  
 آپ کے خاتم النبیین ہونے کا تذکرہ ہے۔ آپ کے لیے چار سے زیادہ نکل  
 کرنے کی اجازت کا ذکر ہے اور آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے  
 اس سورۃ مبارکہ کی سابقہ سورۃ الحجۃ کے ساتھ یہ نسبت ہے کہ سابقہ  
 سورۃ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عام مومنین کے  
 لیے تسلی کا مضمون بیان کیا تھا کہ آپ اپنے مخالفین کے پراپیگنڈا سے متاثر نہ ہوں  
 بلکہ صبر کا درس دینے رکھیں، اپنا کام کرتے رہیں اور نتائج کا انتظار کریں اب  
 اس سورۃ کی ابتدا ہی اللہ تعالیٰ نے تسلی کے مضمون سے کی ہے۔

سابقہ سورۃ  
 کے ساتھ  
 ربط

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں انافوں کو مختلف طریقوں سے خطاب فرمایا  
 ہے جہاں عام موضوع سے خطاب مطلوب ہوتا ہے وہاں **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ**  
**آمَنُوا** کے الفاظ آتے ہیں اور جہاں پوری بنی نوع انسان کی توجہ مطلوب ہوتی  
 وہاں **يَا أَيُّهَا النَّاسُ** کہہ کر خطاب کیا جاتا ہے۔ البتہ جہاں خصوصی احکام بیان  
 کرنا مقصود ہوتا ہے یا تسلی دینا مطلوب ہوتا ہے تو وہاں پر خاص طور پر نبی  
 علیہ السلام کو خطاب کیا جاتا ہے۔ اس معنی میں یہ بھی پیغمبر  
 علیہ السلام کو خصوصی خطاب ہے **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ** یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

شرف  
 خاتم النبیین

مفسرین کہتے ہیں یہ خطاب سے بلاخط اندک کہ جس کو قرآن پاک میں جہاں دیگر  
انبار طبعیہ اسلام کو خطاب کیا گیا ہے وہاں ان کے لئے جسے خطاب کیا گیا ہے  
جب کہ حضور علیہ السلام کو امامیہ بغیر نبی اور رسول کے لقب سے خطاب کیا گیا ہے  
جس کا مطلب یہ ہے کہ انشاء اللہ تو آپ کو اس کے بعد اور بھی محبوب ہے  
اس کے بعد وہ جہاں کہیں خطاب کے علاوہ بھی حضور علیہ السلام کا نام لیا گیا ہے  
تو وہاں بھی آپ کی عظمت و شرف کا اندازہ ہے جیسے فرمایا **وَمَا كُنْزُ**  
**الْأَرْضِ وَمَا فِيهَا قَدْ كُنْزٌ مِّنْ قَبْلِكَ الرَّسُولُ أَفَأَمَّا مَنَآتُ أَوْفَيْتُ**  
**الْفَلَاقِطُ عَلَى أَفْعَابِ كُمُ الرَّاكِلِ مَحْزُونِ** ۱۴۰ اور ان میں یہ محو و محو  
کے رسول آپ سے پہلے ہی بہت سے رسول گزر چکے ہیں آپ میں آپ میں  
زندگی گذر کر فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا ہم دین چھوڑ دیتے؟ جہاں پر  
لفظ محمد صخرہ کو آپ کی عزت و ترقی کا اظہار کیا گیا ہے۔ اسی طرح سورہ محمد  
میں رسولوں کے متعلق فرمایا کہ جہاں ان کے بعد رسولوں نے نیک اعمال انجام دیے  
**وَأَمَنُوا بِمَا نَزَّلْنَا عَلَيْكَ مَحْصُودًا آتٍ** ۱۲۰ اور میں میرے ربان  
لانے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے، یہاں پر بھی آپ کی شان  
و عظمت کا اظہار ہوا ہے، یہ حال قرآن پاک میں جہاں بھی آپ کو خطاب کیا گیا ہے  
یا آپ کا نام لیا گیا ہے تو ثابت ہی عزت و احترام کے ساتھ ہوا گیا ہے۔

شعبہ ہند

اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو خطاب کر کے فرمایا **إِنَّا فَتَقِ اللَّهَ أَمِيرٌ**  
سے لئے رہیں۔ جیتھت یہ ہے کہ نبی کی زندگی کا کچھ بھی خوف خدا سے  
نالی نہیں ہوا اور یہاں اسی بات کی تائید کی گئی ہے مفسرین کا کہہ فرماتے ہیں  
کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ خدا کے خوف پر ہدایت اختیار کریں اور  
دس پر تم رہیں۔ چنانچہ کی طرف غور و خوض کہ دل میں جاگزیب کہیں دیکھ لیں

الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ بنیں۔ وہ جس شیخ پر آپ کو پسند نہ آجائے ہیں۔ آپ اس سے بچتے رہیں اور تقویٰ پر قائم رہیں نبی کی ذات سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی وقت خوفِ خدا سے خالی بھی ہوگا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا: **لَا يَنْفَعُكَ أَنْ تُشْرِكَتَ كَيْتَبْتَ طَنْ عَمَلُكَ (الزمر - ۶۵)** اگر آپ نے بھی شرک کا ارتکاب کیا تو مائے عملِ ضائع ہو جائیں گے کہ شرک اتنی بڑی چیز ہے۔ یہاں بھی وہی بات ہے بھلا اللہ کے نبی سے شرک کی کیسے توقع کی جاسکتی ہے۔ جب کہ اس کا اولین منصب ہی یہ ہے کہ لوگوں کو شرک سے باز رکھے۔ مطلب یہی ہے کہ جس طرح آپ پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر قائم ہیں اسی طرح اس پر قائم رہیں۔ یہاں بھی خوفِ خدا پر مدامت اختیار کرنے کا حکم ہے۔

امام ابن کثیرؒ اور بعض دوسرے مفسرین نے ایک بزرگ طلق ابن حبیبؒ سے تقویٰ کا یہ معنی نقل کیا ہے **أَنْ تَعْمَلَ بِطَاعَةِ اللَّهِ عَلَى نُورٍ مِّنْ نُورِ اللَّهِ وَتَتَجَوَّعَ ثَوَابَ اللَّهِ وَتَتَزَوَّدَ مَعْصِيَةِ اللَّهِ عَلَى نُورٍ مِّنْ اللَّهِ مَخَافَةَ عَذَابِ اللَّهِ** کہ اللہ کی عطا کردہ روشنی کے تحت اللہ کی اطاعت پر عمل کرتے رہیں، اللہ سے ثواب کی امید رکھیں اور اللہ کی معصیت کو ترک کر دیں اس نورِ ایمان اور نورِ ہدایت کے ذریعے جو اللہ نے عطا کیا ہے، اور خدا کے عذاب سے بڑبڑاتے رہیں۔ بہر حال اللہ نے فرمایا کہ آپ اللہ سے ڈرتے رہیں اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ بنیں۔ مکی زندگی میں کفار و مشرکین حضور علیہ السلام سے سودے بازی کرنا چاہتے تھے اور ان کی یہ پٹیکش مئی زندگی کے ابتدائی دور میں بھی ہوتی رہی کہ آپ اپنے دین

مذہبیت  
کا کائنات

ہر کچھ نرس انشاء پر کریں تو ہم بھی کسی قدر نرم پڑ جائیں گے اور اس طریت سے ادا رہا ہے  
 سدا ماحقہ ماحقہ بنتا ہے گا، اسرارہ انظر میں اسدہ نعالی نے حضور علیہ السلام کو یاد  
 دلایا ہے وَذَاقُوا الْعَوْفَةَ هِيَ خَبْدٌ مِّنْ عَوْفٍ رَّأَيْتَ۔ ۹ کہ کہہ کر فرمایا ہے  
 ہیں کہ آپ کچھ ڈھیلے پڑ جائیں، تو دوسری ٹورم پڑ جائیں گے، کافر جہنم سے گئے  
 آپ ہمارے حضوروں کی خدمت نہ کریں مگر حضور ہی بہت اُن کی تعریف کریں  
 کریں اور اس بات کو تسلیم کریں کہ یہ اللہ کے ہاں مشائخی جب تو ہم بھی آپ سے  
 معبود کے خلاف کوئی بدست نہیں کر سکتے اور نہ آپ کو اور آپ سے کچھ بڑا کر سکتے  
 کو بھگت کریں گے، منافق لوگ رو سکتے طریقے سے گناہ کی ہاں پڑاں گے  
 تھے، وہ کہتے کہ اگر مشرکوں کے ہند اس قسم کا اس معبود پر جانا ہے تو اس میں  
 کیا حرج ہے؟ لوگ امن و امان کی زندگی بسر کریں گے جبکہ بعد از ان فرائض  
 عبادت کرنے کی جو سب سے لوگوں کی حالت بہتر نہائی جائے گی اور اسلام کو بھی تعزیت  
 حاصل ہوگا اور امتداد و وسیع ذوق و رغبت سے اٹھائیں گی کسی قسم کی اور عبادت  
 نہیں کر سکتی اور یہ کسی قسم کی نسبت پر کافروں اور مشرکوں سے کوئی معبود پرست نہیں  
 رہنے کے معبود میں (صید پڑ جائے) عبادت کلا آج ہے تو کسی صورت میں بھی جائز نہیں  
 قرآن اطلاق اور حاکمانہ کی تعاقبات نہایت چیز پر یہ بخیر و نیک کے معنی میں کوئی اور  
 ہاں نہیں رہ سکتی کہ وہ جن کی حقیقت کو بھی چھپا دیا جائے، اس میں ان میں انجوت کا کم کر  
 سکتا ہے اور انجوت کا جگر نہ سکتا ہے۔ حوت کے معادوں کسی قسم کا ذوق و رغبت نہ کر  
 پہنچیں نظر نہیں رکھا جائے گا، اس معاد پر بھی اللہ نے کسی بات کو دیر لایا ہے  
 کہ آپ کافروں اور منافقوں کی بڑی قس کرنا کہیں، بلکہ باخوف و غفلت اس  
 کو دنیا میں پہنچائے ہیں، حُرک کا تو ہم کر رہے ہیں طریقے سے وَذَاقُوا الْعَوْفَةَ  
 الْكَافِرِينَ۔ ۱۰ وَذَاقُوا الْعَوْفَةَ وَالْكَافِرِينَ۔ ۱۰، جن کو یہ  
 اللہ کے ہوا چکا رہے ہیں اُن کو گالی نہ دیں کہ یہ اطلاق کی بات ہے۔ وہاں کے  
 ساتھ کفر، مشرک اور دیگر یہ کہ اللہ کے ہوا کوئی حاجت نہ اور عبادت نہ نہیں اور

نہ کوئی سفارش کر سکتا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ دین کے معاملہ میں کسی کافر، مشرک اور ملحد کی بات نہیں مانی جاسکتی، نہ اُن سے مشورہ لیا جاسکتا ہے کیونکہ وہ اس کے اہل ہی نہیں مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں قانون سازی کے لیے غیر مسلموں، عیسائیوں اور یہودیوں اور دہریوں سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ تو تمہیں اپنا ہی قانون بتائیں گے اور اس طرح تمہیں اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ دیکھئے! اسلام نے سود کو قطعاً حرام قرار دیا ہے۔ مگر ہماری ساری بینکاری سودی نظام پر چل رہی ہے جب بھی سودی نظام کو ختم کرنی کی آواز بلند ہوتی ہے۔ تو پھر مشورہ غیر مسلموں سے ہی لیا جاتا ہے کہ بتاؤ ہم سودی نظام کو اسلامی نظام میں کیسے تبدیل کریں۔ یہی تو خرابی ہے جو ہمیں اسلامی قوانین رائج کرنے میں پیش آرہی ہے۔ بالالبتہ عام دنیوی لین دین، تجارت اور انتظامی امور کے متعلق ہر چھیٹائے کو قبول کیا جاسکتا ہے خواہ وہ کسی طرف سے آئے مگر دین کے معاملے میں کوئی رعایت نہیں ہے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اعدائے دین چار ہیں جن میں سے دو ظاہری ہیں اور دو باطنی، ظاہری دشمن تو یہی کافر اور منافق ہیں جن سے اس آیت کو پڑھیں میں پہنچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ کافر کھلم کھلا اسلام دشمنی کرتے ہیں۔ جب کہ منافق درپردہ اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے ہیں۔ دین کے باطنی دشمنوں میں پہلے نمبر پر شیطان ہے جو نظر تو نہیں آتا۔ مگر انسانی دل و دماغ میں دوسرے ڈال کر اُس کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ اُس نے اللہ کے سامنے عہد کیا تھا کہ میں نیرے بندوں کو آگے بھیجے اور دائیں بائیں سے آکر بہکاؤں گا۔ میں ان کو دین کے معاملہ میں گمراہ کروں گا۔ ان کے برے اعمال ان کی نظروں میں مزین کر کے دکھاؤں گا۔ اور دنیوی معاملات میں ان کو بہکا پھلا کر برائی کی طرف مائل کروں گا۔ ایسے دشمن سے

چار اعدائے  
دین

چرکہ رہا بھی ضروری ہے، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان کا دوسرا وطن دشمن  
 خدا کے اپنا نفس ہے اِنَّ النَّفْسَ لَکَ شَارِکًا بِالْاِیْمَانِ ۚ وَیُؤَسِّرُ ۙ وَیُؤَسِّرُ  
 خود ان کا نفس بھی اسے اپنی پر آمادہ کرتا ہے لہذا اس کا کلمہ بھی ضروری ہے  
 جو شخص ان چاروں کو اپنے دین سے بچ گیا وہ کامیاب ہو گیا، فرمایا آپ کا لفظ  
 اور منافقوں کی بات نہ آیا ہاں اللہ حکیمان علیہما السلام  
 بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے والا اور حکمت والا ہے، وہ کاغذوں اور  
 شافعیوں کی تمام غلطیوں کو جاننا ہے اور آپ کو جو حکم دیا جا رہا ہے، یہ  
 حکمت سے خالی نہیں، لہذا آپ اس پر غمی سے عمل کریں۔

ارشاد دہرہ ہے کہ کفار و منافقین کی بات ماننے کی بجائے وائے عسا  
 یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا اَیْمَانَ الْکٰفِرِیْنَ ۚ اِنَّ اَیْمَانَ الْکٰفِرِیْنَ  
 آپ کے پروردگار کی بات سے بڑی کی بات ہے، طلب ہو کہ آپ اللہ سے  
 کے نام کی کلمہ و شریعت کی پیروی کریں، یہاں پر طلب ہو کہ پیغمبر اللہ سے  
 ہے مگر مڑ جائے اب ایمان ہوا ہے دوسری جگہ فرمایا اَتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ  
 اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِہِ اَیْمَانَ الْکٰفِرِیْنَ ۚ  
 (احزاب ۳۰) اے ایمان والو! تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنزل ہوا  
 کلام کو اپنے دین کے علاوہ دوسرے لوگوں کا اتباع نہ کرو، اگر ایمان لگے تو گمراہ  
 ہو جاؤ گے، دین کا اسی قانون قرآن ہے، اُس کی شرعیت ہے اور یہ  
 و سوائے ہمارے کلام کے اُل لہذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اتباع میں ہر سب سے  
 آج نہیں گی، طلب ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لیے حدیث نہ ضرورت ہے لہذا اس پر  
 عمل کرنے کے لیے یہاں پر عمل فرمائیں، اُس کے بعد جو دوسرا طلب آیا  
 وہ مائی ہیں ان کو جو حدیث دینی و شریعتی ہیں اور جو مسائل دین و ایمان ہیں،  
 مولانا عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہاں، یہ ہندوستان و جنوبی  
 بڑے ایسے ہیں مگر انہیں بہت لبرٹی ہے مگر اگر کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کا نام

کہا کریں

ہے تو یہ نام نہاد لیڈر طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر عوام کو اپنے پیچھے لگا کر ووٹ حاصل کرتے ہیں اور پھر اسمبلیوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ اسلام کے یہ نام لیوا بھلا کون سا اسلامی قانون لائیں گے، یہ تو اسلام کی مبادیات سے بھی واقف نہیں۔ پارلیمنٹ کا ممبر تو وہ آدمی بننا چاہیے جو اللہ کی کتاب، اُس کے رسول کی سنت اور خلفائے راشدین کے عمل کو جاننے والا ہو۔ ان چیزوں سے بے بہرہ لوگ اسلام کی کیا نمائندگی کریں گے اور کونسا قانون پاس کریں گے؟ ممبری کے قابل تو وہ شخص ہے جو دین کے اساسی قانون سے واقف ہو اور پھر اپنے اندر قربانی کا جذبہ بھی رکھتا ہو۔ ذاتی اغراض کو پس پشت ڈال کر اجتماعی مفاد کے لیے کام کرے اگر یہ چیز نہیں ہے تو پھر عوام سے فراڈ ہی ہوتا ہے گا۔ لوگ پراپیگنڈا کے زور پر یقین کر لیتے ہیں کہ واقعی فلاں آدمی یا جماعت ہماری نجات دہندہ ثابت ہوگی مگر وہ سرسردھو کہہ سکتے ہیں مارشل لا کے دور میں ہم نے کتنی بد کہا تھا کہ اب تمام اختیارات فرد واحد میں مرکوز ہو چکے ہیں۔ نام نہاد عوامی نمائندوں سے جان چھوٹ چکی ہے لہذا اب بلا جیل و حجت قرآن کا قانون نافذ کر دیا چاہیے اور اس کے مخالفین کو تختہ دار پر چڑھا دو پھر دیکھیں کون مخالفت کرتا ہے۔ مگر ہماری یہ آواز بھی بیکار ثابت ہوئی۔ اسلام کے نام پر ریفرنڈم کر لیا تھا اُس کا کیا نتیجہ نکلا؟ کیا واقعی اسلام نافذ ہوا؟ اصل بات یہ ہے کہ نفاذ اسلام کا ارادہ ہی نہیں۔ ورنہ اس سے بہتر موقع کوئی نہیں آسکتا تھا مگر وہ بھی ماتحت سے جاتا رہا۔ اب پھر وہی نام نہاد جمہوریت کا راگ الاپا جا رہا ہے جس میں ووٹ خریدے جاتے ہیں اور پھر اسمبلی میں پہنچ کر سب سے پہلے الیکشن کے اخراجات کا ڈگنا چوگنا اکٹھا کیا جاتا ہے اور باقی وقت ایک دو سکر کی ٹانگ کھینچنے میں صرف ہو جاتا ہے۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے اور اسلام کا محض نعرہ ہی رہ جاتا ہے، اُسے نافذ کرنے کی کوئی مخلصانہ کوشش نہیں کرتا کیونکہ ایک کرنے سے خود ممبروں کے مفاد پر زور پڑتی ہے۔ مقصد یہ کہ خود ہمارے لیڈر ہی ہمیں گمراہ کر رہے ہیں مگر نہ عوام میں تو کیس نہ کیس ایمان موجود ہے۔





لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ قَاتِلْنَاهُ وَيَكْفُرْ (آیت ۹۰) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں  
 لہذا کارنامہ بھی اسی کر سمجھو۔ وہی بگڑی بنائے گا کہ سارا اختیار اسی کے پاس ہے۔ قریب  
 خالص کو اپناؤ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی صورت میں مشرک نہ کرو۔ اس کی ذات  
 پر عبور دے کر تے ہوئے اپنے پروگرام کو جاری رکھو۔

---

مَا جَعَلَ اللَّهُ لِلرَّجُلِ مِنْ قَلْبَيْنِ فِيْ  
 خَوْفِهِ ۚ وَمَا جَعَلَ أَرْوَاجَكُمْ أَرْوَاجَ  
 نَظِيرَيْنِ مِنْهُمْ ۚ أَفَهَيْتُمْ لَهُمْ مَا جَعَلَ  
 أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ  
 بِأَفْوَاهِكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي  
 السَّبِيلَ ۝ (۴) ادْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ  
 عِنْدَ اللَّهِ ۚ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ  
 فَاخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ وَلَيْسَ  
 عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ ۚ وَلَٰكِنْ  
 مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا  
 رَحِيمًا ۝ (۵)

ترجمہ:۔۔ نہیں شرکے، اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے لیے  
 دو دل اسی کے سینے میں، اور نہیں بنایا اُس نے تمہاری  
 یہاں کو جن سے تم لدا کرتے ہو، تمہاری بہن اور  
 نہیں بنایا اُس نے تمہارے سوا دوست، بیٹوں کو تمہارے  
 بیٹے۔۔ بات ہے تمہارے اپنے عزیزوں سے۔۔ اور  
 اللہ تعالیٰ حق بات کہتا ہے اور وہ دہائی کرتا ہے

رستے کی (۲) پکارو ان کو ان کے باپوں کی طرف  
نسبت کر کے۔ یہ بات زیادہ انصاف والی ہے  
اور شر کے نزدیک۔ پس اگر تم نہ جانتے ہو ان کے  
باپوں کو پس۔۔ تو ایسے بھائی ہیں دین میں اور تمہارے  
سامنے ہیں۔ اور نہیں تم پر گناہ اُس چیز میں جو تم نے  
خطا کی، لیکن گناہ اس میں ہے جو تمہارے دلوں نے  
پختہ ارادہ سے کیا اور اللہ تعالیٰ بخشے والا مہربان (۵)

ربط آیت

سورۃ کی ابتدائی آیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب کیا گیا، اللہ نے  
فرمایا کہ آپ کا فرض اور منفقوں کی بات نہ مانیں بلکہ وحی الہی کا اتباع کریں، اور  
اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہوئے اپنے پروردگار کو جاری رکھیں۔ کفار و مشرکین،  
اور منافقین کے غلط پراپیگنڈا کا شکار نہ ہوں اور زمانہ جاہلیت کی غلط باتوں پر دھیان نہ  
دیں۔ اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی تین باتوں کا ذکر کیا ہے۔ زمانہ جاہلیت  
میں رائج عقیدوں اور اپنے نبی کو ان کے مقابلے میں صحیح باتوں کو اختیار کرنے کی  
مفقیں کی ہے۔

دور دوروں  
کی نفی

زمانہ جاہلیت میں یہ ایک عام اثر پایا جاتا تھا کہ اگر کوئی شخص غیر معمولی  
طور پر ذہین، مہذب اور معاملہ فہم ہو تو اس کے متعلق کہا جاتا کہ اس شخص کے سینے  
میں دو دہل ہیں۔ ترمذی شریعت کی روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام  
نہاڑ میں بمبول گئے تو بعض منافق کہنے لگے کہ آپ کے دو دہل ہیں۔ ان میں  
سے ایک دہل کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دوسرے دہل کے ساتھ  
مخلص کوٹوں کی طرف۔ اللہ نے اس بات کی تردید فرمائی ہے کہ کسی شخص کے سینے

ہیں وہ ولی نہیں رہتے۔ مگر کس شخص سے ایک زہین آدمی کے متعلق کہا جاتا تھا کہ اس کے دو درویش ہیں۔ اس آیت کریمہ سے اس بات کی بھی نفی ہوگئی۔ ہر حال ان دو درویش سے تاحیہ علیہ السلام کی جلیل منت قلب لہ فیہ جود فیہ انشاء اللہ لے کر شخص کے پیٹے میں دو درویش بنانے والے پیشہ ایک ہی ہوتا ہے بعض جسمانی اعضا و اعضاء پر رکھتے ہیں جیسے کسی شخص کے اعضاء پاؤں کی اعلیٰ درجہ کی کی بھیجے مچھروں، پچھلے رگوں انہی بات میں ایک عورت کی زور فانی مٹی میں کو خیر آخوند سر کا پھیل جانے پر توجہ تھی کہ ان زوشادہ میں آ آ رہا ہے۔ مگر کسی شخص کے جسم میں دو درویش بھی نہیں پائے گئے۔

یہ نیکو کام شریعت سے تو متعلق نہیں۔ کہتا ہوں اس کا متعلق علمائے شریعت کا منصب بنیاداً تو در AMATORY اسے کہتے کہ انسانی جسم میں کرن کوین سے ۱۱ اعضا و کمیتیں تھیں اور کہیں کہیں جگر پر جو ہر ہیں۔ انسان کا دل عام طور پر پیشے کے ہیں طرف ہوتا ہے۔ مگر بعض شاذ و نادر کیسوں میں اس کا دائیں جانب ہونا بھی پایا گیا ہے۔ صوبہ دار میں ہر عمر کے عظام پر اہل حق کا دینی دھرم جاموں اسلام پر ہے آج سے تقریباً نصف صدی پہلے اس دروس کے بہتر نکاحا ہوا ہم کے متعلق مشرق ہے کہ ان کا دل دائیں طرف تھا۔ یہ وہی کامک ہیں بھی دکھوں کہ وہ ان میں کوئی کامیاب شخص بھی ہوا جس کا دل دائیں طرف ہوتا۔ ہم پاکستان کو بہت مشرقی شخص سے جینے میں دو درویش بھی پائے بہت نونہیں پائے۔

اس موقع پر مشرقی کہ ایک اور لفظ بھی آتا ہے جسے یہ زوشادہ اختیار ہے راجت و حبتہ الفلب فہ ان واحد الفلب سے کہیے کہ بہت ہی کوئی ولی بیک وقت دو امور کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ مگر معذرت ہو لا: شاہ اشرف علی تھانوی نے انکال پریشی کی کہ کہ بعض لوگ کہیں بھی پائے

۱۰

انیاض

جہ بیان القرآن ج ۲۰

ہتے ہیں اور ساتھ ساتھ گفتگو بھی کرتے ہتے ہیں، اس طرح اُن کے دل کی توجہ دل کی طرف اور باتوں کی طرف بیک وقت کیسے ہو سکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ ایک وقت میں یا ذکر ہو گا یا دیگر باتیں۔ تو ایسا کرنا محض دھوکہ ہے۔ کوئی شخص ایک ہی وقت میں ذکر کے ساتھ ساتھ دنیاوی باتیں کرنے کی قدرت نہیں رکھتا، جو شخص ایسا کرتا ہے وہ گفتگو میں تو مصروف ہوتا ہے۔ مگر ذکر سے خالی ہوتا ہے۔ بہر حال فرما کہ کسی شخص کے سینے میں اللہ نے دو دل نہیں بنائے۔ دل ایک ہی ہوتا ہے جو یا تو کفر کی طرف مائل ہو گا یا اطاعت کی طرف

ظہار کا  
مسئلہ

اب دوسرا مسئلہ اللہ نے بیویوں سے ظہار کرنے کے متعلق بیان فرمایا ہے ظہار کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنی ماں کی پشت، پیٹ، یا ران یا کسی دیگر اعضائے مستورہ سے تشبیہ دے جس کا دیکھنا بھی حرام ہے۔ یا وہ اپنی بیوی کو اپنی ماں، بہن یا دیگر محرماتِ ابدیہ میں سے کسی کے برابر قرار دے۔ ایسا کہنا اگرچہ ناجائز اور سخت ناپسندیدہ ہے مگر اس سے بیوی قطعی طور پر حرام نہیں ہو جاتی بلکہ شریعت کا مقرر کردہ کفارہ ادا کر کے مرد اور عورت ازدواجی زندگی برقرار رکھ سکتے ہیں۔ کفارہ کا مسئلہ سورۃ مجادلہ میں بیان کر دیا گیا ہے یعنی ظہار کرنے والا شخص ایک غلام آزاد کرے یا دو ماہ کے متواتر روزے رکھے یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے زمانہ جاہلیت میں یہ تصور پایا جاتا تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کا اعلان کر دیتا تھا۔ تو پھر وہ اس کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی تھی اللہ نے اسی بات کی تردید فرمائی ہے وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمْ اِلٰہٰی قَطِّہُمْ وَاَنْ مِنْہُمْ اُمَّہَاتُكُمْ اللہ تعالیٰ نے تمہاری اُن بیویوں کو تمہاری ماںیں نہیں بنا دیا جن سے تم ظہار کرتے ہو یعنی اُن کو اپنی ماں کی پشت کے ساتھ تشبیہ دے دیتے ہو۔

ظہار کا لفظ ظہر کے مادے سے ماخوذ ہے جن کا معنی پشت ہوتا ہے۔ یعنی اپنی بیوی کو اپنی ماں کی پشت کے ساتھ تشبیہ دینا۔ دراصل پشت کے ساتھ تشبیہ



اُن کے لیے کوئی اچھا سا غلام خرید لائے جس سے روزمرہ ضروریات زندگی میں خدمت لے سکیں۔ جب وہ منڈی میں گئے تو اُن کی نظر حضرت زینؓ پر جم گئی جو اُس وقت چھوٹے بچے تھے اور بڑے زمین معلوم ہوتے تھے۔ حضرت زینؓ حقیقت میں غلام نہیں تھے بلکہ بڑے وسیع قبیلے ملک کے چشم و چراغ تھے۔ اتفاق سے برائے ماہوں کے ہاں گئے ہوئے تھے کہ وہاں ڈاکر پڑا تو ڈاکو باقی چیزوں کے ساتھ زینؓ کو بھی لوٹ کر لے گئے اور غلام بنایا اور اس طرح آپ بحیثیت غلام عکاؤ کی منڈی میں بیچ گئے۔ بہر حال حکیم ابن حزمؒ نے حضرت زینؓ کو خرید کر حضرت خدیجہؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ پھر جب حضور علیہ السلام کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہو گیا تو آپ نے حضرت زینؓ کو اپنے لیے طلب کر لیا جو حضرت خدیجہؓ نے بخوشی منظور کر لیا اور اس طرح حضرت زینؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحویل میں آکر آپ کی خدمت پر مامور ہو گئے۔

جب حضرت زینؓ بڑے ہو گئے تو آپ کو تجارت کے سلسلہ میں شام کے سفر پر جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں اُن کو اُن کے والد ماروا اور چھاپنے پہچان لیا کہ یہ تو ہمارا بچہ تھا ہوا بچہ ہے، اُن کو یہ بھی علم ہو گیا کہ آپ خاندان قریش میں غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت زینؓ سفر سے واپس آ گئے تو آپ کے والد اور چچا بھی مکے پہنچے اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ چار بچہ بے کسی درجہ غلامی کے چکر میں پھنس گیا ہے۔ آپ نے چھوڑ دیں، ہم اس کا تادان ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے تادان کی ضرورت نہیں ہے، اگر زینؓ جانا چاہتا ہے تو میری طرف سے کئی اعزازات ہے۔ اس وقت تک حضور علیہ السلام مضربِ نوبت پر بھی فائدہ ہو چکے تھے اور حضرت زینؓ آپ کے اخلاقِ کریمانہ سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے۔ آپ غلاموں میں سب سے پہلے حضور پر ایمان لانے والے ہیں۔ جب آپ کے والد اور چچا نے اپنے ساتھ چلنے کو کہا تو حضرت زینؓ نے انکار کر دیا اور کہا کہ



لیجئے اے جہاد شاور لڑائی کو حضور علیہ السلام کی غلامی پر توجہ نہ رہا جس پر لوگ  
 سخت ترین بر گئے۔ اس دور میں حضور علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ میں نے  
 ذبیحہ کو ہلا کر رکھنے کے لئے مذبذب لایا ہے۔ اس پر یہ لوگ اڑھت ہو گئے۔ وہ میں  
 اس کا وارث ہوں۔ اس پر ذبیحہ کا پس انداز چھٹا کر دیا۔ جس کے ذبیحہ اگر جس کے سامنے  
 بھی ہوتا ہے تو اس پر آواز فرمادیا گیا ہے۔

مفتی کی برقی  
 سے چون  
 کہ

حضور علیہ السلام نے حضرت ذبیحہ کا نام پڑھ کر پھر بھی اس میں نصرت نہیں کی  
 تھی کہ نہ دیا نہ شکر لکھ کر جوہر ان کا کہیں میں نہا۔ نہ ہو سکا حضرت ذبیحہ نے حضرت  
 ذبیحہ کو طاق دے دی تو خود انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حج کر  
 یں بشرطین کے نہ دیکھا نہ لکھ رہے تھے کہ اٹھ کر پھر سے نکلتے مگر انہیں  
 تھا۔ اس لیے انہوں نے اس مسئلہ کو خوب اچھا لایا اور حضور علیہ السلام کو جہاد  
 کو اپنی کوشش کی کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی بیٹی سے نکاح کر لیا ہے۔ اس پر  
 اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کو واضح کیا اور ان آیت کے ذریعہ فرمایا کہ اللہ کے  
 نصارہ نہ رہے چوں کہ نصرت ختمی بیٹے نہیں بنا دیتے تو تھا ہی اہم ذائقہ  
 کی انتہا ہے۔ حق است اللہ کے کہ نہ جسے بیٹہ کی نصرت نہ ہو نہ سے نکلیے  
 انکا مال ہے۔

کسی کو یہ کہہ کر پکا کرنا اور وجہات سے جو کھتا ہے۔ پہلے وجہ ہے  
 کہ کہیں پہاڑ چھوڑے شہادت کی بنا۔ یہ کسی کو یہ کہہ کر پکا کرنا ہے ان میں کوئی  
 حجت نہیں ہے کیونکہ خود انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انسؓ کی بیٹی  
 دے دی تھے۔ کہہ کر پکا کر تے تھے۔ حضور علیہ السلام حضرت خضرؓ کو ایک بار  
 صبا کی کہی ہی غضب سے پکارتے تھے۔ یہ بیڑی اور سے کے کھانڈے رہتے  
 ہے۔ اور سری و جریہ سے کہہ کر کسی کو سننے بنا لیا جانتے اور اسے دوزخ کے کھاتے  
 میں لے کر کہہ کر پکارتے۔ اس پر سو سے میں بھی نہ رو دینا۔ نہ کوہن جانتے اور بھی  
 نے حقوق وراثت حاصل ہوتے ہیں۔ ان کوئی شخص اپنی زندگی میں سے لکھ

کے لیے اپنے تہائی مال تک کی وصیت کر سکتا ہے جس کا وہ حقدار ہوگا باقاعدہ وارث نہیں بنے گا۔

حقیقی باپ  
کی طرف  
نسبت

اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ تعلیم بھی دی ہے اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ اِنۡہُمْ اَپۡنَے لے پالک بیٹوں کو اُن کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو، نہ کہ اُس شخص کی طرف جس نے اُسے بیٹا بنایا ہے فرمایا ھُوَ اَقْسَطُ عِنۡدَ اللّٰہِ اللہ کے نزدیک یہ بات زیادہ انصاف والی ہے کہ تم ایسے لوگوں کی نسبت اُن کے حقیقی باپوں کی طرف کرو۔ صحابہ کرامؓ بیان کرتے ہیں کہ ان آیات کے نزول سے پہلے ہم حضرت زیدؓ کو زیدؓ ابن محمدؓ کہہ چکے تھے۔ اس کے بعد ہم زیدؓ ابن حارثہ کہنے لگے۔ حضور کا یہ فرمان بھی ہے مِّنۡ اَدَّٰعٰی الرَّحۡمٰنِ اَبِیۡہٗ فَقَدْ کَفَرَ جس شخص نے کسی کی نسبت غیر باپ کی طرف سے اُس نے کفر کا ارتکاب کیا، بلکہ ایک روایت میں اُس کے لیے جنت کے حرام ہونے کا ذکر بھی آتا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ منہ لو سے بیٹوں کو اُن کے باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارا کرو۔

فرمایا فَاِنَّ کُمۡ تَنۡسَوۡۤاْ اَبَآءَہُمۡ اَلَا تَعۡلَمُوۡنَ اُن کے باپوں کو نہ جانتے ہو فَاِخۡوَٰنُکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَ مَوَالِیۡکُمۡ پس وہ دین میں تمہارے بھائی اور تمہارے ساتھی ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر کسی کے باپ کا علم نہ ہو تو ایسے لوگوں کو بھائی یا رفیق کہہ کر پکار لو مگر غیر باپوں کی طرف نسبت بالکل نہ کرو۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت زیدؓ سے کہا اَنْتَ اَخُوۡنَا وَ مَوۡلَاۤنَا تم ہمارے بھائی اور ہمارے ساتھی ہو۔ اس طرح گویا آپ نے اس آیت مبارکہ کی عملی تفسیر پیش کر دی۔

فَرَاوَقْتَسَ عَلَيَّ كَلِمَةً فَبَيْنَا أَغْطَى الْكَوْكَبُ أَسْمَاءً مِنْ بَنِي قُرَيْشٍ  
 ما نہیں ہے جس میں ہم نے غلط کی، غصہ یہ کہ اگر کسی غلطی کی بنا پر یہ سوال کر  
 کسی کو غریب سے منسوب کر دیا تو اس میں کوئی عیب نہیں، ضرور اس غلطی کو  
 کا فرائض ہی ہے کہ اگر اسے میری امت سے خطہ سہ فیضان کے مضافہ کر دیا جائے  
 بلکہ شخص پر غفرت میں کوئی کن نہیں ہوگا۔ البتہ دنیا میں جس وجہ سے بعض اوقات  
 رتبہ برعادت میں بخیر اگر دیکھ کر اسے درست فعلی سے ہادی ملن میں اگر کسی نو بہ  
 فاسد ہو جائے گا جس کی قضا لازمی ہوگی مگر آدمی گنہگار نہیں ہوگا، اس طرح اگر کسی  
 سے کسی درست شخص سے جبراً کوئی ایمان کا ذکر دیا یا اس پر بھی کوئی کن نہیں ہو  
 گا، کیونکہ اس نے اپنی جان کے غصے سے کوئی غلط گھمڑاؤں سے کر دیا ہے یا  
 کوئی غلط کام کر دیا ہے۔

فَرَاوَقْتَسَ عَلَيَّ كَلِمَةً فَبَيْنَا أَغْطَى الْكَوْكَبُ أَسْمَاءً مِنْ بَنِي قُرَيْشٍ  
 وَفَجَزَىٰ مَا عَفَتْ ذَاتُ فَالُوتٍ بِكَلِمَةٍ أَمِنَّا لَكُمْ مِنْ بَنِي قُرَيْشٍ  
 کے ارد سے سے ایسا کہ آدمی فراموش کے ان الفاظ ہو گئے۔ وَكَانَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ  
 تَجَنَّبَ تَحْتَهُ الشَّرَّ وَالْغَالِيَةَ كَرِهَ وَالْأَوَّلُ بَرَاءً بَيْنَ غَطْلِي كِي سُرُورَتِ يِ  
 وہ معاف فرم دے گا، پھر اگر نفس کوئی غلط کام کرنے کے تو کہتا: ابھی۔

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ  
أُمَّهَاتُهُمْ وَأُولَئِذَا أَتَى الْأَرْحَامَ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ  
بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
وَالْمُضْجِرِينَ إِلَّا بَآءُ تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُمُ  
مَّعْرُوفًا كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ⑥

ترجمہ :- اللہ کے نبی کو زیادہ تعلق ہے ایمان والوں  
کے ساتھ ان کی جانوں سے ۔ اور نبی کی بیویاں ان  
(مومنوں) کی مائیں ہیں اور قرابت دار بعض زیادہ تعلق رکھتے  
ہیں بعض کے ساتھ اللہ کی کتاب میں ایمان والوں اور ہجرت کرنے

والوں سے ، مگر یہ کہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوئی احسان  
کرنے چاہو ۔ یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے ⑥

سورۃ احزاب کے بنیادی مضامین اللہ کے نبی کا ادب و احترام اور  
عورتوں سے متعلق بعض احکام ہیں ۔ گذشتہ درس میں اللہ نے فرمایا تھا کہ کسی شخص  
کے سینے میں دو درل نہیں ہوتے ۔ نیز یہ کہ اگر تم اپنی بیویوں کو ظہار کے طریقے  
پر مال کہ دو تو وہ مائیں نہیں بن جاتیں ۔ یہ شخص تمہارے منہ کی باتیں ہیں جن میں حقیقت  
نہیں ہے ۔ پھر فرمایا کہ جس کو تم منہ بولا بیٹا بناتے ہو وہ تمہارا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا  
لہذا اس کو اس کے حقیقی باپ کی طرف ہی نسبت کر کے پکارنا چاہیے اور اگر  
ایسے کسی شخص کے باپ کا نام یہ معلوم نہ ہو تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی اور ساتھی

رابطہ آیت



ہیں کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو مومن آدمی کا ایمان آفتابِ نبوت کی ایک شعاع ہے۔ ابریزِ فلے بزرگ اگر چہ اُمی تھے مگر بڑے علم و فہم والے اور صاحبِ کشف بزرگ تھے، اُن کے ملفوظات اُن کے ایک مرید نے ایک عظیم کتاب کی صورت میں جمع کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ پیغمبر کے قلبِ مبارک سے ایک نارسا نکل کر ہر اہل ایمان کے قلب کے ساتھ آکر مل جاتا ہے۔ اگر تیرا معنی تعلق ٹوٹ جائے، تو انسان سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ کشفی بات ہے مگر درست ہے۔ اسی لیے بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر مومن غور کرے تو اُسے معلوم ہو گا کہ ایمان حقیقت میں اللہ کے نبی کے قلبِ مبارک کی شعاع کا نتیجہ ہے پیغمبر علیہ السلام آفتابِ نبوت ہیں، لہذا اگر کوئی شخص حقیقت ایمان کو سمجھنے کے لیے فکری حرکت شروع کرے گا تو ایمان کی حقیقت پانے سے پہلے اُسے پیغمبر کی معرفت حاصل کرنا پڑے گی۔ کیونکہ ایمان تو پیغمبر کے واسطے ہی آتا ہے۔ غرضیکہ نبی کا وجود مسعود ہم سے ہماری ہستی سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔

نبی کے ساتھ اس روحانی تعلق کی بنا پر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام مومنوں کے حق میں بمنزلہ باپ کے ہیں۔ حضرت سلمان فارسی کی روایت میں آتا ہے کہ کفار و مشرکین حضور علیہ السلام کے متعلق طرح طرح کی بیہودہ باتیں کرتے تھے۔ اور مختلف قسم کے اعتراض کرتے تھے۔ مگر ہمارا جواب یہی ہوتا تھا کہ پیغمبر علیہ السلام ہمارے لیے بمنزلہ باپ کے ہیں بلکہ باپ سے بھی زیادہ شفیق ہیں۔ انہوں نے ہمیں ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات کی تعلیم دی ہے حتیٰ کہ استنجی پاک کرنے کا طریقہ بھی سمجھایا ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے اَنَا لَكُمْ رَبٌّ وَنَزَلَتْ الْوَالِدِ یعنی میں تمہارے لیے بمنزلہ باپ ہوں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت جابرؓ کی روایت کے مطابق قرآن کی بعض قراتوں میں یہ الفاظ بھی

نبی بمنزلہ  
باپ







تھیں کسی اسمی کے ساتھ مائد نہیں۔ یہ مسئلہ آگے بمقتضیٰ آ رہا ہے۔ اور درپردہ  
وجہ اب واضح ہوئی ہے۔ مفسر علی اسلام کی یہ دس فزوں کی باتیں ہیں۔ انہیں  
کا ادب و انداز مطہری ان سے بھی بڑھ کر ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ خج کی بیویوں پر عینی ان جیسے نام احادیث و روایات  
نہیں ہوتے۔ مثلاً کوئی آدمی جو حق مان سے پیروں اور کھانا، اس کے پاس حضرت  
پیدا کرتا ہے اور اس کو باطن رکھتا ہے۔ بخیر دعائی الہی یعنی نبی کی بیوی کے  
ساتھ آپ اسمی ہم کہ نہیں کر سکتا، کوئی شخص عینی باطنی مان کی بیوی سے  
مطلق نہیں کر سکتا مگر ان کی بیویوں کے مسئلہ میں ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔  
اسی طرح جہاں کی دولت میں حق، ہر آیت میں ان کی بیویوں کی دولت میں  
یعنی قاضی نہیں ہوا۔ نحوہ تنبیہ کی بیوی پر مال کا اخلاق سے روئے دوسروں میں ہے  
ایک ہر کہ اس کے ساتھ ملک اپنی علم ہے اور دوسری یہ کہ اس کا اور ہے  
واجب ہے۔ نبی کی بیویوں کی توہین کرنے والی شخص یا تو حق ہے یا  
بغضی لوگ اور زمین حضرت عائشہ کی قرین کے مرتب ہوئے، عادتہ ان  
کی برکت کا ذکر ہم سورۃ نور میں پڑھ چکے ہیں۔ اندر تعالیٰ سے پڑے اور کہ آپ کے  
حق میں نازل فرما کر آپ کی ہمت اور پاکیزگی کو بان کر دوسرے اندر سے آپ  
پر رکھنے کے انہام کی مختلف الفاظ میں تفسیر بیان کی ہے۔ تحقیق ہے  
کہ اندر تعالیٰ نے نبی کی بیویوں اور بیویوں کی فاضل کو برتری سے پاک رکھ  
ہے۔ اندر سے سورۃ نور میں ہ اصول بیان کر دیا ہے کہ الطَّيِّبَاتُ عَلَى الطَّيِّبِينَ  
راہیت ۱۳۹۰ پاک عورتیں پاک مردوں کے ساتھ ہیں۔ اندر کو نبی پاک ہے  
اور اس کی تمام بیویاں بھی پاک ہیں۔ اندر سے انہیں ہر قسم کی اخلاقی تکالیف  
سے محفوظ رکھا ہے۔

فرقہ ان  
کا حق

انگے وراثت کے مسئلہ میں قرآن اور احادیث بیان کیا گیا ہے۔ ایشادہر آ  
ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ۔

اللّٰهُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ اللّٰهُ کی کتاب میں بعض قرابتدار  
 انھیں کے ساتھ مومنوں اور مہاجرین کی نسبت زیادہ لگاؤ رکھتے ہیں جب مسلمان  
 ہو گئے ہجرت کر کے دینہ منورہ پہنچے تو حفصہ رضی اللہ عنہا نے مہاجرین اور انصار  
 میں رشتہ اخوت قائم کر دیا تھا ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصاری کو آپس  
 میں بھائی بھائی بنا دیا۔ چنانچہ ہر دو بھائی حقیقی بھائیوں کی طرح ہو گئے۔ حتیٰ کہ خضر ابی  
 جحشؓ اَلْمُهَاجِرِیْنَ اَلْاَنْصَارِیِّیْنَ اگر مہاجر بھائی فوت ہو جائے تو اس کی وراثت  
 اُس کے انصاری بھائی کو ملے گی، اور اس طرح انصاری بھائی کا وارث اُس کا مہاجر  
 بھائی ہو گا۔ یہ عبوری احکام تھے۔ پھر جب اسلام کو تقویت حاصل ہو گئی، مسلمانوں  
 کی جماعت مضبوط ہو گئی، لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہو گئے اور مہاجرین کے  
 عزیز و اقارب بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تو انشاءً پر پہلے حکم کو منسوخ کر دیا  
 اور فرمایا کہ وراثت کے معاملے میں دینی بھائی کی نسبت کسی شخص کے اصل عزیز و اقارب  
 ہی زیادہ حقدار ہیں۔ وراثت کے مسائل اور ہر حصہ دار کے حصہ کی مقدار اللہ  
 نے سورۃ النساء میں بیان کر دی ہے کسی میت کے وارث پہلے نمبر پر ذوی الفروض  
 یعنی وہ ہشتہ دار ہیں جن کے حصے انشاءً پر قرآن میں مقرر کر دیے ہیں۔ پھر دوسرے  
 نمبر پر حصہ آتے ہیں جن میں اولاد اور باپ کی طرف سے رشتہ دار شامل ہیں۔ پھر  
 تیسرے نمبر پر ذوی الارحام یعنی مال کی طرف سے رشتہ دار آتے ہیں، تو فرمایا کہ  
 اب وراثت کا حکم وہ نافذ العمل ہو گا جس میں میت کے حقیقی رشتہ داروں کو  
 حصہ دار قرار دیا گیا ہے۔ البتہ عام مومنین اور مہاجرین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا  
 ان کو عطیہ پیش کرنا، ان کی خدمت کرنا درست ہے مگر وراثت میں ان کا  
 کوئی حصہ نہیں ہے۔

فرمایا عام مومنین اور مہاجرین کی نسبت تمہارے رشتہ دار تم سے زیادہ لگاؤ

ساتھ  
 کے ساتھ  
 احسان

تکھے ہیں یعنی ان کا حق ناقص ہے **وَلَا تَنْفَعُ الْوَالِدَ الْاُولُوْا** کہ اگر آپ کے سر  
 مشعر و فوٹا گھر ہو کہ تم اپنے ماضیوں کے لئے کفر کی امان کرنا چاہو۔ تو بڑا  
 کمر لگئے ہو۔ اس میں کوئی نفع نہیں۔ البتہ وہ روزانہ میں زیادہ نہیں ہوں گے  
 ایک صدمہ میں اکثر نے ادا است رہا ہے اور وہ کہ کوئی شخص اپنے کسی دشمن  
 یا ساتھی کے حق میں زیادہ سے زیادہ اپنے آپ کو تالی و تالی کی وصیت کر سکتا ہے  
 کسی کی زندگی بگاڑ کر یا جان بچا کر اس کی ادا است ہے۔ **سَكَانٌ ذٰلِكَ** یہ  
**اَلْاَرْضُ كَثِيْرٌ مِّنْ مَّثَلُوْا** اور ادا است کہ جب میں کچھ کر رہا ہوں

اس کا سب سے گراں کی کہ سب ملو بہ بعض مغربی کا سب سے مراد  
 روح محفوظ لینے میں کہ ادا ہو چکا ہو امور اہل بیت دوست ہندو  
 اس سے کہ سب کو ادا است مراد لینے میں کہ وہاں میں ہندو نہ گوسہ اور قرآن پاک  
 ہندو کو زیادہ بھال ادا است اور یہی اللہ کی آواز ہے اور عظیم تر یہی کہ سب سے نو  
 اس آیت کہ میں اللہ نے اپنے نبی اور انھوں کے بہن بھائی کو بھال کیا۔ پھر  
 انھوں کی طہارت کے لوہے استراہ اور ان کی کھات میں جو قیمت کا ذکر کیا۔ پھر خدا  
 عز و جلال کے ان کو توبہ کی کہ کہ وہ کہ وہ اللہ کے ساتھ ہیں وہی بھائیوں کی  
 قیمت اصل رشتہ داروں کو قیمت حاصل ہے۔ البتہ عام مسلمان اور عیسائی  
 یعنی وہی بھائیوں کے ساتھ ہیں۔ سنو کہ کی تعلیم دینی گئی ہے۔

وَلَا أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ  
وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ  
مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ﴿٨﴾  
لَيْسَ الصَّدَقَاتُ لِلْكَافِرِينَ عَنْ صَدَقَتِهِمْ وَأَعَدَّ  
لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٩﴾

ترجمہ :- اور (اس بات کو دھیان میں لازم جب  
کہ ہم نے نبیوں سے اُن کا عہد لیا اور دھماں طور  
پر آپ سے ۔ اور نوح علیہ السلام سے ، اور ابراہیم علیہ السلام  
اور موسیٰ علیہ السلام سے ، اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام  
سے ۔ اور ہم نے اُن سے پختہ عہد لیا ﴿۸﴾ تا کہ پرچھے  
اللہ تعالیٰ پہوں سے اُن کی سچائی کے بارے میں اور  
تیار کیا ہے اُن نے کافروں کے لیے دردناک عذاب ﴿۹﴾

بعد آیت

گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نبی کریموں کے ساتھ ان کی  
جانوں سے بھی زیادہ تعلق اور لگاؤ ہے ۔ نبی کی بیویاں مومنوں کی بائیں ہیں الہذا  
نبی کا اتباع اور ادب و احترام ضروری ہے ۔ اور دوسرے مانند اللہ نے قربت  
داروں کے متعلق فرمایا کہ عام مومنوں اور مہاجرین کی نسبت قربت داروں کا درجہ  
میں حق قائم ہے ۔ البتہ دوسرے لوگوں سے حسن سلوک اور احسان کیا جاسکتا ہے  
اس سے پہلی آیت میں یہ جو علیہ السلام کا مرتبہ اور آپ کا احوال و اکرام بیان ہوا تھا ۔  
نبی علیہ السلام کو بخیر خواہی اور ہمدردی بنی نوح انسان سے بالعموم اور اہل ایمان کے  
ساتھ بالخصوص ہے ، وہ کسی دوسری ذات میں نہیں ، جس قسم کہ حریت آپ

کر سکے ہیں کہ انہیں کر سکتا، لہذا آپ کا اتباع ضروری ہے۔  
 سورۃ النہار میں اللہ کے فرشتے علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمادے کہ یا نبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ رَبُّكَ آپ کے پروردگار کی طرف سے  
 آپ پر جو وحی انزال کی جاتی ہے آپ اس کا اتباع کریں، عام اہل ایمان کے  
 لیے بھی یہی حکم ہے کہ وہ وحی اللہ کی پیروی کریں، اور جو وحی نازل کی جاتی ہے  
 وہ اللہ کے نبی اور رسول ہونے میں اور ان کا اتباع بھی ضروری ہے، اب آئی  
 گئے درس میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام اور ان کے علمبرداران کا ذکر کیا ہے۔  
 انہما ہر آپ ہے وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ الشَّيْطَانِ یہ ميثاق کفر  
 اور اس بات کی طرف توجہ کرو جب کہ ہم نے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ  
 لیا، الشَّيْطَانِ سے مراد سامع کے سامنے انبیاء ہیں کہ ان سے انکار کیا گیا تھا۔  
 اور آج کے علم کی کھنٹی کا ذکر بھی کر رہے ہیں۔ درمیان میں اللہ تعالیٰ نے اس علم کے  
 ضمن میں اپنی اور فرعون اور ان کا ذکر فرمایا ہے، جن میں صرف حضرت خاتم النبیین  
 صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمادے کہ جب ہم نے پختہ فرمایا، جو انبیاء علیہم السلام  
وَجَعَلْنَا اور خاص طور پر آپ سے، وَمِنْ تَوَجَّهَ فرمایا وَجَعَلْنَا فرمایا  
وَجَعَلْنَا انہیں وَجَعَلْنَا اور فرمایا وَجَعَلْنَا اور فرمایا وَجَعَلْنَا اور فرمایا  
 سے ہمیں فرمایا، وَجَعَلْنَا فرمایا وَجَعَلْنَا اور فرمایا وَجَعَلْنَا اور فرمایا  
 کے پختہ اور مضبوط فرمایا۔

فرمان پاک یہ کہی، ایک عہدہ چاہیے کہ ذکر کیا ہے، ایک عہدہ اللہ ہے  
 میں کا ذکر سورۃ الاعراف میں آیا ہے، یہ عہدہ عالم ابدان میں تمام جن فرشتہ انسان  
 سے لیا گیا تھا، کہنے میں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانی مادی کو حضرت آدم علیہ السلام  
 کی کشتی سے نکالا اور انہیں دکھایا، ایک درخت میں آنا ہے کہ بسن دھن

بڑی روشن اور چکدار تھیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے متعلق دریافت کیا، تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ آپ کی اولاد میں سے نبی یا رسول یا نبیست ہی بنی چکے ہوں گے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر بھی آتا ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے ان کے متعلق دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ فرمایا کہ یہ آپ کی اولاد میں سے آخری دور کے نبی ہیں۔ پھر دریافت کیا کہ کبھی عمر کتنی ہے، کہا ساٹھ سال۔ اس پر آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ میری عمر میں سے چالیس سال ان کو دے دیے جائیں، تاکہ ان کی عمر سو سال ہو جائے۔ آپ کی یہ درخواست قبول کر لی گئی۔ روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال تھی۔ جب اسی میں سے چالیس سال باقی رہ گئے تو اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا، آپ کے کنا ابھی تو میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں۔ فرمایا گیا کہ یہ عمر تو نعم نے اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو دی تھی۔ مگر آپ وہ بات قبول نہ کیے تھے لہذا انکار کیا جس طرح آدم علیہ السلام بھولے تھے اسی طرح آپ کی اولاد بھی بھولتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے معاملات کو تحریر کرنے کا حکم دیا ہے، تاکہ بعد میں کوئی انکار نہ کر سکے۔

بعض فرماتے ہیں کہ یہ عہد حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ہوا تھا۔ جب آپ کو زمین پر آ کر دیا گیا تو عرفات کے قریب دو بڑی نعمان میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کی ساری روحوں کو نکالا، یہ روحوں چیز نیو کی مانند بالکل چھوٹی چھوٹی تھیں۔ بعض دوسری امداد سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے دائیں کندھے پر ہاتھ رکھ کر اہل ایمان کی روحوں کو برآمد کیا اور بائیں کندھے پر ہاتھ رکھ کر کفار و مشرکین کی روحوں کو نکالا، مگر حال یہ عہد امت کو ملا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی فریاد ان کی تمام روحوں کو منطوب



لیا تھا کہ اگر تمھارے زمانے میں دوسرا نبی آجائے یا نبی آخر الزمان آجائیں تو ان کی تائید نصرت کرنا۔

شیخ ابن عمرؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ عہد خدا تعالیٰ کی توحید پر کاربند رہنے ، اوائلی رسالت اور لوگوں کو دین کی طرف دعوت دینے کا تھا اور پختہ عہد لیا تھا کہ تم اس فریضہ کو پورے طریقے سے ادا کرو گے ، اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرو گے۔

حضور علیہ السلام  
کی خصوصیت

یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے مگر اس آیت کہ میرے میں آپ کا ذکر باقی انبیاء سے پہلے کیا گیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ امام ترمذیؒ نے ایک روایت بیان کی ہے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی تو آپ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا و آدم بین الروح والجسد جس وقت آدم علیہ السلام کے جسم میں روح بھی داخل نہیں ہوئی تھی اور حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں تخلیق میں سب سے پہلے اور بعثت میں سب انبیاء کے بعد ہوں مطلب یہ کہ آپ کی تخلیق عالم اواح میں بھی سب سے پہلے عمل میں آئی۔ اسی لیے اکثر بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اس جہاں میں نبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ذریعے اللہ نے باقی انبیاء کی اذراح کی بھی تربیت فرمائی اور اس طرح آپ کو اس عالم میں بھی شرف اور مرتبہ حاصل تھا۔ امام ابن عمرؓ اور بعض دیگر محققین فرماتے ہیں کہ کائنات کی تخلیق کا باعث بھی حضور علیہ السلام کا وجود مبارک ہے اور سب سے مقدم ذریعہ فیضان بھی آپ

۱۔ تفسیر الشیخ اکبر ص ۳۱ ۲۔ ترمذی ص ۵۱۹

۳۔ ظہری ص ۱۲۵ ۴۔ ابن کثیر ص ۲۶۹ ۵۔ معالم التنزیل ص ۱۶۲ ۶۔ درمنثور ص ۱۸۴

۷۔ تفسیر الشیخ اکبر ص ۱۳۱ (فیاض)



سک کہ ذات ہے، عالمِ رواج میں بھی اشراف نے آپ کی بات کو سب سے پہلے بیا کیا اور  
اس کے ذریعے دوسری امداد کو فرشتہ پہنچا دیا۔ میکیکر عہدِ چنان کے پہلے میں آپ کا  
ذکر ضرور اس سلسلہ میں نہ کر لیا گیا ہے کہ عالمِ رواج میں بھی آپ کی تعلیم سب سے پہلے  
بولی گئی۔

ہاں یہ امر بھی وضاحت کے قابل ہے کہ اس آیت میں نہ کہ میں جن پانچ دنیا،  
جس میں اسلام کو ذکر کیا گیا ہے وہ بلند مرتبت اور فطرتِ انسانی انبا کلمات ہیں، اگرچہ  
انہیں میں کو سلسلے کے ساتھ نبی شام میں مگر یہ پانچ اور اعداد دنیا اور جب  
ہیں کہ فطرت اور انبا دنیا میں ہزاروں سال تک جاری رہا جس وجہ سے، کہ  
اشراف نے ان کا بطور خاص تذکرہ فرمایا ہے کہ ان سے حد لیا کہ کہ  
وہ اشراف کی فطرت پر کا بندہ، ہیں سب کے، لوگوں کو اشراف کے دین کی طرف بہت  
دیں گے، خود بھی اس پر عمل پیرا ہیں گے، اور دوسروں کو بھی اس پر پابند  
کی فریب دیں گے، اس کے علاوہ دین میں برائی کی بھانے تھی اور فساد کی بہت  
امکان کو عام کرنے کی سعی کر رہے گے۔

جہاں کی  
خیریت

آگے اشراف نے اس بیان کو فرشتہ وضاحت میں بیان فرمایا ہے۔ لَقَدْ سَأَلْنَا  
الْعِزَّ وَتَقَىٰ جَهَنَّمَ فَهَمَّ أَكْرَأَ اَشْرَافِي پہلے لوگوں سے کہ ان کی سزا کی ہے  
یا نہ ہو سوا کی کرتے، مگر وہ اوقات میں یہ مضمون اس طرح بیان کیا کہ ہے ۔  
قُلْتُ لَنْ اَكْفُرَ بِكَ اَوْ سَأَلُ اَبْنَهُمْ وَكُلُّهُمْ لَنْ اَكْفُرَ بِكَ  
دائیت ۱۶۰ ہم آپ کو گویا سے بھی پوچھیں گے کہ ان کی طرف رسول کو بھیجا گیا اور ہزار  
رسول سے بھی سوال کریں گے کہ انہیں اور اچھے تہوں نے ذکر کیا کہ اس  
عدالت پر کیا، بہت سے سوال ہو گا کہ کیا، میں نے تبلیغ حق کی ذمہ داری پر  
گی اور مہینوں سے چرچا ہونے کا کہہ کر کہہ کر انہوں نے جواب کی رحمت کرتے ہوئے کیا !  
منہیں ؟ انہی سے اس قسم کے سوال ہو کر میرے اشراف کے دافتر میں آئے  
جی کو خط لکھا، فرمایا کہ یہ نبی علی الصلوٰۃ والسلام نے حاضرین سے فرمایا تھا

کہ لوگو! کل قیامت کے دن میرے بارے میں تم کے سوال ہوگا تو کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا۔ تَشْهَدُ اَنْتَ قَدْ اَدَّيْتَ اَلْاَمَانَةَ وَ بَلَغْتَ الرِّسَالَةَ وَ نَصَحْتَ اَلْاُمَّةَ ہم اللہ کے حضور گواہی دیں گے کہ آپ نے امانت ادا کر دی، تبلیغ کا حق ادا کر دیا اور امت کے لیے خیر خواہی بھی کر دی۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے اپنی انگشت شہادت۔ آسمان کی جانب اٹھائی اور لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نین دفعہ فرمایا، حنرایا گواہ رہنا۔

بہر حال قیامت والے دن اللہ تعالیٰ سچے لوگوں سے اُن کی سچائی کے بارے میں سوال کریگا۔ اس بات کا ذکر سورۃ المائدہ میں بھی آتا ہے اَلْیَوْمَ یَنْفَعُ الصَّادِقِیْنَ صِدْقُهُمْ (آیت - ۱۱۹) اُس دن سچے لوگوں کو اُن کی سچائی جزوہ فائدہ دے گی۔ اور سچے لوگوں میں سرپرست انبیاء کی جماعت ہے جنہوں نے پوری سچائی کے ساتھ دین کو قبول کیا، اُس پر عمل کیا اور اس کی اشاعت و بٹھا کا بندوبست کیا۔ اس کے بعد جن لوگوں نے دین حق کو مانا اور اس پر عمل پیرا ہوئے وہ بھی سچوں میں شمار ہوں گے، اور قیامت کے دن ان کی سچائی کے متعلق سوال ہوگا۔ اور وہ اللہ کی رحمت کے مقام میں پہنچیں گے۔ ان کے برخلاف جنہوں نے دین کو حید کو تسلیم نہ کیا اور کفر، شرک اور معصیت کا ارتکاب کرتے رہے افرمایا قَاعَدٌ لِّلْکَافِرِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب بھی تیار کیا ہوا ہے جس کا وہ شکار ہوں گے، حقیقت میں ایسے لوگوں نے اُس عہد کا پاس نہ کیا جو اللہ نے حق سے لیا تھا کہ وہ انبیاء کے لائے ہوئے دین کو قبول کریں گے اور ان کی تأیید و نصرت کریں گے ایسے لوگوں نے اپنے انبیاء کی تکذیب کی اور ان کے لائے ہوئے دین کو ٹھکرا دیا اور بالآخر دردناک عذاب میں پھنس گئے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ  
 إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا  
 وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَكَانَ اللَّهُ بِمَا  
 تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ⑨ إِذْ جَاءَ وَلَكُمْ مِنْ قَوْمِكُمْ  
 وَمِنْ أَهْلِ مَدْيَنَ سَفِيلٌ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْبُصُورُ  
 وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ  
 بِاللَّهِ الظُّنُونًا ⑩ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ  
 وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ⑪ وَإِذْ يَقُولُ  
 الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ  
 مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ⑫

ترجمہ :- اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت  
 کہ جو امر نے تم پر آئی جب کہ تم پر حملہ آؤ، جو سب سے  
 بہت سے ملے، پس ہم نے بھیجی تھی پرندہ اور اس  
 دبا لشکر جس کو تم نے نہیں دیکھا، اور اللہ تعالیٰ نے کچھ  
 نہ کہہ کر کہتے ہو وہ جیسے والا ہے ⑨ جب یہاں آئے  
 وہ غم پر آؤ کہ کجیاب سے وہ جیسے کجیاب سے  
 اور میں وقت و کشمیر چھوڑا میں نہیں، اور وہ انہیں

کہ گھوٹک آجے تھے، اور تم گمان کہتے تھے طرح طرح کے گمان ۱۰) اُس وقت آزمائے گئے مومن اور وہ سخت منززل کئے گئے ۱۱) اور جب کہتے تھے

منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ نہیں وعدہ کیا ہم سے اللہ اور اُس کے رسول نے مگر دھوکہ ۱۲)

گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُس ميثاق البینین کا ذکر فرمایا، جو

رابطہ آیات

اُس نے اپنے انبیاء سے عالم اوارح میں لیا تھا۔ ان میں سے پانچ اولوالعزم انبیاء کا ذکر اللہ نے خاص طور پر کیا۔ ان سب سے یہ پکا عہد لیا گیا تھا کہ اگر پہلا نبی ہیکھلے نبی کا زمانہ پائے تو اُس پر ایمان لائے اور اس کی تائید کرے۔ اور مجموعی طور پر تمام انبیاء کا سچہ عہد یہ تھا کہ وہ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور ان کی نصرت کریں گے۔ ظاہر ہے کہ جب انبیاء نے یہ عہد کر لیا تو ہر امتی پر بھی یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ وہ آخری نبی پر ایمان لائے اور اُس کی تائید و نصرت کرے۔ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم نے یہ عہد اس لیے لیا تھا تاکہ سچے لوگوں کی سچائی اور کافروں کا کفر واضح ہو جائے اور پھر سچے لوگوں کو ان کی سچائی کا بدلہ جنت کی صورت میں دیا جائے اور کافروں کو دردناک عذاب کا مزہ چکھایا جائے۔

اب آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جنگ احزاب کے بعض واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے اور اہل ایمان کو مخاطب کر کے انہیں اپنی نعمت کی یاد دہانی کرائی ہے جو اُس نے اس موقع پر مسلمانوں پر کی اور جس کی بدولت مسلمانوں کو کفار کے غلبے سے محفوظ رکھا۔ ان آیات کا گزشتہ آیات کے ساتھ ربط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس سچائی، خلوص اور دین داری کو جانچنے کا اشارہ گزشتہ آیات میں کیا تھا۔ جنگ احزاب کے موقع پر اُس کا امتحان ہو رہا تھا کہ کون دین حق کے ساتھ مخلص اور سچا وفادار ہے اور کون منافق اور کافر ہے۔

جنگ اترائلی جنگ خندق میں لڑی گئی، اس سے پہلے کہ وہ جنگ  
 برادر اور اس میں مخالفوں کو مغلوب کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے، مسلمانوں کی خواہش  
 وہیں دو دن بعد بھی تھی، اسلام انصاف پر کھڑا تھا اور یہی چیز کامیابی کے پیمانہ کی تھی  
 جی جی ہوئی تھی اور وہ مسلمانوں پر کامیاب مغرب لگانے کے لیے نہ سب موقع کی تلاش  
 میں تھے۔ اس دوران جو تغیر کے تیسس سو لاکھ ہی قریش کے پاس حاضر رہے  
 اور انہیں مسلمانوں کے خلاف اپنی مدد کا فیصلہ دلا، اس کے بعد جو تغیر ہو، وہ  
 بڑے سلطان کے پاس گیا اور قریش کی طرف انہیں بھی گمان جنگ کیا، پھر انہوں نے  
 عرب کے بعض راجہ قبائل کو بھی ساتھ لایا اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے  
 تیار کر لیا، قریش کے پہلے ہی کسی لیے قریش کی تلاش میں تھے، وہ فوراً جنگ پر  
 اکادہ ہو گئے، یہ راجہ کے سلطان پر سارے قبائل کی طرف روانہ ہو گئے  
 اور چند دن میں عرب کے قریش میں بڑا لشکر جمع ہو گیا، یہ آنا بڑا لشکر تھا کہ  
 رہنے کی کھلی آبادی سے بھی زیادہ تھا۔

اور عرب نے کی قیادت میں یہ بغیر کسی اور بھی کی، انہیں ہمیشہ حالات کی نشانی  
 پر رہتی تھیں، جو بھی لشکر کا یہ لشکر پہلے کے قریش آجائے، اس کی اطلاع نہ رہی  
 میں کر دی، اطلاع پاتے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کی کھسکی سونے لکھنے  
 کی اور وہ انکی منصوبہ پر مسلمانوں کو شرم کر دیا، خود وہ قریش کے بعد حضرت عثمان  
 غاضیؓ کی تحریک منظر آگئی کہ یہ نہ ہے، سب مسلمانوں پر خندق کھود کر  
 دشمن کو شرم دینے سے روکا جائے، انہیں منصوبہ پر فوٹا علی شروع ہو گیا، منصور  
 علیہ السلام نے اس دس آدمیوں کو پانچ سو یا پانچ سو لاکھ کھسکے کا حکم دیا، چنانچہ  
 سارے تین سو بیس ہی خندق میں چھ دی میں کھلی کر دی گئی۔

خندق کی کھدائی کے دوران ہی بہت سے دشمنان پریش گئے اور منصور

علیہ السلام کے بعض معجزات بھی ظاہر ہوئے۔ فاقہ کی حالت میں لوگ پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کھودتے رہے۔ اتنے میں دشمن بھی خندق تک پہنچ گیا۔ اور مسلمانوں کا یہ دفاعی منصوبہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ اس خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کسی نے کوشش کی تو جان سے لاپتہ دھونے پڑے۔ یہ محاصرہ پچیس دن یا ایک مہینہ جاری رہا۔ مگر کفار اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

اس دوران میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد دو طریقوں سے کی۔ ایک تو ان کی امداد کے لیے فرشتوں کا لشکر بھیج دیا اور دوسرا سخت ہوا بھیجی۔ جس سے کافروں کے خیمے اکٹڑ گئے، ہانڈیاں الٹ گئیں، اونٹ بھاگ کھڑے ہوئے اور اس طرح وہ محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہو گئے۔ فرشتوں کا لشکر اللہ نے میدان بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے بھیجا تھا۔ فرشتے براہ راست جنگ تو نہیں لڑتے مگر اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دل مضبوط کر دیتا ہے۔ پھر جس شخص کو اعتماد ہو کہ اُس کے ساتھ فرشتوں کی جماعت موجود ہے۔ اس کا حوصلہ بڑھ جائے گا۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں اطمینان پیدا ہو جائے گا۔ بہر حال کافروں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور مسلمان ان کے شر سے مامون رہے۔

الغاث الیہ  
کا تذکرہ

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اسی انعام کا تذکرہ فرمایا ہے۔  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ جَبَتْكُمْ  
اللہ تعالیٰ کی اُس نعمت کو یاد کرو اِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ جب کہ تمہارے  
اوپر ہر طرف سے دشمن کے لشکر چڑھ آئے تھے۔ فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا  
پس ہم نے اُن پر ایک تیز ہوا بھیجی جس نے اُن کے سارے نظام کو درہم برہم  
کر دیا۔ جُصُورٌ علیہ السلام کافران ہے اُھْلَکَتْ عَادٌ بِالْدُّمُورِ وَ  
فُصِّرَتْ بِالصَّبَاحِ یعنی اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو مغرب کی طرف سے

وہ سوا بیچ کر ہانک گیا اور سر جھکا۔ اور غرق کی طرف سے چلے جاتی تھیں۔  
 کی۔ ہر گز نہایت نفع نہ مل سکی تھا۔ تو اسے ہر وقت ذکر کرتے، قرآن پڑھتے ایمان رکھ  
 میں نے فریادیں اور رونا شروع کیا۔ اور وہ کہنے لگا کہ تم نے خدا کو برا بھلا کہہ کر  
 نظر بھیجے ہو۔ نہیں دیکھ پاتے تھے۔ تو اس نے اپنے منہ سے کہنے لگا کہ میں تو کبھی  
 کی وجہ سے تم لوگوں کے خوف سے دل برداشتہ ہونے والا نہ ہوں۔ یہ  
 اور اس نے یہی مشرقی ہوا بھیج کر کہا کہ میں نے کبھی اس کے پاس نہیں گزرا۔ وہ کہنے لگا  
 یہ کائنات کھلی ہوئی ہے اور اس نے تعالیٰ سے تعلق حاصل کیا ہے۔ اہل ایمان کو بھیجے  
 ہوا ہے۔

پھر فرمایا کہ: رفت کردار: اذ جہاں و کسے تہن خو جب کلمہ  
 بہد و تہن نہ پراو پر کی جانب سے پڑھنے والے کو یہ سننے کی وجہ سے  
 اور تہن کی جانب سے بھی، ہر جگہ مشرقی جانب اپنی جگہ پر تہن کی جانب  
 ہے کہ مشرقی ہوا ہے۔ تہن و دروں تہن سے ہوا کو یہ سننے سے  
 تھا۔ وہی تہن ہے۔ پتھر ہے۔ تہن کی مخالفت ہے کہ کوئی تہن نہ  
 نہیں تھا کہ تہن سے تہن کی مخالفت ہے۔ تہن کی مخالفت ہے کہ کوئی تہن نہ  
 ہے کہ حالات میں کہ رفت کردار میں: رفت کردار: اذ جہاں و کسے تہن  
 جب کہ رفت کردار میں کہ رفت کردار: اذ جہاں و کسے تہن  
 اذ جہاں و کسے تہن اور دل بھلا کر کہ رفت کردار: اذ جہاں و کسے تہن  
 رفت کردار: اذ جہاں و کسے تہن اور دل بھلا کر کہ رفت کردار: اذ جہاں و کسے تہن  
 رفت کردار: اذ جہاں و کسے تہن اور دل بھلا کر کہ رفت کردار: اذ جہاں و کسے تہن  
 رفت کردار: اذ جہاں و کسے تہن اور دل بھلا کر کہ رفت کردار: اذ جہاں و کسے تہن  
 رفت کردار: اذ جہاں و کسے تہن اور دل بھلا کر کہ رفت کردار: اذ جہاں و کسے تہن

الحقیر کرمیہ روح المعانی جلد ۲۱۶ و فیانیہ

نے پیٹ کر حملہ کر دیا تو مسلمانوں نے یہ دعا پڑھی تھی حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ یعنی ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

فرمایا، اس وقت بمطاری حالت یہ تھی وَكُفُّوا نَفْسًا بِاللّٰهِ الطُّغُونَا اور تم طرح طرح کے گمان کر رہے تھے، خاص طور پر منافقین اور کمزور دل لوگوں کے دلوں میں بہت سے دوسرے آہے تھے کہ پتہ نہیں اب کیا ہوگا۔؟ کب مسلمان بالکل ہی ختم ہو جائیں گے؟ مصیبت کے وقت خوف پیدا ہو جانا طبعی امر ہے اور یہ کمال کے منافقین نہیں۔ سامنے دشمن کا لشکر جبار نظر آ رہا تھا، مسلمانوں کی تعداد بھی بالکل قلیل تھی اور سامانِ حرب بھی تھوڑا تھا۔ اور اُدھر عورتیں اور بچے غیر محفوظ نظر آتے تھے۔ ان حالات میں خوف دہراں اور دساوس کا پیدا ہونا فطری امر تھا۔

فرمایا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ اِس وقت مومنوں کو آزمایا گیا کہ اس قدر مشکل وقت میں یہ کس حد تک ثابت قدم رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی گھبراہٹ کو سکون میں تبدیل کر دیا۔ اس کے برخلاف منافقوں پر دہشت طاری ہو گئی۔ فرمایا وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا اور مومن اچھی طرح متزلزل کیے گئے مگر وہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہے جس کی وجہ سے کفار کو شہر میں داخل ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔

فرمایا اس وقت کو بھی یاد کرو وَاذْ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ جب کہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں دُک تھا کہ ہے تھے مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ اِلَّا غُرُورًا کہ ہم سے نہیں وعدہ کیا اللہ اور اس کے رسول نے مگر دھوکے کا۔ غزوہ احد کے موقع پر جب دشمن دوبارہ حملہ نہ کر سکا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ انشاء اللہ آئندہ ہم کامیاب ہوں گے، اسی بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے منافق کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ خندوق کھودتے

منافقوں  
کی کجواس



وقت حضور علیہ السلام نے بعض چشتیہ گریباں بھی زوالی علیہم کہ اشرفی وہاں اور  
 ہر پرستیوں کو غیہ کا کہہ گا۔ خدائی کی کھڑی آواز جنہوں نے ایک محنت پان  
 پاکر لالہ اور فریاد اشرف کبریا جیسے ملک شاد کی گریباں دی گئی ہیں۔ جس اور وقت  
 رہیں گے سرین محلات کو دیکھ رہا ہوں۔ مہر زیب نے دوسری ضرب لگائی تو  
 پٹان کا ایک نژاد علیہ ہوا۔ آپ نے فرمایا اشرف کبریا مجھے نہیں دیکھ گیا ہے  
 و اشرف اس وقت میں مرن کا مہیا ہوا رکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا سر  
 لکھائی اور فرمایا اشرف کبریا! مجھے بس کی گریباں دی گئی ہیں۔ جس اور وقت صفا  
 کے پیدائش دیکھ رہا ہوں۔ ۱۰ فرم کی چشتیہ گریباں بھی مافوق گریباں ہی  
 تھیں۔ کہنے لگے آپ رو رہا ہو۔ اہل ان کی ہوشیہ ہے جس اور اور ہوا ہوا  
 حالت ہے کہ ہر اہل دروازہ کے لیے جی باہر نہیں نکلی سکتے۔ اسی اس  
 سے سلطان اشرف نے فرمایا کہ مائل سکتے تھے کہ اشرف اور اس کے برہن نے سم سے  
 ہو رہا اور کیا ہے کہ فیض سلطانوں کو ماعلیٰ زوالی حال تک پہنچ نہ تھے۔ ترین نظر آت  
 ہیں گریبوں سے ہمیشہ ہیں بہر حال اس رکھتے ہیں مافوق کی شہید ہمت۔ ہاں کی  
 گئی ہے اور ایساں والوں کو قتل دیا گئی ہے اور ان کی تعریف ہو گی کہ گریب ہے۔ کہ  
 وہ ایسے شخص وقت میں ثابت قدم ہے۔

وَاِذْ قَالَتْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يَٰٓأَهْلَ يَثْرِبَ  
لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيقٌ  
مِّنْهُمْ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بَيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۙ  
وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝۱۳  
وَلَوْ دَخَلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ  
سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَا تَوْفَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَا  
اِلَّا يَسِيْرًا ۝۱۴ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهِدُوْا اللّٰهَ  
مِنْ قَبْلُ لَا يُؤَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ  
اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ۝۱۵ قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ اِنْ  
فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوْ الْقَتْلِ وَاِذَا لَا  
تُنتَعَوْنَ اِلَّا قَلِيْدًا ۝۱۶ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي  
يَعْصِيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا  
اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۙ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ  
دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيْرًا ۝۱۷ قَدْ يَعْلَمُ  
اللّٰهُ الْمُعْوِقِيْنَ مِّنْكُمْ وَالْقَائِلِيْنَ

لَا خِوَانَهُمْ هَلُمَّ إِلَيْهَا وَلَا يَأْتُونَ الْمَسَّ  
 إِلَّا قَلِيلًا ۝ (۱۸) أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ فَإِذَا جَاءَ  
 الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ  
 أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَى عَلَيْهِ مِنَ  
 الْمَوْتِ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَفُوكُمْ  
 بِالْأَسْمَةِ جَاءُوا أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ أُولَئِكَ  
 لَمْ يُؤْمِنُوا فَاحْبِطْ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ وَكَانَ  
 ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بَيِّنًا ۝ (۱۹) يَحْسَبُونَ الرَّحَابَ  
 لَمْ يَذْهَبُوا وَإِنْ يَأْتِ الرَّحَابَ بِوَدُوٍّ لَوْ  
 أَنَّهُمْ يَادُّونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْتَأْذِنُونَ  
 عَنِ أَتْيَابِكُمْ وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ مَتَا  
 قَتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ۝ (۲۰)

ترجمہ :- اور اسی بات کو دہرایں میں لاؤ، حسب  
 کہا آپ نے شروع سے اُن دشمنوں سے لے کر۔  
 کے لئے دلوں میں بھاری تھی کہ انہوں نے کی جگہ نہیں تے۔  
 پس موت جاز واپس آجئے گھروں کو اور عبادت  
 طلب کرنا ہے آپ شروع ان میں سے ہی ہے اور  
 سے۔ وہ کہتے ہیں کہ سے اس غیر مغرور ہے عازن  
 وہ غیر محفوظ نہیں تہ۔ ایک جانتے ہر شے جانتے

اور اگر شہر میں اس کے اطراف سے کوئی فوج داخل کر دی جائے، پھر ان لوگوں سے فتنے برپا کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو فوراً اس میں شامل ہو جائیں گے۔ اور نہ ٹھہریں گے اس کے بارے میں گھر بہت تھوڑا (۱۷) اور البتہ تحقیق انہوں نے معاہدہ کیا تھا اللہ سے اس سے پہلے کہ یمثلت نہیں پھیریں گے۔ اور اللہ کے وعدے کے متعلق سوال کیا جائے گا (۱۵) (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے، ہرگز نہیں فائدہ دے گا تم کو بھانگا اگر تم بھانگ چاہو گے موت سے یا قتل کیے جانے سے۔ اور اس وقت تم کو فائدہ نہیں دیا جائے گا گھر بہت تھوڑا (۱۶) آپ کہہ دیجئے کہن ہے جو بھانا ہے تمہیں اللہ سے اگر ارادہ کرے وہ تمہارے ساتھ برائی کا یا ارادہ کرے تمہارے ساتھ برائی کا۔ اور نہ پائیں گے وہ اپنے پیسے اللہ کے سوا کوئی حاکم اور نہ درگاہ (۱۷) تحقیق جانتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو روکتے ہیں تم میں سے اور ان کہنے والوں کو بھی جو اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں کہ ہماری طرف پلے آؤ۔ اور وہ نہیں جانتے لڑائی میں مگر بہت تھوڑا (۱۸) وہ بھیل ہیں تمہارے اوپر۔ جب آجائے غوف تو دیکھو گا ان کو کہ وہ بھلے ہیں۔ آپ کی طرف گھومتی ہیں ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح جس پر غشی طاری ہوتی ہے موت کی وجہ سے۔ پس جب غوف چلا جائے تو پھر وہ کاٹتے ہیں تمہیں تیز زبانون سے۔ عربوں میں وہ مال کے۔ یہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لانے

ہیں انہوں نے ان کے اعلیٰ گرامن کر دیا ہے ۔ اور  
 بہت افسوس آگاہ ہے (۱۹) گمان کرے ہیں ۔  
 انہوں نے اسے یہ کہ وہ نہیں دہیں میریں ۔ اور  
 اگر انہیں کر لی اور نہیں تو یہ پندہ کرے ہیں کہ  
 کہ یہ دیات میں نہ ہونے اور پرچے صفائی نہیں  
 کے ہوتے ہیں ۔ اور اگر ہر گز صفائی و دیان نہ دے  
 تو نہ لڑتے مگر بہت افسوس (۲۰)۔

گدشتہ بات میں یکساں حزاب ہو چکا تھا جس میں غفلت نمود کے  
 باوجود وہاں زمین کے ٹیپٹ ٹیپٹ تھے اور کھار اور واپس لوٹ سکتے تھے اس  
 معلوم میں انہوں نے اعلیٰ ایان کی کمی کے لیے فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا ،  
 نیز مشرق سے تندہیز ہوا چلا کر دشمنوں کو ہٹا کر دے پکڑ کر دیا ۔ اور ہند میں  
 داخل ہو کر سفاروں کو نقصان پہنچا پہنچتے تھے مگر انہوں نے انہیں پہلے  
 ہوا کو آدھ غائب و خا سر نہ دیا ۔ انہیں اعلیٰ ایان کے بہت ہار وادی اور انہوں  
 کو شکست دیا کہ انہوں نے حکم دیا اور دوسری طرف ساتھیوں کی ذمہ داری کی ۔ آغا  
 کی بات میں اس مسئلہ کی گشتی ہیں ۔

صلوں نے تلخ کی حالت میں غفلت نہایت کر کے  
 ساتھ میں میل میں خدق کھودی اور اس طرح دینے کے اور گروہ و داعی  
 نہ کر لیا ۔ اسے بنی قریظہ کا مال میں بیان کر ۔ اس نے گروہ و داعی کے ہر  
 اللہ کی شہرہ میں اور انہوں نے ان دشمنوں کا بھی غافل کر دیا ۔ بعض نے سعد بن  
 معاذ نے زور دیا کہ وہ اپنی چھٹی میں کہ آپ کے ہندو باہر نکلے ۔ دوسرے تھے  
 اس پر جو میں آکر انہوں نے کہا تھا ۔

۵ کَلَيْتَ قَلِيلًا يُحَدِّثُكَ اللَّهُ بِمَا الْبُحْلُ  
لَا يَأْسُ بِالنُّصُوتِ إِذَا أَحَانَ الْأَعْبَلُ

کاش کہ بتوڑا سا موقع مل جائے جس میں میرا اونٹ میدان جنگ کا سپینج بنے، اور پھر اگر موت ہی آجائے تو کچھ پروا نہیں۔ ظاہر ہے کہ موت تو ہر صورت آئی ہے اور اگر یہ اسلام کے دفاع میں آجائے تو اس سے زیادہ خوش قسمتی کیا ہو سکتی ہے۔ اس موقع پر حضرت سعدؓ کی والدہ نے آپؐ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا! اخیرہ کرو بلکہ جدی کرو اور اللہ کے رسولؐ جہاں بھی ہوں ان کے پاس تو گنج بابہ مسلمانوں ہیں تو اس قدر جوش و جذبہ پائی جاتا تھا مگر منافقوں کا حال یہ تھا کہ وہ بدقول ہوئے تھے اور جیسا کہ گذشتہ درس میں گزر چکا ہے، کہنے لگے کہ اس جنگ سے پہلے اللہ کے جن تے ہمیں یقین دلایا تھا کہ آئندہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ کامیاب و کامران کرے گا۔ پھر جب شمر کا پوری طرح محاصرہ ہو گیا تو وہ مجاہدین کی حوصلہ شکنی کرنے لگے۔ وَاذْ قَالَتْ هَلْ نَرَبُّهُمُ مِّنْهُم اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا يَا هَلْ يَشْرِبُ لَا مَقَامَ لَكَمُ الشَّرْبِ کے سنے والو! یہاں دشمن کے مقابلے میں مورچہ بند ہو کر رہنا تمہارے لیے کوئی کموزوں ٹھکانا نہیں ہے۔ یہاں تو زخمی تباہی اور بربادی ہے۔ دشمن کی کثیر تعداد اسلحہ سے لیس تمہارے مقابلے میں ہے۔ تمہاری تعداد بھی قلیل ہے، سر و سامان کا فقدان ہے حتیٰ کہ تمہاری غوراک کا بھی کوئی بندوبست نہیں اور تمہیں فلسفے پر فلسفے آسے ہیں۔ ان حالات میں تم دشمن کا کیسے مقابلہ کر سکو گے۔ غزوہ اُحد کے موقع پر بھی منافق اسی قسم کی بات کر کے مسلمانوں سے علیحدہ ہو گئے تھے کہ قریش کی کثیر تعداد کے ساتھ مقابلہ کرنا تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، لہذا ہم تمہارے ساتھ اس تباہی میں شریک نہیں ہو سکتے۔ کہنے لگے حالات اب بھی ناموافق ہیں، احم دس ہزار کے برابر لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکو گے لہذا فَاذْ جَعَلُوا اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ اور

منافقوں کی  
طرف سے  
حوصلہ شکنی



رکھیں گے بلکہ وَمَا تَلَبَّسُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا نہیں ٹھہریں گے مگر بہت کم اور دشمن کے ساتھ شریک ہو جائیں گے حالانکہ وَلَقَدْ كَانُوا عَاهِدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُؤْكُلُونَ إِلَّا ذُبَارَ اس سے پہلے یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عہد کر چکے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں برابر شریک رہیں گے اور پشت نہیں پھیریں گے مگر ان کی حالت یہ ہے کہ جب کوئی دشمن ان سے اہل ایمان کے خلاف مدد طلب کرے تو فوراً تیار ہو جاتے ہیں، مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور اس طرح عہد شکنی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ غزوہ احد کے موقع پر بھی منافقوں نے ایسی ہی خباثت کا اظہار کیا تھا مگر حبیب اللہ کی طرف سے سخت وعید آئی تو انہوں نے معافی مانگی۔ اس جنگ میں اگرچہ مسلمانوں کا جانی نقصان ہوا مگر ایک لحاظ سے انہی کا پہلہ بھاری رہا کیونکہ دشمن تعاقب نہ کر سکا بلکہ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں بھگا دیا۔ اُس وقت انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ مسلمانوں کے ساتھ غزاری نہیں کریں گے مگر غزوہ احزاب کے موقع پر انہوں نے پھر حیلوں بہانوں سے یہی کام کیا، حالانکہ اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ ہم پشت نہیں پھیریں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ ان کو علم ہونا چاہیے وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا اللہ سے کیا ہوا عہد رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ اس کے متعلق ان سے سوال ہوگا کہ تم نے عہد شکنی کیوں کی؟ اس کے برعکس اللہ کا نبی اور ایمان والے سخت تکالیف برداشت کر کے بھی دشمن کے سامنے سینہ سپر ہیں۔ غزوہ خندق ہی میں سختی کا ایک دن ایسا بھی آیا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سارا دن مورچہ زن رہے حتیٰ کہ ظہر، عصر اور مغرب کی تین نمازیں بھی قضا ہو گئیں۔ پھر اپنے عشاء کے وقت میں یہ نمازیں قضا کر کے پڑھیں۔ نماز عصر کی فوتیگی پر حضور علیہ السلام نے سخت افسوس کا اظہار کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کی قبروں کو آگ سے بھر دے کہ ان کی وجہ سے



ہمارے صلوات پر سنا، یہی رہ گئی ہے۔ انگریزوں نے فرما کہ اگر میں منافقوں کے ساتھ نہ ہوں  
کے خلاف نہ تھے تو وہ ظالم کہہ جاتے تو اس کے لیے نرہ تھی، وہ نہیں تھے۔

مستند  
مکتوب

من خیرین موت کے خوف سے میرا پیسہ سے جاننے سے بچ رہے تھے  
فرما کہ **لَنْ يَتَمَنَّكَ كَوْمُ الْفُجُورِ اِنْ هُمْ يَفْقَهُوْنَ** اَلْعَوْنِ  
اور **الْقَسْبِ** سے بچ رہا ہے آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم میری موت یافتہ کہے  
جانے کے لئے جیتے ہو تو یہ فراموشی کہ میرے نہیں ہو، اور اگر کسی طرح  
بھاگ ہی جائے گا **وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْفَاقِينَ اِنَّ قَلْبِي بِكَ اَوْ يَوْمِ تَبْعِي** پس تب سے  
کہ یہی فائدہ دیا جائے گا۔ تم مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر جاگ ہی جاؤ گے، تو کوئی  
نام نہ فائدہ نہیں لے گا، لیکن ان کی دوست اور شہداء کی سامان کرنا چاہئے گا  
اور اللہ تعالیٰ سے آمین مگر یہ خبر دلاؤ اور فرما کہ **لَنْ يَكُنَّ**  
**مِنَ الْفُجُورِ** سے بچ رہا ہے آپ اس سے کہہ دیں کہ وہ کہہ کر ہے تو نہیں پائے  
ہم اللہ تعالیٰ سے **اَلَمْ يَكُنْ لَّكَ دُفْعٌ مِّنْهُ** اگر وہ تم سے بڑی کا اور  
کہتے **اَوْ اَرَادَ بِكُمْ دَسَخَةً** اور انہیں میری کراہت سے فرماؤ  
تو اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ جاننے نہیں تو شکست میں ڈال  
میں کہہ چاہے تو اس پر اعتماد کرے، اس کے بارے میں کوئی دھڑلے نہیں  
ہی کہتا، لہذا خدا موت کے خوف سے جان بچنے کا کچھ فائدہ نہیں دے سکتا،  
یہ فرما کہ اللہ تعالیٰ کی مہر سے یہ کہہ کہ وہ کسی کے ساتھ کیا سوچ کر اپنا نہیں ہے،  
فرما **اِذْ يَدْعُو** اللہ تعالیٰ کو صبر کر لے گی، میں جانے **وَلَا يَجِدُ لَكَ لَحْمًا**  
**مِّنْ دُونِ اللّٰهِ** وہ کیا **اِنَّ قَلْبِي بِكَ** اور یہی وہ اس کے ہوا  
کوئی ممانعت اور مدد نہ پائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے خلاف اس کے نکلے ہیں  
کوئی نصرت کا اگر نہیں ہے۔

فرما کہ **قَدْ يَكْفِيْكُمْ اللّٰهُ اَلَمْ يَكُنْ لَّكُمْ يَوْمَ الْاُحُدِ** اللہ تعالیٰ  
میں سے بچا ہے نہ نے دلوں میں نہ انہوں کو غروب جاننے کے **وَالْفَاخِرِينَ**



کرے تو سو ہی چھانی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ اس میں سے انہیں بھی کون سا  
 ذرا اور لے لے کہ **لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ** حقیقت یہ ہے وہ لوگ ہیں جو ابلیس  
 نکاتے۔ اس کا نتیجہ ہے **فَلْيَحْضِرَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ** کہ ان کے لئے  
 اعمال کو حاضر کر دیا ہے۔ ہر گز وہ لوگ مدتِ دولت سے ایسا ہی نہیں ملتے۔ اس  
 لیے اگر انہوں نے دیکھا ہے کہ نہ یہ ہیں نہ یہ ہیں یا باہر مہربانی کو بھٹک رہے ہیں  
 ہوتے ہیں کہ ان کے لئے ایسے اعمال کو بھی حاضر کر دیا ہے اور انہیں  
 ان اعمال کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ **وَيَحْضُرَانِ ذُرِّيَّتَكَ** **عَلَيْهِمُ اللَّهُ** **بِسَبِّحُوا**  
 ان ایک کراڑا انداز کے چلے آسان آسان ہے آسان کا غلط اس لئے بیان  
 کیا گیا ہے کہ اندر قہری جو دیکھ کر اس کا احوال معلوم نہیں کیا بلکہ وہ نہ سمجھ کر  
 اچھے اعمال کی طرف توجہ کرتا ہے تو ان میں کھڑے ہو کر **لَعْنَةُ اللَّهِ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ**  
 ہے۔ جس کی اصلاح میں نہیں ہوتی۔ **لَعْنَةُ اللَّهِ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ**  
 آسانی کے ساتھ حاضر کر دئے ہیں۔ یہی سبب ہے۔ **لَعْنَةُ اللَّهِ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ**  
 بیان ہے۔ جب یہاں ہی نہیں ہے۔ **لَعْنَةُ اللَّهِ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ**  
 کہ کیا فائدہ ہوگا؟

یہاں  
 لے

فرماؤ ان شاء اللہ کہ **لَعْنَةُ اللَّهِ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ**  
**لَعْنَةُ اللَّهِ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ**  
 کے لئے **لَعْنَةُ اللَّهِ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ**  
**لَعْنَةُ اللَّهِ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ**  
**لَعْنَةُ اللَّهِ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ**  
 دیات میں ہوتے۔ **لَعْنَةُ اللَّهِ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ**  
 ہے اور ان کے ساتھ کوئی نہ ہوئی ہے۔ **لَعْنَةُ اللَّهِ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ**  
 وہاں سے ہوتے ہیں **لَعْنَةُ اللَّهِ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ** **وَالْعَمَلُ**

کے متعلق خبریں پڑھتے رہتے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا ہے۔ وہ تو مخلص مسلمانوں کی شکست اور مالی و جانی نقصان کی خبر سننے کے منتظر رہتے۔ یہ اتنے بزدل لوگ ہیں کہ جو بھی دشمن قریب آئے یہ خوفزدہ ہو کر تباہ کرنے لگتے ہیں کہ وہ شرکی بھائے دیات میں ہوتے تو مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوتا پڑتا۔

فرمایا منافقوں کا جنگ سے گریز ایک لحاظ سے اچھا ہے کیونکہ وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ دَرَمٌ مِمَّا فِي الْأَرْضِ لَكِنِ لَا تَعْلَمُونَ مَقَامَ مَا فِي الْأَرْضِ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ اُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاغِبُونَ میں نہیں شریک ہوں گے مگر بہت ہتھوڑا۔ مطلب یہ کہ تمہارے ساتھ نہ ہونے کا فائدہ بھی کچھ نہیں جب انہوں نے نہ صرف خود جنگ سے اعراض کرنا ہے بلکہ اپنے مہائی بندوں کو بھی لڑائی سے علیحدہ کرنے کی ترغیب دینا ہے۔ اس لحاظ سے ایسے لوگ تمہارے درمیان رہ کر نقصان کا باعث ہی نہیں گے۔ بہتر ہے کہ یہ دور دور رہیں تاکہ ان کی خباثت بھی آشکارا ہوتی ہے اور مسلمان ان کے زیادہ خبردار بھی رہیں اور پھر اپنے لیے کوئی بہتر تدبیر اختیار کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی سازشوں اور ان کی بزدلی کو ظاہر کر دیا تاکہ مخلص مسلمان ان کی سازشوں کا شکار نہ ہوں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ  
 لِمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ  
 اللَّهَ كَثِيرًا ① وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ  
 قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ  
 وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ②  
 مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ  
 عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَن قَضَىٰ نَجْبَهُ وَمِنْهُمْ  
 مَن يَنْتَظِرُ ③ وَمَا بَدَلُوا نَبْدِيًّا ④ لِّبَجَازِ  
 اللَّهِ الْعَدِيقِينَ يَصُدُّهُمْ وَيُعَذِّبُ الْمُظِلِّينَ  
 إِنْ شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنْ كَانَ اللَّهُ عَافُوًا  
 رَّحِيمًا ⑤ وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَيْثِهِمْ  
 لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ  
 الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ⑥ وَانْزَلَ الَّذِينَ  
 ظَاهَرُواهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ  
 صَاحِبِهِمْ وَقَدْ ذَكَرْنَا فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ

فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ۝  
وَأُورِثَكُمُ الْأَرْضَ مِنْهُمْ وَأْدْيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ  
وَأَرْضًا لَمْ تَطَّوُّهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ  
شَيْءٍ قَدِيرًا ۝

۱۹

ترجمہ: البتہ تحقیق تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک  
اچھا نمونہ ہے اس شخص کے لیے جو اُمید رکھتا ہے  
اللہ تعالیٰ سے، اور قیامت کے دن کی اور اُس نے  
ذکر کیا اللہ کا کثرت سے ۝ (۲۱) اور جب دیکھا ایمان  
والوں نے حکموں کو تو کہنے لگے اور یہی ہے وہ چیز جس کا  
وعدہ کیا تھا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے اور سچ فرمایا ہے  
اللہ اور اس کے رسول نے، اور نہ زیادہ کیا اس بات نے  
اُن کے لیے سگہ ایمان اور اطاعت کو ۝ (۲۲) مومنوں میں  
سے کچھ مرد ایسے ہیں جنہوں نے سچ کچھ دکھلایا اُس چیز  
کو جس پر انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا۔ میں بعض  
ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اپنا عہد پورا کیا ہے۔  
اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں  
اور نہیں تبدیل کی انہوں نے کسی قسم کی تبدیلی ۝ (۲۳) تاکہ  
بدلہ سے اللہ تعالیٰ سچوں کو اُن کی سچائی کا اور  
سزا سے اللہ تعالیٰ منافقوں کو اگر پاس ہے یا توبہ قبول  
کرنے ان کی۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشش کرنے  
والا مہربان ہے ۝ (۲۴) اور لوگو! اللہ تعالیٰ نے ان  
لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ان کے غصے کے ساتھ نہ

پایا جنوں نے کسی قبر کی جبری کر اور کھاست کی اکثر  
 نے وہاں دلوں کے لیے لڑائی سے ۔ اور اکثر تھائی قوت ۱۱۱  
 زبردست ہے (۲۵) اور لڑا اُن لوگوں کو جنوں نے  
 مدد کی تھی کافروں کی ہل کتاب میں ۔ ان کے صدور  
 سے ۔ اور لڑائی لڑا اُن کے دلوں میں رعب ۔ ایک گروہ  
 کو نہ قتل کر سکتے ہو اور ایک گروہ کو قیدی بناسکتے  
 ہو (۲۶) اور دُشمن بنا یا تمہیں اُن کی بہن اور گھروں اور  
 ماؤں کا ۔ اور ایک اور زمین بھی کر میں کہ تم نے اہم  
 پال نہیں سکا ۔ اور اکثر تھائی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا  
 ہے (۲۷)

لڑشہ آہستہ بہ اندر تھائی سے لڑو ذاب کا ذکر فرما اور مشائخین کی بہت  
 بیان کی جنوں نے مختلف جہوں بہانوں سے جہاد میں شرکت سے گریز کیا ۔ لڑو  
 نے کھجوں میں پہنچی کر پھر ایک بونے کی لکیر کش کر اکثر نے اُن کی بڑی کامیابی  
 بیان فرما ۔ اکثر نے فرمایا کہ جسے لوگوں کا جہاد سے ڈراؤ اُن کے لیے کچھ ضیہ  
 نہیں بڑگا ۔ کیونکہ سورت تو ہر حال پہنچتے وقت پر آئی ہے ۔ خواہ وہ اپنی سورت میں  
 تھے یا بصورت قتل ۔ اُسب آج کی آہستہ میں اکثر کے نبی کو بطور مؤثر پیش کیا گیا  
 ہے اور اُن اہل ایمان کی تمہینت کی گئی ہے جنہوں نے اپنی کی شکل امانت کرتے  
 ہوئے معرکہ شوق میں بہت تیزی دکھائی ۔

پہلے جو علی الصلوات والصلوات کے اسم نہ جانتے تھے انہوں نے اب اس کا کلمہ  
 نکلمہ قیل و سئل فی اللہ استجاب حسنتہ الین محمدین تھ ۔ سے پہلے سہ  
 کے مول میں مبتلا ہوئے ۔ لڑا اکثر کے مغرب تر اپنا ہنسے کی طرف دیکھ  
 کہ وہ کس طرح دنیا کے مہاشا ب برداشت کرتے تھے وہ جتنے استغفار کی  
 تھیں ۔ انہوں نے اُن کی ہر چیز کو مغرب علیہ السلام کے طائفے کے روبرو دیا ۔





آپتے فیست کے دن کا بھی غائب ہے کہ وہ اس ضرور کو لے گا اور کہ جس نے اس کو  
 اپنے لہجے کی ابتداء میں فرما کر سنے سے ان حیات الخند ننب یکتب اللہ و  
 خیر اللہ فی ہذا فی غیب سے بد صلی اللہ علیہ وسلم  
 ہمیں بہترین کتاب العز کی کتاب ہے اور بہترین نون اور بہت نعت ہی زیار  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ حضور علیہ السلام کی میرت ایک جامع میرت اور شخص  
 کے لیے کاف نون ہے۔

فرما، اللہ کے عجب کی بات ہے اور اس شخص کے لیے بھی بہترین نون ہے۔  
 فَاذْكُرْ الْاُمَّةَ كَثُرَتْ اِذَا هُمْ يَنْتَفَعُونَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ اِلَٰهٌ سِوَاكَ  
 بہشت اور گھر کے لئے شخص کے واسطے بہترین اور روحانیت و نون اور جیسے  
 شخص کو فائدہ نصیب ہوگی، بدعات اس کے جن لوگوں کے ہوں یہ خالق  
 ہے۔ اللہ تعالیٰ کو وہیں سے ہونے کو کہے کہ اللہ بہترین کا زمرہ انصاف کرتے  
 ہیں ان سے یہ حضور علیہ السلام کی ذات ہی نون نہیں ہے۔

وہاں  
 اعلیٰ  
 جہان

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مجھے ایمان لوگوں کی شریعت کی سے اور فائدہ  
 ہے وَاذْكُرْ اَۤیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَلَا تَتَذَكَّرْنَ اَنْ مَّا رَاٰکُمْ فَاِذَا  
 سے و ذریں کے اللہ کو کہتا ہے اور اس سے ہے۔ ہاں اللہ علیہ وسلم  
 اللہ و تبارک و تعالیٰ کہنے کے کہ یہ ہے وہ بہترین ہے اسرار اللہ کے ہر  
 نے ہم سے وہ کو فائدہ اور غنی ہے: جہ و کسوف اللہ و تبارک و تعالیٰ  
 کہ اللہ اور اس کے ہونے کی فرما، اور اللہ میں گئی کی طرف اشارہ ہے میں  
 اللہ کے ہر اللہ کے ایمان والوں کو جو اللہ کہہ دے وہ اللہ کو کہتا ہے اور  
 ہوں گے۔ مانتا ہے کہ جو اللہ کی طرف سے جو ہمیں ہر طرف سے کہہ دے  
 ہونے سے۔ اور عام حضور علیہ وسلم کے نام اسباب میں لگا کی خدا اور کس ہر

بتائی ہے جس کے مقابلے کے لیے مسلمانوں کے پاس صرف تین ہزار آدمی تھے جو دفاع کرنے کے قابل تھے۔ باقی عمریں، بچے اور بوڑھے تھے جو دفاع میں حصہ لینے کے قابل نہیں تھے۔ بہر حال فرمایا کہ اہل ایمان نے کفار کے لشکر کو دیکھ کر کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ بچا ثابت ہو رہا ہے۔ اور کفار کے حملہ سے خوفزدہ ہونے کی بجائے وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا اُن کی آمد نے بچے مسلمانوں کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے رسول کے وعدے پر کامل یقین دیا، لہذا انہوں نے اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے دشمن کا ڈرٹ کر مقابلہ کیا۔

ایسی ہی لوگوں کے متعلق فَرَأَىٰ الْمُؤْمِنِينَ فِي كِتَابِهِ اللہ تعالیٰ نے بعض دوزخ میں سے بعض دوزخ میں کہ جس بات کا انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھایا۔ عہد یہ تھا کہ آخر وہ کب اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے۔ فرمایا فَبَدَّلَ اللَّهُ عَنْهُمْ قُلُوبَهُمْ ان میں سے بعض وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنی نذر پوری کر لی ہے یعنی شہادت کا درجہ پایا ہے مثلاً غزوہ اہد کے موقع پر حضرت انس بن نضر کا واقع ہے کہ وہ میدان جنگ کی طرف جا رہے تھے، کسی نے پوچھا، کہاں کا ارادہ ہے؟ کہنے لگے، اُمید پار کے اُس طرف مجھے جنت کی خوشبو آرہی ہے، میں اُدھر جا رہا ہوں۔ میدان جنگ میں پہنچ کر دشمن کا خوب مقابلہ کیا۔ آپ کے جسم پر لڑنے زخم آئے کہ شناخت نہیں ہو رہی تھی۔ آخر کار انگلیوں سے ان کی شناخت ہوئی۔ اس طرح انہوں نے جام شہادت پی کر اپنے عہد کو پورا کیا۔ نغمہ کا معنی عہد و پیمان اور نذر ہوا ہے۔ اور مراد اس سے زندگی بھی ہو سکتی ہے کہ ان میں سے بعض مومن وہ ہیں جنہوں نے

ایمان  
عہد

۱۔ منہجی ص ۲۴۲ ج ۲ ۲۔ ابن کثیر ص ۳۵۵

۳۔ احکام القرآن المصاحف ص ۲۵۶ ج ۲ (ذیاض)





معاشری کا نظریہ بڑے مضبوط تھے، بہتے عرب میں تجارت تھی، سودی کاروبار بھی کرتے تھے۔ ان کی اپنی بسبب اور تقاضے تھے، جب حضور علیہ السلام ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو آپ نے حضرت غافل کے ساتھ مدینہ میں جہان کے تھے جن بنی قریظہ بھی شامل تھے، مگر ملک اعجاز کے قریب انہوں نے مسلمانوں کی رہ کر گئے کی بوجہ کا قریظہ کی طرف زبانی کی لڑائی میں عربی مسلمانوں کے ساتھ کی گئی دفاعی معرکہ کو عملی طور پر نوادہ کیا، جب محارم اور کا قریظہ کام لڑیں چلے گئے تو مسلمانوں کو اطمینان حاصل ہوا اور وہ ہتھیار اڑ کر مارے جبکہ سے نکلنا چاہتے تھے، حضرت علیہ السلام نے بھی اپنی زوردار آواز سے لاڑوں کا کہہ کر کہتے ہیں جبریل علیہ السلام انا لہم اور حضور علیہ السلام سے کہا کہ آپ لوگ قریش سے بغض و اذنا چاہتے ہیں مگر اللہ کے فرشتوں نے قریش بھی بغض و اذنا سے گئے گئے خدا تعالیٰ کا علم یہ ہے کہ بغض و اذنا سے پہلے ہی قریش کے کہہ گئی کہ فیصلہ کر لیں، چنانچہ حضور علیہ السلام والدہ نے اعلان فرمایا کہ کوئی شخص ہتھیار نہ اٹھائے مگر اس حالت میں جو قریش کی طرف سے رد و باز نہ ہو، اگر صرف غافل کا وقت ہو چکا تھا، مگر آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ لہذا یہ مسئلہ آج کے مسئلہ سے مختلف ہے، سب لوگ بنی قریظہ میں پہنچ کر نہ لڑا کر کہ لوگ قریظہ پہلے چلے آئے اور بنی قریظہ کا محاصرہ کر دیا جو کہ کوئی روز تک جاری رہا۔ یہ لوگ فوج بند ہو گئے، ان کے پاس راشن اور دیگر سر سامان بھی نہ تھا لہذا وہ وہ کچھ دنوں تک محصور رہے اور آخر میں ہتھیار ڈال دیے، کہنے لگے ہمارے صلہ میں حضرت محمد بن حنفیہ کو فیصلہ کر دیں گے، ہمیں منظور ہو گا۔

حضرت سید اکرم علیہ السلام نے مگر بنی قریظہ کے دوست اور حلیف تھے اس محاصرے میں ان کا خیال تھا کہ مسجد بنائے، معاویہ میں زیادہ محنت سے یہاں پر نہیں کر رہے تھے، حضور علیہ السلام نے بھی حضرت محمد کے فیصلہ کو قبول کر لیا



اس کے متعلق مختلف افواہیں ہیں، بعض کہتے ہیں کہ یہ سب زمین کی حرکت کی طرف اشارہ ہے کہ اگر زمین کو بھی قوت ہوگا، چہرہ: ہمارے مریضین اس کو خبر پر عمل کرتے ہیں۔  
 صلح مدیہ کے بعد فریب لانا نہیں چاہیے قوت ہو گیا اور دلوں کی یہ سب سب مسلمانوں کے قبضے میں آئیں، بعض یہ بھی فرشتہ ہیں کہ اس آیت میں "وہ اللہ" اس کی طرف اشارہ ہے کہ قوت، اشارہ ہے کہ غلطی، اشارہ ہے کہ زمین میں قوت ہو جائے، ہمارے خبر کو اشارہ، ہمارے قوت میں قوت ہے، دلوں کے ہوتے ہیں قوت، اشارہ ہے، اشارہ ہے کہ ان کو غلبہ کیا اور ان کے ساتھ ہمارے ہر گناہ کو وہ اپنی زمینوں پر کشاکش کرتے ہیں، اشارہ آملی کا ایک حذر حذر کو ادا کیا کریں گے۔

فرما: اور زمین میں بھی تمہاری قوت ہے، اشارہ ہے، اشارہ ہے  
 انہ غلبہ کل شئ، اشارہ ہے، اشارہ ہے، اشارہ ہے، اشارہ ہے  
 وہ اپنی قوت کے مطابق جو چاہت کرتے، وہ قوت کی طاقت کو کثیر جو صحت پر غالب کرنے پر بھی قادر ہے، اس نے مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ عطا فرمایا، وہ کمال قدرت کا مالک ہے۔

۱۔ نماز میں ۲۰ بار کی کثیر صلیب  
 ۲۔ نماز میں ۲۰ بار کی کثیر صلیب  
 (فیاض)

بَآيْهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ  
 الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَ  
 أُسَبِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ (۲۸) وَإِن كُنْتُنَّ  
 تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْآخِرَةَ فَإِنَّ  
 اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ (۲۹)  
 يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ  
 مُّبِينَةٍ يُضَعَّفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ  
 وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝ (۳۰) وَمَن يَقْنُتْ  
 مِنكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعَمَلْ صَالِحًا ثَوَّتْهَا  
 أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۖ وَاعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ۝ (۳۱)

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیں کہ اگر تم چاہتی ہو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت، پس آؤ میں تمہیں فائدہ پہنچاؤں اور رخصت کروں تم کو اچھے طریقے سے رخصت کرنا ۝ (۲۸) اور اگر تم ارادہ کرتی ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کا۔ پس بیشک اللہ نے تیار کیا ہے تم میں سے نیکی والیوں کے لیے بڑا اجر ۝ (۲۹) اے پیغمبر! بیویو! جو تم میں سے کھلی



سبے مائی کی بات کر چکی فرمے کوئی غائب رہا یا نہ رہا۔ اور  
 ہ اسے اللہ پر آسان ہے (۴) اور جو اعلیٰ سے کہی گئی نعم میں  
 سے انہر اور اُس کے بھول کی اور نیک عمل کرے گی، فر  
 ہم اس کو اسی کا فیصلہ پہلے دیں گے، اور تیار کی سے جو  
 نے اس کے لیے عہد کی بازی (۵)

گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے غزوہ خندق کو حال بیان کیا اور انہر  
 کی خدمت بیان کی، پھر انہر نے جن فرائض کی سرکوبی کا حکم دیا، پہنچا دیا کہ غزوہ  
 کر کے اُن کے بائیں سروں کو قتل کر دیا گیا، سورتوں اور بچوں کو لڑنے دیا، اور  
 غلام بنا دیا گیا، اور اُن کے مال، زمینوں اور حکامات پر بھی قبضہ کر دیا گیا، پھر  
 انہر نے ایک اور سر زمین کی فتح کی خوشخبری دی جس کو سرزمین میں فتح کی گئی، یہ  
 خبر کی فتح مبنی، دلوں سے بھی مسلمانوں کو کہ فی مال و دولت حاصل نہ، اور اُن  
 زمینوں کا غنائم بھی ملنے لگا۔

انہر غزوہ  
 کا حکم

مسلمانوں کی پہلے وہ پہلے فتوحات اور اُن کے نیچے ہیں مال و دولت، مصلحت  
 ہوئے کی وجہ سے مسلمانوں کی اقتصادی حالت بہت اچھی ہو گئی، اس لیے انہر  
 عظمت کو بھی خواہش پیدا ہوئی کہ جس طرح عام مسلمانوں کی مال و دولت میں بہتری  
 اچھی طرح آتی ہو، اسی طرح کچھ کچھ فائدہ پہنچانا چاہیے اور مال کو اپنے لیے نہ پہنچانے  
 جتنا چاہیے، اس مسئلہ پر سادہ اذراں عظمت نے مشورہ کیا اور انہر عظمت  
 امیر کو یہ فرمانہ دیا کہ وہ اس معاملہ میں حضرت عبداللہ سے بات کرے،  
 کہونکہ آپ کی مشائخہ اور حکماء و قانون نہیں، انہوں نے نامہ سب کو دیا یہ دیگر  
 بریلوں کی ترقی میں مشورہ طلبیہ اور کی خدمت میں عرضہ است، جن کی، یہاں  
 گھر سے نامائز نہیں تھا کہونکہ یہی کا حق سب کا وہ خداداد سے ضرور، بات نہ کی کہ  
 اعلیٰ کرے، اور یہ حضرت عبداللہ سے ملنے کے قیامت کے فائدہ سمجھا، اور  
 آپ بھولوں سے نامائز ہو گئے۔

حضرت علیہ السلام نے اس مطالبے کا اس حد تک جڑ مٹایا کہ آپ نے اپنی تمام  
ازواج سے ایک ماہ کے لیے ایلا کر لیا یعنی علیحدگی اختیار کر لی۔ آپ مسجد نبوی  
کے قریب ہی ایک بالاحاقانے میں تشریف فرما ہو گئے۔ عام مشہور ہو گیا کہ حضور علیہ السلام  
نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ ان حالات میں اندلیج حکمرانیت کا پریشان  
ہونا تو فطری امر تھا۔ تمام مسلمانوں کو بھی سخت تشویش لاحق ہو گئی۔ سب سے  
زیادہ پریشانی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو تھی۔ کیونکہ ان دونوں کی بیلیاں  
حضور علیہ السلام کے نکاح میں تھیں۔ کوئی شخص اس معاملہ میں مداخلت کی جرأت نہیں  
کرتا تھا۔ بالآخر حضرت عمرؓ نے جرأت کر کے اس عہد کو ترٹنے کی کوشش کی اور  
حضور علیہ السلام سے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی جو دے دی گئی۔ حضرت  
عمرؓ نے حاضر ہو کر کھڑے کھڑے عرض کیا کہ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے  
دی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اس پر انہوں نے کہا اللہ اکبر۔ حضرت عمرؓ  
کی کچھ ڈھارس بندھی تو انہوں نے حضور علیہ السلام سے بیٹھنے کی اجازت چاہی۔  
آپ کا مقصد یہ تھا کہ کوئی دل لگی کی بات کر کے حضور علیہ السلام کو خوش کیا جائے  
چنانچہ اجازت بیٹھے پر آپ حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھ گئے اور بات شروع  
کر دی کہ مکہ میں تو ہم اپنی عورتوں پر غالب تھے اور کوئی ہمارے سامنے چلی چرائیں  
کہ تھی مگر مدینہ میں آکر ہماری عورتوں نے بھی سودی عورتوں کی دیکھا دیکھی اپنی کا  
رنگ ڈھنگ اختیار کر لیا ہے۔ ایک دفعہ خود میری بیوی نے مجھ سے ناٹ  
خبرچہ کا مطالبہ کیا تو مجھے برا غصہ آیا اور میں نے اس کی گردن پر مچکے مارنے شروع  
کر دیے۔ یہ سن کر حضور علیہ السلام مسکرائے اور اس طرح کچھ دیر تک گفتگو ہوتی رہی  
اور مسجد میں مسلمان بڑے پریشان بیٹھے تھے کہ پتہ نہیں حضور علیہ السلام نے کیا  
فیصلہ کیا ہے، کہیں واقعی اپنی بیویوں کو طلاق تو نہیں دے دی؟ اتنے میں حضرت

عمر نے وہاں کو گمانا تو کونسی دعا اور بتا کہ حضورؐ وہاں سے نکلے بلکہ حق نبی۔ ہی۔ اسی  
خبر پر اہل مکہ نے یہ جہنم کو انہیں دن کے بعد حضورؐ وہاں سے روانہ کر دیا۔ اہل مکہ نے  
سے نیچے اترے، تو اس وقت کہ ابست میری در سائل نہیں، ابھی کہ ابست یہ حضورؐ  
علیہ السلام کی اہل ان مطہرات سے غصہ میں غصا ہے، اہل مکہ نے ان کو جہنم کی جہنم  
اور اپنے جہنم کو کہہ دیا کہ وہ جہنم کی اہل ان سے دور رہتے کہ وہ، اگر وہ وہاں سے غصہ  
اٹھ کر زندہ کیسے کرنا چاہی ہیں، تو کہیں کہ تو میں نہیں غصہ کرتے کہ اپنے جہنم سے  
رخصت کر دوں اور اگر تم اہل مکہ سے کہیں کہ رسول کی رضا اور اطاعت کا گھر جہنم ہی  
کہ جہنم جہنم وہ حالت پر ہی غصہ کرتا۔

خاندان نیکو  
گرفتار است

حضرت علیؓ کے انفرادی عظمت نے نہ تو کبھی ٹوٹنے کے قابل رہا۔ اور  
باب و دروازے کی بہانہ قیامت کے گڑبہاں گیارہ اب اپنی بھولی کر کے قہر فرج  
عطا کرتے تھے۔ اور اسی پر گزرتا کہ حق تعالیٰ نے جس جہانے اصرار میں سے زبردست  
اور سنگین پر خرقہ کے دریاں اور خود عسرت کی زندگی بسر کر رہے تھے علیؓ کے  
وفاقت کے بعد جس انفرادی عظمت نے خوشحالی کی زندگی بسر کر رہی۔ حضرت  
عائشہؓ کے پاس ایک بھری، دودھ بھری اور دھرم جہ سے طہر پڑنے لڑائیوں  
شمار سے پہلے سب نہیں کر رہے۔ غلاموں سے حاصل کیا کہ آپؐ انفرادی سے پہلے  
تقریباً کر لیں۔ فرما اگر کچھ باور کر رہے ہیں تمہیں اجازت ہے۔ حق۔ اب تو کچھ  
میں باقی نہیں جو۔

بمقام اسرار و خفیہ امور و تصانیف آں کسی اعتراض کرنے سے یہ کہ حضور علیہ السلام کو تو راقی و غیر راقی میں فرق ہو جیسے جس سے بادشاہوں جیسے لوگوں پر یہ امتیاز کہہ سکیں۔ اسی طرح تعداد و اوزان کے متعلق بھی صحت کو اعتراض کرتے ہیں۔ جو مقام اعتراضات پر یہ زحیفیت اور محض حرف اور مذاوا و نظریہ حضور علیہ السلام کے ہونے نہ کہ انجلیک ہے واضح اور مدبر و فاضل کا طریق بیان ہے۔ کوئی انصاف پسند آدمی آپ کے بات پر ارشاد بھی نہیں دے گا اور شریعت کا التزام نہیں



فہم سے جو کوئی کھلی ہے جانی کا ارتکاب کر چکی فَصَاعِقُ لَهَا النَّحَابُ  
فَضَعُفُ لڑائی کی سزا بھی ہوگئی، برعکس وَصَعَانُ ذَلِيلٌ تَكَلَّمَ اللہ  
 کیسے بڑا اور جلیل القدر ہے بے بہت شان ہے کہ وہ کسی کو گناہ عذاب سے  
 برائے اصولی بات سے کہہ کر کھینچے کہ جس قدر وہ دیر چاہے ہوگا، مگر آگ کی  
 صورت میں اس کا مؤاخذہ بھی اتنا ہی سخت ہوگا، ظاہر ہے کہ جو تہمتیں میرے  
 کہ ازدواجی معاملات کو حاصل تھا، وہ دنیا میں کسی دوسری صورت کو حاصل نہیں، لہذا  
 فرمایا کہ نبیؐ یہ تھا، اگر وہ آپؐ بھی درمیان کی نسبت دوا کرتے، اسی طرح چرائی  
 کی صورت میں نہایت سزا بھی دینی ہو سکتی، غرض حضورؐ علیہ السلام کے متعلق اور وہ  
 نے فرمایا کہ اگر میرے نہیں ثابت قدم نہ کیجئے تو آپؐ کھانسی کی طرف اٹھ رہے ہیں  
 گھٹے سے اور اگر آپؐ ایسی بات نہ کر بیٹھتے، إِنَّهَا تَخْلُفُ بِنَعْتِ الْبُيُوتِ  
وَضِعْفُ الْبُيُوتِ كَمَنْ لَا يَخْلُفُ بِنَعْتِ الْبُيُوتِ یعنی اگر وہ نہ ہوتے تو  
 تو میری بات کو جانیں بھی توئی سزا ہے اور بعد از وفات بھی اور میری بات سے ظاہر ہے  
 کسی کو اپنا مدعا نہ دیتے۔

یہ بھی آیہ تسلیم خالق ہے کہ کسی شخص نے نہ پہنچا ہائے دلائل کسی ہم مقام  
 پر ضرور دوسرے لئے گواہی نسبت، اور اسکی تصویر ہو آیت اور اسی وجہ سے اس  
 کی سزا بھی زیادہ ہوتی ہے، مثال کے طور پر اگر کوئی سپرد میں چوری کر لے، پھر چور کرنا  
 ہے، پھر وہ سزا عین یہ کسی گواہی کا مرتکب ہو کہ آیت لڑائی کی سزا بھی زیادہ ہوگی  
 جس طرح جو میری نسبت ہیں اور ان کے ہائی اہمیت نادر کا اگر آپؐ دیکھ سکیں نسبت  
 ایک لاکھ گنا اور سبھی نبوی اور پیغمبر علیہ السلام میں یہاں یہاں سے بڑا ہے،  
 اسی طرح نسبت خدا میں پھر یہ کہ سزا بھی لازمی زیادہ ہوتی، اسی سبب یہ کہ یہ وہاں  
 کہیں تشریف کر رہی تھی کہ چنانچہ ہم قاتل علیہ السلام کی مطلق کو بھی کہ  
 سزا بھی دینی ہوگی۔

وہی خام برائے اللہ ہے یا کہ جو لوگوں کے متعلق فرمایا کہ اگر تم غفلت کرو گے  
 لے، وَأَمَّا جَعْلُهُمْ بِشُكْوَةِ عَمَلِهِ وَبِجَانِ مَنَاقِبِهِ وَالْمَعْلُومِ

گی تو تمھاری منزل درگنی ہوگی۔ اس لفظ کے مختلف معانی آتے ہیں مثلاً اس کا اطلاق بدزبانی، بے حیائی اور بخل پر بھی ہوتا ہے مگر یہاں پر اس لفظ سے زنا یا بدکاری مراد نہیں ہے کیونکہ اللہ کے پاک نبی کی بیویوں سے ایسا ممکن ہی نہیں۔ بعض روایات میں آتا ہے مَا ذَنْتَ امْرَاةً نَبِيٍّ فَقَطَّ لِعَيْنِي نَبِيٌّ کی کسی بیوی نے کبھی زنا کا ارتکاب نہیں کیا۔ بعض انبیاء کی بیویوں نے کفر کا ارتکاب تو کیا ہے مگر بے حیائی کسی سے سرزد نہیں ہوئی مقصد یہ کہ یہاں پر غش سے بے ادبی، گستاخی یا بدزبانی وغیرہ جیسی لغزش تو مراد لی جاسکتی ہے، زنا جیسے فعل کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

نیک کا دکن  
اجر

گزشتہ سے پیوستہ آیت میں نبی علیہ السلام کی بیویوں سے فرمایا تھا کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور آخرت کا گھر پسند کرتی ہو تو اللہ نے تمہارے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ اب اگلی آیت میں اُن کی پارسائی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے وَمَنْ يَقْضَتْ مِنْكُمْ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ اور تم میں سے جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی۔ وَكَعَمَلٍ صَالِحٍ اور نیک اعمال انجام دے گی نُؤْتِيَهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ہم اس کو اجر بھی دو گنا دیں گے۔ جس طرح مقدس مقام، مقدس مہینے اور مقدس وقت میں عمل کا اجر بڑھ جاتا ہے۔ اس طرح اگر کوئی بلند مرتبت ہستی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی تو اُس کے اجر و ثواب میں اضافہ ہو جائیگا۔ جس طرح حرمت والے مہینوں، مقامات مقدسہ اور پھلی رات کے اوقات میں اجر و ثواب بڑھ جاتا ہے، اسی طرح مقدس ہستیوں کے اعمال صالحہ کا اجر بھی بہت بڑھ جاتا ہے

اس کے علاوہ فرمایا وَاعْتَمِدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ہم نے اس کیلئے عزت کی روزی بھی تیار کر رکھی ہے دنیا میں عزت کی روزی وہ ہے جو حلال راستے سے آئے جس سے اطمینان قلب حاصل ہو اور جس کے استعمال سے عبادت کا جذبہ قوی ہو اور اس میں دل جمعی پیدا ہو۔ اور آخرت میں رزق کریم سے مراد یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو خاص مقام حاصل ہوگا، انتہائی باعزت روزی نصیب ہوگی، اور ہمیشہ کے لیے

نہی کی نسبت حاصل ہوگی۔ یہ حال افسوس کے بہتے نہی کی بیویوں کو تعجب و تڑپ سے  
 دونوں طریقوں سے سمجھا دیا کہ انہیں کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

---

يُنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ اِلَی  
 اَتَقِيَّتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ  
 قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝۳۲ وَقُرْنَ  
 فِی بُیُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ  
 الْاُولٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاَتِينَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ  
 اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ۚ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ  
 الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا ۝۳۳  
 وَاذْكُرْنَ مَا بُیِّنَ لَیْ فِیْ بُیُوتِكُنَّ مِّنْ اٰیٰتِ  
 اللّٰهِ وَالْحِکْمَةِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا ۝۳۴

ترجمہ :- اے نبی کی بیویو! نہیں ہو تم عام عورتوں کی طرح  
 اگر تم ڈرتی رہو تو نہ دب کہہ بات کرو، پس للہ کہے  
 گا وہ شخص جس کے دل میں بیماری ہے۔ اور کہو بات  
 دستور کے مطابق ۝۳۲ اور قرار پچڑو اپنے گھروں میں  
 اور نہ کھلے طریقے پر باہر پھرو جیسا کہ عورتیں پہلی  
 جاہلیت کے زمانہ میں کھلی پھرتی تھیں۔ اور قائم رکھو  
 نماز کو اور دیتی رہو زکوٰۃ۔ اور اطاعت کرو اللہ اور  
 اُس کے رسول کی۔ بیشک ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ



مذکر دو کر شے قم سے گزری ہوں کر شے اہل بیت  
اور پاک کر شے قم کر پاک کرتا ⑤ اور یاد کر جو چٹھی  
جانی ہیں تعاقبت گھروں میں اللہ کی رحمتیں اور جنت  
بیکس اللہ تعالیٰ بہت بدکبہ ہیں اور ہر چیز کی غیر  
نکٹے والا ہے ⑥

باب: ہوا و مہلات کے لئے اپنے اظہار و اجابت میں اضافہ کا مصلحت و کسب اثر  
حضرت علیہ السلام نے نماز میں ہر رکعت ایک اور کے لئے بیعت کی اختیار کر لی۔ پھر  
انہوں نے یہ آیت لکھائی فرما کر نبی کی باتوں کو تنبیہ کی کہ شہزادہ میں ہیں یہ عزت و  
سچہ کہ اللہ نے نبی علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی محبتوں سے کہہ دیں کہ اگر وہ مرنے  
کا نہیں وہ بہت جلد ہی ہیں تو انہیں ہمیں ملائی شے کہ جسے طریقے سے بہت  
کر دیں اور اگر تم اللہ کو اس کے بتوں کی بنا اور آخرت کے گھر کی مناجاتی ہو  
کر اور بکھو! اللہ تعالیٰ نے نبی کو بتوں والوں کے لئے بہت بڑا اجر تہذیب کر کے دیا  
دنیا کی خواہش خدا اور اس کے بتوں کے قریب کے مناجاتی ہے پھر فرمایا کہ اگر وہ میں  
سے کرتی محبت میں ہر جہت عقل کا بھی فائدہ ہے اور سوں کی نسبت مناجاتی زیادہ ہے کی بات  
جو کرتی اللہ اور اس کے بتوں کی احسان کر کے اور اچھے اعمال انجام دینے کی فوری کر  
اجر بھی دے گا دیکھا اور اللہ کے لئے بہت احسان میں عزت کی لکھی تہذیب کر کے ہے

اللہ تعالیٰ  
کے لئے  
کرم

ان آیات میں بھی احسان کی تہذیب سے خطاب ہے اور سادہ ہوا ہے۔  
يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اَلَمْ يَجْعَلْ لَكَ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ الْاَلْحَدِثُ مِنْ الْاَلْحَدِثِ اِلٰى  
الْحَدِثِ اَلَمْ يَجْعَلْ لَكَ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ الْاَلْحَدِثُ مِنْ الْاَلْحَدِثِ اِلٰى  
تَمِيں بڑا شرف تھا کہ کہہ دینے کے لئے منتخب فرمایا آیت ۶  
میں بھی گزرتی ہے اَللّٰهُ اَلَمْ يَجْعَلْ لَكَ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ الْاَلْحَدِثُ مِنْ الْاَلْحَدِثِ اِلٰى  
وَاَلَمْ يَجْعَلْ لَكَ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ الْاَلْحَدِثُ مِنْ الْاَلْحَدِثِ اِلٰى اُن کی باتوں سے بھی یاد  
قریب ہے اور اس کی باتوں کی باتوں کی باتوں میں تہذیب کر کے ہے

ہوگی تو تمہیں تمام عورتوں پر فضیلت ہے۔ تمہاری اس برتر حیثیت کا تقاضا ہے فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ کہ کسی اجنبی آدمی سے دب کر بات نہ کرو بلکہ کلام میں درشتی اختیار کرو۔ کیونکہ نرم بے میں بات کرنے سے فَيُطَمَعِ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ دل کا روگی آدمی لالچ کرے گا۔ دل کے روگ سے مراد نفاق، خواہشات نفسانی اور شوائب میلان ہے۔ اس لیے حکم دیا کہ اگر کسی اجنبی آدمی سے بات کرنی پڑے تو رد کھاپن ظاہر کرو، تاکہ کسی بد باطن آدمی کے دل میں کوئی خیال نہ آ سکے۔ شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی بیویوں کو ادب سکھایا ہے کہ غیر مرد سے بات کرتے وقت اس طرح بات کرو جس طرح اپنے بیٹے سے کی جاتی ہے وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا اور بات بھی دستور کے مطابق بھلی اور معقول ہونی چاہیے۔

تبرج جاہلیت

اللہ نے اہل ایمان کو یہ حکم بھی دیا وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا کہ اپنے گھروں میں ٹھہری رہو، بلاوجہ گھر سے باہر نہ نکلو کیونکہ گھروں میں رہنا ہی عورتوں کی اصل وضع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں میں تقسیم کار کر دیا۔ مرد کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ محنت مشقت کر کے کمائی کرے اور عورتوں کا کام یہ ہے کہ وہ امور خانہ داری کو انجام دیں۔ بچوں کی پرورش، کھانا پکانا، کپڑے دھونا اور گھر کی صفائی کرنا عورت کے فرائض ہیں۔ یہ سب کام گھر کی چار دیواری کے اندر انجام دیے جاتے ہیں۔ اسی لیے اللہ نے نبی کی بیویوں کو حکم دیا ہے کہ وہ گھر میں مقیم رہیں وَلَا تَبْرَجْنَ تَبْرُجُ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى اور جاہلیت اولیٰ کی عورتوں کی طرح اپنے آپ کو کھلے طور پر نہ دکھائی پھر یہ مطلب یہ کہ گھر میں رہ کر امور خانہ داری انجام دیں اور اگر اشد ضرورت کے تحت گھر سے باہر جانا پڑے تو پھر جاہلیت اولیٰ کے زمانے کی طرح بے پردہ نہ جائیں۔



لیا جاسکتا ہے۔ بہر حال پردہ ہونا چاہیے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ جو عورت گھر میں رہ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی اور نیکی کے کام انجام دے گی، میرائی سے بچے گی، اللہ تعالیٰ اس کو مجاہدین جیسا اجر عطا فرمائے گا۔ عورت کا بلا اجازت باہر جانا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر مسجد میں بھی جانا چاہیں تو خاندان یا سرپرست کی اجازت لے لے کہ جائیں۔ مردوں کو بھی فرمایا کہ اگر عورتیں مسجد میں جانیکی اجازت طلب کریں تو دیدار کو و بشرطیکہ راستہ پُر امن، بمعنی فساد و فحار سے کوئی خطرہ نہ ہو۔ حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ عورت کا گھر کی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا، بڑے کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ اور صحن کی نسبت بڑے کمرے میں پڑھنا افضل ہے۔ عورت جتنا چھپ کر نماز پڑھے گی اتنا اجر زیادہ ہوگا، مسجد میں جانے کی صرف اجازت ہے فضیلت نہیں ہے۔ کیونکہ عورتوں کی اصل وضع گھر میں قرار پچھڑا ہے۔ بناؤ سازگار کر کے، زیورات اور میٹرکیلا لباس پہن کر عورتوں کا بے حجابانہ باہر نکلنا عورتوں کی وضع کے خلاف ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ اگر عورت مسجد میں نماز کے لیے بھی جائے تو معمولی لباس پہن کر جائے اور غرضبند نہ لگائے کہ یہ فتنے کا باعث بن سکتی ہے۔ حضور علیہ السلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ عورت ستر ہے، جب یہ باہر نکلتی ہے تو شیطان جھانک کر دیکھتا ہے، اور لوگوں کو اس طرف متوجہ کرتا ہے جس سے بے حیائی کے لوازمات پیدا ہوتے ہیں موجودہ عریانی انگریز اور بے دین لوگوں کی پیدا کردہ ہے جو عورت کو مردوں کے شانہ بشانہ لانے کو ترقی کا زینہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ قرآن کے خلاف جاہلیت کی طرف قدم ہے۔ اگر کوئی عورت مجبور ہے تو اس کو اجازت ہے کہ بارپردہ باہر



ایک گروہ وہ ہے جو اس آیت کے مطابق صرف ازواج مطہرات کو اہل بیت میں شمار کرتا ہے اور حضور علیہ السلام کی اولاد اور آپ کے خاندان کے لوگوں کو اہل بیت کے افراد نہیں مانتا۔ دوسرے گروہ وہ ہے جو مذکورہ حدیث کے مطابق صرف حضور علیہ السلام کے خاندان اور اولاد کو ہی اہل بیت سمجھتا ہے اور ازواج مطہرات کو اس میں شامل نہیں کرتا۔ یہ دونوں شیعہ اور رافضی ہیں اور گمراہ ہیں۔ جو لوگ صرف پنج تن کو اہل بیت کہتے ہیں وہ بھی گمراہ ہیں۔ کیونکہ یہ نظریہ نص قرآنی کے خلاف ہے۔ دوسری طرف حدیث بھی صحیح ہے اس سلسلے میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ حقیقتاً قرآن اور حدیث میں تضاد نہیں ہے صرف سمجھنے کی بات ہے نص قرآنی عام ہے اور اس کے مطابق اہل بیت میں ازواج بھی شامل ہیں اور اولاد بھی۔ ہم اپنی زبان میں اہل بیت کا متبادل لفظ ”گھر والے“ بولتے ہیں۔ اور جب ایسا کہتے ہیں تو اس سے مراد تو صرف ازواج ہوتی ہیں اور نہ صرف اولاد، بلکہ ازواج اور اولاد دونوں مراد ہوتے ہیں۔ لہذا نہ تو ازواج کو اہل بیت سے خارج کیا جاسکتا ہے اور نہ اولاد کو حدیث میں صرف اولاد کو اہل بیت کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! میری ازواج تو اہل قرآنی کے مطابق اہل بیت میں شامل ہیں، میری یہ اولاد بھی اہل بیت میں شامل ہے۔ ان سے بھی گندگی کہہ دو کہہ کے انہیں پاک صاف کر دے۔

مسلم شریف میں زید بن ارقمؓ کی روایت ہے کہ آپ سے شاکر دوں نے پوچھا کیا حضور کی ازواج اہل بیت نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ازواج مطہرات اہل بیت ہیں مگر حضور علیہ السلام کے اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِأَهْلِ مُحَمَّدٍ

بیشک صدقہ نہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال ہے اور نہ آپ کے اہل بیت



کردیا۔ اہمات المؤمنین حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد چالیس پینتالیس سال  
 تک چین حیات رہیں اور امت کی کما حقہ تربیت کرتی رہیں۔ اُن کو تقویٰ، طہارت  
 عبادت اور تعلیم میں اعلیٰ درجے کی حیثیت حاصل رہی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم  
 تھا۔ اسی لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہت مہربانی کرنے والا اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔



إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ  
وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ  
وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ  
وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ  
وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ  
وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ  
أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ٥٠

ترجمہ ۴۰ بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایماندار مرد اور  
ایماندار عورتیں اور اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی  
عورتیں، اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی  
عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور  
صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور  
روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور  
حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور  
والی عورتیں اور یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں اور  
اللہ یاد کرنے والی عورتیں اور اللہ تعالیٰ نے یاد کی ہے ان

کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ۵۰

وہابیات

تذکرہ شیعہ پیرستہ کوٹہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو دے دیا ہے

اسوہ حسنہ کا ذکر فرمایا اور اُن مومنین کی تعریف فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں، یومِ آخرت میں اُن کا یقین ہے اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ اور اُس کے رسول کے وعدے پر مکمل یقین کرتے ہیں۔ اور اُن کی تصدیق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے سچے لوگوں کی سچائی کا اجر اور منافعتن کے انجام کا ذکر بھی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں سزا دے دے یا اگر چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق دے کر اُن کا انجام بھی بہتر کر دے۔

پھر گزشتہ درس میں اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواجِ مطہرات کا ذکر فرمایا اور نبی علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ اُن سے بربلا کہہ دیں کہ اگر تم دنیا کا مالی و دولت اور زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں اچھے طریقے سے رخصت کر دوں اور اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور آخرت کے گھر کی تلاش ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے لیے اجرِ عظیم بھی موجود ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کے مرتبہ کے پیش نظر اُن کو حکم دیا کہ وہ زمانہ جاہلیت کی طرح بے پردہ باہر نہ نکلیں اور اپنے بناؤ سنگار کا اظہار نہ کریں بلکہ شریفانہ طریقے پر اپنے گھروں میں قیام کریں کہ اسی میں اُن کی عزت و آبرو ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں اسی طریقہ سے پاک و صاف رکھنا چاہتا ہے۔

اب آج کی آیت میں مومن مردوں اور مومن عورتوں کا اکٹھا ذکر کر کے اُن کی بعض صفات بیان کی گئی ہیں اور انہیں اجرِ عظیم کی بشارت بھی سنائی گئی ہے احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی موقع پر ازواجِ مطہرات اور بعض دوسری مومن عورتوں نے حضور علیہ السلام کے سامنے عرض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مردوں کا ذکر خیر تو کثرت سے کیا ہے مگر عورتوں کی خیر و خوبی کا ذکر بہت کم ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں مردوں اور عورتوں

کا اکتھ ذکر فرما اور انہیں ایسے مہم کی طرف متوجہ کرنا۔  
 جیسے عام طور پر جب قَائِمُ الدِّينِ اَمْسُو اسے تعجب کیا جا رہا ہے  
 تو ان میں یہ مدعا نہ ہو، جب دوسرا مسئلہ شامل ہوتی ہے۔ اُممائی کا پلاد ذکر  
 میں کر رہا ہے اس آیت کے بعد میں افسوسناک سنی علماء کو ہونی اور زمانہ دور  
 کی جن صفات کا تذکرہ کیا ہے وہ اسلام کی پہلی قدر ہے۔

(VALUES OF ISLAM) یہ ہیں کہ پانچ سو سال قبل انسان کی زندگی کی مثال کے طور  
 کے لئے اس کا جست سے یہ مضبوطی بھی واضح ہو رہی ہے کہ ان کی زندگی  
 اور حیات کے ذکر و تشہیر میں بڑے حدوں کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح ان کے  
 لئے ہیں کہ ان کے لئے اور اس ضمن میں دوسری جگہ ہیں۔ مذکورہ صفات کے بعد ان کے  
 عروج و باعزت کے کہ ان کے لئے کہ ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے  
 مختلف ہیں۔ دوسری جگہ ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے  
 کہ ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے

مسلمان  
 سزاؤں

اور شاہد ہو آج ہے اِنَّ الْعَالَمَ لَیَّوْنٌ وَ اَلْقَلْبُ لَیَّوْنٌ  
 اور مسلمان جو کہیں اس کے آگے نہیں جاتا ہے، جس کے تعلق ظاہر سے سب سے پہلی  
 اس کے لئے عروج و باعزت کے کہ ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے  
 عروج و باعزت کے کہ ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے  
 اس کے لئے عروج و باعزت کے کہ ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے  
 رَسُوْلُ الْکَلِمَ وَ تَعْبِیْرُ الْعِصْفُوْرَ وَ تَوَلَّی الزَّکٰوٰةَ وَ تَصَوَّرَ  
 رَمْعَانِ وَ تَحْجِی الْبَلَدِ اِنَّ اِسْتَقْلَمْتَ اَلْبَیْہَ سَبِیْہُ  
 کہ اس کے لئے عروج و باعزت کے کہ ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے  
 کہ ان کے لئے عروج و باعزت کے کہ ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے

توفیق ہو تو بہیت اللہ کا حج کمرے۔ جب کوئی شخص یہ اعمال انجام دیتا ہے تو دوسرے  
دیکھ کر کہتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان ہے۔

اہل ایمان  
مردوزن

پھر فرمایا وَالْمُؤْمِنَاتِ اور ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں۔  
ایمان کا تعلق تصدیق قلبی کے ساتھ ہے جو نظر نہیں آتی۔ اسی حدیث جسریل  
میں حضور علیہ السلام نے ایمان کی تعریف یہ فرمائی أَنَّ تَوَكُّبًا بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ  
وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنُ بِالْقَدَرِ خَيْرٌ  
وَشَرٌّ کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں  
پر، آخرت کے دن پر ایمان لائے اور خیر و شر کی تقدیر کو حق جانے۔ گویا ایمان کا  
تعلق دل کی تصدیق سے ہے جو بظاہر نظر نہیں آتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمان  
مردوں اور مسلمان عورتوں اور ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کا ذکر کیا ہے جو  
مذکورہ صفات کے حامل ہیں۔

اطاعت گزار  
مردوزن

آگے فرمایا وَالْقَانِتِينَ اور القانت اور اطاعت کرنے والے مرد  
اور اطاعت کرنے والی عورتیں۔ قنوت کا معنی اپنی رضا و رغبت کے ساتھ  
خدا تعالیٰ کی اطاعت کو مستبول کرنا ہے۔ جب کوئی شخص کسی کی اطاعت  
کا دم بھرنے لیتا ہے تو پھر اس پر لازم ہے کہ وہ مطاع کے ہر حکم کی تعمیل بھی کرے۔  
تو قانتین اور قانتات کا یہی مطلب ہے کہ ایسے مردوزن جو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ  
کے احکام کی تعمیل کرنے والے ہوں اور کسی چیز سے ہانپنے سے اس کی اطاعت سے  
باہر نہ نکلیں۔ دیگر احکام الہی کی تکمیل کے ساتھ ساتھ پوری دیکھی اور اطینان کے  
ساتھ اللہ کی عبادت کرنا بھی اطاعت میں شامل ہے۔

سچے مردوزن

پھر فرمایا وَالصَّادِقِينَ اور سچے مرد اور سچی عورتیں  
اس سے مراد وہ مردوزن ہیں جو زندگی کے ہر موڑ پر سچائی کو اپنا شعار بنالیں۔ سچ  
کا معنوم بڑا وسیع ہے۔ نیت، عقیدے اور ارادے میں سچے ہونا، اعمال و کردار  
اور اخلاق میں سچے ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہو تو خلوص نیت کے ساتھ



نے ایسے لوگوں کی کامیابی کی گارنٹی دی ہے۔

عاجز مردوں

آگے فرمایا وَالْخَشِيعِينَ وَالْخَشِيعَاتِ اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں۔ اللہ کے سامنے خشوع یعنی عاجزی کا اظہار کمال درجے کی صفت ہے اور ہر انسان سے مطلوب ہے اللہ نے اپنے انبیاء کے متعلق بھی فرمایا ہے خُشِعِينَ لِلَّهِ وہ اللہ کے حضور نہایت عاجزی اور نیاز مندی کا اظہار کرتے ہیں۔ جیسے عام انسانوں کے ساتھ بھی خشوع کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ غرور و تکبر سے پیش نہیں آنا چاہیے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اللہ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی ہے أَنْ تَوَاضَعُوا وَلَا يَفْخَرُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ ہر ایک کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ اور ایک دوسرے کے سامنے بڑائی کا اظہار نہ کرو کہ یہ ناپسندیدہ فعل ہے۔ بہر حال اس مقام پر اللہ نے عاجزی کرنے والے مردوں اور عاجزی کرنے والی عورتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

سخی مردوں

آگے فرمایا وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ اور صدقہ خیرات کرنے والے مرد اور صدقہ خیرات کرنے والی عورتیں۔ اللہ کی راہ میں غریب، مساکین، یتامی، بیوگان کی مالی اعانت اور کمزور طبقات کی دستیگیری بھی ملت کا اہم اصول ہے بھوکے کو کھانا کھلانا، ننگے کو کپڑا پہنانا، بیمار کا علاج تعلیمی اغراضات پورے کرنا اور دیگر جائز ضروریات کے لیے مال خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے۔ إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئَ فِي غَضَبِ النَّبِيِّ وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السُّقْعِ یعنی صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض صحابہ کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سَنَدُ رِیْضِیُّ الشُّعْبُ مِیْنُ یَوْمِ الْاَوَّلِ لِحَدِیْقَتِهِ مِیْنُ فَرِیْتِ  
کے دن حرمِ اقدس میں اس کے بعد کا سا پر ہوا۔

درجہ  
مرد  
عزیز

مجھے اس لئے روزے داروں اور روزے داروں کی فوجی ذکر و تہنیت  
سب سے اولیٰ ہے۔ وَالصَّحَابَةُ ہر سے میں رمضان کے فرض اور  
عید اور میں نفس بندے میں روزہ رکھنا ہی اس کی بنا پر قدوس میں  
شمار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے ایمان والو! کُتِبَ عَلَیْکُمُ  
الصَّیَامُ مِثْلَ مَا کُتِبَ عَلَی الْاَوَّلِ مِیْنُ الْاَوَّلِ مِیْنُ الْاَوَّلِ مِیْنُ الْاَوَّلِ  
اور ہمیں طریقہ روزے فرض کیے گئے ہیں ہر طرح سے پہلے اس پر حسب  
پاکہ میں فرض کر رہے ہیں کہ کبھی کبھی کلام دو اور اس لئے اس کا اہم بھی ہوا  
کہا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اَلْعَصْوُ بِهٖ لَیْسَ وَالْاَحْزَابُ  
پہلے میں لڑنے والے ہیں میرے پہلے روزہ رکھنا سے اور میں میں اپنی  
امن کے بعد میں وہ کہ جنت کا یہ بھی زبان ہے کہ جنت کے ایک دور روزے  
اور اس لئے اس لئے کہ یہ روزے داروں میں داخل ہوں گے۔

درجہ  
مرد  
عزیز

مِیْنُ الْاَوَّلِ مِیْنُ الْاَوَّلِ مِیْنُ الْاَوَّلِ مِیْنُ الْاَوَّلِ مِیْنُ الْاَوَّلِ  
کی حفاظت کرنے میں روزہ رکھنا کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ اگر روزہ  
اور عورتوں کا ذکر فرمایا کہ ان کی حفاظت میں اس کی ضرورت ہے۔  
اور اگر عورتوں میں اللہ تعالیٰ کا عبادی حاصل کرنے کے لئے عورتوں کی بعض عبادت  
کا ذکر کیا ہے میں سے ایک یہ بھی ہے وَالْاَوَّلِ مِیْنُ الْاَوَّلِ مِیْنُ الْاَوَّلِ  
حِفْظُ الْاَوَّلِ مِیْنُ الْاَوَّلِ مِیْنُ الْاَوَّلِ مِیْنُ الْاَوَّلِ مِیْنُ الْاَوَّلِ  
مقام پر اللہ تعالیٰ نے مردوں کے ساتھ ہوں ہی جیسے کا افق اسٹال کیا ہے۔

نہ صلح ص ۱۲۴

(نہ صلح)

نہ

عورت کی اس قدر پردہ داری مقصود ہے کہ اس کے لیے صرف حِفْظِ کالفظ آیا ہے، یہاں **فَوْضُ وَجْهَتِہَا** کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اسی نے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کے حق میں کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے۔ پردہ کی اس قدر تاکید کی گئی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے **وَلَا تَنْظُرِ الْمَرْءُ فَنَحْذَرُ حَتَّى وَجْهَتِہَا** کسی زبرد یا مردہ کی ران کی طرف بھی دیکھنا حرام ہے چہ جائیکہ کوئی مردوزن رہا یا لواطت میں مبتلا ہو۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے حفاظتِ ناموس کو بھی اسلامی اقتدار میں داخل کیا ہے اور اس کی پابندی کرنے والے مردوں اور عورتوں کی تعریف فرمائی ہے اور اپنے بندوں کی دسویں صفت اللہ نے یہ بیان کی ہے **وَالَّذِیْنَ یُؤْتُونَ**

ذاکرین مرد  
وزن

**کَیْثًا وَالَّذِیْنَ یُؤْتُونَ** اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں۔ حصن حصین والے بزرگ حضرت حمزہؓ لکھتے ہیں **کُلُّ مُطِیْعٍ لِلَّهِ فَهَوَ ذَکِرٌ** جو شخص اللہ کی اطاعت کے کام میں مصروف ہے، وہ اللہ کو یاد کرنے والا ہے۔ فیجئے ہر شخص کے لیے نہ بانی ذکر ہے ہی آسان ترین ذکر ہے۔ باقی عبادت کی تو مقدار مقرر ہے، مگر ذکر کی کوئی حد نہیں مقرر کی گئی، کوئی جس قدر چاہے اللہ کا ذکر کر سکتا ہے۔ آگے اسی سورۃ میں آ رہا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا** (الاعزاب ۴۱) اے ایمان والو! اللہ کا کثرت سے ذکر کیا کرو۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جو شخص رات کو اٹھتا ہے۔ اور اپنی بیوی کو بھی بیدار کرتا ہے۔ پھر وہ دونوں نماز ادا کرتے ہیں تو ان کے نام ذاکرین اور ذاکرات کے رجسٹر میں درج ہو جاتے ہیں۔ فرمایا یہ مرتبہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک آدمی کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر حالت میں ذکر کرنے والا رہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی روایت میں آتا ہے۔ **كَانَ**



رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْفُكُ فِي حِجَابِ أَحَبِّهِ

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام حالات میں اللہ کا ذکر کرتے سنتے تھے۔

ذکر سے مراد دین و تہذیب، نبی، تابعین کے کلمات اور

استغفار اور دعا و روتیں، جزا و نین دینے میں اگر ان کی کراس نہ بکھڑکتے

تو کراہی کہ: پاپیے کہ میں کہ تیرا ہر وقت اسی طرف منہ ہے، اللہ سے ذکر

کرنا مباحی کہ نہ ہر جہی تو یہ دوسرے سمرۃ و جعفر بن زید، وَ قَدْ كُنُوا اللَّهُ كَثِيرًا

تَعَلَّكُمْ كُفْرًا تَعْلَمُونَ قرأت: اللہ نے ان کی کثرت سے پرک کر دیا، انہیں

قرآن نصیب کر دیا، حضور علیہ السلام کا قرآن بھی ہے کہ مذابہ سے نہایت

دلالت دلی چیزیں ہیں اللہ کے ذکر سے ہرگز کوئی چیز نہیں، ہر حال اسرار

فرمان اللہ کا ذکر کرنے والے وہ اللہ کا ذکر کرنے والی چیزیں۔

ان دس نہوی نہ دس اور ان کے تابعین کا ذکر کرنے کے بعد اللہ نے فرما

تَعَلَّ اللَّهُ تَعْلِيمًا تَعْلِيمًا وَأَنْجَبَ عَظِيمًا اسرار تعالیٰ نے ان کے

پیشہ کیشش اور اجر عظیم بنا کر رکھا ہے، کیشش سے مراد: ہے کہ انہی عالمی

ذکر وہ صفات کے حاملین کی تعزیتوں اور کراماتوں کو عالم کیشش اور اسرار

انہیں آخرت میں اعظمیٰ فرمائے گا، اس آیت کو: ہم ہر دلی اور ہر دلی کو

اکٹھ ڈاکٹر بنا ہے، فرما: ہم ہر دلی کو ہم اسرار تعالیٰ نے عالمی کے، خواہ وہ ہوں

وہو، مت، سب کے انہی اسرار سے لایا، جیسے: ہم کیشش اللہ اسرار میں لایا

کہ کہنے میں اور ہر دلی میں ان میں ہر دلی کی کوئی شخصیت نہیں کی۔

بظاہر  
بجہت

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ  
وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ  
مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ۝ (۳۶) وَإِذْ تَقُولُ  
لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ  
أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي  
نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ  
وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا  
وَطَرًا زَوْجَهَا لَوْ كَانَ عَلَيْهِ  
الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَنْزِلِ أَدْعِيَاءَهُمْ  
إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ  
مَفْعُولًا ۝ (۳۷)

ترجمہ :- اور نہیں ہے کسی مومن مرد اور نہ کسی مومن  
عورت کا کام کہ جب فیصلہ کر دے اللہ اور اس کا  
رسول کسی معاملے کا تو ان کو کوئی اختیار باقی رہ جائے  
اُن کے معاملے میں ۔ اور جو شخص نافرمانی کرے گا اللہ  
اور اس کے رسول کی ، پس بے شک وہ گمراہ ہوا



قوان کے پاس کوئی اختیار باقی رہ جائے۔ مطلب یہ کہ اسٹر اور رسول کے فیصلے کے بعد کسی مومن مرد و زن کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ وہ اپنی مرضی سے ایسے فیصلے قبول کر لے یا رد کر دے۔ بلکہ اسے تو یہ بات میں اللہ اور نبی کے فیصلے کو برحق جان کر اس پر عمل کرنا ہوگا۔ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَجْعَلْ لَهُ اللَّهُ مَخْرَجًا اور جو شخص اللہ اور رسول کے خلاف کرے گا فَقَدْ ضَلَّ مَسْلَكًا فَاصْبِرْ تو وہ سب سے بڑی گمراہی میں جا پڑا۔ اسے خلاص نصیب نہیں ہو سکتی۔

شان نزول

شان نزول کے اعتبار سے یہ آیات حضرت زیدؓ اور حضرت زینبؓ کے بارے میں ہیں۔ حضرت زیدؓ کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ درس ۱۲ میں اللہ کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ سنبوسے بیٹے کو اس کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کر کے پکارو۔ اور اگر اس کے باپ کا آئہ پتہ معلوم نہ ہو تو اسے اپنا بھائی یا رفیق کہہ کر پکارو۔ حضور علیہ السلام نے حضرت زیدؓ کو منہ بولا بیٹا بنالیا تھا اور لوگ انہیں زید ابن محمد کہہ جاتے تھے مگر مذکورہ آیات کے نزول کے بعد انہیں زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔ درس نمبر ۱ میں ہی یہ تفصیل بھی بیان ہو چکی ہے کہ حضرت زیدؓ کو حضرت علیؓ نے عیاذ کی منگنی سے بطور غلام خرید لیا تھا۔ پھر جب آپ کا تاجح حضور علیہ السلام کے ساتھ ہو گیا تو انہوں نے یہ غلام حضور علیہ السلام کو ہبہ کر دیا تھا۔ اس کے بعد حضرت زیدؓ کے والد اور چچا کو آپ کا علم ہوا تو وہ آپ کو لینے کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معاوضہ ادا کر کے بچے کو لے جانا چاہا۔ مگر آپ نے منہ پایا کہ اگر یہ خود جانا چاہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر زیدؓ نے حضور کے اطلاق کہ میاں کی بدولت آپ کے ہاں سے جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ آج سے میں نے زیدؓ کو آزاد کر دیا ہے اور یہ میرا منہ بولا بیٹا ہے۔ اس اعلان پر حضرت زیدؓ کے والد اور چچا خوش ہو کر واپس چلے گئے۔

زیدؓ کا تعلق

حضرت زیدؓ کے حضرت زینبؓ سے نکاح کے متعلق بھی درس نمبر ۱ میں اشارتاً ذکر آچکا ہے۔ جب حضرت زیدؓ آزاد ہو گئے تو حضور علیہ السلام نے ان کے

زینبؓ سے

نفل کے بلے اپنی بیوی زاد بنی حضرت زینبؓ کو غضب فرما۔ ان کی والدہ کا نفل  
 قرضش خاندان سے تھا مگر وہ بنی اس کے خاندان میں بی بی محمدی تھیں اور وہ بھی اب  
 کا ایک مزینہ خاندان تھا، ابھر زینبؓ ایک آزار شدہ غلام تھیں، اس لیے قرض زینبؓ  
 اس تھیں، یہاں سے بنی اس کے خاندان کے بھائی عبداللہ بن جحشؓ کو۔ اس نے اپنے  
 والدہ انورہ نے پرستہ مظلومہ کیا، مگر اس سلسلہ میں شام اللہ خاندان کے نورہ  
 کچھ دیر مسکین بھی تھیں، خاندانی غلبہ و کبر کو غم کو گناہ میں مقصور ہوا ہے جہاں تک  
 کفر کا تعلق ہے۔ یہ بھی کوئی فرض واجب قرین ہے۔ ایک حدیث آدمی آزاد کرو  
 خاندان سے تعلق رکھتا ہو، اعلیٰ خاندان کی حریت کا کفر ہے، سکتا ہے اور ہم حضرت  
 زینبؓ سے پرستہ بن کر بن سکتا، مگر بنوں میں رہتے پہلے اپنی انسانیت کو یاد رکھو  
 کے سزا کا مستحق گوارہ نہ ہو، اس لیے اللہ تعالیٰ اور ان کے دے گی ان کے کام لے۔  
 ہم حال جب اس پشت کے سلسلہ میں زینبؓ اور ان کے بھائی داؤد  
 نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے تباہی نازل فرمادی کی جب اللہ اور اس کا بول کو فیصلہ کر  
 میں تو ہم کسی مومن مرد اور مومن عورت کو اختیار نہیں رہتا کہ وہ اس فیصلہ کو قبول کرے  
 اور اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے بولی کی نافرمانی کرے تو ہم گناہی میں مبتلا ہوگا۔  
 ان آیات کے نزول پر حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی عبداللہؓ گھبرائے کہ اللہ تعالیٰ  
 اور اس کے رسول کا یہ فیصلہ ہے کہ ہم نکاح ہو مہاجر بنیں، اللہ ابن لدنوں نے بن  
 پس و پیشہ یہ پشت قبول کر لیا اور اس طرح حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت زینبؓ  
 سے ہو گیا۔

یہ آیت کریمہ اگرچہ شان نزول کے خلاف سے حضرت زینبؓ کے نفل کے  
 ضمن میں نازل ہوئی مگر اس کا اطلاق اللہ اور اس کے حکم پر ہونا ہے  
 اور کسی بھی فیصلے کی خلاف ورزی کا کسی مومن کو اختیار نہیں اور جو اب کرے گا وہ نفل  
 پر جا پڑے گا۔ اس نفل کے پیش نظر اگر ہم آج کے عدنیہ پر نظر کریں۔ نو  
 معلوم ہوگا کہ بہت ہی کم لوگ ہوں گے جو امتداد اس کے ہوا کے مطالبہ پر چلے

ہیں، وگرنہ اکثر لوگ نامزدگانی کے کاموں میں ہی جگے جگے ہیں اور ہر معاملے میں احکام شریعت کو پس پشت ڈال کر من مانی کر رہے ہیں۔ بیاہ شادی کا معاملہ ہو، کوئی کھیل قمار کے کی بات ہو یا کاروباری معاملات ہوں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ انڈیا اور اس کے رسول کا فیصلہ موجود ہے مگر اس کے باوجود ہم اس کی طرف توجہ کرنے کی بجائے غلط فہم و رواج کے پیچھے چل رہے ہیں اور انڈیا اور اس کے رسول کے حکم کی خلاف ورزی کر رہی اپنے لیے باعشہ عزت سمجھتے ہیں۔

زینبہ اور زینبہ  
میں عدم  
مفاہمت

بہر حال اس آیت کریمہ کے حکم کے مطابق حضرت زینبہ کائلاں حضرت زینبہ سے ہو گیا مگر ان دونوں کے مزاج میں ہم آہنگی پیدا نہ ہو سکی۔ حضرت زینبہ و حمیمہ مزاج کے آدمی تھے۔ اس کے برخلاف حضرت زینبہ کے مزاج میں تیزی تھی بھارت زینبہ ایک نیک سیرت عاتقہ تھیں اور ان کی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں جب حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگی تو بعض مخلص مسلمان مرد اور عورتیں بھی غلط پراپیگنڈا کا شکار ہو گئیں۔ ان میں حضرت زینبہ کی بہن بھی شامل تھیں اور ان پر حد بھی جاری کی گئی۔ مگر جب اس تہمت کا ذکر حضرت زینبہ کے سامنے کیا گیا، تو انہوں نے کان پکڑ لیے اور کہنے لگیں: اپنا ہ بکدا! عجلالیا بھی ہو سکتا ہے؟ انہوں نے ام المومنین عائشہ کی تعریف کی اور انہیں اس الزام سے بڑی التزم قرار دیا۔ باہر ہم آپ کے مزاج میں حدت تھی۔ لہذا حضرت زینبہ کے ساتھ نباہ نہ ہو سکا۔ بات بات پر اکھاڑ پیدا ہونے لگا۔ تو حضرت زینبہ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں ان حالات کا ذکر کیا اور کہا کہ ہم مایاں بوی کے مزاج میں مطابقت پیدا نہیں ہو سکی۔ لہذا میں نے طلاق سے دنیا چاہتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر چند حضرت زینبہ کو رکھتے رہے کہ علیہ مذکر و اور حتی الامکان نباہ کی کوشش کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں اسی بات کا ذکر کیا ہے **وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ**

اور جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے میں پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے ۱۰



دے گا۔ آپ کو اس بات کا خوف تھا کہ اس بلے میں لوگ کیا کہیں گے۔ کہ جو نکاح انہوں نے زور دے کر کر لیا تھا اس میں نباہ نہ ہو سکا۔ اور بعض یہ بھی فرماتے ہیں کہ آپ کو یہ بھی خلش تھا کہ حضرت زینبؓ کو ان کی مرضی کے خلاف نکاح پادہ مجبور کیا گیا۔ اس کے بعد اگر نہ بت طلاق تک آگئی تو ایک آزاد کردہ غلام سے طلاق کا داغ قریش خاندان کی ایک عورت پر لگ جائے گا۔ یہ چیز حضور کے لیے تکلیف دہ تھی کہ اس طرح زینبؓ کی پوزیشن معاشرے میں مزید خراب ہو جائے گی یہ چیز تھی جس کا حضور علیہ السلام کو خوف تھا مگر اللہ تعالیٰ اُس کو ظاہر کر دیا تھا۔

بالآخر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کافی غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے، کہ زینبؓ کی دل شکنی کی تلافی صرف اسی صورت میں ممکن ہے۔ کہ اگر زینبؓ سے طلاق دے دے تو میں خود اس سے نکاح کر لوں گا۔ اس طرح زینبؓ کو نبی کی زوجیت کا شرف حاصل ہو جائے گا اور طلاق کے صدمہ کو بھول جائے گی۔ پھر آپ کو یہ بھی خیال آتا تھا کہ اگر میں نے زینبؓ سے نکاح کر لیا تو لوگ پھر اعتراض کریں گے کہ منہ بولے بیٹے کی مطاعہ بیوی سے نکاح کر لیا ہے، اور اس بات کو عرب لوگ ناجائز سمجھتے تھے۔ ان حالات میں کافروں، مشرکوں اور منافقوں۔ نیز یہود و نصاریٰ کی طرف سے تکلیف دہ پراپیگنڈہ کا خطرہ بھی تھا، لہذا آپ خوف محسوس کرتے تھے، مگر اللہ نے فرمایا کہ لوگوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بالآخر وہی بات ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ جب حضرت زینبؓ اور زینبؓ میں مضاہبت کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو انہوں نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَمَّا قَضَىٰ

زَيْنَبُ مِّنْهَا وَطَلَّأَهَا پس جب حضرت زینبؓ نے حضرت زینبؓ سے اپنی غرض کو پورا کر لیا یعنی کچھ عرصہ ازدواجی زندگی کے طور پر گزار لیا تو اللہ نے فرمایا وَوَجَّهَهَا تو ہم نے اُس کا نکاح آپ سے کر دیا، اور اس سے مقصود آپ کے دل کی خلش کو دور کرنا تھا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ متبنی کی مطلقہ سے نکاح

زینبؓ سے طلاق  
اور حضور  
سے نکاح





مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا  
فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا  
مِنْ قَبْلُ ۖ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا ۝<sup>(۳۸)</sup>  
وَالَّذِينَ يَبُلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ  
أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۖ وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا ۝<sup>(۳۹)</sup> مَا كَانَ  
مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ  
اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ  
شَيْءٍ عَلِيمًا ۝<sup>(۴۰)</sup>

۵۴۴

ترجمہ :- نہیں ہے اللہ کے نبی پر کوئی حرج  
اس چیز میں جو اللہ نے اُس کے لیے مقرر فرمائی  
ہے۔ یہ دستور ہے اللہ کا اُن لوگوں میں جو اس  
سے پہلے گزرے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم مقرر کیا  
ہوا ہوتا ہے ۝<sup>(۳۸)</sup> وہ لوگ جو پہنچاتے ہیں۔ اللہ  
کے پیغامات اور ڈرتے ہیں اُسی سے، اور نہیں  
ڈرتے کسی سے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اور کافی ہے  
اللہ تعالیٰ کفایت کرنے والا ۝<sup>(۳۹)</sup> نہیں ہیں محمد یا  
کسی ایک کے تمہارے مردوں میں سے، لیکن وہ اللہ  
کے رسول ہیں اور انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ

ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے (۳۰)

جب حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت زیدؓ کی حلقہ حضرت ابیہؓ سے نکاح کر لیا تو کھانا دونوں مہینوں کے لئے بیٹے شرف مکرہ کیے کہ آپ نے اپنی بوسے نکاح کر لیا ہے، نہ از جاہلیت میں نہ اب اسے بیٹے کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھا جاتا تھا مگر وہ بد اُشت میں بھی صلہ، جو اعضاء اہل کی بوسے سے ملے ہوئے، نہ از تصور ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کو واضح کیا کہ زیدؓ بڑا بیٹا حقیقی بیٹے کی طرح نہیں ہوتا۔ اُن کے لئے حقیقی باپ کے نام سے بکارا کرو۔ اور اگر اس کے باپ کا غرض ہوتا ہے اسے اپنا بھائی اور حقیقی گھر کر دیا کرو۔ البتہ اس کے ساتھ منسلک کے ساتھ پیش آؤ اور ہر مسئلے کو اس کے ساتھ احسان کرو۔ اب اس پر حقیقی بیٹے کے لئے احکام لا کر نہیں ہوتے۔

ابھی میں اللہ تعالیٰ نے کہ مشنہ آیات میں اس مسئلہ کو واضح کیا، اور پھر حضرت علیہ السلام کو اس معاملہ میں مریضین و شفیعی کا خطہ تھا، اس لئے مریضین کو دیکھ کر آپؐ کی طرف سے خوف نہ تھا، میں بیکہ اللہ تعالیٰ نہا ہر حذر ہے کہ اس سے دور جائے، جب حضرت زیدؓ کی غرض حضرت زینبؓ سے جوڑی ہو گئی تو انہوں نے غلاف سے دی تو اللہ سے زینبؓ کا نکاح آپؐ سے گزریا، اگر اہل ایمان کے دلوں میں نہ اب اسے بیٹوں کی بہنوں سے نکاح کرنے کے متعلق کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے۔ جب جس مسئلہ کی مدت ہو جائے تو ایمان والوں کو ایسی صورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نہ بیٹوں پر حقیقی بیٹے کے احکام لا کر جیسے ہیں اور، ہی اس کی بینہ حقیقی ہوئے، نہ بیٹوں سے

آج کی سب روایت میں بھی اصل کا ضمن میں بیان کیا گیا ہے، ارشاد فرماتے  
 مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَّقَ اللَّهُ بَيْنَهُ  
 وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهِ وَتَحَرَّمَ عَلَيْهِمْ  
 النِّكَاحُ لِيُذْهِبَ غَمُّ النَّاسِ

نہی ہو۔  
 صحیح ہے  
 نسخہ

نہیں کرنی چاہیے اور لوگوں کے اعتراضات اور طعن و تشنیع کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے۔ فرمایا سُبْحَانَ اللَّهِ فِي الذِّنِّ حَكْمٌ مِّن قَبْلِ  
 یہ پہلے گزرتے ہوئے لوگوں میں اللہ کا دستور ہے۔ پہلے ادوار میں بھی لوگ  
 انبیاء علیہم السلام پر اسی طرح اعتراض کیا کرتے تھے مگر انہوں نے جائز کام کو  
 کرنے میں کمی پس و پیش کا اظہار نہیں کیا بلکہ ایسے کام بے دخل کر گزر چکے ہیں  
 لوگ تعداد و نوع پر اعتراض کرتے ہیں کہ ایک مرد کو چار عورتیں سمجھنے کی اجازت  
 کیوں ہے۔ حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سہ سے بھی زیادہ بیویاں تھیں حضرت  
 ابراہیم علیہ السلام کی بھی متعدد بیویاں تھیں اور ان سے اولاد بھی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ  
 کی مائتہ کردہ چیزیں طعن کرنا اللہ تعالیٰ پر طعن کرنے کے مترادف ہے، لہذا  
 اگر کوئی اعتراض کرے تو کہتا ہے، آپ اس کی قطعاً پرواہ نہ کریں اور اپنا کام  
 کرتے جائیں۔ فرمایا وَكَانَ آمَنُ اللَّهُ فَتَدْمُلُ مَقْصِدُ وَرَأَى اللّٰهُ مَا  
 معاملہ قریضاً ہوا ہے۔ اُس میں کون ذیل انداز کی کر سکتا ہے؟

فَرَأَى الذِّنِّ يَبْلَغُونَ رِصْلَتِ اللَّهِ وَيَحْشَوْنَ اللَّهَ  
 نئی جو اُس کے بینات لوگوں تک پہنچاتے ہیں وہ اُسی سے ڈرتے ہیں۔ وَلَا  
 يَحْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ ان کو صرف  
 اسی بات کا خوف رہتا تھا کہ کہیں اللہ کی نافرمانی کا کوئی کام نہ ہو جائے۔ اللہ نے  
 اپنے نبی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا وَكَفَى بِاللّٰهِ حَسِيبًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ  
 کفایت کرنے والا۔ مطلب یہ کہ مشرکین کے طعن و تشنیع کا توڑ اللہ ہی کریگا  
 وہ ایسے لوگوں کو ذلیل و خوار کر کے چھوڑے گا۔

بعض چیزوں کے جواز کا محض حکم دے کر چھوڑ دیا جاتا ہے اور بعض جائز  
 امور پر اللہ تعالیٰ لوگوں سے عمل کروا کر اُس کے جواز کو مزید پختہ کر دیتا ہے۔ اس

معاذ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے منہ کی جڑ سے نہ کاٹا نہ بکڑا کے ۔  
 کے خلاف باطل نظر ہو کر ہمیشہ حبیب کے لیے خیر ہو گیا ۔ اسی طرح جنگی اور دشمنی میں  
 باطل ہجوم کے درگت کو اللہ نے ان کے خلاف عمل کرنا کے ہمیشہ کے لیے محکم کر دیا ۔  
 اہل آیت میں حضرت علیؓ علیہ السلام کی تصویر پر عیسیت کرنا ان کا گناہ ہے ۔  
 اور ان میں تو بے حد جبر ہے انہیں طہرہ السلام اتنے سچے ، مخلصانہ و فاضلہ بنی آدم کے  
 طہرہ کے ہمہ گئی نبی نور ہوں نہیں کہتے گا ۔ اللہ نے اپنے اہل نبی کے ذریعہ  
 وہ تمام حکام آزاں کر دیے جو دنیا سے ہم آہنگ والی انسانیت کے لیے کام کرتے  
 ہیں ۔ ارشاد ہوا ہے **مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ** لکن  
 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ گئی نبی نور ہوں نہیں کہتے گا ۔ اب نہیں ہیں ۔  
 علیؓ کا اہل بیت ہونا ہر نبی کے لیے واجب ہے کہ آپ کسی شامہ کے لیے نہیں  
 ہیں ، حضور علیہ السلام کی اولاد خاندان ہست کوئی پوچھی نہیں جو عت کے لیے نہیں کہتے  
 وہ بچپن میں ہی فوت ہو گئے ، بچپن میں سب سے پہلے تو کہہ دیا ہو کہ جو رسول  
 کی محراب فوت ہو گئے ، پھر عبد اللہ بن عبد المطلب اور طہرہ ۔ وہ بھی بچپن ہی  
 میں اللہ کو مینا دے ہو گئے ، خبر سے پہلے دارم قبیلہ کے بچپن سے اپنے سر سے  
 ہنسوں نے صحت سولہ دہم کوئی طہرہ نبی اللہ تعالیٰ نے اس خادم پر حضور علیہ السلام  
 کے باطن مردوں کے لیے ہر گز کی بھی نہیں ، جہاں تک حدیث : **فِي كَاتِبِينَ**  
 ہے تو وہ باطل ہوئے اور ان کی شان بھی نہیں ، مگر وہ جنتی بچے تو نہیں تھے ۔  
 اسی لیے ان کی مطاہرہ سے آپ کا خون بھی ، بھوکا جاننا ، مگر ان تعین ، سرور و نہایت  
 اور کھانا ، نے غور و غما کا اثر بھرا ۔

نور نبوت  
کائنات

ذیاب حضرت نور صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ گئی نبی کے لیے نہیں ہیں ۔  
**وَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلًا اَللّٰهُ يَكْرِهْ** آپ کو اللہ کے ہوں ہیں ۔ اب ! اللہ کا ہوں یعنی  
 طور پر ، نبی است کا آپ ہوا ہے ، جو حضور علیہ السلام کا رشتہ مبارک ہے ۔ انا  
 صلہ سنتی الی دائرہ ۔ بحوالہ عثمانی ۵۴۲ (۱) (۱) (۱)

لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْعَالِدِ فِي مَحَلِّهِ يَلِي عَيْنَهُ بَابُ كَيْ هُوَ مَطْلَبٌ يَدْعُو  
ہے کہ جس طرح کوئی شفیق باپ اپنی اولاد کی بہترین تربیت کرتا ہے اسی طرح  
میں بھی تمہاری تربیت کرتا ہوں۔

فرمایا، میں اللہ کا رسول بھی ہوں اور ساتھ ساتھ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ تمام  
نبیوں کو ختم کرنے والا بھی ہوں۔ یہ لفظ خَاتَمُ اللہ کے رسولوں کے درجوں میں آتا  
ہے مگر دونوں کا معنی ایک سا ہی ہے یعنی ختم کرنے والا۔ خاتمہ نہ کر سکتے ہیں اس  
لیے امام ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ممبر لہ مہر کے ہیں۔ جب کسی چیز یا سلسلے  
کو بند کر دیا جاتا ہے تو اس پر مہر لگا دی جاتی ہے تاکہ کوئی مزید چیز اس میں داخل نہ  
ہو سکے۔ اللہ نے انبیاء کی بعثت کا سلسلہ بھی ختم کر کے اس پر حضور علیہ السلام کے  
ذمیہ مہر لگا دی ہے تاکہ کوئی اور شخص انبیاء کی جماعت میں داخل نہ ہو سکے۔ مشاہدہ  
عقب القادریؒ بھی یہی ترجمہ کرتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول اور سب نبیوں پر مہر ہیں، کہ  
آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اللہ نے سلسلہ نبوت آپ پر ختم کر دیا ہے۔  
اور اگر خاتم النبیین کا معنی ختم کرنے والا ہوگا۔ مطلب وہی ہے  
کہ آپ سب کے آخر میں قشربیت لائے اور آپ کے ذمیہ سلسلہ نبوت  
ختم ہو گیا۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے منبر پر  
لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَيَكُونُ خَلْفَاءُ يَعْنِي مِيرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔  
بلکہ خلفاء ہوں گے جو نبیاء کا فریضہ انجام دیں گے۔ خلفاء میں سے اچھے  
بھی ہوں گے اور بُرے بھی مگر نبی کوئی نہیں ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے  
کہ میری مثال ایک قصر کی ہے جو مکمل ہو چکا ہے مگر ایک اینٹ کی ملکہ چر  
ہوئی باقی ہے۔ لوگ دیکھ کر تعجب کرتے ہیں کہ مکمل تو رہا عا لیشان ہے۔ مگر

۱۔ ابن حجرؒ طبری ص ۷۲ ۲۔ بخاری ص ۱۰۰

۳۔ ابن کثیر ص ۴۹۳ و در سنن ترمذی ص ۵۰ (فیاض)







معاذ اللہ! کے زمانے میں دوسری صدی میں ہی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں نبوت کے نبوت میں مقرر ہو چکا ہوں۔ اس نے اپنے پیروں میں خنفس کے متعلق شریعت لکھ کر ہم صاحب کا یہ فرضی کر پڑھنے کو کہ خنفس اس شخص نے دعویٰ نبوت کا تجھ کو دینے کی خواہش ظاہر کرے گا وہ علی کا فریب دے گا۔ جب انھوں نے اسلام کے رائج کردار یا نبی کے میرے بعد کوئی نہیں ہوگا تو کچھ کسی جو نبی کا تجھ کو دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ حضور کی ختم نبوت میں شک ہے اور اسی وجہ سے ہم صاحب نے ایسے شخص پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔

نورانی فنڈ

حضرت علامہ احمد فاضل دہلوی کا معاملہ بھی سیکرٹری نے اس وقت میں ہی جیل ایک غریب اور مسکین کی حیران نبوت ہونے کی، جہاں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا، اسی طرح اس شخص نے بھی بڑا دھول مچا دیا اور بہت سے لوگ اس کے قہر نے جیل آگئے، وہ مال کی دانتی لٹائی ہے کہ وہ منصف اور انبی کرنا ہے۔ جب ایک شخص نے کہا کہ میں نے یہ تو پھر دوسری کر دی۔ مہاراجا دہلوی نے بھی یہی کچھ کہا۔ یہ بہت سزا دے دی گئی۔ جب اس پر اعتراضات کی گئیں تو آئی نے کہنے لگا کہ میں علی نبی ہوں کہی سزا کو کوہ جو نے لادھوئی کیا۔ مروجہ طور پر عیسیٰ ابن مریم ہیں، حضور علیہ السلام کی اعادیت کے پس میں انھوں نے امت کا اتفاق ہے کہ سب علیہ السلام دوبارہ دنیا پر نازل ہوں گے، جیسا کہ نبوت حضور علیہ السلام سے ہی نہیں بلکہ ہر سو سال پہلے ہے، جب وہ دنیا میں دوبارہ آئیں گے تو ان کی حیثیت سے نہیں، بلکہ حضور علیہ السلام کے نائب کی حیثیت سے آئیں گے، جیسے امت کا کوئی مجدد ہو نہایت وہ اپنے ہمتیہ قرآن میں چاہتے ہیں کہ حضور خاتم النبیین علیہ السلام کی سنت کو اس کے لائق برائی کتاب پر ہی عمل کر رہے ہیں، امت نے ان کو ایک سالن صلیبی یعنی اچال کو قتل کرنے کے لیے آسمان پر زندہ رکھا ہے۔

ہر حال انھوں نے فرما دیا کہ حضور علیہ السلام مردوں سے کسی کے باپ نہیں ہوتا۔ قرآن کے بھی اسباب نہیں ہیں، بلکہ ساری امت کے روحانی باپ اور امت

کے آخری نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعے جاہلیت کے باطل نظریے  
 کو رد کر دیا۔ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا سب سے بڑا چیزوں پر اللہ تعالیٰ  
 کے علم میں ہیں۔ جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی مخالفت درازی کرے گا  
 وہ ہمیشہ کے لیے خائب و خاسر بن جائے گا۔

---

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا  
كَثِيرًا ۝ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝  
هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ  
يُخَرِّجُكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ  
بِالنُّورِ مَبْنًى ۝ رَّحِيمًا ۝ غَنَبْتُمْ  
نَافِثَاتٍ فِى الدِّينِ وَأَعْدَلْتُمْ أَجْرًا ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! یاد کرو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو ۳۱) اللہ تعالیٰ بیان کر رہا ہے کہ تم اور اپنے ہمراہ ۳۲) وہ وہی وقت ہے جو رست نازل کرنا ہے تم پر اور اس کے فرشتے جہان سے نکل کر رہے ہیں تاکہ وہ نکلے کہ اگر انہیں وہی سے دیکھو کہ طرف اور وہ ایمان والوں کے ساتھ بہت صبران سے ۳۳) دیکھو کہ جس دن کہ وہ اس سے نہیں ملے سلام ہے اور تمہارا کیا ہے اس نے ان کے لیے عزت ۳۴)

اللہ تعالیٰ نے حضرت زینبؓ کے نکاح سے متعلق فرمایا کہ کسی عورت مرد و زن کے مابین نہیں ہے کہ وہ اللہ اور رسولؐ کو خدا کے خلاف بات میں ملوث نہ کرے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ انہیں ان کے انصاف کا ذکر کرو۔

پھر حضرت زینبؓ اور زینبؓ کے درمیان طلاق اور حضور علیہ السلام کے ساتھ حضرت زینبؓ کے نکاح کا ذکر کیا۔ پھر الشترؓ نے حضور علیہ السلام کو تسلی دی کہ اس ضمن میں مخالفین کے پراپیگنڈا کو خاطر میں نہ لائیں۔ یہ نکاح ہم نے خود کرایا ہے تاکہ اہل ایمان پر یہ مسئلہ واضح ہو جائے کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح با مکمل درست ہے فرمایا یہ دستور سابقہ اودار سے چلا کر رہا ہے اور الشترؓ نے اپنے اہلکار کے لیے جو چیزیں صلح قرار دی انہوں نے اس پر عمل کرنے میں کسی علامت کفندہ کی پروا نہیں کی وہ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ الشترؓ نے یہ بھی فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تم میں سے کسی مرد بشمول حضرت زینبؓ کے پس نہیں ہیں، بلکہ آپ کو تمام انبیاء اور رسول کے خاتم ہیں۔ آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا، نہ کتاب اور نہ کوئی نئی شریعت، لہذا جاہلیت کی رسوم کو ختم کرنے کے لیے ضروری تھا کہ آپ کے ذریعہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے مکمل طلاق پر پیش کر دیا جائے تاکہ آئندہ کچھ بے یو باقی لوگوں کے لیے دستور العمل بن جائے۔

ذکر الہی کی  
ضیلت

پھر شکوہ کافر، مشرک اور منافق اسلام اور الشترؓ کے نبی کے خلاف غلط پراپیگنڈا کرنے لگے جس سے حضور علیہ السلام اور اہل ایمان کو سخت ذہنی پریشانی ہوتی تھی اور اس پریشانی کا حل الشترؓ نے یہ تجویز فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَذْكُرُوا  
اللَّهِ ذِكْرًا كَثِيرًا اے ایمان والو! اللہ کا کثرت سے ذکر کرو۔ اگر مخالفین یہ سوچ جائیں اور غصہ نہ کریں گے تو اس کا ترک کیے بغیر جواب نہ دو بلکہ الشترؓ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ ذکر کرو کہ اس میں تمھارا فائدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے خاص اوقات اور خاص مقدار مقرر فرمائی ہے مگر ذکر الہی ایک ایسی عبادت ہے جس کی کوئی تحدید نہیں ہے اس کے لیے ذکر کی وقت مقرر ہے نہ جگہ اور نہ مقدار۔ جس وقت اجاں چاہو اور جتنا چاہو اللہ کا ذکر کر سکتے ہو۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت میں آتا ہے کہ

(فیاض)

صلی اللہ علیہ وسلم ۱۷

حضرت علیہ السلام: والدہ کا یہ ذکر اللہ تعالیٰ کی کھلی آنکھوں کے سامنے  
 عباد اللہ کے اوقات میں اور ذکر کر کے تھے۔ پسند ہے کہ عبادت میں حضرت علیہ السلام  
 کو یہ بات بھی پوری ہو کہ اللہ کے ذکر اس حالت سے کہ جو لوگ نہیں دیکھ سکتے  
 گئے۔ اور کثرتِ ذکر کہ حق اُن وقت اور جگہ جب کہ دل شغف سے بھری ہو  
 ہے۔ میں اور ذکر کرتا رہتا ہوں۔ جب اس کی عبادت دیکھ کر خود فرما کر نبی اللہ  
 ﷺ اَوَّلَ الذِّكْرِ میں شمار ہونے لگتا ہوں۔

اشرفی کا زمانہ ہے کہ چٹھہرے عجیبے مذاق میں یاد کرنا نہ تو میری ہوس نہ کہ  
چیتے چمیں یاد کرنا۔ دونوں پر تو شخص کی مجلس میں میرا ذکر کر کے تب نہ دیا اس کا زمانہ اس  
سے سبز جہاں میں مگر نہ ہوا۔ ہفت روزہ طبعاً مصلوۃ والسلامہ پر یہ بھی ارشاد ہے کہ  
عذاب اللہ سے نجات دہانہ وہ ہیں جن کو اسے ذکر کر کے کوفی چیز میں  
صفا پر کڑی بات ہے، نہ کہ یہ کہ نہ وہ جیسے اللہ کی ہر مجلس میں یاد کرنا بھی اللہ کے ذکر  
سے کوئی نفی اور نہ باقی ذکر الہی ہی برفانی حق ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد  
کرنا جو جس کی مجلس میں بیٹھا ہے کہ وہاں اللہ یاد کرنا کہ میں کچھ نہیں دیکھتا ہے  
درویش لعل کے خدع بھی آج ہے فردو مجلس اس شخص کے بے قیامت  
دلے دن با عین حسرت ہوگی۔ اس دن کہیں افسوس نہ کہ وہ خدا کی مجلس میں ارشاد  
کا ذکر کرے، اور نہ اس کے بچہ پر درود پڑھ کر کہ یاد کرنا اللہ کی یاد دہا ہے  
لوگ نقصان میں ہیں گئے۔

[illegible]

ہو۔ فرمایا مخالفین کی تکلیف دہ باتوں کا جواب ذکرِ الہی سے دو کہ یہ چیز تھامے لیے تقویت کا باعث بنے گی کیونکہ اللہ کا فرمان ہے **الَّا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ** (الرعد - ۲۸) آگاہ رہو کہ دل کا سکون اللہ کے ذکر کے ذریعے حاصل ہوتا ہے ذکرِ الہی سے انسان کی غفلت دور ہوتی ہے اور اسے قرب الہی حاصل ہوتا ہے، گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

فرمایا، ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو **وَسَبِّحُوْهُ وَبِحَمْدِهِ** **وَاَصْبِحُوا** اور اُس کی تسبیح بیان کرو صبح کے وقت بھی اور پچھلے پہر بھی تسبیح کا معنی تشبیہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب، نقص اور ضعف سے پاک ہے جب کوئی شخص اپنی زبان سے سبحان اللہ ادا کرتا ہے تو اس کا سختیہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ اُس ذاتِ خداوندی پر ایمان رکھتا ہے جس کی ذات ہر عیب اور آلودگی سے پاک ہے۔

تسبیح خدا تعالیٰ کی بہترین تعریف ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس سے فجر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں حضور علیہ السلام کا فرمان ہے **مَنْ صَلَّى الْبُرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ** جو شخص ان دو نمازوں کی پابندی کرے گا۔ وہ جنت میں داخل ہو گا، اور اُسے اللہ کا دیر نصیب ہو گا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم مغلوب نہ ہو ان دو نمازوں پر مداومت اختیار کرو۔

بعض فرماتے ہیں کہ تسبیح سے مطلقاً ذکر مراد ہے، ذکر سے تو انسان کا کوئی لمحہ بھی خالی نہیں ہونا چاہیے۔ مگر یہ دو واقعات ایسے ہیں جن میں اللہ کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ نماز فجر اور عصر کے وقت فرشتوں کی ڈیوٹیاں تبدیل ہوتی ہیں۔ ان اوقات میں لوگوں کے اعمال اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں۔ لہذا اُس وقت اللہ کا زیادہ سے زیادہ ذکر کرنا چاہیے تاکہ فرشتے اللہ کے حضور جا کر گواہی دے سکیں

تسبیح کی  
تاکید

کہ تو کہو کہ یہ ایک نصیب ہے جس سے کہ اس حال میں نصیب نہ کر آئے ہیں کہ وہ نصیب کے ذکر  
 اپنے محدثین سے۔

بعض  
 اور

فہم، خدا تعالیٰ کی ذاتِ زید و کبریا ہے هَذَا الَّذِي يُعْبَدُ عَلَى كُنْهٍ  
 خود پر ہمت ادا کرنا ہے وَمَعْلُومٌ كُنْهٌ اور اس کے پوشیدہ ہی معلوم  
 یعنی اچھا ہے اور چھپا ہوا اس کی نسبت "خبر خفا" کی طرف اور عارف ہے تو مطلب  
 نزولِ ہمت پر نسبت۔ بین خالق و مخلوق نسبت نازل و واجب، و خداوند و اسیر  
 کی ترشہ نوز کے کام انجام دہ، جن کو وہ نسبت اس کی ہمت و ہاد سے زیادہ  
 خفا کی طرف توجہ ہو۔ خداوند و حق اور بگڑا کا خیال رکھو و اخلاق حسنہ پہلے  
 اندر یہ کر دو، اگر کہ کی کفریت رکھو خدا اور اس کے بول کے اسلام کی تفسیل کر  
 برائیوں سے اجتناب کر دو، جو نسبت خدا و بنی خدا کی طرف توجہ ہوگی۔

اگر سزاؤ کی نسبت دشمنوں کی طرف کی جائے تو سزاؤ کی ہمت کی دین  
 ہوگا۔ خدا ولی اللہ پوشیدہ نہیں، پوشیدہ خفا سے پہلے ہمت کی دعا کرنے ہیں۔  
 فرشتے چونکہ مسجبات الدعوات ہوتے ہیں اس لیے ان کی دعا میں خفا پر توجہ  
 کرنا فرشتے بھی نزولِ ہمت کا باعث بنتے ہیں۔

خدا تعالیٰ  
 اور

فرشتوں کی دعا اور خدا تعالیٰ کی نزولِ ہمت کا مقصد اللہ تعالیٰ پر بیان خود  
 ہے بَعْدَ جَعْلِهِ خَيْرٌ حَقِيقَةُ التَّوَكُّلِ عَلَى اللَّهِ تاکر وہ نصیب اور نصیب  
 سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے، اگر ضم اس نعمت سے واقعی مستفیض ہوا  
 چاہے ہو تو خداوند کفریت سے ڈر کر کہ ہمت پر کلام اس کی تفسیر یہ ہے کہ  
 ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کفریت سے نکال کر ایمان کی طرف، اور جہنم سے نکال  
 کر ایمان کی طرف اور جنت سے نکال کر جنت کی طرف لے جائے، چاہے

(یا علی)

لے اسلام العزیز العباس صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا محمد و آلہ و صحبہ وسلم

مجمع البیان والے اس کا مطلب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ خداوند قدوس تمہیں  
جہالت سے نکال کر معرفت کی طرف، انفاق سے نکال کر اخلاص کی طرف لانا  
ہے، کفر، شرک، انفاق، بدعت، معصیت سب اندھیرے ہیں۔ ان کی وجہ سے  
انسان میں روحانی تاریکی پیدا ہوتی ہے، جو دلوں، دماغوں اور روحوں میں چھا جاتی ہے  
جب تک انسان ان چیزوں سے توبہ نہ کرے وہ حقیقت کو نہیں پاسکتا۔ یہ سب  
ناپاک چیزیں ہیں اور باطنی طہارت اس وقت نصیب ہوتی ہے جب کوئی شخص خلوص  
نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرے اور اُس میں جذبہ اطاعت  
موجود ہو۔ تو فرمایا کہ خدا تعالیٰ نزول رحمت فرماتا ہے، فرشتے اس کے لیے دعائیں کرتے  
ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے۔

فرمایا وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے  
ساتھ بڑا مہربان ہے۔ اہل ایمان پر اُس کی خصوصی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اپنے  
فضل و کرم سے اللہ تعالیٰ اُن کی عبادت اور ریاضت کو قبول فرماتا ہے اور  
اُن کی غلطیاں اور کوتاہیاں معاف کرتا ہے۔ یہ اُس کی رحمت و بخشش کی علامت ہے  
ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ نے فرمایا تَجِدْتَهُمْ يَوْمَ رَفَعْنَا  
سَعْدَهُمْ جس دن وہ اپنے پروردگار کے سامنے پیش ہوں گے اُس دن  
اُن کی دُعا سلام ہے۔ دو مسلمانوں کی ملاقات کے وقت بھی ایک دوسرے  
کو سلام کیا جاتا ہے۔ امام ابو بکر جصاصؓ اور بعض دوسرے مفسرین فرماتے ہیں۔  
کہ یہ لفظ چاہتا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملیں تو اُن کی دُعا سلام ہی ہونی  
چاہیئے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ یعنی دو مسلمان ملاقات پر ایک  
دوسرے کے لیے خیر و سلامتی کی دُعا کہیں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر ہر نبی کے  
دور میں سلام و دعا کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ پھر جب دو مومن جنت کے اندر

دعا بطور  
سلام



آہیں میں نہیں گئے نہ۔ بلکہ پرائی کی مٹا دیا ہی ہوگی۔ سب فرشتے جنتوں کے  
 پاس آئے ہوں گے نوروں میں ان کو سلام کریں گے۔ پھر جب ایک لوگوں کے سامنے  
 پیش ہوں گے نوروں میں پروردگار کا فرمان ہوگا **قُلْ لَا مَقْرِبَۃَ اِلَیَّہِ** رُفِیَتْ  
 الرُّسُلُ ۝ ۵۸۰ ۝ اُسے میرے بند! میری طرف سے کہہ دیجئے کہ پروردگار نے فرشتوں کو  
 ملاقات کے وقت میں اور فرشتوں سے ملاقات کے وقت میں بار بار دہر دہار  
 کہ فرشتے سے میں سلام نہیں سناؤں ہوگی۔ **قُلْ اَوْ اَعَدَّ لَہُمْ اٰجِنًا کَرِہِیْنًا**  
 اَللّٰہُ نَعٰی یٰھِیْہِ اہل ان والوں کے لیے بڑی عزت والا آجہاں ہے! اب ہمارے گناہ  
 ان کے درمیان جہنم ہوں گے اور انہیں عزت کا سامرا ملے گا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا  
 وَنَذِيرًا ۝ (۴۵) وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا  
 مُنِيرًا ۝ (۴۶) وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ  
 مِنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ۝ (۴۷) وَلَا تُلَاحِظْ  
 الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ وَدَعْ أَذُنَهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى  
 اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝ (۴۸)

ترجمہ :- اے نبی! بیشک ہم نے بھیجا ہے آپ کو  
 شاہد بنا کر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ۝ (۴۵)  
 اور بلانے والا اللہ کی طرف اُس کے حکم سے اور روشن  
 چراغ ۝ (۴۶) اور آپ خوشخبری دیں ایمان والوں کو کہ بیشک  
 اُن کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے ۝ (۴۷)  
 اور آپ نہ بات مانیں کفر کرنے والوں کی اور منافقوں  
 کی، اور چھوڑ دیں آپ اُن کی طرف سے ایذا رسانی، اور  
 بھروسہ کہیں اللہ کی ذات پر۔ اور کافی ہے اللہ تعالیٰ  
 کام بنانے والا ۝ (۴۸)

ربط آیات

گزشتہ درس میں پہلے اہل ایمان کو کثرت سے ذکر الہی کرنے کا حکم  
 دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر اپنی مہربانیوں کا تذکرہ کیا کہ وہ خود رحمت  
 نازل کرتا ہے اور فرشتے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔ نیز فرمایا کہ



چونکہ شاہد کا لقب دیا گیا ہے لہذا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور اسی بناء پر قیامت کے روز اللہ کی بارگاہ میں گواہی دیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ لفظ شاہد کا معنی حاضر و ناظر اس لیے نہیں کیا جاسکتا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی کئی مقامات پر نفی کی ہے مثلاً سورۃ قصص میں ہے کہ جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف حکم بھیجا تو آپ طور کے مغربی جانب تھیں تھے وَمَا كُنْتُ مِنَ الشَّاهِدِينَ (آیت ۴۴) اور نہ ہی آپ دیکھنے والوں میں تھے یعنی آپ وہاں حاضر و ناظر نہیں تھے۔ اس کے برخلاف وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (البقرہ - ۹) ہر مقام اور ہر چیز پر حاضر و ناظر تو صرف اللہ کی ذات ہے۔ یہ صفت مخلوق میں سے کسی میں نہیں پائی جاتی۔

مفسرین کرام بیان کرتے ہیں کہ شاہد کا معنی گواہی دینے والا بھی درست ہے۔ اور اس کا اطلاق حضور علیہ السلام کی ذات مبارکہ پر کیا جائے تو جملے کا معنی یہ ہوگا کہ اے نبی! ہم نے آپ کو اللہ کی وحدانیت کی گواہی دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اس معنی کی تائید حضور علیہ السلام کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے سے دو جنازے گزرے۔ ایک میت کے متعلق صحابہ کرام نے بتایا کہ یہ نیک اور اچھا آدمی تھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اس پر واجب ہوگی۔ پھر دوسرے جنازے کے متعلق صحابہ نے کہا کہ یہ مجرّم آدمی تھا تو حضور نے فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا حضور! کیا چیز واجب ہوگئی؟ فرمایا جس شخص کے متعلق تم نے اچھا کی گواہی دی۔ اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ اور جس کے لیے بُرائی کی گواہی دی اُس پر دوزخ واجب ہوگئی۔ پھر آپ نے تین دفعہ منہ سے فرمایا اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ یعنی تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو

اللہ کی  
وحدانیت  
کی گواہی

جی اللہ کے دین تو اس کی وحدانیت کی گواہی لئے ہے۔ بر۔ الغرض : اگر سے  
مزار دین گواہی اللہ کی وحدانیت کی گواہی لئے ہے ۔

یعنی  
کہ

مجلس فرماتے ہیں کہ اس گواہی سے ماہر تبلیغ : بین بن کی شہادت سے ، قیامت  
کے دن جب حضور علیہ السلام اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو گواہی دیں گے کہ میں  
نے دین میں جو لوگوں کو سنا ، پایا ، اس کے علاوہ قیامت کے پہنچنے کی امنیہ نونوں  
کے لیے گواہی دی۔ کہ کج کف و اذیعت میں کھنکھانی ، فتنہ  
و عشتاقیہ علی ہوا و ترہ شیطانیہ و القادریہ و ائمہ و انہ و انہ و انہ و انہ  
جب ہم ہر صفت میں سے گزرا ، تو یہی گے ، اور یہی گے ، سب پر آپ کو بطور گواہی  
کیا جائے گا ، اور آپ گواہی دیں گے کہ میں نے دین میں اذیعت و عشتاقیہ  
پیدا کیا ، دین میں صوفیہ و اذیعت کے نظریہ میں جا رہا ہے ، مغربیہ و اسلامیہ  
فرقہ کے سب سے اپنے ہر نہ سے نبوت کے دن سوال ہوگا تو یہی جواب دے گا ۔  
فرز گار نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیں گے کہ اذیعت و عشتاقیہ  
نہیں تھیں ، اذیعت و عشتاقیہ نہ تھیں ، اذیعت و عشتاقیہ نہ تھیں ، اذیعت و عشتاقیہ نہ تھیں ،  
یعنی اذیعت و عشتاقیہ نہ تھیں ، اذیعت و عشتاقیہ نہ تھیں ، اذیعت و عشتاقیہ نہ تھیں ،  
سے مزار دین جن کی تبلیغ کی گواہی میں پہنچتی ہے ۔

واللہ اعلم  
کہ

شہادت سے ماہر احوال کی شہادت بھی ہو سکتی ہے ، حضور علیہ السلام نے اپنے  
مجاہدین و پیغمبر میں اپنی امت کے حق اعمال کو دیکھا ، ان کی گواہی دیں گے ، مگر بعد میں  
ان کے دلوں کے متعلق آپ کو خبر نہیں ہوئی ، اور اگر خبر ہو کر یا نہ ہو کر بھی بطور گواہی  
دیا ، کچھ نہیں سنا ، اس کی گواہی دیں گے تو ہم اس میں نہ ہوا ، کہ اس طرح ان کی گواہی  
اعمال خیر و شر علیہ قرعہ کر لیں ، بعد میں ان سے دلوں کے حال سے مدد کی آئی ، یہی مراد

ہیں بھی موجود ہے۔ حضور علیہ السلام حوض کوثر پر موجود ہوں گے اور لوگوں کو پانی پلا رہے ہوں گے۔ پھر کچھ لوگ آپ کے پاس پہنچنا چاہیں گے مگر اللہ کے فرشتے ان کے ہاتھ میں مزاراحم ہوں گے۔ حضور علیہ السلام فرمائیں گے کہ فرشتو! ان کو آنے دو کہ یہ میرا ساتھی معلوم ہوتے ہیں مگر وہ جواب دیں گے اِنَّكَ لَا تَسْذُرُنِي مَا اَحَدُنَا بِهَذَاكَ آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیسا بگاڑ پیدا کیا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے مَسْحَقًا مَسْحَقًا لِمَنْ عَقِبَكَ بَعْدِي اِنْ لَوْ كُنَّ كَوْعَلِي سے دور سے ہاؤ جتوں نے میرے بعد دین میں تغیر پیدا کر دیا۔ مطلب یہ کہ نبی علیہ السلام کو ساری امت کے اعمال کا علم تو نہیں۔ آپ اسی قدر گواہی دیں گے جتنا آپ کو علم ہے یا اگر اللہ سب کے متعلق مطلع کر دے گا۔ تو سب کے متعلق شہادت دیں گے۔

اعمال امت سے لاعلمی کی تصدیق مسیح علیہ السلام کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ آپ سے دریافت کرے گا کہ کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو مجبور بنا لو۔ تو آپ بارگاہ رب العزت میں جواب دیں گے کہ مولانا کریم! میرے لائق یہ بات ہرگز نہیں کہ میں وہ بات کروں جس کا مجھے حق نہیں پہنچتا۔ میں نے انہیں ہمیشہ توحید کی دعوت دی وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ سَيِّئًا مَّشْهُدًا اَنَّكَ دُعَيْتُ فِيْهِمْ رَاٰلِہٖمَا سَادۃً - ۱۱۷ جب تک میں ان لوگوں کے درمیان رہا، ان کے اعمال کو دیکھتا رہا۔ پھر جب تو نے مجھے اٹھایا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا اور تو ہی ہر چیز کو دیکھنے اور جاننے والا ہے۔

قیامت والے دن صفائی کے گراہ بھی پیش ہوں گے حضرت عبداللہ بن مبارک ایک حدیث لائے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ قیامت والے دن اللہ کریم انبیاء علیہم السلام سے پوچھیں گے کہ میں نے تمہیں انت دے کر بھیجا تھا۔ تم نے

صفائی کی گواہی



معصیت سے پرہیز کریں گے، اعمالِ صالحہ انجام دیں گے، اخلاقِ حسنہ کا مظاہرہ کریں گے، تمام حقوق ادا کریں گے، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے محنت کریں گے، انہیں ان کی کامیابی پر بشارت دی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مقام میں پہنچیں گے اور انہیں مراتبِ عالیہ حاصل ہوں گے۔ اس لحاظ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام امت کے لیے بطورِ مدشر ہیں۔ اس کے برخلاف جو شخص کفر، شرک، نفاق اور بدعات کا راستہ اختیار کرے گا، علیٰ طورِ پرہیزگار کی برائی کو اختیار کرے گا۔ وہ بالآخر خدا تعالیٰ کی گرفت میں آئے گا۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے حضور نبی کریم علیہ السلام ڈر سنالے ہوئے ہیں۔ آپ ان کو بڑے انجام سے آگاہ کر رہے ہیں۔ شاید کہ وہ راہِ راست پر آجائیں۔

داعی الی اللہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حیثیت داعی الی اللہ کی بھی ہے آپ لوگوں کو اللہ کی طرف بلا رہے ہیں۔ اسی لیے یہاں فرمایا ہے وَكَادِىبُ الرِّبِّیِّ اللّٰہِ آپ لوگوں کو اللہ کی طرف بلا رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ کی کتاب اور اس کے احکام پر چڑھ کر سنا رہے ہیں اور یاد دلانے میں، اگر نیکی کا انجام بخیر اور برائی کا نتیجہ بدست برآ ہو گا۔ دعوت الی اللہ بہت بڑی نیکی کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا رَحِمْنَا السَّجْدَةَ ۝۲۳ اُس شخص سے اچھی بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور نیک اعمال انجام دیتا ہے۔ الغرض حضور علیہ السلام داعی الی اللہ ہیں مگر بِإِذْنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اللہ نے آپ کو یہ منصب عطا کیا ہے تو ساتھ آسانی بھی پیدا کر دی ہے۔

سراج منیر

پھر فرمایا وَسَيَكُونُ جَانِبًا مِّنْكُمْ اہم نے آپ کو روشن چہرہ بھی بنا کر بھیجا ہے۔ اس سے مراد ہدایت کا روشن چہرہ ہے۔ آپ کا قلب مبارک مرکزِ ہدایت اور آپ کی ذات مبارکہ سراجِ منیر ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ سراجِ منیر سے مراد سورج ہے جس کی آفتاب و تاب



سب سے زیادہ ہے۔ یہی وہ دست ہے کہ آپؐ اپنا پس آفتاب بابت بن۔ فرشتے پناہ  
میں سوار ہو کر بھی ستر کی طرح گناہ ہے۔ لیکن بعض ستر پر گناہ کرنے والے فرشتے ہیں کہ حضورؐ علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کو واسطہ ملا کہ کوسوں کی گناہ ہے۔ دین جبرائیل سے شبیر بیٹے میں عمر حضرت  
ہے۔ اور وہ پاک و سچے کہ بکشتی صلیب ان کے دے وقت بڑی سے اور اس کے کتاب  
بوحانی ہے۔ آپؐ کے چار چار کون ان کے گناہ کی بھی حد ہیں۔ ان میں کہ کور و جہانے تو  
چاہے حضورؐ علیہ السلام سے پناہ مان کہ کوشی کی نذر سے نہ برفت اور برائی سے انکار  
آپؐ کو بڑی چار سے شبیر بنانا۔ اور وہ سب ہے۔ دوسری دست یہ ہے کہ  
مورج ایک بھی ہے اور اس کے دوسرے مورج بھی نہیں نکلتے۔ اس کے چار غولت  
چار سے چار شاخ بناتے ہیں۔ چار چار حضورؐ علیہ السلام جیسے دینی چار سے چار دینی  
کہ کشتی چار شاخ میں چار گناہی اور اس طرح پوری دنیا کفر و شرک کے اندھیران  
سے نکل کر نورِ ہدایت کی روشنی میں آگئی تو ہماری ہمت ہست ہے کہ انسان اپنی برائی  
کے سلطانِ حبس چار چار سے کشتی حاصل کر سکتا ہے اور حبسِ غرض نہ ہی  
سے سفید ہو سکتا ہے۔ اس کے غولت چار شاخ دینی غولت ہی ہے اور کوئی  
انسان چاہے اپنے چارہ نہ دینے وقت پہنچے ہے اور ان کہ ہماری پوری دنیا اعتبار میں  
نہیں۔ چار چار حضورؐ علیہ السلام کے علم و اسرفان اور حکمت سے مشرب و نوازندہ

نے عربوں کو کہیں قدر بلند مرتبے پر پہنچایا کہ ساری دنیا کے معلم بن گئے۔ اللہ نے اس کے  
مداری دنیا کی سیاست کو اسی پڑھو عربوں کے ہاتھ میں دیدیا۔ اللہ نے تواریات میں آپ  
کے متعلق یہ عجیب و غریب کہ آپ میرے بندے اور رسول ہیں اور میں نے آپ کا نام متوکل  
رکھا ہے۔ آپ نہ ہو گے اور غرض کلام کہنے ملے ہیں اور نہ بازاروں میں شور و شر کرنے ملے  
آپ کو برائی کو برائی سے نہیں ملنے بلکہ درگزر کرتے ہیں اور معاف کرتے ہیں۔ اگر اس  
آخری نبی کہ اللہ تعالیٰ نہیں اٹھائے گا یہاں تک کہ ٹیڑھی طاقت کو درست نہ کر دے اور  
لوگ اپنی زبانوں سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھنے لگیں جس سے اللہ ہی کا انحصار  
روشن ہو جائیں اور بہرے کان سننے لگیں اور بندہ کی کھلی جاٹیں، حضور علیہ السلام کے یہ  
تمام اوصاف تواریات میں بیان کیے گئے ہیں۔

شیخانی  
کے اشارت

مفسر قرآن امام ابن ابی حاتم کی روایت ہے جسے امام ابن کثیر نے بھی نقل کیا ہے  
میں آتا ہے کہ حضرت وہیب بن منبہ فرماتے ہیں کہ نبی اسرائیل کے ایک نبی حضرت  
شعیب علیہ السلام پر خدا تعالیٰ نے وحی کی کہ اپنی قوم بنی اسرائیل میں کھڑے ہو جاؤ، میں تمہاری  
زبان کو وحی کے ساتھ گرا کر دوں گا اور تم لوگوں کو یہ باتیں سننا دے دوں گا کہ خدا تعالیٰ کا فرمان  
ہے اَبْعَثْ اٰمِيْنَ اَمِيْنَ اَمِيْنَ اَمِيْنَ کہ میں امیوں میں سے ایک امی نبی کو بھیجے  
والا ہوں۔ وہ درشت مزاج اندر سنگدل نہیں ہوگا۔ بازاروں میں شور و شر کرنے والا  
نہیں ہوگا۔ اتنے سکون والا ہوگا کہ چراغ کے پاس سے گزرتے تو اس کو بجھائے نہیں  
اگر سر کندوں کے آڑے پاؤں رکھ کر چلے تو ان کی آواز نہ آئے۔ میں اس کو بستر  
اور نذیر بنا کر بھیجوں گا، وہ کوئی غرض بات نہیں کرے گا۔ میں اس کے ذریعے اللہ ہی  
کا کھوکھوں کو کھوکھوں دوں گا۔ اور بہرے کالوں کو سنوا دوں گا۔ میں اس کے لیے ہر امر جمیل  
کو درست کر دوں گا۔ اور اُسے خلق جمیل عطا کروں گا۔ میں سکینت اور اطمینان کو  
اس کا لباس بنا دوں گا اور اسی اس کا شعار ہوگا۔ اور تقویٰ اس کے ضمیر کی بات ہو

برگی، بخت اس کی گنگو، صدف و درخشاں کا مزاج، اور عضو و تاج اس کا اعلان ہو گا۔  
 حق انہی کی شریعت ہوگی، اور عدلی انہی کی سیرت ہوگی، مہابت اس کی پیشوا ہوگی۔  
 اور اسباب انہی کی ملت ہوگی اور اھم اس کی نام ہوگا، جس اس کے ذمے ہے کسی سے  
 بعد ہریت عطا کروں گا اور کائنات کے لوگوں کو جہالت کے بعد علم عطا کروں گا۔  
 جس اس کے ذمے ہے زمین کے گھنام و گوری کو جہنم کروں گا، اور ان کو ابرستہ ہونے  
 کے بعد معروف کر دوں گا، ان کی قلت کو کثرت میں تبدیل کر دوں گا۔ اور حق تو کو خفا  
 میں بول دوں گا، ان کو غفران کے بعد جمع کر دوں گا، جس اس کے ذمے ہے مختلف دونوں  
 مختلف انسانوں اور مختلف خواہشات کو اکٹھا کر دوں گا، لوگوں کی ایک ہڈی تھوڑا  
 کو جدا کر دے گا، جس کی امت کو تمام انسانوں سے بہتر امت بنا دوں گا اور جسے  
 نام لوگوں کی ہدایت ہو، نور کر دوں گا اور دوسرے انہی کو بنی اللہ کو فرجہ اور  
 کر بے۔ اور اللہ کی قرعہ کر دے گا، جسے ایمان رکھنے والے اور اذہب  
 کی دوزخ سے بھر دیں گے۔ وہ صدیقین میں حبیب، رسول کی تمام باتوں کی خبریں  
 کہنے والے ہوں گے، جن ان کو سب سے بگیدہ اور نثار اللہ کر دیں گے جیسے وہ ان کو کر رہے  
 اور میری بڑائی بیان کریں گے اور میری کریمتی کو ہی رہے۔ وہ لوگ اپنی مسجدوں، چٹائیوں  
 ہاتھوں اور ٹھکانوں میں گھرے ہو کر اور بیٹھ کر غرض ان پر نہیں ہے اور صف و امت  
 ہو کر ان کے سامنے میں جاکر کریں گے۔ وہ بزرگوں کی تعداد میں گھروں سے  
 میری رضا کی تلاش میں نہیں گئے، پیسے چھوڑ دیے، اعضا کو ہاک بنا دیا، جسے جی لگا ہوا  
 انسان بکریں گے اور پٹنہ پہنچے (چادر)۔ جہنم و ضرر کو نصیب پڑا ایک ہاں میں  
 گئے، ان کی قربانیاں اللہ کی، ہم ان سے ہاتھ سے اٹھائی اور ان کی انجلیں ان کے سینوں  
 میں بھریں گے یعنی قرآن، جھڑ بڑگا اور دانت کے وقت راہب ہوں گے، اور  
 ان کے وقت شیر ہوں گے یعنی راست کر عہدات گزرا اور دی کو بھوہ ہوں گے،  
 فریاد اس کو جس کے اہل بیت میں بہشت کہنے والے صہبتین، شہداء اور صالحین رہے  
 گئے، اور آپ کو است، آپ کے بعد جن کی ہدایت کرنے والی ہوگی، جو ان کی مدد

کمرے گا۔ میں اس کو عزت دوں گا۔ اور جو ان کے لیے دعا کرے گا۔ میں اس کی تائید کروں گا۔ اور گردش ان کے مخالفوں پر ڈال دوں گا، اور انھیں اپنے نبی کا وارث بناؤں گا۔

فرمایا جس طرح وہ نبی داعی الی اللہ ہے اسی طرح اُس کی امت کے لوگوں میں بھی داعی الی اللہ ہوں گے۔ جو نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے اور عہد کو پورا کریں گے۔ میں ان کا اختتام بھی اُسی سبزی پر کروں گا جس سے ان کی ابتدا کی گئی تھی اور پھر آخر میں فرمایا **ذَٰلِكَ فَضْلُی**، یہ میرا فضل ہے جس کو جاہلوں عطا کروں میں فضل عظیم کا ملک ہوں۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف بیان کرنے کے بعد اللہ نے دیگر اہل ایمان کا ذکر بھی کیا اور فرمایا **وَكَبِيرًا الْمُؤْمِنِينَ** آپ ایمان والوں کو بشارت سنائیں **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** اللہ حصّہ دے گا ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔ اللہ نے اس امت کو تمام سابق امتوں پر فضیلت بخشی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ ہم سب آخر میں آئے والے میں سب سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت ہر جگہ اس امت کو فوقیت عطا فرمائی ہے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے، لوگو! اللہ نے تمہیں غیر الائم بنایا ہے، لہذا اس کی شراط کو بھی پورا کرو۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرتے رہو اور دین کے قیام میں وفاداری بھی دکھاؤ۔

حضور علیہ السلام اور آپ کی امت کے فضائل بیان کرنے کے بعد مشرہا **وَلَا تُطِيعُ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ** آپ کافروں اور منافقین کی بات نہ مانیں وہ تو آپ کو آپ کے دشمن سے بٹانا چاہتے ہیں۔ طعن و تشنیع اور حیل و پانچینڈا کرتے ہیں مگر آپ ان کی باتوں پر توجہ نہ دیں **وَدَعِ أَذْهَمَ**

اہل ایمان کے  
لیے بشارت

مشن پر  
استقامت

جو از منی وہی العین پہناتے ہیں لیکن جو دہی اور اپنے مشن پہ قائم ہیں وَلَوْ لَمْ يَكُنْ  
 عَلَيَّ الذِّمُّ اَوْ اَللّٰهُ مَعِدَةٌ لِّمَنْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ صُجُوْعِيْ۔ وہ آپؐ کو  
 ہر شے سے محفوظ فرمائے گا۔ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ بِاللّٰهِ وَكِيلًا اور اللہ تعالیٰ ہی وہ سارا کافی ہے  
 وہی کام بنائے گا کہ جو سارا اعتبار کسی کے پاس ہے۔ ساری خبریں کو فرمائیے گا۔  
 آپؐ میں نہنے پر اگر کسی سے صلاحین چنے نہیں،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ  
 ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ  
 فَمَعَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ  
 فَمَتَّعُوهُنَّ وَسَرَّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝۳۹

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نکاح کر دو عورتوں کے ساتھ، پھر تم ان کو طلاق دے دو قبل اس کے کہ تم ان کو لطفہ لگاؤ، پس نہیں ہے تمہارے لیے ان پر کوئی عتد جس کو تم ان عورتوں سے برا دلاؤ، پس فائدہ پہنچاؤ ان کو اور نصبت کرو ان کو نصبت کرنا اچھے طریقے سے ۝۳۹

گزشتہ آیات میں جنابی کی مطلقہ سے نکل کا مسئلہ بیان ہوا، پھر حضور ﷺ والسلام کے مرتبہ عالیہ اور آپ کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر ہوا۔ اس کے بعد مومنوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نازل اور فرشتوں کی طرف سے دہائے رحمت کا بیان ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے آخری پیغمبر کو شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ اور سر اج منیر بنا کر جو ش فرمایا۔ پھر آخری امت کی فضیلت کا ذکر بھی ہوا۔ حضور علیہ السلام کو تسلی دی گئی کہ آپ مہاجرین کی ایذا رسانیوں کی طرف توجہ نہ کریں بلکہ اپنا مشن دہائے رحمت کے ساتھ جاری رکھیں۔ تبارک تعالیٰ کی ذات پر ہر دوسرا کہیں کہ جتنی بھی کار ساز وہی ہے۔

گزشتہ درس میں حضرت زینبہؓ اور حضرت زینبہؓ کے نکاح اور ان کے

بطور آیت

مستحق

در بیان طلاق ہیوسرست طلاق اور ہر حضرت زین العابدین کے حضور علیہ السلام کے ساتھ نکاح  
کایاں ہو چکا ہے۔ حیاء طلاق کا ذکر آگے لکھتے ہیں اور حضرت علیہ السلام پر یہ امر ہے کہ  
مختلف صورتوں میں ہر مدت کی مدت کننی ہے جس کے بعد وہ نکاح کر سکتی ہے اگر نکاح  
میں مختلف صورتوں میں مدت کی مقدار کا تعین ہو چکا ہے۔ مثلاً جب کسی عام جوڑے  
کے درمیان طلاق واقع ہو جائے تو طلاق طلاق کی مدت تین مہینے ہے۔ اور اگر  
وہ کم سن ہے یا گہرے رنگ کی دھبے ہیں تو کم سن ہو چکا ہے تو مدت تین ماہ ضرور ہوگی، اسی  
طرح اگر کسی عورت کا عائدہ قسمت ہو جائے تو اس کی مدت چار ماہ و دو دن ضرور ہوگی  
یہ امر اور وہ مقرر ہے تو اس کی مدت واضح کل ہوگی یہ مدت ضروری ہو یا زیادہ  
اس کا کہہ سکتے ہیں جو کہ۔

طلاق  
میں

طلاق کی ہر صورتوں کے علاوہ ایک اور صورت بھی ہے جس کا ذکر آگے  
ہو رہا ہے جس کا کیا گیا ہے۔ یہ ایسی صورت ہے کہ نکاح کے بعد حیاء ہی کی بنا پر  
سے قبل ہی طلاق واقع ہو جائے تو اس کے بے کی کہ ہے؟ حضرت زین العابدین کہتے  
ہیں کہ اس قسم کا واقعہ ضرور علیہ السلام کے ساتھ بھی پیش آیا تھا، آپ نے ایک  
عاقبت کے ساتھ نکاح کیا۔ جب آپ اس کے ٹھکانے پر نظر پڑا تو اسے دیکھ کر  
کہنے لگے میں تم سے ازدواجی بناوا ہوں، آپ بہر آئے اور فرمایا کہ تو نے بہت  
بڑی دانت کی پناہ طلب کی ہے، لہذا میں نے تمہیں پناہ دے دی ہے پھر آپ نے  
اُس عورت کو طلاق دے دی، ایسی ہی طلاق کے متعلق ارشاد ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَكَفَّلْتُمْ أَلْفَ مِائَةٍ**  
**بِسِتْرٍ مِمَّا بَيْنَ عَمَلَيْهِمْ فَتَمَسَّكُوا بِهِنَّ وَآتَيْنَهُنَّ أُكُفَّاتٍ فَكُنَّ حِسْلًا**  
**لَكُمْ فَمَنْ تَزَوَّجْتُمْ فَلَا تَكُنَّ فِيكُمْ عَدَاوَةٌ وَلَا كَرَاهٌ**۔ اسی  
آیت کے تحت ہے۔ **فَمَنْ تَزَوَّجْتُمْ فَلَا تَكُنَّ فِيكُمْ عَدَاوَةٌ وَلَا كَرَاهٌ**۔ اسی

یہ ایسی عورتوں پر کوئی عدت نہیں ہے جسے تم پورا کرو۔  
 مفسرین کو لازم فرماتے ہیں کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مومنہ عورتوں سے  
 نکاح اور بچہ قبل از مساس طلاق کا ذکر کیا ہے جو کہ محض مومنہ کی شرف و فضیلت کے  
 لیے ہے، اور اگر نہ اگر کوئی شخص کسی کتاب پر عورت سے بھی نکاح اور بچہ لے لے ضرورت سے  
 قبل طلاق دے دے تو اس کے لیے بھی یہ حکم ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ  
 نے بیان پر **قَدْ شَوَّهْنَّ** کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا معنی محض مس کرنا  
 یا ہتھ لگانا ہوتا ہے۔ مگر مطلب محض ہتھ لگانا نہیں بلکہ مباشرت کرنا ہے۔ اس  
 سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدت کو نجاست کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب  
 سیاں بیوی آپس میں بیٹھتی ہیں۔ تو محل قرار پانے کا امکان ہوتا ہے۔ اللہ نے  
 تین چیزوں کی عدت اسی لیے مقرر کی ہے تاکہ اچھی طرح قسلی ہو جائے کہ عورت  
 حاضر نہیں ہے اور نکاح ثانی کی صورت میں نسل میں غلط غلط نہ ہو۔ اور اگر محل موجود  
 ہے تو عدت کی مدت وضع محل بھی اسی نظریہ کے تحت رکھی گئی ہے، یاں جس  
 امام ابو حنیفہ غلوت صحیحہ کو بھی مباشرت کے قائم مقام قرار دیتے ہیں۔ ان کا نظریہ  
 یہ ہے کہ اگر میاں بیوی کو نکاح کے بعد ایسی غلوت حاصل ہو جائے کہ مباشرت  
 میں کوئی چیز داخل نہ ہو، اور اس کے بعد طلاق واقع ہو جائے تو اس غلوت کو مباشرت  
 کے قائم مقام سمجھا جائے گا اور عورت کے لیے عدت پوری کرنا ضروری ہو جائیگا۔  
 دوران عدت بھی عورت کے لیے بعض احکام لاگو ہوتے ہیں۔ مثلاً اللہ کا  
 فرمان ہے کہ عورت طلاق قبل فاؤنڈ کے ساتھ جس مکان میں رہتی تھی، وہ اُنکی مکان میں  
 عدت گزارے اور فاؤنڈ اس کے لواحقین کو حکم دیا ہے کہ وہ مطلقاً بڑھ کو نزدیک  
 اس مکان سے نہ نکالیں وہاں اگر کوئی ایسی خیر معمولی صورت حال پیدا ہو جائے کہ  
 اس گھر میں عدت پوری کرنا ممکن نہ ہو تو پھر وہ دوسری جگہ بھی جا سکتی ہے۔ البتہ

دوران عدت  
کے احکام





اچھے طریقے  
سے نصیحت

گیا ہے کہ جس عورت کو مفارقت سے پہلے طلاق مل جائے اس کی کوئی عدت نہیں  
 وَتَسْتَحْيٰهُنَّ سَكَرًا حَتّٰی لَا يَخْبُرْنَ اَیُّهُنَّ اَیُّهِنَّ طَرِیْقَیْنِ  
 رخصت کرو، مطلقہ کو اچھے طریقے سے رخصت کرنا ایک ایسی خصوصیت ہے جو  
 اسلام کا طرزِ اختیار ہے۔ یہ جن معاشرت کا اسلامی اصول ہے کہ اگر بوجہ مہیاں  
 بدی کا بناہ نہیں ہو سکتا تو بصر مجبوراً ایک دور سکر کے ساتھ چلے رہے کہ زندگی کو بیکار  
 بنالیا۔ اچھی بات نہیں بلکہ حلاق کے ذریعے طلاق اختیار کر لے۔ اور اس موقع پر بھی  
 کسی گالی گھڑج یا تشدد کی ضرورت نہیں بلکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ طلاق جیسے پلندہ پر  
 فعل کے باوجود مطلقہ کو عزت و احترام کے ساتھ اس طریقے سے رخصت کرو۔  
 اگر مہر مقرر ہے اور قابلِ ادائیگی ہے تو ادا کرو۔ ایک جہڑا چھڑے دو۔ دورانِ عدت  
 عورت کو گھر سے، ذمہ دار اور ہر جگہ سولت پہنچاؤ۔ اسلام نے تو اپنے فرائض کے ساتھ  
 بھی حسنِ سلوک کی تعلیم دی ہے اور کسی بڑائی کی اجازت نہیں دی۔ طلاق کا معاملہ ہی دیکھ  
 میں جب مہیاں بدی کا اختلاف پڑتا ہے تو بعض لوگ غصے میں آکر ناک کاٹ ڈالتے  
 ہیں مگر اسلام نے ایسی چیزوں کی اجازت نہیں دی بلکہ فرمایا کہ تمام فرائض اور حقوق ادا کرو۔  
 بدی ذمہ دار کی کاٹوٹ، دوا اور قرآنِ شریف کے بتائے ہوئے ضابطہ پر عمل پیرا ہو جاؤ۔  
 اسلام کی بہترین تعلیم ہی اس کے برحق ہونے کی دلیل ہے اس کے باوجود اگر لوگ  
 جھگڑتے پھرتے اور معاشرتی قوانین کے لیے اظہارِ کی طرح دیکھتے پھرتے، تو یہ الٹی کی بدی  
 کی علامت ہے۔

انسانی ہمدردی  
کا اصول

آج کل دنیا میں انسانی ہمدردی کی بڑی تشریح ہو رہی ہے، دنیا کی ترقی یافتہ قوموں نے  
 انسانی ہمدردی کے بڑے بڑے اصول وضع کیے ہیں۔ اقوام متحدہ (U.N.O.)  
 کا چارٹر بھی موجود ہے۔ انسانی ہمدردی کے عالمی ادارے دنیا بھر میں تحقیق کو مالی امداد فراہم  
 کرتے ہیں۔ کہیں قحط پڑ جائے، زلزلہ آجائے، جنگ لگ جائے یا طوفان آجائے  
 تو یہ ادارے حقیقی المقدور متاثرین کی امداد کرتے ہیں مگر کوئی بھی ادارہ خود غرضی سے مالی نہیں  
 یہ ادارے اس امداد کے ذریعے مذہبی یا سیاسی مفاد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جو من عیسائی

مشترک ہیں جو ادارے نام پر لوگوں کو جب نیت کی طرف مائل کرتی ہیں۔ جنہاں تک اس  
سیاسی برتری کے لیے ادارہ دیتے ہیں۔ جس پر بنی انتہا سیاسی نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ جس  
پر افراد کو کھینچ لیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان اداروں اور عکس میں ان کی ہر ایک  
کامیابی نہ بہرہ برد نہیں ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو سیاسی مضامین  
اور مذہبی وابستگی سے بالاتر ہو کر صرف انسانی بہبود کی بنیاد پر ادارہ فراہم کرنے کا  
درس دیتا ہے۔

اسلام اور  
عقائد  
مذہب

اسلام ایک مناسب ہی اعتدال پسند مذہب ہے جو کہ افراد اور قوموں کے  
پاک سچے طلاق اور عدالت کا پسند ہے۔ اس کے دعوے میں کسی حدت کی عداوت  
ہوئے نہیں۔ عدت گزارنے کا کوئی اصول نہیں بلکہ عدت کسی وقت لیکن انسانی  
کرتی سبب ظاہر ہے۔ اگر کسی صورت میں فلاح کی طاعت کیسے قائم رہ سکتی ہے  
جس پر کوئی اور نہ توڑوں۔ یہ طلاق کا تصور ہی نہیں ہے۔ خود میں کی زندگی خواہ کتنی ہی  
اچھی نہ رہا ہے۔ اُن کو عدت پر پابندی نہیں ہے۔ کہہ دے یہ سب کچھ اگر کوئی  
بند و عدت پر دہرائی تھی تو وہ خاد کے ساتھ ہی آگ میں جلا کر رکھ دیا جاتی  
تھی۔ جس نئی میں طلاق کی بناء صورت ایک ہی وجہ بن سکتی ہے کہ عدت نہ کی  
فریاد ہو جائے۔ مگر اس پر تو فیاض خیالوں نے اس اصول کو کرمی ترک کر دیا ہے  
اب وہ دنیاوی قانون کے تحت قانونی طلاق حاصل کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے  
کہ جو رہی نکاح اور ایسے میں گھوم بھٹیں انہی نکاح طلاق واقع ہو رہی ہیں۔ دنیا سنا  
افتقار ملے پیا ہوا اور عدت نے طلاق کے لیے عدالت کی طرف رجوع کر لیا۔  
ہم انسانی عدالت میں چہ بے شک ہے کہ کسی صورت نے بعض اس بنا پر طلاق حاصل  
کری کہ اس کا خود خزانے بسنا ہوتا ہے۔ کسی نے یہ وجہ بیان کی کہ ان کا حضور  
حق کے لئے کہ چاہا نہیں کرتا۔ ایک عدت نے اس لیے طلاق حاصل کر لی کہ  
ان کا شوہر اس کے دوستوں کو پسند نہیں کرتا۔ غرض کہ جس دن میں طلاق نصیر  
کے نہیں نکال دی جاتی تب عدالت طلاق واقع ہو رہی ہیں۔

اسلام ایک سچا مذہب ہے جس کے اصول وائمی اور قابل عمل ہیں۔ اسلام نے طلاق کو مرد و زن کی ضروریات کی تکمیل اور بقائے نسل انسانی کے لیے ضروری قرار دیا ہے اور اس عقد نکاح کو قائم رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ اس کے باوجود اگر حالات ایسا ہو سکتے ہیں کہ عقداً بنا ہو تو پھر اس سے کفر و غلامی کی گنجائش بھی رکھی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ اگر تم میری بری کافر ہو گئے تو وہ طلاق یا طلع کے ذریعے علیحدگی اختیار کر سکتے ہیں مگر طلاق کو غیر پسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے تاکہ حقیقی امکان طلاق محکم و ثابت نہ پڑے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے *الْبُغْضُ الْمُبَاحَاتُ الْحَالَةُ الطَّلَاقُ* یعنی اللہ کے نزدیک مباح چیزوں میں مبغض ترین چیز طلاق ہے تاہم اگر زوجین کی زندگی میں مزید خرابیاں پیدا ہونے کا خطرہ ہو تو طلاق کی اجازت ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي  
 أَنْكَهْتَ أَبْجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ بِمَا  
 آفَكَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَلَغْتَ عَمَلِكَ وَبَلَغَتْ عَمَلُكَ  
 وَبَلَغْتَ خَلَاكَ وَبَلَغْتَ خَلْقَكَ الَّتِي هَاجَرْنَ  
 مَعَكَ وَأَمْرًا مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبْتَ لِنَفْسِهَا  
 لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً  
 لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ عَلِمْنَا مَا  
 فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ  
 أَيْمَانُهُمْ لَكِنَّا لَنَكُونُ عَلَيْكَ بِخَرَجٍ  
 وَكَانَ اللَّهُ عَفُورًا رَحِيمًا ⑤

ترجمہ: اے پیغمبر! ہم نے تم کے لئے حلال فراد دی ہیں وہ  
 آپ کے لئے آپ کے وہ بھابی جن کے ساتھ آپ نے اور  
 کر لیے ہیں۔ اور وہ جو آپ کے ملکیت میں ہیں جو اللہ  
 نے آپ پر حلالی ہیں۔ اور آپ کے بھائی، پھر وہی اور بھائی  
 اور خالہ زاد بھائی جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے  
 اور وہ ایذا ر عسرت میں جو اپنے آپ کو نہیں کے لئے  
 ہیں کہ جسے اگر نبی اس سے نکاح کرا جائے۔ ہر آپ کے

یہ خاص ہے۔ دیگر مومنوں کے علاوہ۔ تحقیق ہم جانتے ہیں جو ہم نے مقرر کیا ہے۔ ایمان والوں پر ان کی بیویوں کے بارے میں اور انکی اولادوں کے بارے میں ہر قسم پر کوئی حرج نہ ہو۔ اور

اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا اور نہایت ہی مہربان ہے (۵)

گزشتہ آیت میں مسئلہ عورت کی عدت کا مسئلہ بیان ہوا تھا کہ اگر کسی عورت کو مباشرت سے پہلے طلاق ملے وہی جائے تو اس کے لیے کوئی عدت نہیں، وہ جس وقت چاہے نکاح ٹائی کر سکتی ہے۔ پھر اگر عدت سے منہ مٹا کر مباشرت کے ضمن میں فرمایا کہ طلاق شدہ عورت کو کپڑوں کا ایک جوڑا دیکر ایسے طریقے سے رخصت کر دو۔ اور اگر مقرر ہے اور ابھی ادا نہیں کیا تو وہ بھی ادا کر دو۔ اگر مقرر نہیں ہوا تو کپڑوں کا جوڑا دینا واجب ہو گا، بصورت دیگر مستحب ہو گا اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ نے نکاح کے مسئلے میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سات خصوصیات کا ذکر کیا ہے، جن میں سے چار خصوصیات اس آیت کریمہ میں آئی ہیں۔ اور

درجہ اکابر

باقی تین آئمہ دروس میں بیان ہوں گی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی خصوصیت کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ كُنْ بِمَا يَأْتِيكَ مِنَ الْبَيِّنَاتِ أَصْلًا لِّمَا أَتَىٰكَ الْبَيِّنَاتِ

اِنَّكَ اَجُودَ رَهْنًا بِمَا يَأْتِيكَ مِنَ الْبَيِّنَاتِ لِمَا أَتَىٰكَ الْبَيِّنَاتِ

ہر آپ ادا کر چکے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ازدواج جمع کا صیغہ استعمال کیا

ہے کہ آپ نے جتنی بھی عورتوں کے حوالہ کر دیے ہیں وہ سب آپ کے لیے حلال ہیں

چاہے ان کی تعداد کتنی بھی ہے۔ یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ دیگر نہ عام مسلمانوں

کے لیے بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ یہاں کہ

سورة النساء میں اللہ کا فرمان موجود ہے فَانْكِحُوا مَا كَتَبَ لَكُمْ

مِنْ النِّسَاءِ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَرَبِّكُمْ (آیت ۳۰) پس اپنی طاقت

کے مطابق دو، تین یا چار عورتوں سے نکاح کر سکتے ہو۔ بشرطیکہ ان کے حقوق ادا

کر سکو اور ان کے درمیان انصاف کر سکو۔ اور اگر ایسا نہ کر سکو تو پھر ایک عورت

تعد ازدواج  
کی عادت

پر بھی لکھا کرو۔

حضرت عائشہ  
پر اعتراض

حضور علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر عرض کرتے آئے ہیں :  
خاص طور پر یہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھ کر بیٹھتے ہیں، جو بعض خطاکاروں نے  
اس پر کیا ہے، کبھی نہیں ہندوؤں میں سے کسی کو ہرگز نہ بیٹھا گیا تھا جس نے "رجعہ ورجل"  
اسی کا سبب ٹھکانا بنیائے تھا، افسوس کہ انہی کے خلاف اس کو فرائض علیہ السلام نے کبھی نہ کیا  
تکسب پہنچا، اور خود بھی حضرت ازار پر چڑھ گیا، تو اگر اس کے جذبہ ابائی کے سترت  
ہیں، چہر علیہ السلام کی کثرت پہ ازواج پر اعتراض کرنے والے انصاف سے کام  
نہیں لیتے۔

حضور علیہ السلام نے ۲۵ سال کی عمر میں ایک ۴۰ سالہ بڑھ عمرت حضرت  
خدیجہ سے نکاح کیا اور پہلی چالیس سالہ ازواجی زندگی نہایت پیرے دینے سے لبر  
کی، مگر پچاس سال کی عمر تک قرآن نے اسی ایک عورت پر انصاف کیا، تو کہا ادا  
سال کی عمر میں حضور بائیس آپ کو عجمی کی عزت سے پیش آگئی مگر حضرت زید  
کی فریب کہہ کے بعد آپ نے ایک دوسری عمر عورت حضرت سودة سے نکاح کیا،  
اور پانچ سال تک وہی ایک ہی عورت میں رہی، تیسری عاتق جس سے آپ  
نے نکاح کیا حضرت ابوبکر و ابن عباس کی بیوی حضرت عائشہ مبنی، ان کے ساتھ نکاح  
کئے میں ۱۱ بیویاں رہا، اور فطرتی مزاج میں نہ کمر ہوئی، تا جب عورت بات یہ ہے،  
کہ جوانی کا زمانہ آکر آپ نے بڑھی عمر قریب کے ساتھ گزارا، واپس باجائے میں آپ  
کو زیادہ جوانی کرنے کی کیا عزت رہی، یہ سب باتیں مبنی !

آیت کے الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ کثرت ازواج کا حکم حضور علیہ السلام  
کو خود اللہ نے دیا تھا اِنَّآ اَخْلَقْنَا لَكَ مِنْ نَفْسِكَ نَفْسًا مِثْلَ نَفْسِكَ  
اور اس میں مصالحت مبنی کہ وہ اسلام کی تبلیغ کر عام کیا جائے، چونکہ عورتوں  
کے مسائل عورتوں سے ہی دور یافتہ کیے جاسکتے تھے لہذا  
اللہ تعالیٰ کا مشا، یہ خدا کرنا زیادہ سے زیادہ عورتیں حضور علیہ السلام کی صحبت میں

رہ کہ احکام دین سیکھیں اور پھر ان کی زیادہ سے زیادہ سے اشاعت کریں چنانچہ کئی نام ازواجِ مطہرات عالمہ فاضلہ اور نہایت پاکیزہ تھیں، لہذا انہوں نے تبلیغ دین کے لیے بڑا کام کیا۔ اس کام میں ان کا حصہ بعض اوقات مسکروں سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

کثرتِ ازدواج کا دوسرا بڑا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف نفرت کو حتی الامکان دُور کیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بہت حد تک کامیابی بھی ہوئی۔ اہلِ مسیحیت اگرچہ قریشِ خاندان سے تھے مگر حضور علیہ السلام اور دین کے سنت و رُسن تھے، مگر جب ان کی بیٹی ام حبیبہؓ کا نکاح حضور کے ساتھ ہو گیا تو اہلِ مسیحیت کی دشمنی بہت حد تک کم ہو گئی تھی۔ یاروےؓ آپؐ پہلے ہی اسلام لایا تھیں اور مہاجرینِ حبشہ میں بھی شامل تھیں۔ وہیں آپؐ کا نکاح حضور علیہ السلام کے ساتھ غالباً یہ طور پر ہوا تھا۔ حضرت صفیہؓ بطور لونڈی آپؐ کے پاس آئی تھیں مگر آپؐ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ اس طرح یہودیوں کی نفرت بھی کم ہو گئی۔ اسی نکاح کی وجہ سے یہودیوں کو حضور علیہ السلام کے قریب آنے کا موقع ملا۔ اور ان میں سے بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے، عربوں میں یہ عام دستور تھا کہ جس خاندان میں کسی شخص کا نکاح ہو جائے وہ سارا خاندان اس شخص کو اپنا داماد سمجھتا۔ اور حتی الامکان اُس سے حسن سلوک سے پیش آتا۔ یہ بھی ایک وجہ تھی کہ کثرتِ ازدواج کی وجہ سے آپؐ کی دشمنی بہت کم ہو گئی۔ اسی طرح باقی نکاحوں کی وجہ سے بھی اسلام کو بہت فائدہ پہنچا۔

حضور علیہ السلام کی پہلی خصوصیت قرآنِ شریف نے یہ بیان فرمائی کہ آپؐ کو کثرتِ ازدواج کی اجازت فرمادی۔ اور آپؐ کی دوسری خصوصیت یہ ہے وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ رَمًا أَفَاءَ اللَّهِ عَلَيْكَ اور وہ لونڈیاں بھی آپؐ پر ہم نے حلال قرار دی ہیں جو اللہ نے آپؐ پر لوٹائی ہیں۔ مثلاً حضرت صفیہؓ کا تعلق یہودی خاندان سے تھا اور وہ آپؐ کے ہاں بحیثیتِ لونڈی آئی تھیں۔ یہودیوں کی ایک اور عورت ریحانہ بھی بطور لونڈی آپؐ کی تحویل میں آئی تھی۔ اسی

لونڈیوں  
کی حالت





سے کی جاتی ہے ، لہذا مہاجر عورتوں میں فخر و غرور پسندی کا احتمال بہت کم تھا ۔  
ہجرت کے ساتھ مشروط کرنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ جس عورت نے آپ  
کے ساتھ ہجرت کی ہوگی اس کو دین کی تعلیم و تربیت کا بھی زیادہ موقع ملا ہوگا ۔ اور  
زیادہ عورتوں سے نکاح کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اسلام کی زیادہ سے زیادہ اشاعت  
ہو لہذا اللہ نے ہجرت کی یہ شرط عائد کر دی ۔

اللہ نے حضور علیہ السلام کی چوتھی خصوصیت یہ بیان فرمائی ہے ۔ **وَأَمْرًا**  
**مُّؤَمَّرَةً** اِنْ فَهِمَتْ نَفْسًا لِلشَّيْءِ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَنْتَحِكَهَا  
اللہ ہم نے وہ بوسہ عورت بھی آپ کے لیے حلال کر دی ہے جو اپنے نفس کو نبی  
کے لیے بخش دے ۔ اگر اللہ کا نبی اس سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہے مطلب  
یہ ہے کہ اگر کوئی عورت از خود بغیر دوسرے نبی علیہ السلام سے نکاح پر رضا مند ہے  
تو اس کی بھی اجازت ہے مگر حضور علیہ السلام کو بغیر دوسرے نبی سے نکاح کی اجازت  
دی ہی گئی ۔ جب کہ عام امتیوں کے لیے امر کی اور ایسی ضروری ہے ۔ جبکہ سب سے اللہ  
میں **وَأَحَلَّ لَكُم مَّا وَدَّوْا لَكُمْ اَنْ تَنْتَحِلُوْا بِأَمْوَالِكُمْ**  
آیت ۱۶۴۰ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ہمارے عورتوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ ان  
کے علاوہ باقی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں بشرطیکہ تم مال خرچ کرو یعنی انہیں حق امر  
اداکرنا ۔ یہ اور ایسی اس قدر ضروری ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے نکاح کے  
بعد باہرست نہیں کی **فَنَصَفْتُ مَّا هُوَ مَنكُومٌ** (البقرہ ۲۲۰) تو میری اُسے  
نصف سے ادا کرنا ہوگا ۔ تاہم اللہ نے نبی علیہ السلام کو امر کی اور ایسی کے بغیر بھی نکاح کی اجازت  
دی ہے جبکہ کوئی عورت از خود ایسا کرنے پر رضا مند ہو ۔ حضور علیہ السلام کو اللہ کی طرف  
سے یہ اجازت تو مل گئی مگر آپ کی حیات مبارکہ میں ایسا کوئی موقع نہیں آیا کہ آپ اپنے  
اس سہولت سے فائدہ اٹھایا ہو ۔ ایک خاتون نے اپنے آپ کو حضور کی خدمت  
میں پیش کیا تھا مگر آپ نے یہ پہل کٹ قبول نہیں فرمائی تھی بلکہ اس عورت کا نکاح  
اپنے ایک صحابی سے کر دیا تھا ۔ یہ بھی حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے ۔ اللہ نے

بغیر دوسرے  
نکاح کی اجازت



تُرْجَىٰ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُمْ وَتُؤْتَىٰ إِلَيْكَ مَنْ  
تَشَاءُ وَمِنْ ابْتِغَايَتِ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا  
جُنَاحَ عَلَيْكَ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ تَقَرَّ أَعْيُنُهُنَّ  
وَلَا يَحْزَنَ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْتَهُنَّ  
كُلُّهُنَّ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ  
وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا ۝ (۵۱) لَا يَحِلُّ  
لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ  
بِهِنَّ مِنْ أَنْفَاجٍ وَلَوْ أَحْبَبْتَ حُسْنَهُنَّ  
إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ  
كُلِّ شَيْءٍ رَقِيبًا ۝ (۵۲)

۲۵۳

ترجمہ: آپ پیچھے ہٹا دیں اپنی بیویوں میں سے جس  
کو چاہیں اور جگہ دیں اپنے پاس جس کو چاہیں۔ اور جس  
کو آپ تلاش کریں اُن میں سے جس کو آپ نے الگ  
کر دیا ہے، تو آپ پر کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ  
بات زیادہ قریب ہے کہ ٹھنڈی ہوں اُن کی آنکھیں  
اور وہ غم نہ کھائیں، اور وہ راضی ہوں اس چیز پر جو  
آپ اُن کو دیں۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تمہارے



نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو عام کیا جائے۔ نبی کی بیویاں نبی کی صحبت میں رہ کر زیادہ سے زیادہ دین حاصل کریں گی۔ اور پھر اسے آگے پہنچائیں گی۔ اور یہ فریضہ وہی عورت ابھم سے مل سکتی ہے جو خورائیان دار ہو۔ اگر عورت یہودیہ یا نصرانیہ ہوگی۔ تو وہ نہ تو اسلام کی تعلیم حاصل کر سکی۔ اور نہ اسے آگے پہنچائے گی، لہذا اللہ نے یہ شرط عاید کر دی کہ اگر کوئی عورت خود کریمہ کے لیے جب کریمہ اور نبی اس سے بغیر ہر کے نکاح کرنا چاہے۔ اس عورت کا مؤمنہ ہونا ضروری ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی دینی مدرسہ کوئی کافر استاد محقر کر دیا جائے۔ ایسا استاد مسلمانوں کو کیا تعلیم دے گا؟ بغیر کے گھر کو ایک دینی مدرسہ کی حیثیت حاصل ہوتی ہے، لہذا اس گھر میں آنے والی سہ ماہی خاتون ہی دین کی کما حقہ خدمت انجام دے سکتی ہے، البتہ ہر کے ساتھ کریمہ سے نکاح کرنا بھی اجازت، اہل ایمان کے لیے عام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ (المائدہ - ۵) اہل کتاب دیر ذوق ناصرا رہی، ان کا کلمہ من عورتوں کے ساتھ بھی تم نکاح کر سکتے ہو۔ اِذَا اتَّخَذْتُمُوهُنَّ

درم سادات  
کا عادت

اُجُورَ فَمَنْ حَبَّ لِمِثْرٍ اَنْ يَمُرَّ بِالنَّاسِ فَكَانَ مِنْهُمْ اَوْ يَسْتَفْرِضَهُنَّ فَمَا بَلَغَ مِنْ ذُنُوبِهِنَّ مَا لَا يَحْصُوْنَ (النساء - ۲۴) آگے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی چھٹی خصوصیت یہ بیان فرمائی ہے تو مجھے مَن ذُنُوبُهُنَّ مِمَّنْ هُنَّ اَوْ يَمُرُّ بِالنَّاسِ فَكَانَ مِنْهُمْ اَوْ يَسْتَفْرِضَهُنَّ فَمَا بَلَغَ مِنْ ذُنُوبِهِنَّ مَا لَا يَحْصُوْنَ کہ آپ کے لیے بیویوں کے درمیان رولٹس لکھنے میں مساوات قائم رکھنا ضروری نہیں ہے۔ اس کے برخلاف عام مسلمانوں کے لیے حکم یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی متعدد بیویاں ہیں تو ان کے درمیان مساوات کا قیام ضروری ہے یعنی ایسا شخص جتنے روز کے لیے خود رولٹس اور شب بائنی ایک بیوی کے طوائف اختیار کرے گا اتنے ہی روز دوسری بیوی کے لیے اختیار کرے گا، منکر بغیر علیہ السلام کو اس پابندی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اگر آپ اپنی بیویوں کے پاس کم درمیش وقت گزار سکتے ہیں۔ اس استثنیٰ میں یہ مصلحت ہے کہ بغیر علیہ السلام پر مساوات کے مسئلے



کا اختیار کرتی خوشی کی بات نہیں تھی۔ اصل بات یہ تھی کہ جب اہل ایمان کے مومنین کو معلوم ہو گیا کہ نبی علیہ السلام پر مساوات کا قیام ضروری نہیں ہے، اس کے باوجود آپ اپنی طرف سے سچی اور ایمان مساوات کا سلوک فرماتے تھے۔ تو یہ بات ان کیلئے باعث مسرت تھی۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص کسی چیز پر اپنا حق سمجھے اور پھر وہ اُسے نہ ملے تو وہ ناراض ہوگا۔ مگر نبی کی بیویوں کا مساوات کا حق تو اللہ نے نہیں دیا اس کے باوجود حضور علیہ السلام کی طرف سے صبرانی کا سلوک اہل ایمان کے لئے خوشی کا سبب تھا۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ مساوات کے قانون سے آپ کا اتنا شوق آپ کی بیویوں کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک اور غم سے بھارت کا باعث ہوگا۔ اور پھر آپ اپنی مرضی سے ان کے

ساتھ جو بھی سلوک کریں گے۔ وہ اُس پر راضی ہوں گی۔ فَرِيَا وَاللّٰهُ يُعَالِمُ  
مَا فِيْكُمْ فَيَكُوْبُكُمْ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی بات کو جانتا ہے وہ  
تکائن اللہ علیہم اجمعین حلیہ تھا اور وہ سب کچھ جانتے والا اور بڑا رہے  
وہ فری گرفت نہیں کرتا۔ اگر کوئی کراہی ہو جائے تو وہ اپنے وقت پر پڑا ہے  
یہ اُس کی بردباری کی علامت ہے۔

مزید علاج  
کی ضرورت

حضور علیہ السلام کی ساتویں وصیت اللہ نے یہ بیان فرمائی ہے لَا يَكْفِلُ  
لَكَ الْبَيْتَ اَوْ مِسْرًا کہ نہ اس کے بعد آپ کے لیے کوئی عورت حلال نہیں  
ہے وَلَا اَنْ تَبْتَذِلَ پھینک دو اور نہ ہی آپ ان کے ہرے  
میں دوسری بیویاں تبدیل کر سکتے ہیں مطلب یہ کہ اس آیت کے نزول کے بعد  
آپ مزید بیویاں نہیں کر سکتے۔ وَلَوْ اَنْجَبَتْ جسٹنٹن اگرچہ ان کا صبر ہو  
زیادہ اچھا ہے۔ یہ پابندی بھی صرف حضور علیہ السلام کے لیے ہی تھی کہ آپ اپنی  
بیویوں میں سے کسی کو چھوڑ کر یا موجودہ بیویوں کی موجودگی میں مزید نکاح کر لیں۔  
مختصر یہ کہ اس کی تفسیر دو طرح فرماتے ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس حکم کا



منشا یہ ہے کہ بعض قبور کے گرد رتوں سے متحور حیلانہ کو انہوں کی اپناست اللہ نے  
 دی تھی اس کے علاوہ کسی اور قسم کی حرارت سے نکلنے نہیں کہہ سکتے، منشا آپ کو  
 عام مگر حروروں سے نکلنے کی اپناست تھی۔ ان کا آپ کو اندازہ کریں، آپ کے  
 لیے لڑائیوں میں ملائی تھیں۔ آپ کی بی بی زہرا، بی بی زہرا، امینہ زہرا، امینہ زہرا  
 ملائی تھیں۔ جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی آپ کو بی بی زہرا، بی بی زہرا، بی بی زہرا سے  
 نکلنے کی بی بی اپناست تھی جس نے آپ کو سیر کر کے فرشتوں، عسکرین کی کھینچنے سے  
 کہ اس اقدام کی حروروں کے علاوہ آپ کی دوسری ہجرت سے نکلنے میں  
 کر سکتے۔ تب حضرت انس کی روایت کے مطابق اس آیت کا سبب یہ تھا  
 مطلب یہ ہے کہ آپ کو حرور، زہروں کے علاوہ مزید نشان نہیں کہہ سکتے۔ اس  
 کی وجہ یہ ہون کہ آپ کی اپناست نے نہاد و فریاد کا مظاہر کیا، اور  
 آپ کا ماضی بر سگئے اور پھر اس کے حکم سے افواج میں یہ اعلان فرما دیا کہ اگر وہاں کی  
 جیش و مشرت باقی ہو کر آؤ میں نہیں پہنچے طریقے سے رخصت کر دوں اور اگر  
 اسے اور اس کے بیٹوں کی رضا اور آخرت کا کفر، مطلب ہے تو چہرہ کی فریب میں  
 گزرا کر اگر افواج و مشرت نے دوسری اپناست کر لیا ہے کہ اللہ نے ان کی بھر جہر سے  
 جس وقت گونہ دیا، یعنی کہ وہ اپناست آپ کے گھروں میں چلے نہیں جہاں تھا،  
 فریب میں کہ جب انہوں نے اس فضا سے گزری تو انہوں نے اس سے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو سب سے زیادہ آئندہ ان بیویوں کے علاوہ مشرت میں نہ کریں، چنانچہ سب نے  
 اس حکم کی پابندی کی۔ آپ کی رخصت کے وقت آپ کی بیویوں اور زہرا کی  
 موجود تھیں۔ ان کے مدورہ مشرت نہ کر پڑے تھے جس وقت ہر بیوی میں اور مشرت  
 نہ سب بہت خرم و ہر بیوی میں نہ تھیں۔

اس آیت کے بعد یہ آید: وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ

(نیا صف)

لے خاندان منہجی۔ دوسری صفحہ ۱۱۱

ہوتا ہے کہ قبل از نکاح مرد اور عورت ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ  
 شکل و صورت، قد و قامت اور حسن و غیرہ کا ادراک تو دیکھنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے  
 اسی لیے تو الشریعہ فرمایا کہ آپ کو مزید نکاح کی اجازت نہیں ہے۔ اگرچہ آپ  
 کو کسی عورت کا حسن معلوم ہو۔ اس بات کی تصریح حدیث میں بھی موجود ہے  
 کہ جس عورت کو پیغام نکاح دینا مقصود ہو، آدمی اسے دیکھ سکتا ہے اور پسند  
 ناپسند کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ البتہ تنہائی میں بیٹھ کر گفتگو کرنے کی اجازت نہیں  
 کیونکہ اس سے کئی قسم کی قیاحیں پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ آج کل نام نہاد  
 صحفہ مسالک میں لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کو پسند کرنے کے لیے  
 قبل از نکاح کئی کئی ماہ تک اکٹھے رہ کر (COURT SHIP) کرتے  
 ہیں اور اس کے بعد نکاح کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں یہ تو صریحاً بیجا  
 کی بات ہے، اہم لڑکے اور لڑکی کو ایک دوسرے کو دیکھنے اور بات چیت کرنے  
 کی اسلام نے اجازت دی ہے۔ الغرض! الشریعہ فرمایا کہ آپ کو مزید نکاح کی  
 اجازت تو نہیں ہے اَلَا مَّا مَلَكَتْ يَمِينُكَ البتہ آپ کی مملوکہ لڑکیوں  
 کو گھر میں رکھنے کی اجازت ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی شَيْءٍ شَاقِیًا  
 اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگیبان ہے۔ احکام الہی کی پابندی یا ان کی خلاف ورزی کرنے  
 والے سب لوگ اس کی نگاہ میں ہیں اور وہ ہر ایک کے ساتھ اس کے عہدہ  
 اور عمل کے مطابق ہی سلوک کرے گا۔

اکثر لوگ اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام میں لڑکی غلام رکھنے  
 کی اجازت ہے۔ جو کہ شرفِ انسانیت کے خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے  
 کہ اسلام بھی غلامی کو غیر فطری چیز تصور کرتا ہے اور اس کے حق میں نہیں ہے  
 ظہور اسلام کے زمانے میں غلامی کا رواج پوری دنیا میں پھیلا ہوا تھا اور بد مذہب کا دنیا  
 کا زیادہ تر انحصار اپنی پر تھا۔ اگرچہ اسلام نے اس رواج کو بحیرہ ختم نہیں کیا، مگر  
 اس کو پسند ہی نہیں کیا، بلکہ اس کو ختم کرنے کے لیے کئی اقدام کیے۔ چنانچہ

لڑکی غلام  
 کا رواج

غلام کی آزادی کر، بہت بڑی بھلی خزانہ اور شکاریوں نے ہزاروں غلام خرید کر آنا اور  
 کیے ۱۰ اس کے علاوہ اسلام نے مختلف جہازات کا کھانا بھی غلام کی آزادی کو قرار  
 دیا اور اس طرح بھی بہت سے لوگوں کو آزادی نصیب ہوئی، پھر آہستہ آہستہ پوری  
 دنیا کے انھی غلامی کا راج ختم ہو گیا۔

عمر بنون کی غلامی کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے، اسلام کے ظہور سے پہلے جب  
 مختلف قبائل آپس میں جنگیں کرتے تھے تو مرد و زن سے جانتے بوجھتے اور بچے  
 سیکے یا درود و گوارہ جاتے جن کی وجہ سے معاشرت میں کئی قسم کی غزایاں پیدا  
 ہوتی، اسلام نے زمانے کے حالات کے پیش نظر اس رویہ کو اس میں  
 جان رکھا، اگر آزادیت عرض نہ کیے تو درود کی شوگر نہ کھاتے چرو بکر لوگوں  
 کے قرض میں، ان کی خدمت میں کریں اور پیچھے خریدنے سے زندگی بھی بسر کریں  
 چنانچہ اسلام نے لوگوں کو غلاموں کے بہت سے حقوق متعین کیے اور انھوں  
 کو حکم دیا کہ عیا علی کی قرآن کو حق سمجھاؤ اور جیسا خود چاہیں کر بھی میناں، کسی  
 غلام سے اس کی عاقبت سے زیادہ کام نہ کرو اور اگر کوئی مشکل کوہ ان کے  
 سپرد کرو تو قرآن و بسی ان کا اہل و عیال ہو۔

اس کے برخلاف ہم دیکھتے ہیں کہ چلی منکسٹ علیہم میں جو بڑوں کے گھر پر  
 نوازتے گئے اور بیسیں لاکھ غریب بانی ہو گئیں جن کا کوئی پرمانہ حال نہیں تھا،  
 پھر انہیں فیکٹریوں میں بھی لگا دیا، تو بڑوں بے حیاں اور بکواسی بین حاضر قیام کیا  
 پیٹ ہوئی اور یہی عمل دنیا بھر کے پہلے مجبوت ہیں گئیں، اس کے بخلاف  
 سلطان شہر کی نے خود روزانہ پر عمل کرتے ہوئے ایک سے زیادہ نیک کرچے  
 اور میں طرح ہے سدا، وہ جانتے دل عمروں کو سدا مل گیا اور وہ باعزت زندگی  
 گزارنے لگے گئیں، ہر حال میں غلامی اور تو روزانہ کے معاملہ میں اسلام نے  
 بہترین راستہ اختیار کیا ہے وہ جس پر لوگ خود خواہ، عرض کر سکتے ہیں۔

وَمِنْ يَقْنُتِ ۲۳

الاحزاب ۲۳

درس ہشتم ۱۸

آیت ۵۳ (محل)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ  
النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ  
غَيْرِ نَظِيرَتِ إِيَّاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ  
فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ  
ذَلِكَ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَجِیْ مِنْكُمْ  
وَاللَّهُ لَا يَسْتَجِیْ مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا  
سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ  
حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ

ترجمہ :- اے ایمان والو! بیت داخل ہو نہی کے گھر  
میں مگر یہ کہ تم کو اجازت دی جائے کھانے کی اس  
حال میں کہ اس کے پچھ کا انتظار کرنے والے نہ ہو  
لیکن جب تم کو بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ اور جب  
تم کھا چکو تو پھر بیٹے جاؤ۔ اور نہ آپس میں بات چیت  
کے لیے ہی مگنا کر بیٹھنے والے ہو۔ بیشک یہ چہر  
تکلیف دیتی ہے اللہ کے نبی کو۔ پس وہ کیا کرا  
ہے تم سے۔ اور اللہ تعالیٰ نہیں چلا کر؟ حق بات  
کو ظاہر کرنے سے۔ اور جب تم پیغمبر کی بیویوں سے  
کوئی سامان طلب کرو، پس مانگو ان سے پردے کے

بچے سے : "بہنو پاکیزہ بنے تھنائے داروں کے بن اور  
ان کے دلوں کے سینے ۔

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کھن کے مسئلے میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کی خصوصیات بیان فرمائیں اور اس آیت میں اللہ کے نبی کے گھر کے  
نواب سکھائے ہیں۔ نیز ازواج مطہرات کے متعلق بھی بعض آداب کا تذکرہ  
کیا ہے۔ جو نامہ ذہن کے لیے ضروری ہیں۔ ان میں سے بعض چیزیں پس  
ازواج مطہرات کے لیے ہی خاص ہیں جبکہ عام ایمان والوں کے لیے بھی  
واجب شایع ہیں۔ چنانچہ مندرجہ علیہ السلام کی اندرین مطہرات کا تذکرہ کر کے  
عام گھر کی کوئی بھی اہلیہ سکھایا ہے ۔

درجہ  
کے آداب

ارشاد باری تعالیٰ : لَا تَقْرَبُوا زُجَرَ الْبُيُوتِ الَّتِي فِيهَا يَتْلَوْنَ الْقُرْآنَ  
نہی کے گھروں میں داخل نہ ہو۔ یہاں تک کہ تم نہ کہنا نہ کہنا کی اجازت نہ  
ہوئے۔ اور ساتھ ہی فرمایا وَالَّذِينَ يَتْلَوْنَ الْقُرْآنَ اس لئے کہ کہنا بچنے کے  
افشاء ہیں۔ یہ سمجھنے والے : ہو مطلب کہ قبل از وقت میں ماکر نہ بیٹھنا اور کہ جب  
کہ اتنا نہ ہوگا تو کہہ میں گئے۔ وَالَّذِينَ يَتْلَوْنَ الْقُرْآنَ فدخلوا بغير  
اجازت کے گھر میں اس وقت داخل ہو جب تم میں جابجا ہے ۔

کسی گھر میں دعوتِ عامہ کے لیے اجازت نہ کہہ جانے کا مطلب  
یہ بھی ہے کہ کسی کے گھر میں اجازتِ قطعی بن کر نہیں جانا چاہئے۔ ایسا ہی  
اپسندیدہ بات ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا : مَنْ دَخَلَ  
بن ڈالنے مکان کی مثال ایسی ہے دَخَلَ دَخَلًا۔ جتنا فَخَسَفَتْ  
تک پہنچ نہیں آکر داخل ہوتے وقت وہ چرہ برآ ہے اور ۔

وقت ڈاکو۔

ایک شخص نے حضور علیہ السلام کی دعوت کی۔ آپ کے ساتھ چار آدمی اور میں تھے۔ جب وہ میزبان کے گھر کی طرف پہنچے تو ایک مزید آدمی ساتھ مل گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعلقہ مکان پر پہنچ کر صاحب خانہ کو مطلع کیا کہ ہم اسے ساتھ ایک بن جانا ہمارا بھی ہے، اگر ایک زائد آدمی کے لیے کھانے کی گنجائش ہے اور تمہاری اجازت ہو تو وہ آدمی بھی آجائے ورنہ ہم اسے واپس لوٹا دیں گے۔ بہر حال اس شخص نے اجازت دیدی اور اس طرح مسئلہ واضح ہو گیا۔ باقی یہی یہ بات کہ صبح قبل از وقت پہنچ کر کھانا کھانے کا انتظار کرنا ہے، تو مفسرین کو شک فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا اس وقت میرزا کا صاحب خانہ حرج محسوس کرے۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں چونکہ کھانا کھانے کا انتظام عام طور پر گھر کے اندر ہوتا تھا۔ جہاں عورتیں بھی ہوتی تھیں، علیحدہ بیٹھک لڑکیاں ہوتی تھیں۔ اس لیے لبا اوقات میزبان کو مہمانوں کے قبل از وقت آجائے سے وقت پیش آتی تھی، اس لیے فرمایا کھانا تیار ہونے سے پہلے ہی نہ آجاؤ مبادا کہ صاحب خانہ وقت محسوس کرے۔

شان نزول

ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام کا نکاح حضرت زینب بنت جحش کے ساتھ ہوا تو آپ نے دعوت ولیمہ کا خاص طور پر انتظام کیا تھا تاکہ لوگوں کو اچھی طرح علم ہو جائے کہ منہ بوسے بیٹے کی مطلقہ کے ساتھ نکاح بالکل درست ہے۔ چنانچہ روایات میں آگے ہے کہ آپ علیہ السلام نے ایک بیکری ذبح کی اور روٹی پکائی۔ تمام شرکاء نے جن کی تعداد تین سو کے قریب تھی گوشت روٹی کھائی۔ اس موقع پر احکم علیکم نے کچھ ملوہ بنا کر بھیجا، چنانچہ کھانے کے بعد ملوہ بھی کھا گیا۔ اس موقع پر آپ نے باقی لوگوں کو بھی بلا لیا۔ اتنی

بڑی رحمت و رحمت علیہ السلام ہے گی درجہ نکاح کے وقت پر نہیں کی۔ اسی فرقہ پر یہ آیت نازل ہوئی کہ بلا عاقبت نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو کہ کھانا پینے کا انتظار کرتے رہو۔ پھر جب کہ آگے چل کر منشی ہو جاؤ اور مجاہد گزشتہ کرتے رہو۔

دعوتِ اولیٰ

نکاح کے بعد دعوتِ اولیٰ منت ہے مگر یہ اپنی حیثیت اور جگہ نشانی کے مطابق ہونا چاہیئے۔ اگر کسی شخص کے پاس ولیمہ کرنے کی گزارش نہیں ہے فریاد نہ کرے حضور علیہ السلام نے اپنے مقصد دنیاوی کے مواقع پر نہ دعوتِ ولیمہ کا اہتمام نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کی خصمی کے وقت گھر میں کچھ نہیں تھا، حضرت سعدؓ کے گھر سے دروازہ کا ایک بڑا چال آگئی تھا، حضورؐ نے فرمایا کہ وہی چال دے گا یہی اس نکاح کا ولیمہ تھا حضرت صفیہؓ کا نکاح درواری سفر ہوا، آپؐ کے پاس تھوڑے سے سسے کا اور کچھ کھجوریں تھیں۔ آپؐ نے دوستوں کو ان سے فرمایا کہ میں کے پاس کچھ کھانے کی چیز ہے اسے آئے۔ غور و غفلت کی سادہ چیز میں حج کے گھر سے کے ایک درخیزان پر چڑھ کر گئیں اور سنبھلے کھائیں، حضرت صفیہؓ یہ بھی ولیمہ تھا بعض یہ کہ دعوتِ ولیمہ کوئی ایسی شے نہیں ہے جسے لانا پر تکلف نہ دیا جائے خود اس کے لیے کوئی کفر ضرورت نہ پڑے۔ یہی ہمتہ نہیں ہے۔ دعوتِ حیثیت کے مطابق ہونی چاہیئے۔ اگر اسلام میں تکلف کی کوئی گنجائش نہیں۔

گھروں میں داخلہ کے سوا

اس آیت کا جوہر میں فدوت کے مسئلے میں داخلے کے آداب ہائی کے گئے ہیں، عام حالات میں بھی انہی نے گھروں میں داخلے کے احکام و سورت قرآن بیان کیے ہیں۔ آیت ۲۴۰ میں یاد دہشت کہ اے ایمان والو! اپنے گھر پر نہ کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں اس وقت داخل نہ ہو جب تک کہ نہایت نہ سنے اور تم گھر والوں کو سلام نہ کرو۔ اور اگر تم گھر میں کسی کو نہ بھیجیں بغیر اجازت سے داخل ہو، اور اگر تمہیں باہر جانے کے لیے کہا جائے تو

واپس لوٹ جاؤ۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ کسی کے گھر جاؤ تو دروازے پر کھڑے ہو کر قین دفعہ سلام کہو۔ اگر اجازت مل جائے تو داخل ہو جاؤ اور اگر گھر سے کوئی جواب نہ آئے تو واپس لوٹ جاؤ۔ یہ تو عام گھروں کے لیے احکام ہیں جب کہ پیغمبر علیہ السلام کے گھر سے متعلق تو حکم زیادہ مڑاؤ ہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں لوگ ایک دوسرے کے گھروں میں بلا اطلاع چلے جاتے تھے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک موقع پر پیغمبر علیہ السلام حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر تشریف فرما تھے کہ عربوں کے ایک قبیلے کا سردار آیا اور سیدھا حضور کے پاس اندر چلا آیا۔ پھر پوچھا تھا ہے گھر میں یہ خاتون کون ہے آپ نے فرمایا کہ ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی، سیری یوری اور مومنوں کی ماں ہے۔ وہ کم فہم تھا کہنے لگا۔ اَلَا نَتَنَّا اَذَلْ کیا ہم آپس میں تبادلہ نہ کر لیں یعنی میری یوری تم سے لو۔ اور یہ مجھے سے دو۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ پھر حضور علیہ السلام نے اس شخص کا نام لے کر فرمایا کہ تم ہمارے گھر میں بلا اجازت کیوں داخل ہوئے تو وہ شخص کہنے لگا کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے کسی حضورؐ کے گھر میں اجازت لے کر نہیں گیا۔ ام المؤمنینؓ نے اس شخص کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا یہ احمق ہے، بگاڑی قوم کا سردار ہے۔ غرضیکہ جاہلیت کے زمانے میں لوگ ایک دوسرے کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہو جاتے تھے مگر اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی۔

یہاں کہ پہلے عرض کیا کہ اس آیت کی مصداق حضرت زینبؓ کے نکاح کے موقع پر دعوتِ ولیمہ تھی۔ جب کہ کھانا تیار ہو گیا تو لوگوں کو پیش کیا گیا۔ وہیں گھر میں انتظام تھا۔ ام المؤمنینؓ بھی اُسی کمرے میں دیوار کی طرف رخ کر کے بیٹھیں تھیں۔ جب لوگ کھانا کھا چکے تو ان میں سے بعض وہیں بیٹھ بیٹھے باقی کہنے

کھانا کھانے کے بعد



گئے، اس پر حضرت علیہ السلام نے وقت گزرنے کی آپ پاجستے تھے کہ اب لوگ  
 پہلے نہیں مقرر ہوئے، انہوں نے کہا: کیا یہ، پر انہیں کہنے کے لیے تیار نہیں تھے  
 اس دوران میں آپ ایک دفعہ اٹھ کر غروب ہو رہے تھے، نہایت تھک کر شاہ  
 یہ لوگ بھی اندر بیٹھ گئے، مگر وہ دنوں میں عروفت جبے، حضرت عبداللہ راہیں  
 اندر آئے اور حضرت اشرف سے دریافت کیا کہ وہ لوگ وہیں بیٹھے ہیں یا نہیں  
 گئے ہیں، انہوں نے پایا کہ وہ لوگ بھی غائب بیٹھے ہیں، اس میں لوگوں کو  
 حضور علیہ السلام کو وقت کا اس میں بارگاہ اندر کھڑے گئے، اس موقع پر حضرت  
 نے یہ آیت ذیل فرمائی: قَالُوا طَعْنُكُمْ فَلَمْ تُصْرِعُوا، اہم یہ کہ تم کہنا کہ  
 چکر رہے پہلے مافوق، كَلَّا مَسْنَا بَيْنَهُنَّ لَيْلَتٌ وَنَهَارٌ، اس بات سے کہ میں  
 معہ وقت ہرگز نہیں پہنچے، ہاں۔

حضرت کریم علیہ السلام نے کہا کہ ان کے فرماؤ پہلے ہاں، اس وقت  
 انہوں نے عمل صحابہ سے کہا: جب کہ صاحب غنہ اس میں مرد عیسٰی گھرنے اور ان  
 صاحب خاؤں کو وقت پہنچیں نہیں، یہی وہی کہانی خواہش ہے کہ لوگ پہنچے  
 رہیں جیسا کہ آج کل عام طور پر پانچوں کے وقت پر تقریر و تقریر ہو رہی ہے اور  
 لوگ پہنچے کہتے ہیں، تو کھانے کے بعد پہنچنا، اس سب میں رواج۔

عبداللہ  
 راہیں

آگے ایشاد ہوا ہے اس وقت لَا يَكْفُرُ صَاحِبُ الْكُفْرِ، لَا يَكْفُرُ صَاحِبُ الْكُفْرِ  
 نہیں کھاتا، جس کا کھانا ہے شک: بات ہنر بارہ بیٹھے دہائی علیہ السلام  
 کو جمعیت دینی ہے، مگر حضرت علیہ السلام حیا کی وجہ سے اپنی جمعیت کا اعلان نہیں  
 کرتے الْمُتَّقِينَ، جس سے الْمُتَّقِينَ، عباد فرماؤ انسان کا جزو ایمان ہے جو کہ  
 بہت اچھی صفت ہے۔ وَالْمُتَّقِينَ، لَا يَكْفُرُ صَاحِبُ الْكُفْرِ، اس میں یہ

نہیں اُس کا ایمان نہیں۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ عیادار تھے۔ صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ ہم تکلیف دہ چیز کی ناگواری حضور علیہ السلام کے چہرہ مبارک سے معلوم کرتے تھے۔ وگرنہ آپ اپنی زبان سے کسی تکلیف کا اظہار نہیں فرماتے تھے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام ایک دوشیزہ پر دو نشین لڑکی سے بھی زیادہ عیادار تھے۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص زرد لباس پہنے ہوئے آیا۔ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد جب وہ اٹھا تو حضور علیہ السلام نے دوسرے لوگوں سے فرمایا کہ اس شخص کو کہہ دو کہ یہ لباس مناسب نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ حضور علیہ السلام خود اپنی زبان سے اسے یہ کہنا بھی پسند نہ کیا۔

فرمایا وَاللّٰهُ لَا يَسْخَىٰ مِنَ الْحَقِّ بَلْ يَكْبِتُ اللّٰهُ تَعَالٰی حَقَّ بَاتِ  
کو ظاہر کرنے سے نہیں شرمانا۔ قرآن پاک میں سورۃ البقرہ میں بھی ہے۔  
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْخَىٰ اَنْ يَّكْذِبَ مَثَلًا مَّا بَعْضُ النَّاسِ  
فَتَنَّمَا فُتُوهُنَّ (آیت - ۲۶) اللہ تعالیٰ نہیں شرمانا اس بات سے کہ  
وہ جھگڑیاں اس سے بڑی چیز کی مثال بیان کرے۔ بہر حال اس آیت میں بھی ظاہر  
کے گھر میں جانے کے آداب بیان کیے گئے ہیں اور ان کا اطلاق عام مومنوں  
پر بھی ہوتا ہے۔

آگے اس نے ازواج مطہرات کے متعلق یہ آداب بھی سکھایا وَاِذَا  
سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ  
جب تم خج کی بیویوں سے کوئی سامان وغیرہ طلب کرنا چاہو تو پردے کے پیچھے سے  
پوچھو، سامنے نہ آؤ کہ ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ اگر کسی اجنبی عورت سے  
کوئی کام ہو تو بروقت اسد ضرورت آنا سامنا ہو سکتا ہے۔ ان بات بھی کر سکتا

پرسے کی  
پاسد



دلوں کے لیے بھی اور اہمات المؤمنین کے لیے بھی زیادہ پاکیزگی والی بات ہے  
 لہذا جب بات کرنا ہو، کوئی چیز مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے  
 بات کرو۔

---

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِرُوا آيَاتِهِ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكَ كَانَتْ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ۝۵۷  
 تَبَدُّوا شَيْئًا أَوْ تُخَفُّوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ  
 بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝۵۸ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ  
 فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ  
 وَلَا أَبْنَاءَ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءَ أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا  
 نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ وَالتَّيِّبِينَ  
 اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝۵۹

ترجمہ :- اور نہیں لائق تمنا ہے کہ تم اپنا ہاتھ ان کے بھول کر اور نہ ہا کہ قسم نکال کر اس کی بھول سے اس کے بعد کہیں بھی ۔ بیشک نہایت ۔ است اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے ۵۷ اگر تم عامر کرو گے کسی چیز کو یا چھپاؤ گے تو بیشک ضرور ہر چیز کو جاننے والا ہے ۵۸ نہیں سہہ ان بھولنے کی چیزیں میں کوئی صریح ان کے ہاں کے سامنے اور نہ بیٹوں کے سامنے اور نہ بھائیوں کے سامنے ۔

اور نہ بھائیوں کے بیٹوں کے سامنے ، اور نہ بہنوں کے  
بیٹوں کے سامنے ، اور نہ اپنی مسلمان عورتوں کے سامنے  
اور نہ اُن کے سامنے کہ مالک ہیں اُن کے ۔ وہ اپنے  
ہاتھ (یعنی نوڈی غلام) اور ڈرتی رہو اللہ تعالیٰ سے ۔  
بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے (یعنی ہر چیز  
اُس کے سامنے ہے) (۵۵)

رابطہ آیات

گذشتہ درس میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کے گھر کے آداب کھائے ۔ کہ  
آپ کے گھر میں جلا اجازت نہ ہاڑا ۔ اگر تمہیں کھانے کی دعوت دی ہے تو بلا  
ازدقت نہ جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو بات چیت کے لیے بیٹھو نہ دو ۔ بلکہ اٹھ  
کر چلے جاؤ ۔ اگرچہ نبی کریم علیہ السلام اپنے اخلاق کو یہاں کی وجہ سے غامض بنا  
ہیں مگر انہیں جو دوسرے رک جانے کے تکلیف پہنچتی ہے ۔ پھر نبی کی اذواج مطہرات  
کے متعلق فرمایا کہ تمہیں اُن سے کوئی چیز طلب کرنی ہو تو سامنے نہ آؤ بلکہ پردہ کی  
سما خیال نہ کھینچو ۔ پرے کے پیچھے سے طلب کرو ۔ تمہارے اور اُن کے  
دلوں کی ٹکرات کے لیے یہی طریقہ بہتر ہے تاکہ دلوں میں کسی قسم کے دوسوے  
نہ پیدا ہونے پائیں ۔ عام عورتوں کے برخلاف نبی کی بیویوں سے متعلق زیادہ  
احتیاط کی ضرورت ہے ۔

اُمّ المؤمنین  
سے نکاح نہ  
مانگت

اب آج کی آیات بھی حضور نبی کریم علیہ السلام اور آپ کی اذواج مطہرات  
کے آداب سے متعلق ہی ہیں ۔ ارشاد ہوتا ہے وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ  
تُؤْخَذُوا رَسُولَ اللَّهِ نِ بَاتِ تَمَّا يَسْ لَاقِنَ نَبِيٍّ سَہَہَ كَرَمِ اللہ کے رسول  
کو کسی طرح بھی تکلیف پہنچاؤ ۔ بلکہ تمہیں تو ہر وقت نبی کا ادب و احترام قائم  
رکھنا چاہیے ۔ اپنے قول و فعل سے کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیے ۔ جو  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تکلیف کا باعث ہو وَلَا أَنْ تَشْكُوْا  
أَرْوَاجَهُ مِنْ قُبْحِهِ أَنْ تَكْبُرُوا أَنْ تَكْبُرُوا كَانَ عِندَ اللَّهِ  
عَظِيْبًا اور نہ یہ کہ تم نکاح کرو ۔ اس کی بیویوں سے

[illegible]

تھا جس کی بات کر کے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ ان پاک نفوس میں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ نبی کی رفاقت میں اہلالت المؤمنین کے دلوں کو وہ سکون اور اطمینان حاصل تھا، جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

دیکھیے آیت ۶۰ میں یہ بھی گنہگار چکا ہے **وَإِذْ وَاجِبَةً أُمَمًا تَهْتَهِمْ** کہ نبی کی یہیں کوسوں کی ماٹیں ہیں۔ لہذا جس طرح حقیقی، سوتیلی اور رضاعی ماں کے ساتھ نکاح حرام ہے، اسی طرح اہلالت المؤمنین کے ساتھ بھی نکاح حرام ہے۔ البتہ ان کی اولاد کا امنی کا نکاح ہو سکتا ہے کہ حضرت نکلح صرث ازواج مطہرات تک محدود ہے۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نکاح کے ضمن میں حقیقی ماں، سوتیلی ماں، رضاعی ماں اور ام المؤمنین کا ایک ہی حکم ہے، تاہم بعض مسائل مختلف بھی ہیں مثلاً حقیقی اور رضاعی ماں سے پردہ نہیں ہوتا مگر ام المؤمنین سے پردہ کرنا پڑا ہے۔ حقیقی ماں کا خرچہ اولاد کے ذمے ہوتا ہے مگر ام المؤمنین کے خرچہ کی ذمہ داری عام مومن پر عائد نہیں ہوتی بلکہ ان کا کھل بیت المال ہوتا ہے۔

اہلالت المؤمنین کے ساتھ اس کی نکاح کی ممانعت کی ایک وجہ مسند بخیر بھی ہے۔ دیکھیے گنہگار چکا ہے کہ جب ازواج مطہرات نے نبی علیہ السلام سے خرچہ بڑھانے کا مطالبہ کیا تو اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ ان کو کہہ دوں کہ اگر تم دنیا کی ریب و زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں اچھے طریقے سے علیحدہ کر دوں اور اگر اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور آخرت کے گھر کی طلبگار ہو تو پھر اُسی پر قناعت کرو۔ ازواج مطہرات نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا اور اپنے مطالبہ سے دستبردار ہو گئیں۔ چنانچہ اللہ نے ان کی اس قربانی کے ہمیشہ نظر اپنے نبی کو یہ حکم بھی دیا کہ آپ مزید نکاح نہیں کر سکتے اور نہ ان کے بے میں کوئی دوسری عورت نکاح میں لا سکتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے نبی علیہ السلام کی رفاقت کو پسند کیا۔ اس لیے اللہ نے کسی اس کی ان کے ساتھ نکاح کی ہمیشہ کے لیے ممانعت فرمادی۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اپنی تفسیر معارف القرآن میں ایک



وہمیر سے پہلے کھلے تہہ کہ سہمہ لٹ ہوگی وہاں تے ٹھہر نہیں ہوگا اسی طرح نبی کی پرہیزگار کے ساتھ نہج میں وہاں سہمہ کو کچھ نہ کہ عبادت و صلہ ہے۔ نبی و دنیا کی زندگی و فرزند کہ چنگا پر سہمہ نہ ہوتا ہے۔ ان کو سہمہ کی زندگی حاصل ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی شخص غائب ہو جاوے۔ سہمہ لٹ غائب شخص کی قبر کے ساتھ سہمہ لٹ نہ ہو سکا۔ اسی طرح نبی کی زندگی کے ساتھ سہمہ لٹ نہ ہو سکتا۔ درست نہیں۔

[illegible]

مرلا خاموشی ٹھانڈی لڑائی تھی اپنی نظیر غریب میں غریب تھے جس کو ممکن ہے ہو کہ  
 بڑوں کے ساتھ نہ کہان کی سائنس اس وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ حقیقت  
 فکیر کہ انسان کو اپنی نظیر میں نہ دے یہ زندگی محض روحانی زندگی نہیں بلکہ  
 روح کو آزاد کر کے بھی زندہ ہے۔ بلکہ خود کی زندگی کو مال بیچ کر زندگی ہے۔ اس کو  
 زندگی کے معنی سب کے لئے رکھ کر ہے۔ اگر آپ کی بات پر ایک عقیدہ یہ

۱۔ احادیث القرآن سے نظریہ حیات  
۲۔ نظریہ حیات (۷)

۳۔ نظریہ حیات (۸)  
۴۔ تفسیر معانی ص ۶ (۹)

ہے تو اس کا تعلق قبر کے ساتھ بھی ہے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔  
 مَنْ صَلَّاهُ عَلَى قَبْرِي سَقَيْتُهُ وَمَنْ مَسَّكَ بِإِصْبَغٍ  
 أُبْلِغْتُهُ یعنی ہر شخص میری قبر پر آکر درود پڑھیے تو میں اس کو سقا ہوں اور جو درود  
 سے پڑھے گا تو وہ مجھ تک پہنچایا جائے گا۔ حیاتِ اُختری کے مخالف علماء و اسس  
 حدیث کو ضعیف کہتے ہیں حالانکہ یہ حدیث سات صدوں سے آئی جن میں بعض  
 ضعیف بھی ہیں یعنی ان میں مروان سُدی صغیر ضعیف راوی ہے مگر امام ابن قیم  
 نے ابن شیح کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے وہ باطل صحیح ہے، اس کی  
 سند میں کوئی لڑکی ضعیف نہیں ہے یہ حدیث امام بیہقی نے شعب الایمان میں بھی  
 نقل کی ہے، امام بیہقی نے حیاتِ الانبیاء کے نام سے ایک مستقل کتاب بھی  
 لکھی ہے، معراج کے واقعہ والی روایت بھی حیاتِ النبی کی تصدیق کرتی ہے۔  
 جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا اَنْتَ مُؤْتَلٰی یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِیْ  
 قَابِ مَایں نے مرنے کو علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر غار  
 پڑھ رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ کھڑے ہونا جسم کی صفت ہے نہ کہ روح کی۔  
 گویا آپ نے مرنے کو روح اور جسم کے ساتھ زندہ مشاہد کیا۔ آپ یہ بھی پڑھتے  
 ہیں کہ قبر کو محض ایک گڑھا نہ سمجھو بلکہ مومن کی قبر احمد بن حنبلہ وسیع ہو جاتی ہے۔  
 حضور علیہ السلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ میرے منبر اور حجرے کے درمیان والا خطِ جنت  
 کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ ظاہر ہے کہ قبر کسی کے لیے جنت کا  
 باغ بن جاتی ہے۔ اور کسی کے لیے جہنم کا گڑھا۔ اس لیے بعض علماء نے انشاء اللہ  
 سے نکاح کی ممانعت کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے کہ آپ حیات میں یہ مسکے صرف  
 مولانا محمد قاسم نانوتوی کا نہیں بلکہ آپ سے پہلے بزرگوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے جن

۱۔ مشکوٰۃ ص ۸۷ وظہری ص ۳۵۵ ۲۔ مسلم ص ۲۶۸ ۳۔ زبائی ص ۲۴۲ ۴۔ منہ احمد ص ۱۵۲  
 ۵۔ بخاری ص ۱۵۱ ۶۔ مسلم ص ۲۶۶ ۷۔ حاکمی ص ۸ ۸۔ (قیاض)



نقل کرتے ہیں۔ حضرت طلحہؓ کے متعلق خاص طور پر آتا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ کیونکہ وہ آپؐ کی چچا زاد بیٹی تھیں۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت طلحہؓ نے بڑا استغفار کیا، ایک غلام آزاد کیا اور ایک حج پیدل چل کر کیا آکر اللہ تعالیٰ اُن کی زبان سے نکلی ہوئی یہ غلط بات صاف کر دی۔ اسی لیے فرمایا کہ اللہ تمہاری غماہ اور باطن سب باتوں کو جانتا ہے، نہج کی ازدواج استی کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام ہیں۔ لہذا ایسی بات دل میں ہرگز نہ لائے۔

محمد سے  
اپنے کو  
ضرورتیں

پہلی آیت کے ابتدائی حصے میں اللہ کا یہ فرمان گندہ چکایا ہے کہ امیوں کے لیے ضروری ہے کہ اہانت المؤمنین سے پردہ کا اہتمام کریں اور اگر ان سے کوئی چیز طلب کرنی ہو تو پرے کے پیچھے سے طلب کریں۔ البتہ سورۃ نور میں محرموں سے عدم حجاب کے احکام گزر چکے ہیں۔ کوئی عورت اپنے محرم کے ساتھ غلط نہیں بیٹھ سکتی ہے اور اس کے ساتھ سفر بھی کر سکتی ہے اللہ تعالیٰ نے یہی تافرن اہانت المؤمنین کے لیے نافذ العمل رکھا ہے۔ ارشاد پر تالیس

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا بَنَاتِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ نہی کی بیویوں کو اپنے اباؤں، بیٹوں، بھائیوں، بہنوں، بھانجیوں، اپنی عورتوں اور غلاموں کے سامنے آنے میں کوئی حرج نہیں ہے عورتیں اور غلام تو لیے ہی پرے سے مستثنیٰ ہیں۔ باقی تمام رشتہ دار عورت کے محرم بننے ہیں جن سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے، اس لیے ضرر پایا ان سے پردہ ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا غلام کو تو سورۃ نور میں بھی پرے سے مستثنیٰ قرار دیا جا چکا ہے۔ البتہ باقی غیر محرموں سے پردہ نہایت ضروری ہے

فَرِيضَاتُ ذِي الْقُرْبَىٰ مِنَ اللَّهِ سہمی کی بیوی! اللہ سے ڈرتی رہو۔ اس کا خوف ہمیشہ رکھو۔ یہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ کہیں کوئی غلطی سرزد نہ ہو جائے۔ اے

اَللّٰهُمَّ كَاَنْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ اَسْأَلُكَ اَللّٰهَ تَعَالٰی ہر چیز کو دیکھ رہا  
 ہے، اُس کی نگاہ سے کوئی چیز غائب نہیں۔ وہ نعمت اعمال دکر دار کا مہربان نہ  
 ممانط ہے، لذاتیں اذہم محظوظ رہنا چاہئے، براعت المؤمنین کے لیے  
 خصوصی تعلیم ہوگئی۔

---

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ  
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝۵۶

ترجمہ :- بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے  
رحمت بھیجتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ۔ اے ایمان والو  
تم بھی رحمت بھیجو اُس پر اور سلام بھیجو پوری اطاعت کے  
ساتھ ۝۵۶

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کے گھر میں داخل ہونے  
کے آداب اور آپ کی ازواج مطہرات کے بارے میں بعض احکام بیان فرمائے  
تھے۔ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ اہل بیت المؤمنین کے ساتھ کسی ایسی کالاج نہیں ہو سکتا۔  
اتباع کو خبردار کیا گیا کہ اللہ کے نبی کو کسی طریقے سے بھی اذیت نہ پہنچائیں۔ اللہ  
نے نبی کی ازواج کو پرہیز کا حکم بھی دیا اور ساتھ ساتھ محرموں کو اس حکم سے مستثنیٰ بھی  
قرار دے دیا۔ تاہم ازواج مطہرات کو ہر حالت میں اللہ سے ڈرنے سے نہ ہٹنے کا  
حکم دیا۔

رابطہ آیات

اب آج کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام  
بھیجنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ  
عَلَى النَّبِيِّ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی علیہ السلام پر  
صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ  
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا اے ایمان والو! تم بھی اُس پر صلوٰۃ و سلام بھیجو،  
پورے ادب و احترام اور اطاعت کے جذبہ کے ساتھ۔

نبی پر درود  
وسلام

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور فرشتوں کے صلہ فرما بیٹھے گئے ذاتی  
 کرنے کے بعد عام بخیر کرنا کی نیت پر درود وسلام بھیجے گی تعین فرمائی ہے  
 صلہ کا معنی نیست بھی ہے اور دعا بھی۔ جب صلہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی رحمت  
 کی دعا ہے فرمائی ہے نہایت سے اللہ جس شان پہ اپنے نور نیست اور جب  
 اُسے فرشتوں کے حاضر غائب کیا ہے فرمائی ہے جو کہ اگر اللہ کے فرشتے اللہ تعالیٰ  
 سے یہ صلہ السلام پر نازل ہجست کی دعا کر سکتے ہیں۔ اس وقت پر فرشتوں پر ذکر  
 اس لیے فرمایا ہے کہ وہ مستجاب العزائم ہوتے ہیں اور ان کی امنیوں سے  
 مخصوص رحمت کی دعا نازل قبول ہوتی ہے اور اللہ کے نور پر زیادہ سے نام و  
 نزل ہجست کا سبب بنتی ہے۔ پھر جب صلہ کی نسبت عام اللہ کی طرف  
 کی جاتی ہے تو اس کا معنی دعا اور مستغاثہ ہر نام کے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے اپنے  
 بغیر برحق پر نازل ہجست کی دعا کر سکتے ہیں۔ اس میں بغیر علیہ السلام کی غرضت اور  
 تعظیم کی گنج ہے۔

درود کی  
 فضیلت

حضرت کریم جان محمد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نام اہل ایمان کو نبی علیہ السلام  
 پر درود وسلام کا حکم دیا ہے جس کے مطابق ہر اہل ایمان ہر عمر میں کہ ایک ایک  
 دفعہ درود بخیر فرمائی ہے۔ بعض علماء اُسے واجب فرماتے ہیں اور کہ ہیں  
 امام تائید اور امام احمد کا بھی تسلیم ہے۔ اگر کسی شخص کا نام نہ ہو۔ اہل نماز، حج، عمرہ  
 اور شریعت میں پڑھے گا، تو نماز و ہجرت، زکوٰۃ و زکوٰۃ قبول میں ہوگی، البتہ  
 نام رکھتے اور امام و مصلیٰ فرماتے ہیں کہ اس کو نفع پر درود شریف چھت سناست۔  
 ہے۔ لہذا اگر درود شریف رو مانے تو نماز قبول ہونے کی ہر ایک نعمت نواز  
 ہو جائے گی۔ اگر نماز اور اللہ کو فرماتے ہیں کہ ایک ہی حضور علیہ السلام کا نام کہہ کر  
 کہہ کر کہ جائے درود شریف کا بڑھانہ بڑی نجات ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے

کہ ایسے مواقع پر درود پڑھنا مستحب ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ مَنْ  
ذُكِرْتُ عَنْهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ فَقَدْ أَخْطَأَ طَرِيقَ الْجَنَّةِ  
کہ جس شخص کے سامنے میرا نام ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا تو وہ جنت  
کے راستے کو غلط کر گیا۔ ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ  
کیا جائے اور نبی علیہ السلام پر درود نہ بھیجا جائے تو یہ مجلس شرکاء کے لیے قیامت دانے  
دن حسرت کا باعث ہوگی۔

درود کی  
فضیلت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھنے کی فضیلت بہت سی روایات میں  
آتی ہے۔ سنا احمد کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرما ہے کہ جو شخص  
حضور علیہ السلام پر ایک دفعہ صلوٰۃ و سلام پڑھے گا، میں اس پر دس رحمتیں نازل  
کروں گا، دس غلطیاں معاف کروں گا، اور دس درجے بلند کروں گا۔ دوسری  
حدیث میں آتا ہے کہ وہ شخص نخل ہے جس کے سامنے میرا نام ذکر کیا جائے مگر  
وہ درود نہ پڑھے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ کسی ایک مجلس میں آپ کا نام الٰہی کئی  
دفعہ ذکر کیا گیا ہو تو صرف ایک دفعہ درود پڑھنے سے بھی حق ادا ہو جائے گا۔ تاہم  
اگر بار بار پڑھے گا، تو زیادہ بہتر ہے۔ ہر دُعا کے آدھ دُعا میں بھی درود شریف  
پڑھنا چاہیے کہ یہ قبولیت دُعا کی نشانی ہے۔ حضرت علیؓ کی روایت میں آتا ہے  
کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک درود شریف نہ پڑھا جائے اللہ کی  
دُعا زمین اور آسمان کے درمیان بھٹکتی رہتی ہے۔ جب درود شریف پڑھا جائے  
تو پھر وہ آدھ بلکہ درج قبولیت کی پہنچتی ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت ادا ہر  
نکلے وقت بھی درود شریف پڑھنا صحیح ہے مسلم شریف میں ان کے متعلق آتا ہے کہ جب

۱۔ منطوری ص ۲۱۲ و درمنثور ص ۲۱۸ و ابن کثیر ص ۵۱۲ ۲۔ حمدی ص ۱۵۰ و مشکوٰۃ ص ۱۹۸

۳۔ سنا احمد ص ۲۱۲ و منطوری ص ۲۱۲ و درمنثور ص ۲۱۸ ۴۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۲۴۰

۵۔ مسلم ص ۱۶۱، ۱۶۲ و ابوداؤد ص ۱۶۱ و کتاب الاذکار ص ۵۲ (نیا من)





درود پڑھنے  
کا طریقہ

درود شریف مختلف مواقع پر مختلف الفاظ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ البتہ اس کے لیے ایمان، عقیدت، محبت اور صحیح طریقہ شرط ہے۔ اپنی مرضی سے موقع پر تن یا نور سنانے الفاظ کے ساتھ درود پڑھنا مفید نہیں ہوگا۔ بعض لوگ اذان سے پہلے تین مرتبہ الصَّلٰوة وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللہ پکارتے ہیں حالانکہ حضور علیہ السلام نے اس موقع پر ان الفاظ کا قطعاً حکم نہیں دیا۔ درود شریف پڑھنے کے مختلف مواقع میں نے عرض کر دیے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی جب چاہو پاک صاف ہو کر نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھو۔ معیار کو ائمہ نے عرض کیا حضور! سلام کا طریقہ تو یہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ لَکِن ہم درود کیسے پڑھیں؟ آپ نے فرمایا اس طرح کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْ مُحَمَّدٍ وَعَلَیْ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلَیْ اِبْرٰہِیْمَ وَعَلَیْ اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مُّجِیدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَکَ کَلِمَہٌ مُّجِیدٌ وَعَفَّ اِلَیْ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلَیْ اِبْرٰہِیْمَ وَعَلَیْ اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مُّجِیدٌ اس کے لیے اور بھی بہت سے کلمات آتے ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْ مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَآزْوَاجِہِ اَمَّہَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَنَدْوِیَّتِہِمْ وَاَهْلِ بَیْتِہِ کَمَا صَلَّیْتَ عَلَیْ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مُّجِیدٌ۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے جس میں درود شریف کے پانچ قسم کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ اگر حضور علیہ السلام سونے ہوں اَلصَّلٰوة وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللہ بھی کہہ سکتے ہیں یا قبر شریف پر بابر کیہ الفاظ استعمال کر سکتے ہیں البتہ اگر دور سے پڑھیں تو پھر اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْ ..... حَمِیدٌ مُّجِیدٌ پڑھنا چاہیے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْ الْفَاطِمَہِ

درست ہے کہ ان میں درود گویہ اور سلام بھی اور دونوں کو اصل کراتانہ درود بہت  
عزیز و مہترم ہے۔ **صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ** بھی درست ہے اور بہت  
سازم و نیکو و مبارک ہے۔ **اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ** بھی ٹھیک ہے۔ **مَلَائِكَةُ مِزْنَتِ** ان الفاظ  
کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ **اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ**  
**وَعَلَى الْبَرِّ وَصَحْبِهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ** تو گنا مجب و توفیق  
ہمہما مجب و توفیق اس میں حضور علیہ السلام و آپ کے معبودان اہل بیت کا ذکر بھی  
ہے۔

دومیں ایسی میں ہے وقت السلام علیکم کہے یہ جڑ لکھائی کی بغیر وقت ہے  
یعنی اللہ تعالیٰ نہیں دیا و آخرت میں برتر کہے صاحب و ملا سلسلہ سے است  
لکھے سلام کہ بلا تفسیر اللہ تعالیٰ کے حضرت آدم علیہ السلام کو رکھا تھا کہ ان کا  
کہا کہ اگر تم شجر کو کھو گے، نیز یہ کہ کھلا لوں گا، یا اسی کو کھو گے، چنانچہ ابو حنیفہ  
و دیگر لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے یہ قول لکھا کہ صاحب، جس  
میں تھوڑا سا بھی شامل ہے۔

مہربانی پر ہوا ہے کہ تم خود ہی کرو غلامِ خدا اور اس سلام کو تو فرماتے ہو  
 غمستِ معالین بنا کر مجھ پر ہے۔ آپ سے دعا ہے کہ جب آپ کو کچھ ایسا  
 اور ملے گا جس سے ہنسنا، غصہ نہ ہو۔ انا شرف مند ہوں کہ جو کچھ کہتا ہے  
 تو اس سے دردِ شریعت نہ ہوتے سے غم، دلالت کرتا کہ فائدہ میں ہے؟ بعد میں  
 کے مشورے سے یہی غصہ نہ آئے کہ دردِ شریعت کا فائدہ اخروہ اور دنیائے  
 کو حاصل ہوا ہے۔ اگر کس ایسا نہ ہو تو حاصل ہوتی ہیں اس کی فطرت علیٰ حق اس  
 دوسری درجات بلند ہوتے ہیں، یہ کوئی تسویٰ نہیں ہے بلکہ بہت بڑا اجر ہے اللہ  
 کے فیض میں مست ہوں، روحانی باب میں جو کچھ کہتا ہوں، اگر فیض میں ہے آپ  
 کے غفلت سے یہی ہے قرآن پاک، احادیثِ شریفہ اور اس کے بعد کہ کسی  
 مہربانی آپ ہی کو، وہ سب سے میسر آتی ہے۔ لہذا آپ کو کہتا ہے

الفاظ اور دُعا کے خیر کے ساتھ یاد کرنا امت کے ہر فرد کا اولین فریضہ ہے لیکن بھی اپنے  
محسن کو یاد رکھنا اخلاقی فرض ہے۔ تو اس طرح گویا درود پاک پڑھنے سے امتی کا انحصار کیا ہے  
علیہ وسلم سے رابطہ بھی قائم رہتا ہے۔ آپ کے لیے دعا کے خیر بھی ہوتی ہے اور خود  
ایک کریم نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔ نماز تقرب الہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور  
درود پاک نماز کا حصہ بھی ہے۔ چنانچہ جو میں گھنٹے میں کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوگا۔ جس میں  
حضور علیہ السلام کی ذات مبارک پر کوئی نہ کوئی صلوٰۃ و سلام کا ہر نہ پیش کر رہا ہو۔ اسی  
بیلے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **وَمَنْ قَعَسْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الانشراح: ۱۷)** ہم نے آپ  
کا ذکر کہہ دیا ہے۔

بعض احادیث میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمان بھی آتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ  
درود شریف پڑھنے والوں کو قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ سے  
زیادہ قرب حاصل ہوگا۔ بشرطیکہ صحیح عقیدت اور ارب راحت سلام کے ساتھ پڑھا  
جائے۔ دو بار دفعہ بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام پڑھنا تو محض رہا کاری معلوم ہوتی ہے  
اور کچھ تعصب کا یہ حال کہ جو اس طریقے سے نہ پڑھے اس پر کچھ درود کا فتویٰ  
لگا دیا کس قدر ناانسانی ہے۔ درود پاک تو مستحق علیحدہ شکل ہے۔ اس سے کون انکار  
کر سکتا ہے۔ درود پاک ضرور پڑھو، زیادہ سے زیادہ پڑھو، مگر اس طریقے اور ان  
الفاظ کے ساتھ جو نبی علیہ السلام نے سکھائے اور صحابہؓ نے اُن پر عمل کیا۔ بہر حال نبی  
پر اند فرائض پر بھی سلام بھیجنا درست ہے۔ بالی قاسم انبیاء پر بھی درود و سلام  
بیجا جائے۔ اور پیغمبر کے ساتھ آپ کی آل اور صحابہؓ کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے  
یہ طریقہ درست ہے۔ انبیاء کے علاوہ کسی پر براہ راست درود بھیجنا درست نہیں  
جب صحابہؓ کا ذکر آئے تو رضی اللہ عنہم کہنا چاہیے اور عام مومنین صلیا اور بزرگ کاتبین  
کا ذکر نہ ہو تو مستراسترا علیہم کہنا چاہیے یا غفر اللہ لہم کہنا چاہیے۔

جہاں کہ پہلے عرض کیا درود پڑھنے کا اندہ خود پڑھنے والے کو ہی ہو جائے، بعض علماء کا کہم  
فرشتے ہیں کہ اس کو قائل حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی جو واجبہ آگے پاؤں درود  
اگلا وہ سب ان فرشتوں میں شریک ہو کر میت یا صل کرے گا تو حضور علیہ الصلوٰۃ کے نہ جانتے  
مترجمین ہوں گے۔

بہر حال ان فرشتوں سے سب ان فرما ہے کہ من فن لولہ از حضور علیہ الصلوٰۃ کی ذات پابند  
تسلیم کہتے ہیں۔ ہم اس کی مجلس اللہ کے نبی پر درود پڑھا کرو، خدا تعالیٰ کو بھی جاننے  
نبی پر محبت ازل فرما ہے، آخر جس نے نزدیک محبت کی دعائیں کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ  
بھی اللہ کے نبی پر حضور و سلام بھیجے گا آپ کے لیے نزول رحمت کی دعا کا کرنا  
تساوی تک اس سب واحترام کا تحقق ہے تو یہ چیز لفظاً کہتے ہیں یا کی بانی ہے کہ  
براہی اطاعت اور بندہ پر محبت، با احترام کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود  
پڑھ کر درود پڑھنے والا بھی کر لیتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي  
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ﴿٥٨﴾  
وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغَيْرِ  
مَا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا  
مُبِينًا ﴿٥٩﴾

ترجمہ:- بیشک وہ لوگ جو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس  
کے رسول کو۔ اللہ نے ان پر لعنت بھیجی ہے دنیا اور  
آخرت میں۔ اور تیار کر رکھا ہے ان کے لیے ذلت ناک  
عذاب ۵۸۔ اور وہ لوگ جو ایذا پہنچاتے ہیں۔ مومن مردوں  
اور مومن عورتوں کو بغیر ان کے کسی گناہ کے۔ پس تحقیق  
اٹھایا ہے انہوں نے بہتان اور صریح گناہ ۵۹

گزشتہ درس میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے  
کا ذکر تھا۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ اپنے نبی پر خصوصی رحمت فرمائے اور فرشتے اُس کے  
یہ دعائے رحمت کرتے ہیں، لہذا اے ایمان والو! تم بھی اپنے نبی پر درود و  
سلام کے پھول نچھاور کیا کرو۔ اور اس کام کے لیے نبی کے ادب و احترام اور  
خلوصِ نیت کو ملحوظ خاطر رکھو۔ اس سے پہلے حضور علیہ السلام کے گھر میں داخلے  
اور کھانا کھانے کے آداب بیان ہوئے تھے اور ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام  
کا اندازِ مطہریت کے ساتھ اسٹی کا نکاح بیشہ کے لیے حرام قرار دیا گیا، اور  
نبی علیہ السلام کو قرآن، فعلی، ذہنی، جسمانی ہر قسم کی ذیت پہنچانے سے منع کیا گیا۔

رابطہ آیت

اس آیت بھی ایک مسئلہ کی نظر میں ہے، یہی اس مسئلہ اور اس کے ثمرات  
کی ابتداء مانی یہ نعمت و عید ثانی گئی ہے، پھر دو ستر دسبے میں ہم اس  
نہ پر اور جو کہ مرادوں کو سمیٹتے پھرتے سے منہ کیا گیا، اور اس لئے کہ مراد  
لگنے اور بددینی قرار، بالکل ہے

اس مسئلہ کی نظر  
میں

ارشاد جو آیت ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِۦٓ اَكْفَرٌ اَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَرٰ سِرَّهُۥ وَخَجْوٰتِهٖۚ  
اس شخص کی کوششیں پتہ چلتے ہیں، مگر خدا کی نظر میں اس کی حالت کا نہ چھپتا ہے  
بعد اس کے کہ کوششیں پتہ چلتی ہیں، یہاں یہ ابتداء دینی کو ملاحظہ ہے۔ کہ  
اس شخص کی کوششیں اور اس کی شان و رعب میں کئی گشتا فی کسبت کے بندہ جو شخص  
کتاب ہے کہ خدا کی لئے کرنی بیٹا بنا لیا ہے، مگر اس شخص کی ہمت ہے، یا  
اس کی اولاد ہے یا اس کا کرنی شریک ہے، اس نے گریہ اس شخص کی کر دیا،  
سینہ کی ایک شے میں یوں آگے کہ اس شخص نے فرما، بُوْیُوْیُ مَسِيْحُ اَبْنُ  
اَوْفَرَ اَوَّلَمَ كَيْفَ يَجْعَلُ لَكَ جَلْبَتِیْ سِنًا لَّیْسَ بِهٖ عَاقِلٌ لَّکُمْ اَنْ تَنْتَهِیَ  
نَحْنُ، اور یہ یوں اس کی نظر میں اس طرح کی کہ وہ مانتا ہے کہ اس کی طرف سے  
منسوب کر کے ہیں کہ اس طرح ہے حال مگر زمانہ تو میرے اختیار اور  
فیض میں ہے، میں اس طرح چاہوں گردوں، اس میں نہ اسے کا کیا نصیب ہے  
یہ فرما، اگر انسان مجھے سمجھتا ہے کہ اس کے جیہ کہ خدا دیا ہے، نہ وہ نہیں کرے  
مگر اور بہت پر نہیں ہوگا، اس طرح لوگ مجھے اوزیت پہناتے ہیں، لوگ  
میرے طرف سے اولاد کو منسوب کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے میرے طریقہ اللہ ربہ سبح  
علی السلام کو چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ بھی کہ فرشتے خدا کی جہاں ہیں، اس شخص کی  
اہلیہ کہ خدا کو اوزیت پہناتے کے منازعت ہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ  
شریک سمجھنا، اس کی حالت و صفات کا، اندر کرنا خدا کی ندرت کو

انکار کرنا یا وقوع قیامت کو تسلیم نہ کرنا، سب ایذا رسانی کی باتیں ہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچاتے ہیں۔

وَرَسُولُهُ أَكْذَابٌ اور اُس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ رسول کو اذیت پہنچانے کی ہرگز حد ہے کہ اس کی رسالت کا انکار کیا جائے یا کہ اس کے رسول کو ایذا پہنچا جائے۔ اسی طرح آپ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کرنا ایذا رسانی بلکہ کفر کی بات ہے۔ قرآن پاک میں اللہ نے مشرکوں اور کافروں کا حال بیان کیا ہے اور ان کی آپ کو شاعر کہتا، کوئی مجنون اور کوئی لغو ذہن کہتا کہ آپ کی صفت میں طعن کیا جاتا۔ اور آپ کے نسب میں طعن کیا جاتا۔ یہ سب ایذا رسانی کی باتیں ہیں۔ بعض یہود و نصاریٰ نے حضور علیہ السلام کی سیرت پاک کو دغا دہانہ کرنے کی کوشش کی ہے اور اس سلسلہ میں چھ لاکھ سے زیادہ کتب اور رسائل شائع کئے ہیں یا پھر ازواج پر اعتراض کیا اور کثرت ازواج کو نشانہ بنایا۔ غرضیکہ کفار، مشرکین اور اہل کتاب نے ہر طرح سے حضور علیہ السلام کو تکلیف پہنچائی۔

تو یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اُس کے رسول کی ایذا رسانی کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں اَعْتَقُوا لِلّٰهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں پشیمانی بھی ہے۔ ایسے لوگ ملعون ہیں اور دنیا میں بھی رسوا ہوں گے اور آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ دنیا میں تو مسلمانوں کی جماعت، ان کا مقابلہ کر کے انہیں ذلیل و خوار کر دے گی، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے، فرمایا وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا اللہ نے ان کے لیے ذلت، اک عذاب تیار کر رکھا ہے جس میں مبتلا ہو کر ہمیشہ کے لیے ناکام و نامراد ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کو ایذا رسانی کا ذکر کرنے کے بعد عام مومنین کے متعلق بھی فرمایا يُؤْذِنُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اور وہ لوگ جو

نہی کر دیا  
رسالت کی

ایذا رسانی  
کی سزا

عام مومنین  
کو ایذا رسانی



مومن مردوں اور عورتوں کو نصیحت پہنچانے ہیں اور وہ بھی بعض نبی الٰہیوں  
 نبیوں کے کسی نہ کسی کے لئے ہیں۔ ایک مومن کا دوست مومن کو نصیحت پہنچانا بہتر  
 اس کی وجہ بھی کوئی نہ ہو، نہایت ہی بڑی بات ہے، تہذیبی شریعت کی مدد سے مومن  
 مومن کی نصیحت اس طرح کی گئی ہے وَالْمُؤْمِنِينَ هُمْ أَقْرَبُ إِلَىٰ مَا يُبْتَغَىٰ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
 وَمَا يُنْفِقُ وَالْمُؤْمِنِينَ هُمْ أَقْرَبُ إِلَىٰ مَا يُبْتَغَىٰ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا يُنْفِقُ  
 اور مالوں میں اس میں ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ کسی مومن کو دوست مومن سے کوئی  
 خط و کتابت نہ ہو کہ وہ اس کی جان و مال کے واسطے نہ ہو کہ اس کی ایک نصیحت بھی نہ ہو  
 کی گئی ہے۔ وَالْمُؤْمِنِينَ هُمْ أَقْرَبُ إِلَىٰ مَا يُبْتَغَىٰ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا يُنْفِقُ  
 اپنی زندگیوں سے اپنے لئے نہ ہو کہ اپنا نہیں پہنچا۔ اسی طرح مومن کی نصیحت اس  
 طرح بیان فرمائی کہ مومن مومن سے دوستی نہ کرے۔ وَمَنْ يَكُنْ مِنْكُمْ  
 وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوستی نہ کرے۔ اور اس کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ  
 مومن ہو کہ جسے آج : دین اور ہاتھ ہی ایک دوست کی ذمہ داری کا ہے  
 جتنے ہوئے ہیں، ہم لوگوں کی بات کو چھوڑ دینے، غرضی، احوال سے کہ کتنی  
 پرکھتے ہیں کہ جب تک ایک دوست پرکھتے ہیں کہ وہ اپنے لئے دوست ہے یا  
 نہیں ہے۔ اور دوستوں کو اپنا پہنچانا ہے، جو مومن کے دوست مومن کو نصیحت پہنچانے  
 بہت، انعام، مال، کوئی، نصیحت، غرضی، ہر طرح سے یہ ہم کو اس کی کشتی  
 کی حالت ہے، یہ سب چیزیں مومن مردوں اور عورتوں کے لئے نصیحت کا حصہ  
 ہیں، اگر کسی مرد یا عورت نے دینی کوئی کام کیا ہے تو اس کی سزا دینی سامنے  
 اور نصیحت کوئی کسی کی نصیحت کرنا، اخلاقی گناہ کی ملامت ہے۔

لے بکراؤ ظفری ص ۷۰

طہ بکراؤ ص ۷۰، ۱۱ ظفری ص ۷۰ (خامی)

اس کے بعد پڑے کے احکام والی آیت چھوڑ کر اللہ نے اس قسم کی ایذا دہی کے تعزیری قانون کی طرف ہی اشارہ کیا ہے، اگر کوئی شخص کسی بے گناہ مسلمان کو سزا ہے، اس پر تہمت لگاتا اور پھر اس کو ثابت نہیں کر پاتا تو اس پر حد قذف جاری ہو گی یا وہ تعزیری کا مستحق بنے گا، چنانچہ ترمذی شریعت کی روایت میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو یہودی کہہ کر فحش طبع کرے تو وہ شخص عدالت کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور عدالت ایسا اہتمام لگانے والے آدمی کو بیس کوڑے مارنے کی سزا دے سکتی ہے، فقہ کن کنوں میں یہ تمام تشریحات موجود ہیں۔ مگر کہ قسم کے غلط الفاظ استعمال کرنے سے کوئی شخص تعزیری کا حقدار بن جاتا ہے، مگر اس پر ان مومن مردوں اور مومن عورتوں کا ذکر ہو رہا ہے، جن کو بلا وجہ کوئی ایذا پہنچائی جائے۔ فرمایا کسی بے گناہ مرد یا عورت کو کسی قسم کی تکلیف پہنچانا سخت مجرب ہے۔ یہ تکلیف خواہ گالی گلوچ کے ذریعے پہنچائی جائے یا مار پیٹ یا تہمت لگا کر، ایسا کرنے والوں کے متعلق فرمایا فَقَدْ احْتَمَلُوا كَثْرًا مِّنْ اَهْمَلٍ نے بہت بڑا مبتلا اٹھایا ہے، جس کوٹ بانڈھا ہے وَالشَّعْطُ مَحْبَسٌ اور صریح گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اس قسم کے احکام سورۃ نور میں بھی بیان ہوئے جہاں حد قذف کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً آیت ۴۴ میں ہے جو لوگ پاکیزہ عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر پادہ یعنی گواہ پیش نہیں کر پاتے انہیں اسٹی کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ تاہم اس مقام پر فرمایا کہ مومن مرد یا عورت کو کسی بھی طریقے سے ایذا پہنچانا صریح گناہ ہے۔

بستان اور  
صریح گناہ

بہر حال پہلے درجے میں اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں گستاخی کرنے والوں کو طعن قرار دیا گیا اور دنیا و آخرت کی سزا کا مستحق ٹھہرا گیا۔ اور دوسرے درجے میں اہل ایمان مردوں اور عورتوں کی ایذا دہانی کے متعلق فرمایا کہ یہ بہتان اور صریح گناہ ہے، اس کا ارتکاب کرنے والے خدا کی گرفت سے نہیں بچ سکیں گے۔ اگر خود مسلمان ہی ان کو سب کی پابندی نہیں کریں گے تو ان کی سواٹھی پاک

لے ترمذی ص ۴۴ (فیاض)

نہیں رہ سکتی۔ اس کی معاشقہ سے یہ ہمہ ایک کی طاعت و اجر و ثواب دے گا۔ وہ باقی محفوظ  
 رہنا چاہیے۔ اگر اگر ان کے گناہوں کی وجہ سے تکلیف پہنچانی ہوتی ہے تو چاہئے  
 کہ میں من کا شوق سے اس کو سکنا۔

---

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ  
 الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ  
 ذَٰلِكَ أَدْلَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذِينَ ۚ وَكَانَ  
 اللَّهُ عَافُوًا رَّحِيمًا ﴿۵۹﴾ لِّئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ  
 الْمُتَفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ  
 وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِبَنَّكَ  
 بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ﴿۶۰﴾  
 مَلْعُونِينَ ۖ أَيُّهَا ثِقُفُوا أُحْذَرُوا وَفُتِّلُوا  
 تَفْتِيلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا  
 مِن قَبْلُ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ﴿۶۲﴾

ترجمہ :- اے نبی ! آپ کہہ دیجئے اپنی بیویوں سے اور  
 اپنی بیٹیوں سے اور مؤمنوں کی عورتوں سے کہ وہ نیچے لٹکا  
 لیا کریں اپنی چادریں۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی  
 جائیں اور ان کو تکلیف نہ دی جائے، اور اللہ تعالیٰ  
 بخشش کرنے والا از حد مہربان ہے ﴿۵۹﴾ اگر باز  
 نہیں آئیں گے متفق لوگ اور وہ جن کے دلوں  
 میں لرگ ہے، اور جوئی نہیں اڑانے والے عیسٰی میں تو ہم

آپؐ کو اجاڑیں گے ان کے خلاف۔ پھر وہ نہ ہیں  
 مجھے آپؐ کے ہندوس و عینہ میں مگر بہت کم (۵۰) وہ  
 ہندو کے ہونے ہوں گے جہاں ہی پائے جائیں گے بجز  
 جائیں گے، اور ان کو بڑے طریقے سے جان سے دبا جائے  
 گا (۶۱) یہ اللہ کا دستور ہے ان لوگوں میں جو پہلے  
 گزرتے ہیں اور نہ پاؤ گے تم اللہ کے دستور میں تبدیلی (۶۲)

گوشتہ آیت میں پہلے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم فرمائی  
 اور آپؐ کے گھر کے آداب بیان فرمائے، پھر حضورؐ و سلامؐ نے کائنات میں ان  
 ان کے بعد اللہ اور اس کے رسولؐ کی انبیاء و رسل کی ہر دین کی گواہی دے کر ان کو  
 و آخرت میں معنی بنایا ہے، ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اہل بیت اک کے خلاف کو دے گا  
 ہے، پھر ہر جاہل و کافر اللہ اور اس کے رسولؐ کو تعجب و عینہ نہایت ہی ہے۔  
 ہی طرح ہر جاہل و کافر ایمان کی ذرا رسانی بھی صرف سبقت اور کھنڈنہ ہے۔ اللہ  
 نے ایسی چیزوں سے پہلے کا حکم دیا ہے۔

دوسرے  
 مسلم

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کی اذواق و عادات پر ان اور ان کے  
 عزیزوں کو رہنے کا حکم دیا ہے يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ زِينَةً  
وَلِبَاسًا مِّنَ الْمَوَاحِشِ یعنی نبی علیہ السلام! وہی انداز و عادات، چیزیں اور  
 اور رزق کی عورتوں کو گھر میں زیبائش بنیں جو عورتوں کے لیے ہیں  
 کہ وہ زیبائش و زینت اپنی جاہل و کفر سے نکال کر لیں، یعنی کسی ضرورت کے  
 تحت گھر سے باہر نکلا جائے تو اپنی رزق و عیش، ذَٰلِكَ أَزْوَاجُكُم مَّا بَيْنَ يَدَيْكُم مِّنَ  
يَٰ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ زِينَةً اور ان کو عیش  
 و زیبائی ملے، زینت و عیش میں کام لیں اور نہ کفر و کفر، اور ان کی عیش  
 کی چیزیں انہیں اپنے گھر میں نہ لیں، سو رزق و عیش لانا اگر کسی عورت  
 ممالی کا کام نہ کرنا ہوتا، اور ہر اور اس قسم کے لوگ ان سے مجاہد کر گئے



ہی شہیدین عزیز علیہ السلام: بسببِ یحییٰ ثریٰ پادری، استعمال کرتی تھیں جس سے ساجہ  
 نصاب لیا جاتا تھا اور ہر ایک کے تئیں دفترِ مکتوب نہیں آتے تھے۔ یہ قریب ہی اسی مقصد  
 کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، ہر حال میں مقصد یہ ہے خواہ برج سن کر پڑھائی  
 پاور کے لی جائے۔

حضرت علیہ السلام کا فرمانِ ہمارا کہ ہے زحمت کا سارا جسم ستر ہے۔ بسبب  
 وہ باہر یعنی ہے فرستیدگان کو کہ زحمت کرنا ہے۔ لہذا محرموں کو بھی لکھا  
 لباس پہن کر باہر جانے سے منع کیا گیا ہے حتیٰ اگر اگر وہ نماز کے لیے بھی جائیں  
 تو سارا لباس پہن کر شعیب اور زمرہ نہ پہنیں، نہ خوشبو لگائیں، نہ کسی چیز سے  
 کا باعث بنیں۔ لہذا ان سے منع کیا گیا ہے۔ محرموں کی پردہ دہی کی خاطر  
 ان پر یہ محرم فرض کیا گیا ہے اور نہ حید کی نماز واجب ہے۔ عام غنائوں میں بھی  
 ان کے پہنے جماعت کی پابندی نہیں کہ، اور وہ مسجد میں ہی جا کر نماز ادا کریں۔  
 ان کو مسجد میں جانے کی صورت اجازت ہے، بشرطیکہ اسے پیر میں ہوا کر کے مسجد کو  
 منظر نہ ہو۔ اور محرم مردوں کے لیے ہر نماز کو کرنا واجب ہے۔

اس آیت سے شیعہ حضرات کے اس غلط فہم کی بھی تہ و بہہ ہے کہ  
 حضرت علیہ السلام کی صریح ایک ہی جہت، غلط فہمی، غلط تفسیر، ہے کہ  
 صبر ہے جس کا مطلب ہے کہ حضرت علیہ السلام کی حدود بٹیاں نہیں۔ حضور  
 علیہ السلام کی بار بٹیاں تھیں جن کے نام نہ تھے۔ رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ ہیں۔  
 فیہ حضرات کی تعمیرِ قرآن کی اب اصول کا نام نہیں چلا۔ ایسا کہ اگر حضرت  
 کے ساتھ نہ ہوتا۔ لہذا جو لوگ آپ کی جن بیویوں کو نکاح کرتے ہیں وہ سب سحر  
 پرست کا حکم دراصل انہی کو امت کے لوازمات ہیں۔ اس سے بے ضرورت  
 نے حکم اس لیے دیا ہے تاکہ برائی کا مرقعہ نہ ہو سکے۔ مثال کے طور پر۔

شرعیّت نے شراب کو حرام قرار دیا ہے تو اس کی مبادی یعنی کثید کرنا اور اس کی تجارت بھی حرام قرار دی ہے تاکہ شراب نوشی کا موقع ہی پیدا نہ ہو۔ اس طرح شرعیّت نے نکاح کی ترغیب دی ہے تاکہ بڑائی کی طرف رغبت نہ ہو اور پرچے کا حکم دیا ہے تاکہ بے حیائی کے اسباب کبھی روک دیا جائے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ جدید تہذیب کے دلدلہ اور پرچے کو عورت کی حق تلفی قرار دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ پردہ عشرِ صحت اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ عورتوں کو سر عام برہنہ کر دیا گیا ہے۔ اب وہ برقع یا ٹبری چادر زرد رنگ معمولی دوپٹے کو بھی سر پر لینا بد سمجھتی ہیں اور محض گلے میں لٹکا لیتا ہی کافی سمجھتی ہیں۔ اس بے پردگی سے یورپی ممالک کے شریعت الطبع انگریز بھی نالاں ہو چکے ہیں۔ اب اخلاق بگڑ چکے ہیں اور نسلیں خراب ہو رہی ہیں۔ پچھلی صدی میں ڈاکٹر سپنسر بہت بڑا فلاسفر ہوا ہے، جس نے جدید تہذیب کے خلاف سخت رپارکس دیے تھے۔ کہتا ہے کہ یورپ کی پینتالیس کروڑ کی آبادی میں سے یقین سے نہیں کہا جاسکا کہ پینتالیس بچے بھی حلالی ہوں، فحاشی کا اس قدر دور دور ہے کہ حلال و حرام کی تمیز ہی اٹھ چکی ہے۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے فحاشی سے بچنے کے لیے سخت قانون دیے ہیں جن کی پابندی سے انسانی اخلاق درست رہ سکتے ہیں اور انسانی سوسائٹی پاک رہ سکتی ہے۔ اسی لیے شرعیّت نے پردے کے احکام نازل فرمائے عورتوں کے غیر محرم مردوں سے میل جول بغیر محرم کے سفر کرنے اور کھیل تماشے پر پابندی عائد کر دی ہے۔ اسلام نے تصویر کشی کو بھی اسی لیے حرام قرار دیا ہے کہ یہ فحاشی کے مبادی میں سے ہے۔ چہ جائیکہ شیخ پریم بہنہ قص ہوا مرد و زن کا عام اختلاط ہو۔

بہر حال شرعیّت مظہر نے پردے کے احکام نازل فرمائے سلطان سوسائٹی کو ہر قسم کی قیادتوں سے پاک رکھنے کا درس دیا ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی کوتاہی ہو جائے یا غامی رہ جائے تو فرمایا وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا قرآن اللہ تعالیٰ





سے ملو بے حیائی اور فحاشی کی جھوٹی خبریں پھیلا نا بھی ہو سکتا ہے۔ جس سے سوسائٹی میں انتشار پھیلا نا مقصود ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جھوٹی خبریں پھیلاتے والوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کہ ایسے لوگوں سے ہر شیار بسنے کی ضرورت ہے، اور اگر کوئی ایسا شخص گرفت میں آجائے تو پھر قاضی اپنی صوابدید کے مطابق اسے زیادہ سے زیادہ سزا بھی دے سکتا ہے۔

پھر جب ایسے پلینٹ لوگوں کا احساس ہو گا تو فرمایا لَا تَجَاوَزُوا لَكُمْ  
فَهَذَا آيَةٌ لَكُمْ تو وہ آپ کے پڑوس یعنی شہر مدینہ میں نہیں رہ سکیں گے۔ مگر  
 بہت کم دنوں تک۔ اس قسم کے بد اخلاق لوگ خود بخود شہر سے بھاگ جائیں گے۔  
 اور سوسائٹی پاک ہو جائے گی۔ فرمایا مَلِكُؤَيْمِينَ یہ یعنی لوگ ہیں ان پر عیساکار  
 پڑے گی۔ أَيُّنَا تَقِفُوا أَخَذُوا پھر جہاں بھی یہ پائے جائیں گے پکڑے  
 جائیں گے۔ یہ شہر میں چھپ چھپا کر اپنی قبیح حرکات جاری نہیں رکھ سکیں گے  
 بلکہ قانون کی گرفت میں آئیں گے وَقُتِلُوا نَفْسًا اور سخت طریقے  
 سے مائے جائیں گے، ایسے لوگ تعزیری سزا سے واجب القتل ہیں اور ان  
 کے ساتھ نہایت سختی سے پٹا مانے گا۔ مفسرین کو اس فرماتے ہیں کہ تعزیری طور پر ان  
 کے سر قلم کیے جاسکتے ہیں۔ جو لوگ معاشرے میں فحاشی، بے حیائی اور بد اخلاقی  
 پھیلاتے ہیں ان کے سر تکب ہوتے ہیں، وہ کسی ہمدردی کے لائق نہیں، انہیں سخت  
 ترین سزا ملنی چاہیے۔

ارشاد ہوتا ہے مُسْنَةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ حَلَلُوا مِنْ قَبْلُ  
 اللہ کا یہ دستور پہلے لوگوں یعنی سابقہ امتوں میں بھی بدستور جاری رہا ہے۔  
 پہلی شریعتوں میں بھی فحش و بد معاشرت قسم کے لوگوں کی سرکوبی کے لیے قوانین  
 موجود تھے۔ اب آخری شریعت میں بھی اللہ نے یہی قانون رکھا ہے لوگوں

اللہ کا اہل  
 دستور

کے تحت واکوس کی مخالفت مندری ہے لفظ حکومت وقت کو اس کا مناسب  
تفہام کی جاہلیت، اصرار و اذیت اور شیریں زبانی اور ملت جملہ کے اعلیٰ طبقہ میں پورا  
چاہیے۔ ملک کا پرکار ایسی حکومت کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کے ذہن میں منور ہو کر  
کار دیا کی مخالفت کرتے حکومت کے لیے مندری ہے کہ وہ ہر فرض کیلئے  
بدکار کے خلاف فراہم کرے تاکہ لوگ کیوں باز رہیں یہی ہر فرض کی طرف  
اٹھ کر ہر ایک سب سے پہلے کام میں مصروف ہیں۔ خواہ اللہ کا جانور نہ  
سے بادری ہے قاتل چھک رہے اللہ نے دنیا اور تم اللہ کے ہاتھ  
میں تو نہ نہیں نہیں پاؤ گے اس قسم کے قرآن کریم میں جو مروجہ ہے ای  
فرانچس میں بھی ہے۔ ان سے مل کر دیکھا کہ حکومت وقت کے فرائض میں شامل ہے۔

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ وَقَدْ لَمَّا عَلِمَهَا  
عِنْدَ اللَّهِ طَوْماً يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ  
قَرِيبًا ①۳ إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكُفْرِينَ وَاعَدَ لَهُمْ  
سَعِيرًا ①۴ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَا يَجِدُونَ  
وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ①۵ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ  
فِي النَّارِ يَقُولُونَ بَلَّيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا  
الرَّسُولَ ①۶ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا  
وَكُفَرَاءَنَا فَاصْلُوْنَا السَّبِيلَ ①۷ رَبَّنَا ارْتِهَمْ  
ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنَهُمُ لَعْنًا  
كَبِيرًا ①۸

ترجمہ :- لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے  
بائے میں ۔ آپ کہہ دیجئے بیشک اس کا علم اللہ کے  
پاس ہے ۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ شاید قیامت قریب  
ہی ہو ①۳ بیشک اللہ تعالیٰ نے کفار کی جہنم  
پر اور تیار کی ہے ان کے لیے مہرکتی ہوئی آگ ①۴  
ہمیشہ کہنے والے ہوں گے اس میں ۔ نہ پائیں گے کوئی  
سماعتی اور نہ مددگار ①۵ جس دن کہ چلے جائیں گے ان

کے پہرے روزوں کی آگ میں نہ کہیں گے، اے انیسویں  
جائے لیے کہ ہم نے امانت کی، برنی اللہ کی اور امانت  
کی برقی بول کی (۱۶) اور وہ کہیں گے، اے ہمارے  
پروردگار! بیشک ہم نے امانت کی اپنے سروروں کی  
اور اپنے بڑوں کی قرآنوں نے ہیں گداز کر دیا سب سے  
راستے سے (۱۷) اے ہمارے پروردگار! ان کو امانت

خدا ہے، اور ان پر امانت کر بہت بڑی نعمت (۱۸)  
گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کے گھر کے آداب اور

الذرائع طہارت کے اس میں احکام بیان فرمائے، پھر پیغمبر علیہ السلام پر ورود  
سلام کی سب سے کمال کا بیان کیا، اس کے بعد اللہ اور اس کے رسول کو ایمان  
پہنچانے والوں کو دعوت پہنچایا، اور انہیں خدا کا حق قرار دیا، اسی طہارت  
امان دہ رسول اور سروروں کو تکمیل پہنچانے والوں کی خدمت بیان فرمائی  
ایسے لوگ بہتان طرازی کرتے ہیں کہ بہت بڑے گناہ کے مرتکب نہ تھے  
ہیں، پھر اللہ نے انہیں طہارت، حضور علیہ السلام کی بیٹری اور عام مؤمنین  
سروروں کے لیے یہ دے کر کاٹھ دیا، اور غلہ و گدوی کیسے طے نہ تھی قسم کے  
فرمان کو تنبیہ کی گئی کہ اگر وہ سروروں سے اذیت لے کر ان پر تعزیر چلائی  
جائے گی، وہ دعوت ہوں گے اور ان کو ترسہ طریقے سے قتل کیا جائے گا،  
فرمایا کہ کوئی نئی امانت نہیں سہجہ بلکہ یہ بڑا ترسہ ہے جو سابقہ امانتوں  
ذات سے چلا آ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے دشمن کو تبدیل نہیں کرتا،

بعینہ نافع لوگ فاسق پر طہارت کے احترامات کرتے تھے اور  
اس نظر پر کامیاب آتے تھے، اللہ نے ان کی اس قبیح حرکت کے متعلق فرمایا  
فَبَشِّرْهُمُ النَّارَ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر! لوگ آپ سے  
فہمیت کے متعلق سرائی کرتے ہیں کہ وہ کب آئے گی، یہ لوگ زقیامت کا

درجہ آیت

درجہ آیت  
مسلم

انکار کرتے تھے مگر جب اللہ کے پیغمبرؐ ان کو قیامت کی ہر نایکوں سے ڈراتے تو پھر  
استغفر اللہ چھوڑا اچھا بات یہ قیامت کب آئے گی؟ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا  
قُلْ مَن يَخْبِرُكَ عَلَى السَّلَامِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ يَكْفُرُونَ إِنَّمَا يَعْلَمُهَا عِندَ اللَّهِ  
وقد قیامت کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے جو اس نے کسی کو نہیں بتایا۔  
ایک روایت میں آتا ہے اَمَّا وَجِبَتُهَا فَلَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ رَسُوْلُهُ  
عین وقوع قیامت کی گھنٹی کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے۔ یہ علم اس نے نہ  
کسی نبی مرسل کو دیا ہے اور نہ ملک مقرب کو۔ البتہ قیامت سے پہلے پیش  
آنے والے بعض واقعات کا ذکر ضرور کیا ہے، جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا  
فرمان ہے اِنَّمَا وَالسَّاعَةِ كَهَاتِيْنِ يَمِيْنِ میں اور قیامت اس طرح آگے پیچھے  
آئے والے ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں۔ آپ نے دو انگلیوں کی طرف اشارہ کر کے  
فرمایا جس طرح دو انگلیاں متصل ہیں اسی طرح قیامت بھی بالکل قریب ہے اب  
میرے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی نئی شریعت، بلکہ اب قیامت ہی آنے  
والی ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تصدیق کی ہے اِقْسَمْتُ بِسِتِّ  
السَّاعَةِ وَالْشُّقُّ الْقَسْرُ (القدر) قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہو گیا  
شاہ عبدالعادر فرماتے ہیں کہ منافقوں نے یہ سوال محض مہر و حرجی کی  
بنیاد پر کیا ہو گا۔ جس چیز کا جواب دینا میں کسی کے پاس نہیں ہے اس کا بار بار  
سوال کر لے معنی بات ہے۔ ہاں اگر کسی سادہ لوح آدمی نے محض علم حاصل  
کرنے کے لیے ایسا سوال کیا تو حضور علیہ السلام نے اُسے دوسرے طریقے سے  
سمجھایا۔ جیسے ایک دیہاتی نے عرض کیا تھا حضور! یہ بتائیے مَتَى السَّاعَةُ

کو دست کب اٹھے گا؟ تو آپ نے جواب فرمایا اَللّٰهُمَّ اَعْلَمُ کہ پہلا جواب دہ  
 کو کہنے سے ناموس کے لیے تیار کیا کہ کہنے سے جواب دہا سوال کرنے سے یہ مطلب  
 ہو کہ کہنے کو اس سے نیک اعمال کیے ہیں جن کے سوا کہ جس کے لیے یہی مسرت کے منظر  
 ہو؟ اس شخص نے عرض کیا، حضور! یہ سننے کو زیادہ ناز نہیں ہوگی۔ نہ زور  
 دینے سے کہے جس امر کو زیادہ ہو کہ کہنے سے کام لے کر ہیں۔ اللہ من اللہ اور  
 رسول کے ساتھ محبت ضرور رکھتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اَللّٰهُمَّ صَاحِبِ  
 مَقَالِ الْعِبَادِ کہ اگر خوش رہا جس کے ساتھ ہو گئے جس کے ساتھ نہیں محبت  
 سے اگر آپ نے اس شخص کو جنت کی بدست بھی دی۔

اس کے بغض و کین و تشیع کے طور پر ایسے سوال کرنے تھے۔  
 الشریعۃ ان کے رو بہ خلاف وقت فیذہر ینک لتعل الساعۃ تنک  
 قیام کیا آپ کو معلوم شاید کہ قیامت قریب ہی ہو، ایک قریبات کی خبر  
 سچے چاروں کی کو است پر کج رنگ و رو ہوگا جب سرور اعلیٰ پہنچ جائے گا۔  
 اور اس کے متعلق بھی فرما کر یہ قریب ہی ہے، البتہ ایک قیامت صغریٰ  
 بھی ہے جو ہمارے سامنے پیش پر درود ہو جاتی ہے اور وہ شخص کی اطاعت  
 محبت ہے، بخیر علیہ السلام کہ ارشاد ہے مَن مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ  
 یقیناً مسئلہ اجر کو موت، لیکن قیامت کے لیے تو قیامت واقع ہو کر قیامت  
 سے مراد حیاتِ اعلیٰ ہے اور یہ شخص کے لیے عالم بزرگی میں ہی شروع ہو  
 جاتی ہے جب کہ شخص کو قبر میں دفن کر دیا جائے تو فوراً قبر کے سوال جواب  
 شروع ہو جاتے ہیں اور پھر اس اولین امتحان کے نتیجہ میں اور راحت پہنچا  
 ضرور ہو جاتی ہے یا انسان شیطانی میں مبتلا ہو جائے، قرآن کا طے سے  
 قیامت کریمہ ہو کر، البتہ اس کے متعلق اللہ و اس کے اولاد کو نہایت

اس کی بجائے انسان کو اپنی دوسری زندگی کے لیے تیاری کرنا چاہیے تاکہ وہ اُس زندگی میں عذابِ الہی سے بچ جائے۔

اس آیت کریمہ میں مَا يُدْرِيكَ کے الفاظ میں جس کا معنی ہے کہ آپ کو کس نے بتایا بعض مقامات پر اسی کے ہم معنی الفاظ مَا أَذْرَاكَ بھی آتے ہیں جیسے سورۃ القدر میں ہے وَمَا أَذْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ اور آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا چیز ہے، مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جس چیز کے متعلق يُدْرِيكَ آتا ہے، وہاں مذکورہ چیز کو ظاہر نہیں کیا جاتا اور جہاں أَذْرَاكَ استعمال ہوتا ہے وہاں بات کی وضاحت کر دی جاتی ہے۔ امام سفیان ابن عیینہ جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد اور امام شافعی کے استاد ہیں، وہ بھی مذکورہ حقیقت کی تصدیق کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ نے قیامت کے مَا تُدْرِيكَ کا لفظ استعمال کیا ہے تو اس کی تفصیلات نہیں بتائی مگر لیلۃ القدر کے لیے أَذْرَاكَ استعمال کیا ہے تو آگے کچھ تفصیل بھی بتائی ہے کہ لیلۃ القدر ایک ہزار مہینے سے بہتر ہے اور اس میں روح الامیں اور فرشتے نازل ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

آگے ارشاد ہوتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کا بھیجی ہے، لعنت کا معنی ہے رحمت سے بعید کر دینا سورۃ بقرہ میں ہے، جو لوگ کفر کی حالت میں مر گئے اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمُ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (آیت ۱۶۱) ان پر اللہ اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اس مقام پر ضرور فرمایا ہے وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا اُن کے لیے جھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے۔ جہنم کے ناموں میں ایک نام بھی ہے۔ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ یہ لوگ دنیا میں کفر اور شرک میں مبتلا رہے اور اسی پر وہ گرام کی غائب کرنے کی کوشش کرتے رہے، ایمان اور توحید کی مخالفت

کتابت







۲۲ من بَعِثَتْ

الْمَسْئُولِ ۲۳

وَرَبِّهَا ۲۴

أُولَئِكَ ۲۵

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا  
 مُوسَىٰ وَفَرَّاهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ  
 عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا ﴿٢٤﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
 اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٢٥﴾ يُصْلِحْ  
 لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ  
 ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿٢٦﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ ہو تم جن لوگوں کی طرح جنہوں  
 نے شیخ موسیٰ علیہ السلام کو، اللہ نے حق کو بڑی قرار دیا  
 اس چیز سے جو انہوں نے کہی تھی، اور وہی علیہ السلام اللہ  
 کے نزدیک بڑی عزت والے تھے ﴿۲۴﴾ اے ایمان والو!  
 ڈرو اللہ سے اور کہو بات سیدھی ﴿۲۵﴾ وہ درست  
 کرنے کا نصاب ہے یہ نصاب سے اعمال اور بخشش ہے جو  
 نصاب سے یہ نصاب ہے اور جو اللہ ہی سے ہے کہ  
 اللہ اور اس کے رسول کی پس بجائے وہ کامیاب  
 ہو جائے بڑی کو اپنی سے ﴿۲۶﴾

گزارش آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ پر چلنے والوں کی ہدایت، ممانعت سے منع کیا ہے  
 کہ ایسا کرنے والے کوئی چیز، اسی طرح کسی کام میں بڑی رحمت کو تکلیف پہنچا

بھی ناجائز اور سخت گناہ کی بات ہے۔ پھر اللہ نے اہل ایمان کو خبردار کیا کہ وہ منافقوں  
مشرکوں اور یہود نصاریٰ کی طرح اللہ کے نبی کے متعلق کوئی ایسی بات نہ بولیں  
جو آپ کے لیے ازیت کا باعث ہو۔ اگر کوئی مومن ایسا کرے گا تو اس کے ایمان  
میں خخل واقع ہو جائے گا لہذا ایسی بات سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

موسیٰ علیہ السلام  
کو ایذا پہنچائی

اب اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے اور مومنوں کو  
خبردار کیا ہے کہ تم بھی موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح اپنے پیغمبر کی ایذا رسانی کا باعث نہ  
بنا۔ جن لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ستایا وہ بھی ملعون ٹھہرے اور حق عذاب ہوئے  
ارشاد ہوتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَانُوا عَلَىٰ  
لِئْلِ إِيْمَانٍ وَكُنُوا هُمُ الْكَاذِبِينَ۔ اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جا جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ستایا۔  
ان پر طعن و تشنیع کی اور طرح طرح کے عیب لگائے گئے فَتَبَرَّأَ اللَّهُ مِنْهُمْ فَمَا لَهُ  
مَكَانٌ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی کڑی دیا ان باتوں سے جو وہ لوگ کہتے تھے۔ وَقَدْ كَانَ  
عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا اور موسیٰ علیہ السلام تو اللہ کے نزدیک بڑی دجاہت والے  
یعنی با عزت تھے۔ آپ اللہ کے عظیم النبی رسول اور صاحب کتاب نبی تھے،  
اور اس کے ساتھ اللہ نے آپ کو خلافت بھی بخشی۔

حضرت علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں کسی قدر نزاکت پائی جاتی  
ہے کہ ان کی قوموں نے اپنے جلیل القدر رسولوں کو کس طرح ستایا اور ذہنی گرفت  
پہنچائی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت عمید اللہ بن مسعودؓ نے دیکھا  
کہ ایک شخص حضور علیہ السلام سے کہہ رہا ہے یا محمد اعدل! اے محمد! انصاف کرو۔ مال  
غنیمت تقسیم ہو رہا تھا تو اس شخص نے اعتراض کیا کہ مال کی تقسیم صحیح طریقے سے نہیں  
ہو رہی ہے۔ یہ سن کر حضور علیہ السلام کو سخت پریشانی ہوئی۔ غصے سے آپ کا چہرہ  
مبارک سرخ ہو گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا وَجِهًا اللَّهُ هُوَ سَيُفَعَّدُ

أُولَئِكَ جَانَتْ عَنْ هَذَا أَقْصَبَ الشَّرِّ تَعَالَى عَلَى عِلْمِ السَّلامِ بِمَنْ فَرَسَ  
 انہیں اس سے کہی زیادہ تحسین پہنچائی گئی مگر انہوں نے صبر کیا، آپ کا مقدمہ  
 پر غصہ کریں، یہ زیادہ دماغی پرمیہ کو ظاہر ہو کر رہا، بہر حال حضور علیہ السلام نے  
 اس شخص کو جواب دیا لَقَدْ خَبِثَتْ قَلْبُكَ لَمْ أَغْدِلْ فَتَحَنَّنْ لِعَدِيلٍ  
 اے شخص! تو یہ بات کر کے کام ہو گیا، اگر میں

یہی انداز نہیں کروں تو ہر روز کون انصاف کے تقاضے پسند کرے گا؟  
 آپ نے مزید فرمایا کہ آسمان لئے تو مجھے امین سمجھتے ہیں ان تم کہے ہو واپس تیرے  
 لیے ہو، بس انہوں نے کامیاب ہے، پھر آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے پرکاروں  
 میں سے ایسے لوگ نہیں ملے جو دین سے اس طرح غافل ہو جائیں گے جیسے تیرے  
 جنور میں سے مل جاتا ہے تو فرمایا تم اپنے نبی کو ایسی اذیت نہ پہنچانا جس طرح رسول اللہ  
 کو تحسین پہنچائی گئی۔

معاذ سے  
 لکھنا

رسول علیہ السلام کو کیا، دماغی کی ایک مثال سورۃ المائدہ میں موجود ہے۔ آپ نے  
 اپنی قوم سے کہا کہ اپنے وطن شام و فلسطین کو آؤ اور کہنے کے لیے دباں پر ابھڑاؤ  
 رگڑ کے ساتھ مبارکرو، اللہ تمہیں فتح عطا کرے، مگر قوم نے نبی کو ملے موتی  
 اِنَّ فِيْهَا قُوَّةً خَيْرٌ لِّىْ رَاَيْتُ ۱۲۰ دباں پر تو بڑے محنت قسم کے  
 لوگ ہیں، ہم ان کو مٹا دینا نہیں کر سکتے فَادْفَعْ اَنْتَ وَرَجُلٌ فَقَالَا  
 اِنَّا هَاهُنَا نَحْفِدُ وَاَنْتَ رَاَيْتَ ۱۲۱ انا تم اور تمہارا لڑکا دونوں جا کر اس قوم  
 سے جنگ کرو، پھر تو یہیں بیٹھیں گے، اس صاف الفاظ سے رسول علیہ السلام  
 کو سخت گرفت ہوئی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا، مولانا اگرچہ اس  
 ابھڑاؤ میں پڑھیں لیکن میں جانتا ہوں تو صرف اپنے جانی کو بھی بچھڑاتا ہوں، انا  
 تو جانتا ہوں اس قاصد قوم کے درمیان فیصلہ کر دے، اللہ نے فرمایا ۱۲۲

یہ سترہویں شام فلسطین ان لوگوں پر حرام کر دی گئی ہے۔ اب یہ چالیس سال تک مسگرہاں پھرتے رہیں گے اس عرصہ میں اس نسل کے اکثر لوگ ختم ہو جائیں گے تو یہ سرزمین انھیں نسل کو منتقل کر دیں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا مطلب یہ کہ قوم نے موسیٰ علیہ السلام کو ازیت پہنائی اور خود بھی خدا کی طرف سے محبوب ہوئے۔

جہاں غیب  
کاشافہ

صحیحین کی روایت میں آتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نہایت عیادار آدمی تھے۔ جب آپ غل فرماتے تو سخت پرے کی حالت میں تاکہ کسی شخص کی نظر آپ کے برہہ جسم پر نہ پڑے۔ اس سے مخالفین نے یہ پراپیگنڈا کرنا شروع کر دیا کہ آپ کا جسم عیب دار ہے جس کی وجہ سے یہ اپنے جسم کے کسی حصہ کو ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ بعض کہتے کہ آپ کو آؤر کی بیماری ہے جس سے جسم کے ٹوٹے پھول جاتے ہیں۔ یہ بھی برسی علیہ السلام کے لیے تکلیف دہ بات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس اتہام سے بری قرار دینے کے لیے یہ سبب پیدا کیا کہ ایک دفعہ آپ نے پیٹروں کے درمیان نہائی میں غسل کرتے کے لیے کپڑے آکر کھینچ کر رکھ دیے۔ اتنے میں اللہ کا حکم ہوا تو پیچھے آپ کے کپڑے رے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ آپ بھی اُس کے پیچھے پیچھے دوڑے حتیٰ کہ وہ پیچھے لوگوں کی مجلس کے قریب جا کر رک گیا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے کپڑے لینے کے لیے برہنگی کی حالت میں ہی وہاں پہنچ گئے، جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ آپ کا جسم بالکل بے داغ ہے اور اس طرح اللہ نے آپ کو اس اتہام سے چھٹکارا دیا۔

بیکاری کا  
الزام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں آتا ہے کہ جب آپ نے اپنی قوم کے صاحب حیثیت لوگوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے کہا تو وہ ہرجے گئے۔ ان میں قارون سب سے پیش پیش تھا جس کے پاس بے شمار دولت تھی اور اُس کی زکوٰۃ

کی نذر بھی اچھی ماسی نہیں ملتی، اس شخص نے دعویٰ علیہ السلام کو بدنام کر کے لگا دیکھ  
منصور بنایا اور اس کام کے لیے ایک فاضلہ عورت کو لایا جسے کراپنا ڈکار  
بنایا، ایک سرخ پر موی علیہ السلام جمیع کے سامنے بکا، یہی کی نہ سنت، بیان نسبت  
تھے قرآن فاضلہ عورت نے سر عام حضرت کوئی علیہ السلام پر الزام لگایا کہ اسوں  
نے میرے ساتھ بکا، یہی کہتے فاضلہ بکاری کی مڑا رہے ہیں ان کوئی پلے کی، جس  
انہام سے موی علیہ السلام کو سخت ذہنی اذیت پہنچی، تاہم آپ نے لوگوں کے  
سامنے اس عورت کو فرم دلائی کہ اسی وجہ کہ دشمن کیب کی قسم اٹھا کر دست کا میں  
نے مندر کو بھیاڑ کی اسرا بنایوں کہ پکارا دیا اور فرعون بنی کر اسی مندر میں غرق کر دیا  
اور جس نہ روز قہال نے کہ دست جیسی مکران ان کے سب ازل فرمائی وہ اس خدا کی  
قسم اٹھا کر بتاؤ کہ کیا تمہارا الزام وہ سننا ہے وہ عورت سر عجب برائی اور  
اس نے افرار کیا کہ اسے غاروں نے پھینکے کر الزام لگانے پر آمادہ کیا تھا،  
پھر موی علیہ السلام نے اچھا وہ رب العزت میں غاروں کے حق میں بد دعا کی تو انہ  
نے اس سے سخت انتقام لیا، سورۃ انفص میں ہے فاستغفنا جہہ ویریدنا  
الآخرین و آتیت ہم نے اس کو خرافوں سمیت اور اس کی رائیٹ لگا کر بھی نہیں  
میں وضادوی، بہر حال موی علیہ السلام پہلے طرح کے الزامات دیا کہ آپ کو  
اذیت پہنچی تھی، بنگا اور نہ آپ کو بدنام سے بری کیا۔

اولیٰ ایمان  
مکر خفین

قربان پر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نیکہ کی ہے کہ وہی علیہ السلام کی قوم  
کی طرح تم بھی پہنچنے ہی کی شان میں کرنی افسانہ کی ذکر مٹھنا کہ آپ کو شکیلا پہنچے  
آپ کی ذات پر بھی لوگ طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے جیسے کہ بچا ہے  
کہ نہ انھوں نے نہ کہ نہ شریت کر رہا کہ آپ سے پہنچی بڑے تلخ کرنا، ہمیں  
آپ پر قہر انہوں نے کہ وہ جسے علی علیہ السلام لگاتے تھے جس سے آپ کو سخت  
نزدت پہنچی تھی، سورۃ البقرہ میں ہے کہ جو دی لوگ آپ کے لیے آیت کے لفظ  
کو جگہ کر رہا کہ کیا کہتے تھے جس کا بھی چاہا ہو آپ نے، اس پر اللہ نے

نے حکم دیا کہ آپ کی ذات مبارکہ کے لیے یہ لفظ سرے سے استعمال ہی نہ کیا  
 کرو وَلَا تَقُولُوا رَاعِیَتْ وَقُولُوا انْظُرْنَا بَلْکَ اس کی بجائے اَنْظُرْنَا کو  
 لفظ استعمال کیا کرو تاکہ کسی جگہ کا احتمال ہی باقی نہ رہے۔ اس سورۃ کی ابتداء میں بھی  
 اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام، آپ کی ازواج و عطاوات اور آپ کے گھرمے کے ادب بیان  
 کیے ہیں تاکہ آپ کی شان اقدس میں کسی مکملہ کمی کے تمام دروازے بند ہو جائیں اور آپ  
 کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ بہر حال اللہ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح  
 نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ازیت پہنچائی مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کو ہر اہتمام  
 سے پاک قرار دیا۔

قرآن سید  
 کا تحفہ

آگے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے ایک اور قانون بیان فرمایا ہے۔  
 ارشاد ہوتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ اے ایمان والو! اللہ سے  
 ڈرو وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا اور ہمیشہ سیدھی بات کو۔ ناطہ ہر ہے۔ کہ  
 اگر سیدھی اور سچی بات کرو گے تو اس میں ازیت کا کوئی امکان نہیں ہوگا، اور اگر  
 انہی تمپٹی باتیں کرو گے تو نبی کو تکلیف پہنچے گا احتمال ہوگا۔ مفسر مکرر لے منقول ہے  
 کہ قرآن سید سے مراد کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے، بعض دوسرے مفسرین فرماتے ہیں  
 کہ قرآن سید ہر سچی بات کا نام ہے، ہر بات واقعہ کے مطابق ہونی چاہیے اپنی  
 زبان سے کوئی غلط، غلیظ اور جھوٹی بات مت نکالو۔ شرک کی بات، گالی گلوچ،  
 کفر و فتنہ وغیرہ قرآن سید کے منافی ہیں لہذا ایسی کوئی بات نہیں ہونی چاہیے  
 حضور علیہ السلام نے زبان اور شد و گماہ کی حفاظت کا خاص طور پر حکم دیا ہے۔ گناہ  
 اور بے احتیالی کی باتوں سے منع فرمایا ہے، غرضیکہ فرمایا کہ ہمیشہ سیدھی بات کرو  
 فرمایا اگر تم زبان کی حفاظت کرو گے تو اس کا فائدہ یہ ہوگا۔ يُصْلِحْ  
لَكُمْ دِينَكُمْ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو سنوارے گا۔ درست

سچائی کا  
 فائدہ



کرے گا۔ وَقَبْلُكَ ذُلُّكَ كَمَا ذُلُّكَ بَيْنَ يَدَيْكَ اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمے گا  
 خداوند العالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے ذہنی اور انگریزی  
 سامنے کام درست ہوں گے۔ آخرت میں انسان کے اعمال اور شے کے ہاں قبول  
 ہو کر اس کی نہایت کا نذر ہو نہیں گئے اور درجہ کے مقام میں پہنچ گئے اور  
 دنیا میں اس کے حالات درست رہیں گے۔ پیشہ پائی کو ہی بول بلا ہر نام ہے  
 کوئی شخص اگر ہے۔ ملازم ہے، کارخانہ دار ہے یا مزدور ہے، وہ میں خاصہ میں  
 بھی ہے، اگر درست بات کرے اور اپنی زبان سے کوئی غلط بات نہیں کرے  
 تو دنیا میں اس کی جو ملکہ افزائی ہوگی، لوگوں میں عزت بڑھے گی اور لوگ اس پر  
 اعتماد کرنے لگیں گے، اور پھر ساتھ ساتھ اور شے جن لوگوں کی صفائی کا ذریعہ ہے  
 یا ہے۔ جب انسان خود اپنے اعمال، زبان کو درست رکھے گا تو اللہ تعالیٰ  
 اس کی چھٹی دہائی کو خود ہی معاف کرے گا، اور اس طرح وہ کامیابی کی  
 منزل تک پہنچ جائے گا۔

اطاعت کا  
 رسول

کے لئے اللہ نے ایک اصول بنایا ہے وَمَنْ قَطَعَ طَعَامَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ  
 جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اور اس کے احکام کی تعمیل کرے  
 گا، زبان کی پائی اور اعمال کی کوششیں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے تحت  
 ہی ہوگی، لَمَنْ فَرَّأَ فَقَدْ هَكَارَ فَتَوَارَ غُطَّيْهُ اَللّٰهُ غُطَّيْهُ کا معنی یہ ہے کہ  
 ہوگی، کامیابی کا ذریعہ اور اس کے بول کی اطاعت پر ہے جس نے اس کو  
 اختیار کر لیا۔ وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ کامیاب ہوگا۔ اللہ کی ذہنی  
 فہم کی بھی پاکیزہ ہوگی اور آخرت میں تو قیامتِ محنت حاصل ہو جائے گی جو ہمیشہ ہوش  
 کے لیے کامیابی ہے۔ اللہ کی رحمت کے مقام پر پہنچنے سے بڑی گنت کامیابی ہیں  
 جو اللہ اور اس کے رسول کے اطاعت گزاروں کو حاصل ہوگی۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ  
مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا  
جَهُولًا ﴿٤٢﴾ لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ  
وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى  
الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا  
رَحِيمًا ﴿٤٣﴾

ترجمہ: بیشک ہم نے پیش کی امانت آسمانوں ،  
زمین اور پہاڑوں پر ۔ پس انکار کیا انہوں نے کہ  
اٹھائیں اس کو اور اُس سے ڈر گئے ۔ اور اٹھا لیا  
اُس کو انسان نے ۔ بیشک وہ بڑا ظالم اور جاہل  
ہے ﴿۴۲﴾ تاکہ سزا دے اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور  
منافق عورتوں کو ، اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں  
کو ، اور اللہ تعالیٰ رجوع فرمائے (معافی کے ساتھ )  
مومن مردوں اور مومن عورتوں پر ۔ اور اللہ تعالیٰ بہت  
بخشش کرنے والا اور نہایت مہربان ہے ﴿۴۳﴾

رابطہ آیت  
گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اُس کے رسول اور عام مومنین  
کو ایذا پہنچانے سے منع فرمایا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثال دے کر سکھایا

ان رومی لوگوں نے طرح طرح کے الزامات مائل کر کے حکیم سہیل کو مکر اور  
 آپ کو تمام الزامات سے پاک کیا مگر علی علیہ السلام اللہ کے نزدیک بڑے باعزت  
 تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ خدا تعالیٰ سے ڈریں گے۔  
 اور میرے سپرد میں اور کچھ بات کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال  
 کو درست قرار دے گا اور ان کی غلطیوں کو معاف کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ غنی ہوگا۔ پھر  
 اعلان فرما دے گا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی، وہ یقیناً کامیاب  
 ہوگا۔

انسان کا  
 ایمان اور  
 عمل

جب انسان کی کامیابی یا کامی کے مسئلے میں اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان کا  
 ذکر کیا جو انسان نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے، اللہ فرماتا ہے اَنَّا جَعَلْنَا  
 الْاِنْسَانَ عَلَفًا لِّلْغَلَامِ وَالْاَنثَىٰ وَلَئِنْ رَفَعْنَاهُ عَلٰی الْاَبْجَاسِ لَمْ يَكُنْ  
 اَعْلٰیہٗ مِیْسِرَیْنِ کِی آسمانوں میں اور پادریوں پر تھا۔ اَبْجَاسِ اَنْ تَجْعَلُنَا  
 بِسْمِیْنِ مِیْسِرَیْنِ اُس کو اٹھانے سے انکار کر دیا۔ اَوَّاسْتَفْضٰیْنَاہُ اور اس سے  
 ڈر گئے۔ وَحَمَلْنَا الْاِنْسَانَ اُور انسان نے اس کو اٹھا دیا۔ اِنْسَانَ اَحْکَمًا  
 ظَنُّوْمًا جَعَلُوْا بَیْکُمْ وَہست پڑا غلام اور حامل ہے۔

اس آیت میں مذکور انسان کی تشریح مفسرین کرام نے مختلف تفسیروں سے  
 کی ہے اور انسان کا معنی ان مختلف چیزوں کو سمجھا ہے۔ حاملہ پر انسان سے  
 اللہ تعالیٰ کے اُمر کو لیا ہی جے جاتے ہیں جن کی پابندی ہر انسان پر لازم ہے  
 تاہم کھڑن اور فضا سے کرام نے انسان کے مختلف معنی بیان کیے ہیں۔

اللہ شافی اور آپ کے پیروکار کہتے ہیں کہ انسان سے مراد حکیم ہے  
 جس کو دوسرے انسان پر قانون کی پابندی لازم آتی ہے اور اس طرح وہ مکلف  
 بن جاتا ہے۔ دوسرے مفسروں میں انسان سے مراد نفس اور بات، اللہ

شرع اور حدود وغیرہ کی پابندی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان احکام کی تعمیل کی صلاحیت نہ آسمان میں ہے، نہ زمین میں، نہ پہاڑوں میں اور نہ شجر و حجر میں، لہذا انہوں نے اس بارگاہ کو اٹھانے سے انکار کر دیا، اور انسان میں چونکہ یہ استعداد پائی جاتی ہے، لہذا اس نے اس بار کو اٹھایا۔ امام ابوحنیفہؒ کے پیروکار بھی اسی نظریہ کے قائل ہیں کہ اس امانت سے مراد وہ استعداد اور صلاحیت ہے جس کی بنا پر انسان مکلف ہو گیا ہے۔ اگرچہ جنات بھی پابندیِ قانون کے مکلف ہیں، مگر ان کی صلاحیت انسان کی نسبت کمزور ہے، اس لیے جنات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں امام غزالیؒ، امام بیضاویؒ، خواجہ محمد یارؒ اور بعض دیگر معاصرین اس عمدہ تکلیف کا قیادہ اپنے نگے میں ڈالنا شروع کر لیتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ قانون کی پابندی کو اپنے ذمے لے لیا جائے اور پھر اطاعت کی صورت میں اجر و ثواب اور معصیت کی صورت میں عتاب کو قبول کر لینے کا ذمہ امانت ہے۔

اس آیت کریمہ میں آمدہ الفاظ عَدَّ حَسَبًا اِنَّ اَبْسَیْنَ خاص طور پر توجہ طلب ہیں۔ عرض کا معنی عام طور پر کسی چیز کو زانی یا تحریری طور پر پیش کرنا ہوتا ہے۔ اسی لیے تحریری طور پر پیش کی جانے والی درخواست کو عرضی بھی کہتے ہیں۔ ہم امام بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت پیش کرنے کا خدمت زانی یا تحریری طور پر پیش کرنا نہیں بلکہ آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کی استعداد اور صلاحیت کی طرف نسبت کرتے ہوئے پیش کرنا مراد ہے چونکہ ان میں اس عمدہ تکلیف کو اٹھانے کی صلاحیت نہیں تھی لہذا انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح یہاں پر اِنْفِیَ یا انکار کا معنی بھی زبان کے ذریعے انکار نہیں جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے بلکہ اس سے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں

عرض اور  
ابن کا مقصود

کا طبعی احساس و ارادہ ہے۔ ان پر حکومت ہی میں ملتی۔ گو در ایوانات اٹھائے گئے، مگر ان کی طاقت کے بنا پر بھی مگر انھوں نے عمل انصاف سے آواز نہ کیا ہے۔ ابن استبداد کے پرزور و فاضل ان میں استاد و مہر اسلامیت موجود ملتی کہ وہ اسلام و شریعت کی پابندی کے اس اہانت کو اوجہ و ثلث گئے۔ لہذا انھیں اس وجہ کو اٹھایا میں انھیں افرار کر دیا کہ کوئی مذہبی شخصیت ہرگز ان کے سامنے نہ آئے۔ اور پھر اس کے نتیجے میں جہاز اسلام کے بے نیلہ ہے۔ اس بات میں بار اہانت کے، اٹھائے گئے، اٹھائے گئے اٹھائے گئے یہاں کی کہ اہانت کا عالم انہیں قابل سیدہ ظلم و جبر و بدھ کے سیدھے ہیں یعنی ان میں نہایت ہی قابل و باطن ہے جس نے ایسی اہانت کو اٹھایا جس کو کراسان زمین اور بادشاہ نے اٹھائے سے نکال کر دیا۔ اس شاہ دولہ افشار فرما گئے یہ کیا ظلم اور جبر مل گئے انشاؤں کی خدمت کے جیلے نہیں آئے۔ لیکن ان کو مل اہانت کی خدمت کے طور پر لاگو کیا ہے ظلم سے ملو و دشمن ہو آہستہ بہت میں بدل کی صلاحیت موجود ہو۔ مگر وہ باطنی انصاف نہ کرے۔ اس طرح جبر کی لا غالب یہ ہے کہ اس میں حصول ظلم کی استعداد فرموتی ہو مگر وہ باطنی ظلم کے ساتھ معروف نہیں ہے نہ مخصوص نہ ہرگز ان کے اگر ظلم کو پرانی نہیں کہ ظلم حاصل نہیں کرنا اس میں ان میں دور ہو مگر انہیں اپنے کی صلاحیت نہ فرمودہ دینے اور یہی استعداد و صلاحیت ان انھیں حکومت پانی سے زمین، آسمان، پہاڑ، دریا، سمندر و جزیرہ بدل و ظلم کے حصول کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ لہذا وہ حکومت نہیں میں بالفرض اللہ تعالیٰ اپنے ظلم و انصاف کو جمل اہانت کی خدمت کے طور پر بیان فرما دیتے۔

اہم المذہب، صاحب تفسیر مغیری اور بعض دوست جعفرین نے عملِ امانت کو عہدِ نفیسہ مثالی طور پر بیان کیا ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہؓ کی مسودات، ہدایتِ نفیہ کے

ہے کہ تخلیق کے بعد آدم علیہ السلام محنت میں آزادی سے اڑھار اڑھار گھومتے پھرتے تھے۔ انہوں نے دلوں ایک بڑی چٹان پڑی ہوئی دیکھی۔ فرشتے اس چٹان کے قریب سے گزر جاتے تھے مگر اس کے حجم اور بوجھ کے پیش نظر کوئی بھی اٹھانے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کی کمرہستی پر حیرت ہوئی اور انہوں نے بغیر کسی کے کہے اس پتھر کو خود اٹھانے کی پیشکش کی۔ آپ نے اس چٹان کو گھٹنوں تک اٹھا کر پھینک دیا، پھر دوبارہ کوشش کی تو کہہ: "تو اب لے لے سگئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے اس پتھر کو اٹھا لیا ہے۔ تو اب یہ تمہاری اور تمہاری اولاد کی گزروں پر قیامت تک ہے گا۔ یہ عمدہ تکلیف ہے جس کو تم نے برضا و رغبت اٹھا لیا ہے لہذا اب اسے زندگی بھر اٹھائے رکھنا ہو گا۔ اور اس بار امانت کو نبھیں پھینکنا۔ چنانچہ صبحِ مدیث میں حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد بھی آتا ہے: **إِنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ فِي جَذَرٍ فَكُلُّوْبِ التَّجَالِ نُسَّ عَلِمُوا مِنَ الْقُرْآنِ وَالسُّنَنِ** یعنی تکلیف کی یہ امانت لوگوں کے دلوں میں اتاری گئی تھی، پھر انہوں نے دنیا میں آکر اس کی تفصیلات قرآن و سنت سے معلوم کیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے اس بار امانت کی توضیح اپنے اہل خانہ میں اس طرح بیان کی ہے کہ انسان نے ازل میں یہ امانت اٹھا تو لی تھی مگر دنیا میں آکر وہ عمر میں مبتلا ہو گیا۔ اور اس کی توجہ فرض کی ادائیگی کی طرف نہ رہی۔ خدا تعالیٰ نے یہ بار امانت پیش کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی پیشکش بہت بڑی چیز تھی جس میں انسان کو بڑا ہی لطف و سرور آیا۔ اور اس نے فیصلہ کیا۔ خدا کی پیشکش کو ٹھکرا، انہیں چاہیے، چنانچہ وہ اسی سرور میں مست رہا۔ مگر یہ نہ سوچا کہ یہ ذمہ داری یا فرض مجھ سے پورا بھی ہو سکے گا یا نہیں۔ اب جو شخص اس ذمہ داری کو نہیں اٹھائے گا۔ وہ قابلِ مؤاخذہ ہو گا۔

جنید بغدادیؒ  
کی ترمیم

اس میں من مہرمت محمد الہیؐ فرماتے ہیں کہ انات سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذاتی تعلیمات کو برداشت کرنے کی صلاحیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفاتی تعلیمات پرست ہی ہیں۔ جس سے اللہ کے فرشتے اور باقی مخلوقات بھی مستفید ہوتی رہتی ہیں، مگر خدا تعالیٰ کی ذاتی تعلیمات کا دوسرا منہ خاکی انسان ہی میں جاکہ میں اللہ نے ان تعلیمات کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھی ہے جو کسی دوسری مخلوق میں نہیں ملتا۔ یہ بات اپنے شعر میں اس طرح بیان کی ہے۔

الطاف بہ کائنات مہرہ ہا اگر نہ ہی مکتی

چمن رنگار ہے آئینہ او بہا ہی مکہ

کہتے ہیں کہ شیخے میں سے اس ہفت تک عکس نظر نہیں آتا جب تک کہ اس کے پیچھے رنگار یعنی آئینے کی آگاہ نہ کر لی جائے۔ اسی طرح مہرہ ہا کی ہول سے طغی اللہ کے لیے اس کے پیچھے چمن کا ہوا ضروری ہے۔ ہا وہا۔ تو جب چمن سے ہرگز آئینہ نہ پھول، غور مہرہ سنہ ہتے اور آئینے کی خوشبو نہ پھولنے کی اور اگر اس کے پیچھے باغ کا رنگا بھی نہ ہو تو یہ ذرا ہی کمزور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی شخصیت میں سے کیا ہے اور ہی وہ کائنات ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذاتی تعلیمات کو برداشت کرنے کی استعداد بخشتی ہے۔ لہذا انسان کا خاک ہوا ہی ہے۔ ہر انات انسان کی صلاحیت مل کر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی اور مخلوق نے اس انات کو نہ ملایا۔ مخلوق نے اسے نہ ملایا۔ عام خیرین انات سے مراد اہل فرماں دینی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ سے مل کر وہ اعجاز کھیں، زبان کاں، کان، آنکھ، دلی، اعتدال مستربہ اور دیگر ذوق ان کے پاس اللہ کی امانت میں۔ اگر ان اعتدال، اگر جمیع طریقے سے مستعمل کرے گا۔

ۛ

تک دون العالمی ص ۹۲۶ ایضاً

مہرہ ہا کی  
تعلیمات

عزت مہرہ  
اور ہا کی

تو اس امانت کا حق ادا ہوگا، ورنہ نہیں۔ اعضاء کے علاوہ بہت سے احکام بھی  
 امانت سے تعلق رکھتے ہیں۔ بغسلِ جنابت، حفاظتِ ناموس، قرضِ امانت کی ادائیگی، عہدہ  
پیمان اور اوراد و نوافل کی پابندی اسی امانت سے متعلق ہیں۔ اس امانت میں خیانت  
 کرنا یعنی احکامِ فرائض سے غفلت اور اوراد و نوافل کی عدم پابندی انسان کے لیے  
 وبالِ جان ہوگی۔ اور اس امانت کی حفاظت کرنے پر اللہ نے درجیات کی پابندی  
 اور گناہوں کی معافی کا وعدہ فرمایا ہے۔ لہذا اس امانت کی پاسداری کرنی چاہیے۔  
 اس امانت کا حق نذا کہہ نے والا آدمی منافق ہوگا۔ یا شرک اور ہمیشہ کے لیے  
 مبتلائے عذاب ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ اگر انسان سے چار  
 چیزوں کے علاوہ باقی ساری بھی فوت ہو جائیں تو اُسے فکر مند نہیں ہونا چاہیے۔  
 اُن میں سرفہرست امانت کی ادائیگی ہے۔ اگر اُس کے پاس کوئی مال بطور امانت  
 ہے تو اُس کو واپس کرے، کوئی وصیت ہے تو پوری کرے، کوئی عہد و پیمان کیا  
 ہے تو اُس کو نبھائے، یہ سب چیزیں امانت کا حصہ ہیں۔ فرمایا دوسری چیز بچائی ہے  
 تیسری اخلاقِ حسنہ، اور چوتھی رزقِ حلال جو شخص ہمیشہ سچ بولتا ہے دوسروں کے ساتھ  
 حسن سلوک سے پیش آتا ہے اور وہ حلال روزی کھاتا ہے اور استعمال کرتا ہے، تو  
 پھر اگر اس کے پاس اور کچھ بھی نہ ہے تو بھی فکر کی کوئی بات نہیں، کیونکہ دنیا میں ان  
 چار چیزوں سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔

شاہ عبدالقادرؒ نے حلِ امانت کی بات چند جملوں میں بڑے اچھے طریقے سے  
 سمجھا دی ہے، فرماتے ہیں کہ انسان نے اپنی جان پر ترس نہ کھایا اور اس بار امانت  
 کو اٹھالیا۔ نیز فرماتے ہیں کہ اپنی خواہش کو رد کر کہ حکم کی تعمیل کرنا گویا امانت کا حق ادا  
 کرنا ہے۔ انسان کے اپنے دل میں کوئی خواہش ہے اور اللہ کا حکم اُس کے خلاف

شاہ عبدالقادرؒ  
کی تفسیر



جسے فرما کر وہ اپنی خواہش کے خلاف حکم پر عمل کرے گا تو اسے امانت کی پاسداری  
کی امانت دیا کر امانت بہت بڑا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں زمین اور پانیوں کو  
ذکر کیا ہے مگر ان میں تو خواہش پائی ہی نہیں پائی یا اگر طبعی طور پر کرنی ہے۔ فرد  
اس سے بڑھ کر اس حد تک کی طاقت ہی نہیں رکھتا اور آسمان پر قائم رہتا ہے۔ یہ بلقان  
جی کہ جسے جو خواہش بھی کر سکتا ہے۔ اور پھر زمین کا ہر اشیاء کی تعجب بھی کر سکتا ہے۔ اسی کا  
ہم امانت کی ادائیگی ہے۔ امانت کا قانون بھی یہی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو امانت  
کو دے گا تو اسے کہہ کر امانت کرے گا تو اسے اس کو بدل دینا پڑے گا۔ اور اگر کوئی امانت  
کسی شخص کے اختیار کے بغیر ضائع ہو جائے گا تو اس کا بدلہ نہیں دینا پڑے گا۔ جو جسالی  
شاعر صاحب کے نزدیک حلی امانت سے مراد اختتام و طمانین کی امانت ہے۔  
- روزنامہ یہ احمد خاں نے سوسائٹیز کی شہرت میں اور دہلی مانچے پر بھی عمل امانت  
کی نسبت عمدہ و شیریں کیا ہے۔ دیکھتے ہیں کہ صفت کرنا جو جو عجب آدابوں میں اور۔  
پہاڑوں سے لے کر اسی کے۔ اس کر اس امان امان نے اپنے کن عمروں پر امانت۔ اسی  
چے فرما سو روگ کہتے ہیں۔ -

آسمانی بار امانت تو امانت کثرت

قرطی غالی بنام من امانت زون

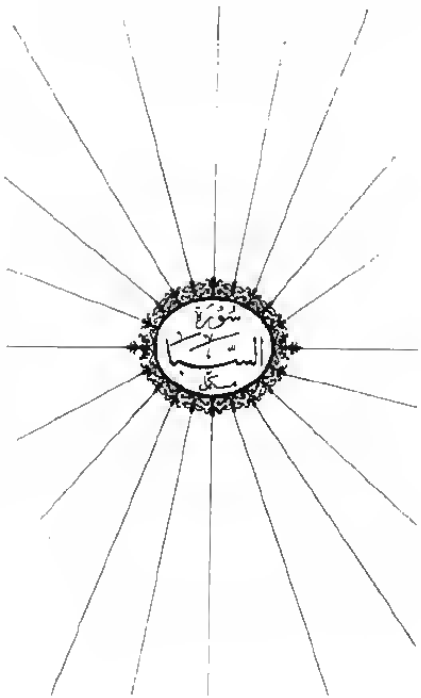
یعنی امانت کے جس کو عجب کر آسمان زمین ز امانت کے امانت کو امانت کا فربہ عجب  
امانت کے اسم پر نکالا ہے۔

مولانا غالی فرماتے ہیں کہ اصل امانت بہت حق غالی ہے اپنی اپنے نفس  
امانت غالی کی کسی نسبت میں رکھنے کا ارادہ کیا تاکہ اگر وہ چاہے تو اپنی کشتی کتب  
اور قوت باذن کے ذریعے اس امانت کو محفوظ کر کے اسے ترقی دے سکے اور اس  
سلسلہ میں اس کی ہر قسم کی شمول اور رعایت کا اندر ہو۔ پھر اس کو اس کے فوائد









ومن یعتد ۲۳

سبا ۳۴

رِسْرَا ۱

آیت ۶۶۱

سُبْحَانَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ

سورة سبا کی ہے اور یہ جون آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا  
 فِي الْأَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ وَهُوَ  
 الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلْجُ فِي  
 الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ  
 السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ الرَّحِيمُ  
 الْغَفُورُ ② وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا  
 السَّاعَةُ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ لَا عِلْمَ  
 الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي  
 السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ  
 ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ③  
 لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

أُولَئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ  
 سَعَوْا بِآيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَئِكَ لَهُمْ  
 عَذَابٌ مِّن رَّحْمَتِ اللَّهِ ۝ وَيَوْمَ الَّذِينَ  
 أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ  
 هُوَ الْحَقُّ لَا يَهْدِي إِلَى الْغَى صِرَاطُ الْمُعْزِزِينَ  
 الْحَمِيدِ ⑦

ترجمہ۔۔۔ سب تعزیریں اللہ تعالیٰ کے پے ہیں  
 کہ اُس کے پے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو  
 کچھ ہے زمین میں، اور اُس کی تعزیریت ہے آخرت میں  
 اور وہ حکمران والا اور سب چیزوں کی خبر رکھنے والا  
 ہے ① وہ جانتا ہے جو پہلے داخل ہوئی ہے زمین  
 میں اور جو خارج ہوئی ہے اس سے، اور جو آسمان کی طرف سے  
 نازل ہوتی ہے اور جو اسکی طرف چڑھتی ہے اور وہ نہایت دم کرنے  
 والا، اور گھٹش کرنے والا ہے۔ ② اور کہا ان لوگوں نے جھوٹے  
 کلمہ کیا کہ نہیں اُنکی ہمارے پاس قیامت، آپ کہہ دیجئے کیوں نہیں؟  
 اللہ میرے رب کی قسم اللہ عزوجل کہے گی وہ تمہارے  
 پاس رہ جائے والا ہے غائب کا۔ نہیں غائب اُس  
 سے کیسے روزہ ہرگز بھی کوئی چیز نہ آسمانوں میں اور  
 نہ زمین میں، اور نہ اُس سے کوئی چھوٹے چیز اور نہ بڑی  
 چیز مگر وہ ایک گھٹی کتاب میں درج ہے ③ آکر

بلکہ وہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کیے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے ④ اور وہ لوگ جنہوں نے کوشش کی ہماری آیتوں میں عاجز کرنے کے لیے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے ⑤ اور دیکھتے ہیں وہ لوگ جن کو علم دیا گیا ہے، وہ چیز جو امدادی گئی ہے آپ کی طرف آپ کے پورے کارکن کی جانب سے، وہ بہت ہے اور وہ راہنمائی کرتی ہے عزیز اور حمید خدا تعالیٰ کے راستے کی طرف ⑥

نام اور  
کوالف

اس سورۃ کا نام سورۃ سبا ہے جو کہ اس کی آیت ۱۵ میں آدھ لفظ سے اخذ ہے۔ سبا ایک شخص، قبیلہ، شہر اور ملک کا نام تھا جس کا ذکر اس سورۃ مبارکہ کے دو مسطورہ ذکر میں آیا ہے۔ اس سے پہلے سورۃ نور سے لے کر سورۃ صافات تک ساری کی سورتیں تھیں۔ اس کے بعد پہلی سورۃ الاحزاب مدنی تھی اور یہ سورۃ پھر مدنی ہے۔ آگے پھر تین سورتیں تھیں اتر مدنی ہیں اور اس کے بعد مدنی اور مدنی منقطع سورتیں آئیں گی۔

اس سورۃ کی چون آیتیں اور چھ رکعت ہیں یہ سورۃ مبارکہ ۸۸۲ الفاظ اور ۱۵۱۲ آیت پر مشتمل ہے۔ یہ سورۃ مکی دور کے زمانہ وسطیٰ میں سورۃ لقمان کے بعد نازل ہوئی۔

سالہ سورۃ احزاب کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے امانت کی حفاظت کا قانون نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے امانت کو آسمانوں، زمین اور پانیوں پر پیش کیا مگر انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے مگر انسان نے اس بار امانت کو اٹھا لیا کیونکہ اللہ نے انسان میں عمل امانت کی پوری پوری صلاحیت اور استعداد رکھ دی ہے۔ چونکہ انسان نے از خود اس بار امانت کو اٹھا لیا ہے لہذا اب یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ اس امانت کی حفاظت کرے اور جو شخص اس امانت کا حق ادا

سالہ سورۃ  
کے ساتھ دیکھ



خبر کر کے گھبرا اس کی سسکی کہے گا۔ وہ نہ تو ہوگا، اس نہ کہ اللہ رب العزت کا کلمہ کہنے سے  
گھبرا، البتہ جو شخص اس اذیت کو بہت طریقے سے ادا کرے گا، وہ کمال لٹ کا لافس  
ہوگا۔ اور خدا کی بخشش و رحمت کا کلمہ ہوگا۔ انبیا میں سورتہ کے ساتھ مذہب ہے  
کہ اعظم الامامہ یعنی مسیح بڑی امت انبیاء کے پاس توحید مذہب ان میں  
ہوگا، وہ توحید ہے کہ انہیں رب ہی۔ تو گویا اس نے امانت کا اس ادا کو یہ اور کہہ دیا ہو، نہ کہ  
کہ اسے تو اس امانت کو ضائع کرنے والا ہوگا۔ چنانچہ اس سورتہ مبارکہ میں فرمایا  
کا اظہار خاص ذکر آ رہا ہے۔

۱۰۰

مذکورہ سورتوں میں اسلام کے بنیادی عقائد یعنی قرینہ اِبرہیٰ اعلیٰ، رسالت، وقرآن فی مسیت اور حقان کی صداقت اور رفاقت کا ذکر کیا گیا۔ اور قرآن آیت 2 اس کے علاوہ اخلاقی کی اصلاح اور انسانوں کی تہذیب و تمدن پر بھی آیت 3 اور 4 کے ساتھ ساتھ اس سورۃ میں مفسرین نے کہ قرینہ بھی آگئی ہے، تیسرا کہ آقا ص کے لئے والوں کو مل جلنا واجب رکھا ہے۔ قرینہ کے حکم کو دلائل ہمیشہ کے لئے ہیں اور ذہن بکھیر کر صداقت کو دیکھا گیا ہے۔ اسی طرح رسولوں کی بعثت اور ان کے انکار کرنے والوں کو سزا بھی بتایا ہے، ساتھ ساتھ ان کی طرح اس سورۃ میں شہر گواہی اور نافرمانی کا سند بیان ہوا ہے اور اس میں جس نسبت و ازہرہ کا ذکر ہے حضرت سلمان علیہ السلام کی جھگڑائی کو مقرر نمونہ پیش کر گیا ہے، علاوہ ان میں اس سورۃ مبارک میں بہت کچھ کہتا ہے کہ مسلمان جو ہے جس کی راہ گاہی نہیں ہے، اس سورۃ مبارک میں بہت کچھ کہتا ہے کہ مسلمان جو ہے جس کی راہ گاہی نہیں ہے، مسلمان کے نام، باب جس کی راہ گاہی نے خرود فرمائی۔

2000

[illegible]

کی شکر گزاری اور ایمان کی بدولت ہی نصیب ہوں گی۔ انسان کے لیے جس طرح  
 ہوا، پانی، خوراک اور دیگر ضروریات زندگی مطلوب ہیں، اسی طرح اس کے لیے  
 پریت کی بھی ضرورت ہے جو وحی الہی، کتاب، شریعت یا دین کے پاکیزہ  
 اصولوں کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ پھر مال اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر  
 ادا کرنے کے لیے اس سورۃ مبارکہ کی ابتدا حمد باری تعالیٰ سے ہو رہی ہے۔ ارشاد  
 ہوتا ہے الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَفَّ عَنِ السَّمَوٰتِ وَحَاثِفِ  
 الْاَرْضِ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہیں کہ اُنہی کے لیے ہے  
 جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کائنات کی ہر چیز اُنہی کی ملکیت ہے  
 وہی ہر چیز کا خالق، مدبر اور متصرف ہے۔  
 ہے۔ ان امور میں کوئی بھی اُس کا شریک نہیں، نہ کوئی پیدا کر سکتا ہے، نہ تدبیر  
 کر سکتا ہے اور نہ کسی کو تصرف حاصل ہے۔ جب یہ بات ہے تو مستحق عبادت  
 بھی اُس کے سوا کوئی نہیں۔ شرک لوگ خواہ مخواہ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں۔  
 اور ان کو نذر و نیاز پیش کر کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔

یہ نودہویں نعمتوں کا دنیا ہی میں شکر یہ ادا ہوا، فرمایا وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ  
 اور آخرت میں بھی اُنہی کے لیے تعریفیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو جو نعمتیں  
 آخرت میں عطا کرے گا تو وہ ان نعمتوں کا شکر یہ بھی ادا کیا جائے گا۔ جب مومن  
 لوگ خدا کی رحمت، کے مقام بہشت میں پہنچ جائیں گے، انہیں ہر طرح کا آرام و آسائش  
 حاصل ہوگا تو یہ اختیار پکار اُنہیں گے الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا  
 لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْتَ هَدٰىنَا اللّٰهُ (ابوعبافہ ۴۳۰)  
 اُس خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، سب تعریفیں اُس کے لئے ہیں جس نے  
 ہماری راہنمائی کی کہ اس مقام تک پہنچایا۔ اگر وہ ہماری راہنمائی نہ کرتا تو ہم یہاں  
 کیسے پہنچ سکتے تھے۔ جنت میں پہنچ کر اگرچہ حمد و ثنا ضروری نہیں ہوگا، مگر وہاں  
 یہ اہل ایمان بے اختیار اللہ کی تعریف و حمد کے گیت گائیں گے

حدیث میں آپ کو جنت والوں کو خدا کی تسبیح والہام کے لئے بھیجے اور وہ ان سے اس طرح کے افعال سرزد ہو کر جس طرح انہی سے سانس ہے اعتبار سرزد ہوتا رہتا ہے۔ جبراً آخرت میں بھی انہی کے لئے کھڑا ہے۔

[illegible]

فراموش کیے بغیر ہونے کا دار اس قدر کسب ہے کہ یہاں تک کہ اس سے  
فی الواقع وقت کی بخشش ہونے لگے اور نہیں میں داخل ہونے والی اور اس سے  
خارج ہونے والی چیز کو مانا ہے۔ زمین میں داخل ہونے والی اشیا میں  
پیشہ، بجلی، کپڑے، کھانا، اور عمارتیں، اس کے علاوہ صرف بھی زمین، داخل  
ہوتے ہیں۔ ان کے خلاف ہے اَللّٰہُ یَجْعَلُ الْاَرْضَ رِجْلًا (۲۵) اَشْکَابُ  
وَقُضَاۗءُ (۳۱) اسوۃ العرسلت کیوہم نے نہیں کہ نہ اور ہر دوں کے لئے ہے۔  
تین بلکہ اس طرح زمین سے ابر نیلے والی چیزوں میں ہوش و ہمت، سبزی،  
گھنسیاں اور کھجور، نباتات میں سونا، چاندی، گیس، پٹرول اور ہر قسم کی جانیں ہیں  
اور تمام چیزیں ان کی زندگی کے لئے ہوتی ہیں اور ان کے لئے ہیں انہیں سے  
بیکوہ ہے۔

[illegible]

کے بغیر کوئی جائز زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ انسانی جسم میں دوڑنے والے خون میں اتنی فیصدی پانی کا عنصر ہے، لہذا پانی کا نزول بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے علاوہ وحی الہی بھی عالم بالا سے آتی ہے اور قضا و قدر کے فیصلے بھی اللہ کے فرشتے اسماں کی طرف سے لاتے ہیں۔

\_\_\_\_\_ پھر آسمان کی طرف چڑھنے والی اشیاء میں انسان کی دعائیں ہیں، اس کے اعمال ہیں۔ فرشتے بھی آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ اُن کے علاوہ بھی بیہ شمار چیزیں ہیں جو آسمان کی طرف چڑھتی ہیں۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے علم تحیک کا مالک ہے کہ وہ زمین میں داخل ہونے والی اور اس سے خارج ہونے والی، نیز آسمان سے نازل ہونے والی اور آسمان کی طرف چڑھنے والی ہر چیز سے باخبر ہے۔ وَهُوَ الرَّحِيمُ الْعَلِيمُ وہ بڑا مہربان اور بخشنے والا اور دنیا کی ساری چل پل اس کی مہربانی اور رحمت کا مظہر ہے۔ انسان تو مطلق شناس میں جو اس کے انعامات کی قدر دانی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ اپنی بخشش و رحمت کی وجہ سے انسانوں کو بہت سا موقع دیتا ہے، وگرنہ وہ فوراً گرفت کر لے تو ہندے کا کمان ٹھکانا ہے؟

ارشاد ہوتا ہے وَقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَأَخَّذْنَا السَّاعَةَ كَافِرُونَ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس قیامت نہیں آئیگی۔ مجھے کے مشرک بھی کہتے تھے کہ لات اور عزیٰ کی قسم کوئی قیامت نہیں آئیگی نہ کوئی عجزائے عمل واقع ہوگا۔ چنانچہ جس طرح کافر اور مشرک قیامت کا سختی کے ساتھ انکار کرتے تھے اسی طرح جواب بھی اللہ نے سخت دیا۔ فرمایا قُلْ بَلٰی وَبَشِّرِ السَّائِفِينَ اے پیغمبر! آپ ان سے کہہ دیں کیوں نہیں، مجھے میرے رب کی قسم قیامت تمہارا پاس ضرور آئے گی۔ تم کیسے انکار کرتے ہو، اللہ نے نہایت تاکید کے ساتھ فرمایا ہے۔ آگے بھی اسی سورہ میں آ رہا ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ انسان مرکز مٹی میں مل جاتے ہیں، اُن کے اجسام ریزہ ریزہ ہو کر منتشر ہو جاتے ہیں تو یہ کیسے دوبارہ جی اٹھیں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ تم قیامت کو بعید سمجھتے ہو حالانکہ یہ بالکل قریب ہے۔

دفعہ  
قیامت

باقی رہی یہ بات کہ منقشر ذرات کو اللہ تعالیٰ کیسے اکٹھا کرے گا۔ اور پھر ان کو  
 ایسے ہی ہر ایک شکل میں اکٹھا کرے گا۔ جیسے وہ مرنے سے پہلے تھا۔ اور خدا بجزیم الغیب وہ غم  
 غیب کی چیزوں کی جاننے والا ہے۔ لَا تَشْفَعُ عَنَّا إِلَّا خِطَابُهُ عَنْهُ يَنْفَخُ فِي دُفِّ  
الْمَسْطُورَاتِ وَلَا فُفٍّ اَلَا تَرَىٰ اَنَّ اَسْوَاقَ اَوْدَنْہِیْمِ ہر کوئی ذہن پارہ چیز میں اس  
 سے غائب نہیں ہے۔ ذہن پر غری کر سکتے ہیں اور رشتہ ان سے مادہ آئے والے  
 و صوب میں جو پھوٹی پھوٹی چیزیں نظر آتی ہیں وہ بھی ذرات کی گھڑائی ہیں۔ مطلب یہ ہے  
 کہ کوئی پھوٹی سے پھوٹی چیز بھی اللہ تعالیٰ کی نظر میں سے اوجھل نہیں ہے۔ مگر اس کا  
 علم ذہن سے ذہن سے پرچھل ہے۔ یہ اس کی صفت خاصہ ہے جس میں کوئی در نظر نہ  
 نہیں ہے۔ اور ہر شے پر قادر ہے۔ اَلَا تَرَىٰ اَنَّہُمْ کَیْفَ اَجْرَ اَبْرَہٰمَ کَیْفَ یَبُولُ سَکَہ  
 اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر لہو لہو نہیں جمع کرنے پر ہی قادر ہے۔ اور تمام چیزیں اس کی مخلوق  
 ہیں۔ خداوندی جبر میں بھی خدا ہی خدا ہے۔ لہذا ان کی گمشدگی کا کوئی امکان نہیں۔ اللہ غائب  
 نہ مست نہیں ہے۔ وہی سب کو اکٹھا کرے گا۔ فَرَا اَذْکَا اَصْحٰبِہٖمِ ذَلِکَ  
وَلَا اَکْثَرُ اِلَّا خِطَابُ رَکِیْبٍ مَیْمَنَہٗ اِسْرَے پھوٹی اور بڑی کوئی بھی چیز  
 اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے۔ ہر چیز ایک گھڑائی کتاب میں لکھی ہوئی ہے  
 اور حق ہے۔ قیامت محمد واقع ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس دین میں پیڑوں کو مار کر گرے گا۔

چونکہ علی  
 کہ منقول

فَرَا اَذْکَا قیامت اس لیے ضروری ہے لیکن یہی حق اَلَا تَرَىٰ اَنَّہُمْ  
 وَتَحْدِثُ اَلْعَبَابِلَہٗ اَکْثَرُ اَمَّا اِسْرَے اَلَا تَرَىٰ اَنَّہُمْ کَیْفَ اَجْرَ اَبْرَہٰمَ لَہٗ اَوْدَنْہِیْمِ  
 ایسے اعمال انجام دیے۔ اس دنیا میں ہر چیز غلط ہو رہی ہے۔ لہذا دنیاں کی شخص کو  
 اس کے اچھے اچھے اعمال کا پلہ پلہ نہیں لے سکتا۔ یہاں اس دنیا کا قانون یہ ہے  
 ایک عدالت فیصلہ کرتی ہے اور اس سے فوراً دلی عدالت اس کو کامیاب قرار دیتی ہے  
 پھر اس سے اور دلی سپریم کر کے بھی فیصلے کے معزین بدل دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ  
 مائیں سے نہیں کہا جاتا ہے کہ کسی شخص کو اس کے جبر کی ملک ملک سزا دی  
 ہے یا نہیں۔ اسی لیے قیامت کا واقع ہر نامزد ہی سے ہے۔ بلکہ ہر ایک دنیا کا

بالکل ممتاز ہو جائے اور پھر اس کے مطابق جزا یا سزا کا فیصلہ ہو۔ یہی معنی اور صحیح فیصلہ ہو گا جو اللہ کے بارگاہ میں ہو گا۔ اور اسی کے مطابق پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

پھر اہل ایمان اور اعمال صالحہ کے نزدیک کی جزا کے متعلق فرمایا أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی بخشش اور باعزت روزی ہوگی، بخشش سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف کر کے اپنی رحمت کے مقام میں داخل کر دے گا۔ جہاں نہیں ہر نعمت بغیر کسی محنت و مشقت کے حاصل ہوگی، دنیا میں تو رزق حلال حاصل کرنے کے لیے بڑی تک و دوک کرنی پڑتی ہے مگر دہاں کسی کام کاج کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ بغیر کسی محنت کے ہر چیز دیا کرے گا۔ امام سرخس نے اپنی کتاب المبسوط میں یہ روایت نقل کی ہے إِنَّ تَقْوَا الزُّرْقِ فِي حَبَايَا الْأَرْضِ اس دنیا میں زمین کے کونوں سے رزق تلاش کر دینی بیشک سفر اختیار کرنا پڑے، کئی ہی محنت کی ضرورت ہو ملال راستے سے روزی تلاش کرو، مگر آخرت میں اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اس کی خواہش کے مطابق بغیر کسی مشقت کے ہر قسم کی نعمتیں عطا فرمائے گا۔ باعزت روزی سے یہی مراد ہے، پھر لطف کی بات یہ ہے کہ جنت میں کسی چیز کی کبھی کمی بھی واقع نہیں ہوگی، اس دنیا میں تو کئی چیزیں نایاب ہو جاتی ہیں اور بعض میں کمی واقع ہو جاتی ہے مگر دہاں ایسی کوئی وقت پیش نہیں آئے گی۔ دہاں ہر چیز بلا قیمت اور باافراطی ملے ہوگی۔

فرمایا وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ جو لوگ کہ کوشش کرتے ہیں ہماری آیتوں کے باسے میں کہ انہیں نیا دیکھا دی یعنی قرآن کے پروردگار کو ناکام بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ فرمایا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ رَبِّعُزْ أَلِيمٌ ایسے لوگوں کے لیے ذلت ناک عذاب ہو گا۔ یہاں تو ایسے

جو جہنم کو چھری سڑائیں لی کی، لہذا قیامت کو ان کے جہنم کا پورا پورا ہوا جائے گا۔  
 اگلے آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی حقیقت اور صداقت کو بیان  
 فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَيَكْفُرُ الْمُنَافِقُونَ أَوْفُوا بِالْعَهْدِ اور جن لوگوں  
 کو علم عطا کیا گیا ہے وہ نیچتے ہیں الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ  
 میں پیغمبر کو جو آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کی گئی ہے وہ کتاب ہے  
 قرعہ بت اور دین ہے جو پروردگار آیا ہے وَلَهُوَ الْحَقُّ وہ سب سے بھی برحق انسان  
 کو ایسے کئے مطابق زندگی گزارنی چاہیے کہ یہی اسی کے لیے لَا تُدْرِكُهُ سے یہ شخص  
 کو کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ کا پروردگار میں غالب ہو کہ جو لَا يُدْرِكُهُ  
 اسی پروردگار پر ہے اللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ  
 اللہ تعالیٰ جو ہر چیز کو ہدایت کرتا ہے اس کے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے ہر امر  
 کہ کتاب قرآن پاک ہے جو بالکل سچا ہے اور کسی کے ہنسنا بوسے راستے پر  
 چل کر ان دنیا و آخرت میں کامیابی کی منزل تک پہنچ سکتا ہے، فرمایا اے علم  
 پر رہنا عیاں ہے۔ لہذا قرآن پاک کی حقیقت اور صداقت کو یہ سمجھ کر لینا چاہیے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ  
يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِقْتُمْ كُلٌّ مِّمَّزِقٍ ۚ إِنَّكُمْ لَفِي  
خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝۵ أَفَتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ  
جِنَّةٌ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي  
الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ۝۸ أَفَلَمْ يَرَوْا أَن  
مَابَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ  
السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نَسْفٍ لِّهْمُ  
الْأَرْضِ أَوْ نُسْفَاطٍ عَلَيْهِمْ كَسَفَا مِّنَ السَّمَاءِ  
ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝۹

ترجمہ :- اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کا شیوہ  
اختیار کیا، کیا ہم بتلاؤں تمہیں ایسا شخص جو تمہیں خبردار کرے  
ہے کہ جب تم پارہ پارہ کر دیے جاؤ گے پر اسے  
طریقے سے پارہ پارہ کیا جاتا تو بے شک تم ٹوٹی مخلوق  
میں ہو گے ۝۵ اس نے افتر کیا بانڈھا ہے اللہ پر جھوٹ  
یا اس کو جنون ہے۔ (فرمایا یہ بات نہیں) بلکہ وہ  
لوگ جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر، وہ عذاب میں  
ہوں گے، اور گمراہی میں دور پڑے ہوئے ۝۸ کیا



ان لوگوں نے نہیں دیکھا جو کچھ اسی کے سامنے ہے ،  
 اور جو کچھ اسی کے پیچھے ہے آسمان اور زمین میں  
 مگر ہم جاہل تر رہنا دیتے ہیں کہ ان میں یا ہم غلط ہیں  
 یا پرکھ کر ان کو آسمان سے بیچک اس میں اہستہ  
 اضافی ہے ہر اُس بندے کے لیے جو جنت لکھا ہے  
 خدا تعالیٰ کی طرف ⑨

صدقہ مساکین ایتھا، خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء سے ہوئی، دنیا و آخرت پر اپنی مملکت  
 کے لیے تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ ظہور کی ہے اور وہ دوسرے دوسرے کو باغی ہے  
 پھر اللہ تعالیٰ قیامت کے متعلق فرمایا کہ اگر لوگ پختہ نہیں مٹا کر گئے ہیں کائنات  
 نہیں آئے گی مگر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرما کر آپ ان سے کہیں  
 کہ ہرے۔ ہرے کہ قسم قیامت مندر وہ ہوگی، خدا تعالیٰ عالم الغیب ہے آسمان و  
 زمین کی ہر چیز کو اپنی چیز اس کے علم میں ہے اور کہ نہ وہ بڑ بڑ بھی اس سے مخفی  
 نہیں۔ اس کے علاوہ ہر چیز خدا کی رائی میں بھی محفوظ ہے، لہذا اکی چیز سے  
 صرف نظر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، فرمایا قیامت کی آمد اس لیے ضروری ہے  
 تاکہ اہل ایمان کو ان کے عقیدے کی جگہ اور اخلاص کا پورا پورا دل کے اللہ تعالیٰ  
 میں فرمایا کہ اچھا لوگ کہ جانتے ہیں کہ آپ کی طرف ان کے گرد و پیش قرآن مجید  
 برحق ہے جو کہ سید سے اُس کے طرف ایمانی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو اللہ کا  
 و شہادت کا بھی تدفین ہو گا اور کفار و کفر میں قومہ، رسالت، قرآن اور عباد کے  
 متعلق نہ کہتے تھے، خاص طور پر قیامت کے متعلق زور دے کر کہی کہ وہ ضرور  
 آئیگی اور جزائے علی مندر ذریعہ ہو گا۔

بعثت  
 بعد از موت

اب آگاہی کے دوسری میں بھی اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت کے متعلق حکم فرمایا  
 کہ شہادت کو درگاہ ہے، ارشاد ہوتا ہے۔ وَقَالُوا لَئِنْ كُنَّا مِنْكُمْ لَمَنَافِعُ  
 اور کہ کاش میرا اختیار کر سکتے والے نہ ہوتے کہ ہمارے لئے نہ ہو کہ ان کی دینی

یَعْنِي كَمُحْكَمٍ كَمَا هُمْ بِلَايَتِهِمْ اِيكٍ اِيْنِهٖ شَخْصٍ كِهٖ تَعْلُقُ جَوَافِئِهِمْ نَبْرًا كِهٖ تَبِيْ .  
 اِنَّا مُنْقِضُوْهُ كُلَّ مَمَّوْنٍ كِهٖ جِبْ تَمَّ پَارِهٖ پَارِهٖ اَوْرِيْزِهٖ رِيْزِهٖ هُوَ جَاوُ  
 كِهٖ اِنَّا كَمُحْكَمٍ لِّفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ تَوْبَعِيْ نَبْرًا يَدِيْشِ مِيْنِ اِثْلَئْتِهٖ جَاوُ كِهٖ اِيْر  
 دِهٖ اَعْتَرَا ضَهْنِ هُوَ جَوَافِئِهِمْ اِسلام كِهٖ لِنَفَرِيْ مَعَاوِيْ كِهٖ تَعْلُقُ اِثْلَئْتِهٖ تَحْتِهٖ . وِهٖ  
 اِيكٍ دَرَسِ كِهٖ بَطُوْرٍ تَسْمَعُ كِهٖ تَحْتِهٖ كِهٖ ذَرَا اِيْنِ شَخْصٍ (مَنْوَرٌ عَلِيْهِ الصَّلَاةُ وَالْاَسْلَامُ) كِهٖ  
 طَرَفِ دَكْبُوْرٍ جِسْمِ كَا دَعُوْنِيْ هُوَ كِهٖ جِبْ تَمَّ مَر كِهٖ مِيْ مِيْ جَاوُ كِهٖ تَحْتِهٖ اِجَامِ  
 كِهٖ ذَرَاتِ مُنْقَضِ هُوَ جَاوُ كِهٖ تَوَا اِيكٍ وَقْتِ آئِهٖ . جِبْ تَحْتِهٖ دُوْ مَرِيْ زَمَانِ عَمَلِ  
 كِهٖ جَاوُ كِهٖ اَوْرِيْشِ اَبْدَالُوْتِ كِهٖ خَبَرِ حِيْرَتِ وَاسْتِعْجَابِ كَا اَعْلَا مَر كِهٖ تَحْتِهٖ  
 اِيْكَ اِيْر كِهٖ مَكْنِ هُوَ كِهٖ . اَسْرُوْ لِهٖ تَوَا پَنِهٖ اَبَا اَبْدَالُوْتِ مِيْنِ كِهٖ كِهٖ دُوْ بَارِهٖ زَمَانِ هُوَ  
 نَبِيْ دَكْبُوْرٍ .

جیسا کہ گذشتہ درس میں گزر چکا ہے اللہ نے اس اعتراض کا جواب تو  
 ایک جگہ میں دیا عَلِيمُ الْغَيْبِ ؟ لَا يَغْنُبُ عَنْهُ شَيْءٌ ذُوْ قُوَّةٍ فِي  
 السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ كِهٖ اللہ تعالیٰ تمام غیب کر جانے والا ہے  
 زمین و آسمان کی ذرہ بھر چیز بھی اُس سے مخفی نہیں ہے ۔ ہر انسان اس کا معنیوہ  
 اعمال ، اخلاق غرضیکہ ہر چیز اللہ کے ہاں محفوظ ہے لہذا اُس کے لیے تمام ذرات  
 کو جمع کر کے انسان کو نئی زندگی دے دینا کون سا مشکل کام ہے ؟ یہ مشکل تو مخلوق میں  
 سے کسی کو پیش آسکتی ہے ، جس کا نہ تو علم ذرے ذرے پر محیط ہو ، اور نہ وہ قدرت  
 رکھتا ہو ۔ اللہ تعالیٰ تو سمندر کی تہہ اور جانوروں کے پیٹ سے بھی اجزاء کو نکال  
 کر جمع کرنے کا ، لہذا کافروں کو بعثت ابدال الموت کے نظریہ سے تعجب نہیں  
 ہونا چاہیے ۔ پھر اللہ نے وقوع قیامت کی علت بھی بیان کر دی کہ ہر شخص کو اپنے  
 عقیدے اور عمل کا پورا پورا بدلہ دینا مقصود ہے چرا اس دنیا میں ممکن نہیں یہاں تو  
 نیکی بدی غلط غلط ہوئی ہوتی ہے اور لیا اوقات دنیا میں حق و باطل اور جائز و ناجائز  
 کا امتیاز نہیں ہو پایا جس کی وجہ سے اکثر مجرم سزا سے بچ جاتے ہیں ۔ اسی طرح

ہوا اور حالت نکار لوگ دنیا میں مسرت کی زندگی بسر کرتے ہیں اور انیس اُن کی نیکی اور اوصاف  
نہیں دیکھا، جیسا کہ حضرت میں ہر چیز گھل کر سامنے آگئے گی، نیکی اور ایمان اور عبادت پر  
اور بے گناہانہ لکھ لکھ برہانیں گئے تو اس وقت ہر شخص کو اس کی کلفت کاہ و حق اور  
جرم و گناہ کو اپرا بار لگ سکے گا۔

پھر حال حبیب اللہ کا بیان کیا، ہر شخص کو کہ قریب قیامت اور جزائے علی سے خبر ملے  
کرتا تو وہ کہتے آفتاب کی عکس آفتاب کی عکس بنا کر اس نے اندازہ ہذا عبادت  
اللہ پر مصیبت، کہتے تھے کہ اللہ کا نبی و قریب قیامت کو اللہ کی طرف غلط طور پر  
منسوب کرتا ہے، العباد بائیں ہاتھ اللہ کے نبی کو محکم دیا کہ کس اللہ کو کہیں کہ قیامت  
منسوب آئے والی ہے، اللہ کا فریضہ ہے قسداً اُحلبتاً یا اُنکُتاً فوجہ لیلین  
والا صلیباً و... یہ ہوا پکا دودھ ہے جسے ہم چمک کر کھاتے ہیں۔

محدثین فرماتے ہیں کہ ہم شخص کو کہ طرف کوئی مصیبت بتا کر منسوب کرتا ہے کہ  
یہ بات اللہ کے نبی کے کہی ہے، حالانکہ وہ نبی کا ولی نہیں، ہوا فرمایا شخص کی ہر  
گناہ کا ترجمہ ہوتا ہے، اور ہر شخص نبی پر انفرادی ہذا عبادت ہے وہ اُسے خیر کو کہہ کر اس  
کی قریب کا ترجمہ ہوتا ہے، لہذا وہ کافر ہوتا ہے۔

درجہ  
اشباح

ذہاب کا ذکر لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اللہ پر افتراء کیا ہے، اگر ہم  
جستہ باہر یہ شخص یعنی اللہ کا نبی معاذ اللہ بولا ہے جو اس قسم کی نیکی پسلی  
انہی کرنا ہے کہ قیامت آئے والی ہے، سب لوگ قبروں سے اٹھیں گے،  
سب کتاب کی منزل آئے گی اور ہر چیز اور اس کے فیض ہوں گے، کہتے تھے  
لات اور عزرائیل کی قسم نہ کوئی قیامت ہے اور نہ کوئی جزائے علی کا منزل آئے گی  
حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں نبی سے بڑھ کر کوئی مخلوق نہیں، ہر اللہ منسوب ہوا  
تو تمام انبیاء کے سبب ہر درجہ میں جن کا کوئی قول فعل خلاف عمل نہیں، آپ کر

دروازہ کھنٹا تو محض ضدِ عناد اور تعصب کی بنا پر ہی ہو سکتا ہے۔ یہ ایسے بہ بخت لوگ تھے کہ کبھی آپ کو دروازہ کہتے، کبھی شاعر اور کبھی کذاب کہتے، کفار کا یہ سلوک صرف حضور علیہ السلام کے ساتھ ہی خاص نہیں تھا کہ لوگوں نے پہلے انبیاء علیہم السلام کو بھی ایسے ہی خطاب دیے۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو ذلیل اور کذاب کہا بعض جادوگر کہتے تھے اور بعض سکھ کہتے یعنی اس پر جادو کا اثر ہو چکا ہے۔ کہتے تھے اس کا کلام جادو کا اثر رکھتا ہے۔ بہر حال کافروں نے کہا کہ اس نے اللہ پر جھوٹا اندھا ہے یا پھر یہ مجنون ہے۔

اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ یہ کافر و مشرک لوگ اپنی بات میں سچے نہیں ہیں۔ یہ تو قیامت کا انکار کر رہے ہیں مگر بالآخر یہ کھڑے بائیں گے فرمایا بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا مَوْتٌ بِأَلْسِنَتِهِمْ وَلَكِنَّ فِيهِمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وہ منہ کے ایمان نہیں رکھتے فَبِالْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ وہ منہ کے مستحق ہیں اور وہ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ جب کئی شخص دور کی گمراہی میں جا پڑتا ہے تو پھر اس کا رو راست پر آنا محال ہو جاتا ہے، وہ اسی کفر و شرک کی بنیاد کے ساتھ ہی دنیا سے جاتا ہے اور لازماً سزا کا مستحق بنتا ہے۔

توحید کے  
درجات

ارشاد ہوتا ہے أَفَكُم مِّنَ الْغَافِلِينَ أَمْ لَهُمْ آيَةٌ إِنَّهُمْ  
وَمَا خَلَقَهُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ کیا انہوں نے آسمان و زمین میں نہیں دیکھا جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ پیچھے ہے؟ کائنات میں خدا عز و جل اور پھر تبار کیا کہ کسی انسان کا پیدا کر دے یا کسی لالت اور عزی نے ان کو پیدا کیا ہے سُورَةُ الْعَنكَبُوتِ میں ہے وَلَمَّا سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَعَرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَقَالُوا كُنَّا اللَّهُ (آیت ۶۱) ذرا کفار و مشرکین سے پوچھیں کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیے ہیں، اور سورج اور چاند کس نے سحر کیا ہے تو وہ جواب دیں گے کہ ہر چیز اللہ ہی نے پیدا کی ہے اور ہم ہی ہر چیز کا متصرف ہے، جب ہر چیز کا خالق، مالک، مدبر اور متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے تو پھر یہ غیروں کو اس کے ساتھ کیوں شریک بناتے ہیں۔

بر توحید و محافضت کی است ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرص کے بعد شام  
ہیں جن میں سے دو درجعات قرص متعلق علیہ ہیں اور وہیں اختلاف پیدا ہوا ہے۔

چلو درجہ سے کہ نہ انشاء تعالیٰ واجب الوجود ہے یعنی اس کا وجود خود بخود ہے، کسی کا  
عطا کردہ نہیں۔ لفظ انشاء خدا ہی معنوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس میں کسی مذہب کو  
ظاہر کر اختلاف نہیں۔ دور دورہ جہن کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے  
نہ اس کے خالق ہونے میں کسی کی کما حقہ نہیں۔ البتہ دور دورہ جہن میں مذہب  
اور عقائد میں اکثر دور درگ رہیں جاتے ہیں۔ اہل ایمان ہم بھی صرف اللہ کو کہتے ہیں  
یعنی ہر کام کی ذمہ دہ خود کرتا اور اس میں کسی دوسرے کی معاونت کو معذرت  
نہیں ہوتی، یہ خلافت اس کے شرک و گداز اور دور دورہ جہن سے ہے۔ اور کہتے  
ہیں کہ دور سے بھی کچھ نہ کچھ نہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ بعض مسلمانوں کو وہ یہاں نہ  
اور بعض غیر دور دورہ کچھ بعض مخلوق کی جبری مصلحت کے قائل ہیں کہ خدا تعالیٰ رضی بہا ارضیہ  
مناظر کر کے ہیں خدا سے کیا میں گئے۔ یہ بھی اہل عقیدہ سمجھتے ہیں کہ خدا  
عبارت سے کہ ہے۔ ایمان والے عبارت سے بھی صرف اللہ کی کہتے ہیں۔ جب کہ شرک  
و گداز دوروں کا ذمہ دہ نہیں جیتا ہے، اسی کے نام کو پڑھا اور پڑھانے میں اللہ ان کو یہ  
کہتے ہیں۔ بعض لوگ قرص کے سلسلے میں دور دورہ جہن ہیں۔ بعض غیر دور دورہ جہن  
ہیں اللہ بعض جہن کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ ضعیف اس دور میں بھی مومن اور شرک انگ  
ہیں۔ ہر حال فرما کہ کائنات کا خالق، ایک اور دور صرف صرف اللہ تعالیٰ  
ہے۔ کیا یہ سب کچھ اپنی آنکھوں کے سامنے نہیں دیکھتے۔

شرک کے  
بے سزا

اس کے اور دور دورہ جہن لوگ شرک سے انہیں کہتے تو فرما ان تسمیٰ  
تخصیصہ الہامیہ اگر ہم چاہیں تو سزا کے طریقہ پر انہیں زمین میں دفن  
دیں۔ دنیا میں نعمت کے واقعات مشاہدہ ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما

کو یہی سزا دی۔ فاروق کا واقعہ تو قرآن پاک میں موجود ہے کہ اللہ نے اس کو اس کے گھر اور طرابلس سمیت زمین میں وحشا دیا۔ سورۃ القصص میں موجود ہے فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِكَذٰبِ الْاَمْرِضِ (آیت - ۸۱) اس قسم کے واقعات اب بھی کہیں کہیں نظر آتے ہیں۔ ۱۹۲۳ء میں جاپان میں زبردست زلزلہ آیا تھا جس میں ڈیڑھ لاکھ آدمی زمین میں دھنس گئے تھے۔ ابھی بیس سال پہلے بدھ کی بارہ ہزار کی پوری بستی زمین میں دھنس گئی تھی ۱۹۲۵ء میں کوسٹہ کا واقعہ بھی ایسا ہی تھا جس میں زمین میں بڑی بڑی دراڑیں پڑ گئی تھیں اور ہزاروں لوگ لغتہ اہل بن گئے تھے۔ تو اللہ نے فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو ایسے ناہنجاروں کو زمین میں وحشا دیں۔

اَوْ تُسْقٰطُ عَلَیْكُمْ كَسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ یا اگر چاہیں تو ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں۔ کچھ عرصہ پہلے امریکہ کے کسی علاقہ میں شہاب گرا تھا۔ جس میں سے آگ پستی تھی۔ اس حادثہ میں چار پانچ سو آدمی ہلاک ہو گئے تھے۔ قوم لوہار پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوئی تھی اور ان کی پوری بستی بھی الٹ دی گئی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نافرمان قوم کو ایسی سزا دینے پر بھی قادر ہے۔

فَرَمٰ اِلَیْہِمْ ذٰلِکَ لَا یَلٰکُ لَکُمۡ عٰبِدٌ مِّثْنٌ بَیْکُمْ  
اس میں نشان ہے نہ ان کی طرف رجوع کھینے والے ہر بندے کے لیے۔ جس شخص کے دل میں ایمان کی ذرا سی رقی بھی باقی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی کبھی اپنا مربع و مادی سمجھتا ہے وہ جان لے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ قادر و مطلق اور علیم کل ہے۔ اس کے انبیاء و اودھت ابی برحق ہیں۔ وقوع قیامت برحق ہے۔ اور جنہوں نے عمل کی منزل آنے والی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سزا دینے پر بھی تیار ہے، بلاشبہ ایسے شخص کے لیے جگہ جگہ ذمات قدرت پھیلے ہوئے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر وہ ایمان کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کر سکتا ہے۔ البتہ جس شخص کے دل میں غرور و تکبر ہے اور جو کفر و شرک سے پاک نہیں اسکی مجھ میں استغناء آنے لگی اور وہ اسی طرح اندھیریل میں سرگرداں پھرتا رہے گا۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يُجَالُ أَوَّلِي  
مَعَهُ وَالْقَطِيرَ ۖ وَالنَّارَ لَهُ الْحَبِيدَ ۖ ①  
لَئِنْ أَهْلُ  
سَبِغْتَ وَقَدَّرَ فِي السَّرْدِ ۖ وَاعْمَلُوا صَالِحًا  
إِنَّا بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ②

ترجمہ: اور ابتر جہنم دی ہم نے داؤد علیہ السلام کو  
اپنی طرف سے ٹہری فضیلت۔ واللہ ہم نے حکم دیا ہے  
ہاتھ: داؤد اس کے ساتھ اپنی کواڑ کو، اللہ پرندوں کو  
ہمیں درجہ سے مسخر کر دیا اس کے لیے اللہ ہم سے نہیں  
کر دیا اس کے لیے لوسہ کر ① واللہ ہم نے کہا  
کہ ہاتھ رکاوٹ بھیجے گی ازراہ، اور ازراہ ٹھکانہ کڑیاں  
جڑنے میں، اور حل کر دیکھ، جنگ میں، جو کچھ  
تم کرنے ہو، اس کو دیکھنے والا ہوں ②

ترجمہ

وہ طریق کی سرگرمی کی طرح اس سورۃ میں بھی زیادہ تر ہدایتی و عطا دہی کی ہے  
یعنی توبہ، رسالت، معاد اور قرآن کریم کی حقیقت و معرفت، خاص طور پر توبہ کے  
عقلی اثر و نقلی دلائل بیان کیے گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا کثرت بھی اس سورۃ کا خاص  
موضوع ہے۔

گزشتہ درس میں توبہ کے دلائل ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا  
إِنَّا نَفِئُ ذُلًّا لِّكَ لَا نَبْتَ لِحُكْمِ عِبْدِهِ مُنِيبٌ ۖ وَكَرِهْتُ بَنَ جَبْرُوتِ  
رجوع الی اللہ تعالیٰ کرنے والے بندے کے لیے نفل ہے۔ سورۃ الزمر میں اللہ تعالیٰ

کافران ہے وَأَنْتُمْ يُقُولُ الْإِلَٰهَ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ (آیت ۵۴) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اُس کی فرمانبرداری اختیار کرو۔ اس ضمن میں آج کے درس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف رجوع کھینچنے والے اپنے دو بندوں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا ذکر فرمایا ہے اور اُن کی اہمیت الی اللہ رکھنے والے بندوں میں بطور نمونہ پیش کیا ہے۔ اللہ نے دونوں باپ بیٹا کو بڑی فضیلت عطا فرمائی یہ مثال حکومت دہی اس کے اوصاف اُن میں کمال درجے کی اہمیت پائی جاتی تھی۔

داؤد علیہ السلام  
کے فضائل

ارشاد ہوتا ہے وَلَقَدْ أَنْشَأْنَا دَاوُدَ مِنْ بَنَاتِنَا فَضْلًا وَأَبْنَاهُ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نَبِيًّا وَرَفَعْنَاهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا وَاللَّهُ تَعَالَى نے آپ کو کتاب زبور بھی عطا فرمائی جیسا کہ سورۃ نبی اسمائیل میں فرمایا وَأَنْشَأْنَا دَاوُدَ زُلَيْكِيًّا (آیت ۵۵) فرمایا اے دَاوُد اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ مِنَّا (۲۶) اے داؤد علیہ السلام! ہم نے آپ کو زمین میں خلافت عطا فرمائی تاکہ تم لوگوں کے درمیان عدل و انصاف سے کام لو۔ نبوت پہلے خود بہت بڑی فضیلت ہے کہ انسان کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا ذکر سورۃ الانبیاء اور نمل میں آچکا ہے اور آگے سورۃ ص میں بھی آ رہا ہے جہاں اللہ نے اُن کی فضیلت اور برتری کر بیان کی ہے۔ رسول اور خلیفہ ہونے کے باوجود آپ کمال درجے کے عبادت گزار بھی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے كَانَ اَعْبَدَ الْبَشَرِ اَكْبَ اپنے اور کے سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام انبیائے بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کھتے تھے۔



یہ بہت بڑی حد تک ہے جس کو نصیب ہو جائے، چاہی امت کے لوگ اگر مرد  
دینا چاہیں تو کبھی روزہ رکھیں تو بہت بڑی بات ہے مگر دائرہ اسلام ایک دن  
چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھتے تھے۔

دائرہ اسلام  
کو ختم نہ کرنا

حضرت داؤد علیہ السلام کو جو کتاب زبور خطا لکھی اس میں زبور کو تشریف لکھا  
کہ محمد و مائتہ۔ آپ اس کتاب کی خدمت نہایت خوش امانی سے کرتے تھے کہ  
آپ کی آواز سن کر بڑا دل پر نہ تھی آپ کے ساتھ طاہرہ سے شریک ہو جاتا  
حضرت علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو کتاب الہی  
کی تلاوت کا اس قدر عشق تھا کہ آپ طے فادام کو اہل سے غمزدار نہ  
ہو سکتے تھے اور بہت تک گھبراہٹیں کیا جاتا آپ پر بار بار کہ تلاوت مکمل  
کر لیتے آپ کی طرح حضرت بزرگ بزرگ بھی بڑے خوش امان تھے۔ آپ  
راست کو خزان پاک کی خدمت فرما رہے تھے حضرت علیہ السلام نے یہ آواز صحتی تر  
فرمائی تھی کہ میں خدا کی خدمت میں آج بھی آواز دے رہا ہوں  
تیس داؤد کی گواہی فرماتا ہے، یہی چاہتا ہے کہ تیری خدمت کو کھانا بہن  
خوش امانی خدا تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جسے خدا ہر جائے قبولیت کی  
میں دے رہا ہے مگر جسے مل جائے اسے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کو اچھے  
مصروف میں لانا چاہیے اس آواز کے ساتھ اللہ کی حمد و ثناء بیان کرے اور  
قرآن پاک کی تلاوت کرے۔ بحر انیس کا غامض ہے کہ اکثر لوگ خوش امانی سے  
خط فادامہ لکھتے ہیں اور بھی اور غیر نظم لکھنے کا کہہ کر اس نعمت خداوندی کی شکر  
کے مرتکب ہو جاتے ہیں، اکثر عشق و زہد اخلاقی شعار پڑھے جاتے ہیں جو بلا  
انسان کے لیے وبال جان بن جاتے ہیں۔

بہر حال جب حضرت داؤد علیہ السلام اپنی بیٹی اور پر سوز آواز میں تلاوت فرماتے، تو  
 ارد گرد کے پہاڑ، شجر و جھار پر بندے بھی آپ کے ہموا ہوجاتے، یہ کوئی مبالغہ  
 کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو بھی آپ کے تابع کر دیا تھا اور  
 خرق عادت کے طور پر ان سے بھی ویسی ہی آواز نکلتی تھی، جیسے آپ تلاوت  
 فرماتے تھے۔ سورۃ نمل میں ہے۔ **فَجَعَلْنَا مَسْطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتُوا**  
**الَّذِينَ دُونَهُ** باپ بیٹے کو پرندوں کی بولیاں بھی سکھا دی تھیں۔ اور آپ کے  
 تابع بھی کر دیے تھے۔ وہ بھی آپ کی آواز کے ساتھ آواز ملنے پر مجبور ہوجاتے تھے۔  
 اگر اللہ تعالیٰ عادت کے خلاف کسی چیز کو بغیر کے تابع کرے یا کوئی دینے غرضی مادہ  
 واقعہ نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو یہ مجبور ہو کر اسے اور یہی چیز اگر دل کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو اگر اسے  
 کہلاتی ہے مجبور اور کرامت انسان کا اپنا فعل نہیں ہوتا بلکہ اللہ کا فعل ہوتا ہے جسے  
 جب چاہے اور جہاں چاہے ظاہر کر دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے **وَمَا كَانَ**  
**لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَنَّكَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ** (المومن - ۸۷) کسی نبی اور رسول کے  
 لائی نہیں ہے کہ وہ اذن الہی کے بغیر کوئی نشانی پیش کر سکے۔ ہاں اگر ایسی ہی کوئی  
 خرق عادت چیز کا ذکر مشرک یا کفران کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو وہ اس قدر عجیب و غریب  
 یعنی ایسے شخص کو بغاوت کی مہلت ملتی رہتی ہے۔ پھر جب وہ مہلت پر دم بجاتی  
 ہے تو اللہ تعالیٰ کی گرفت آجاتی ہے۔ قرب قیامت کے واقعات میں دجال کا  
 ذکر بھی آتا ہے جو مذہبی دعویٰ کرے گا اور اس کے ہاتھ پر بڑے بڑے عجیب و  
 غریب واقعات پیش آئیں گے جنہیں دیکھ کر لوگ دنگ رہ جائیں گے اور اس کی  
 طرح وہ اکثریت کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہوگا، مگر یہ سب استدراج ہوگا۔  
 جو قصور وقت پر ختم ہوجائے گا۔

مجبور اور  
کرامت

یہ پہاڑوں  
پر بندہ  
کی ہوائی

حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی کا ذکر ہوا تھا۔ اس مقام پر ہے کہ  
 اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو حکم دیا **يُحْيِيَنَّ أَقْوَامًا مَعَكُمْ وَالطَّيْرِ** اے پہاڑ  
 حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز کے ساتھ اپنی آواز کو لٹاؤ یعنی ان کے ساتھ صدائیں

میں شریک ہو جائے اور ہم نے پرندوں کو بھی آپ کے لیے کھڑک دیا اور وہ بھی آپ کے  
ساتھ نذرانہ لے کر آئے تھے اور بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بکری عطا فرما  
دیا۔ پھر اور یہ ہفتے واقعی آپ کے ساتھ عزرا ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء پائی کرتے تھے  
پھر یہ اوروں کے ساتھ تھیں کہ ان کے گھر و گوی نے عبادت کا انکار کیا ہے۔ اور  
قرآن پاک میں وہاں جہاں بھی عبادت کا ذکر آیا ہے انہوں نے اگلی یہ بھی آدھیں  
کی ہیں مثلاً میں نے یہ طریقہ کے متعلق اپنے لوگ کہنے ہیں کہ یہ سب سے مزید نیک آدمی ہیں  
مگر ہر نہ ہے۔ ہر روز سے نو اللہ کا معنی فاروق اور عالم کا معنی سائنہ ان کا ہے۔  
قرآن پاک میں انہیں اذعنا یحییٰ اللہ میٹ جیادہ الفلکس و فخر (۲۰)  
اللہ تعالیٰ سے ان کے بندوں سے ہی خوف کہتے ہیں جو صاحبِ طور ہیں۔  
پھر ان کے نزدیک اللہ سے ہر روز قرآن وضعت اور عبادت و اللہ کے علی انہیں بکریاں قرآن  
ہر خواہ وہ عباد اور ہر ہر ہوں یا بندہ اور کچھ ہوں۔ اسی طرح انہوں نے جو قرآن عین  
کا معنی بکری و شکر کا ہے کہ اہل کائنات کو اللہ کی حمد کے ادا کیا ہے۔ ہر حال ہر لوگ  
نہ عبادت کے متعلق میں مگر اللہ تعالیٰ نے بہت رحمت پڑھائی کہ ذکر کیا ہے میں  
میں سے ایک۔ یہی ہے کہ ہر روز ہر روز حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ  
ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے تھے۔

لے گا  
تفسیر

پہلے سادوں اور پرندوں کا ذکر ہو چکا ہے۔ آگے اللہ نے تیسری چیز فرمائی کہ  
ذکر فرمایا ہے۔ **فَاَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ الْخَلْدَ بِدَہٗ** ہم نے داؤد علیہ السلام کے لیے اپنا  
کو نعم کر دیا۔ اللہ کے کا باقی قدرت میں لوگ ایک ایہم ہیں۔ اس کے دم پر  
قرآن پاک میں ایک مستقل سورہ الحمد یہی ہے جس میں انھیں فرمایا ہے **فَاَتُؤَلِّکَ  
الْعَبَیۡۃَ جَبۡۃً** یا تو اس سے فوج و فوج لیتا ہے (آیت ۲۵)  
اور ہم نے لوگ ادا اس میں سنت کر لی کہ اس نے ہر لوگوں کے لیے درست  
سے ناسخ کیا۔ لوگ اپنے لئے دوسرے ہی کا یہ دوسرے کے طور پر استعمال ہوا  
ہوگا۔ بلکہ۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے صرف تبارک کریم سے آپ

نے کپڑے پہنے گا اُگا کر کیا۔ اس قریبی زمانہ میں موجودہ دور تو ایسی دور کہلاتا ہے جب کہ پہلی صدی کو لوہے کا دور (IRON AGE) کہا جاتا تھا۔ اس زمانے میں لوہے سے بڑا کام لیا گیا اور بڑی شینری تیار کی گئی جس کے اندر یہ دنیا میں صنعتی انقلاب آیا اور آلاتِ حرب و ضرب میں بھی بہت زیادہ ترقی ہوئی۔ آج چھوٹی سے چھوٹی چیز سے لے کر دیہی مکین کشین، ٹینک، ہوائی جہاز، بحری جہاز اور ریل گاڑیاں مجھے کمر ہواں منت ہیں۔

وہ ایک سخت دعوت ہے جسے تیراگ میں ہی نرم کیا جاسکتا ہے۔ مگر اللہ نے اس کو حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر معجزانہ طور پر نرم کر دیا تھا۔ مفسرینِ کلام فرماتے ہیں کہ آپ کے لیے لوہے آئے یا نرم کی مانند تھا جس کو بغیر گرم کیے جس طرف چاہتے توڑ پھڑ کر اس سے اشیاء بنا لیتے۔ لوہے سے کام لینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا اِنَّ اَعْمَلَ سَبْعَ نَفِثِ اَبِ اس سے نرمیں بنائیں۔ وہی لوہے کی قمیض جو دورانِ جنگ میں بچاؤ کے لیے پس لی جاتی ہے۔ یہ چیز لوہے کی چھوٹی موٹی ٹکڑیوں کو ملا کر تیار کی جاتی ہے۔ اس بقعہ زمانے میں درہ انسانی جسم کی حفاظت کا ایک موثر ذریعہ تھی۔ اس زمانہ ترقی گمر گیا اور جنگی ہتھیار کے طور پر۔ بڑے بڑے ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں ایجاد ہو چکی ہیں۔ بہر حال اللہ نے آپ کو نرمیں بنانے کا حکم دیا۔

امام مغربی نے اپنی تفسیرِ معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام خلیفۃ اللہ تھے۔ آپ ہمیں بدل کر عام شہریوں میں گھس مل جاتے اور پھر ان سے پوچھتے کہ تمہارا خلیفہ کیسا ہے۔ اکثر لوگ آپ کی تعریف کرتے کہ بڑا ٹینک اور عادل مکران ہے۔ ایک موقع پر اسی طرح آپ نے کسی شخص سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ ہمارا خلیفہ تو بڑا اچھا ہے، صرف ایک ہی نقص ہے کہ وہ

ذاتی اخراجات کے لیے بہت المال سے ذریعہ پختہ ہے، یہ ممکن کہ آپ نے  
یہ نشان بر سے کر کے آپ واقعی اپنے اہل چوں کے اخراجات بہت المال سے  
پر نہ کرتے تھے، اگرچہ حاکم کے لیے بہت المال سے خرچہ لینا ناجائز نہیں  
ہے، مگر آپ نے اسے نفی کے خلاف تصریح کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ آپ کو  
کوئی ایسا سبب نہ ہو کہ جس سے کہ میرے طریقے سے یہ راج بھی دخل ملے، اس پر  
اللہ تعالیٰ نے حکم کیا کہ ہم نے ضمانت کے لیے نسبت کر رہا ہے، اس کی کٹاؤں جو  
میری بناؤ اور انھیں بھی کر لینے والی مال کے اخراجات اپنے کر رہا کرو۔

بہت  
کافی

مذہب شریعت میں آپ کے انسان کے لیے سب سے بڑی دوسرے جو اپنے  
اللہ سے کا ہے، اللہ کے پیٹے انھیں کافی سے کھانے تھے، اللہ کو  
سے خود صرف ضروری یا صنعت و حرفت ہی نہیں بلکہ محنت کا ہر کام مذہب  
جس میں کاشتکاری، ہزار ست، قلعہ و قمر و بھی آجاتے ہیں، ہر شخص اللہ کے کھانے  
والی کام کرنا ہے، زمین کے ذریعے سوچا کھانا اور منعم مادی کرنا ہے وہ  
سب اس آدمی کا ہے، مطلب یہ کہ جو آدمی اپنے ظاہری اور باطنی قری کو انہماک  
میں لاکر کوئی کام کرنا ہے وہ اللہ کی کافی والوں میں شامل ہے اور اللہ کے نبی  
نے اسے بہتر دینی خزانہ ہے۔

تفسیری روایات یہ ہے کہ اگرچہ مال و مال کی شکر و زور دینی حمد و برکت ہی  
کو ہم ہمہ ہزار دہم قیمت والی سمی، آپ اس میں سے چار ہزار دہم صدقہ کر دینے  
اور دو ہزار دہم تحریک کسٹمال کر لینے، اسلامی زمین چاہیں بعض ہی بیسوں کا  
ذکر ہے کہ جو بہت المال سے ذریعہ نہیں بلکہ حق ہے بلکہ خود اللہ کی کافی سے  
اخراجات پر اسے کرنے تھے، ہندوستان میں آخری دور کے سب سے  
بڑے حکمران اور ایک زب عالمی نے کثرت کے لیے اپنے لیے روزی کا نہ تھے

لے کر ۱۲۹۰ھ سے ۱۲۹۲ھ و ابن کثیر ۲۹۰ھ (۱۲۹۰ھ)

اسی طرح ناصر الدین تشکیرت سے برہانہ کی سلطنت کے ایک تھے۔ مگر اپنے  
 ہمت کی کمی سے گورنر اقامت کرتے تھے۔ بعض دوسرے حضرات بھی کوشش  
 کرتے تھے کہ بیت المال پر پوجھ نہ ڈالیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو افضل ہے، اور نہ  
 بیت المال سے حسب ضرورت لے لینا جائز ہے۔

پیشہوری

ایک روز شاہ پیشہوری نے کہا کہ بیت اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام قائم کر رکھا ہے۔  
 کہ ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے مختلف لوگ مختلف پیشے اختیار کرتے  
 ہیں۔ کوئی کوسے کا کام کرتا ہے تو کوئی ٹکڑی کا، کوئی برتن بناتا ہے تو کوئی کپڑا  
 بناتا ہے، کوئی رنگ ساز ہے تو کوئی جڑ سازی کرتا ہے، ہر قسم سے کوئی بھی  
 جائز کام کیا جائے، محبوب نہیں ہے، ہمارے ہاں ہندوؤں کی طرف سے آنے  
 والی ذات پات نے بعض پیشوں کو حقیر بنا دیا ہے جو کہ غلط ہے۔ کام کوئی بھی کرتا  
 ہو انسان کا اخلاق اہم کرنا چاہیے، دین دار ہو، برائی سے بچنے والا اور  
 نیکی کرنے والا ہو۔ ہر جائز پیشہ درست ہے۔ خود حضور علیہ السلام نے تجارت بھی کی  
 ہے اور بکریاں بھی چرائی ہیں۔ صحبت زکریا علیہ السلام بڑی کام کرتے تھے اور یس  
 علیہ السلام مین ادھوئی بناتے تھے، الغرض! محض پیشے کی بنا پر کسی کو حقیر نہیں سمجھنا  
 چاہیے اور نہ ہی کوئی پیشہ کی بنا پر زیادہ باعزت ہوتا ہے۔ بلکہ عزت کا اصل معیار  
 تقویٰ ہے۔

امثال  
 ہندی

اللہ نے فرمایا کہ لنگھ سے زر میں بناؤ قَقْدُورٌ خِفَ الشَّرُّ اور کڑیوں  
 کے جوڑنے میں اندازہ مت نہاؤ۔ زرہ سازی میں کڑیوں کی مٹائی اور لمبائی کو پیش نظر  
 رکھنا چاہیے اور انکی وجوہ کے وقت تناسب کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے،  
 اسی بے فرمایا کہ اس کام پر اندازے کے مطابق ٹھیک ٹھیک انجام دو۔ مولانا  
 اشرف علی تھانوی ذیل لکھتے ہیں کہ کسی بھی کام کے کرنے میں وقت کا انضباط بھی

(فیاض)

لہ بیان القرآن ص ۱۰

بڑا ضروری ہے۔ ہر کام کی ذمہ داری کے پیش نظر اس کے بے وقت نہ کرنا چاہیے  
 کسی ایک کام میں انداز سے زیادہ وقت لگنے کی صورت میں دوسرے کام میں  
 ہرگز متناہ ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان اپنا سارا وقت کا ہمارے کھیل کھانے میں لگا دے  
 اور اللہ کی عبادت کے لیے وقت ہی نہ نکال سکے، آخرت کی فخر بھی نہ کر سکے۔  
 فرمایا ہر کام کو انداز سے کرے طاب کر و و اغتسلوا عینا لھا اور اچھے کام کرو۔  
 جس سے افعال سے اجتناب کرو۔ یہ خطاب اگرچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے  
 ہے مگر ہر مومن انسان کے لیے ہے جس کے لیے کہ لست اخشا کرو اور رب الٰہی سے  
 کی جائے۔ فَرَأَىٰ الْإِنسَانَ يَسْعًا تَعَسَلُونَ بھیسو؟ میں تمہارے ہر کام کو دیکھ  
 رہا ہوں میں جانتا ہوں کہ تم کوئی کام کس غرض اور نیت کے ساتھ کر رہے ہو۔  
 میں انہی کے مطابق بہرہ بھی چلا کر دوں گا۔

وَلَسَلِمْنَ إِلَىٰ الرِّيحِ عُدُوهُمَا شَهْرًا وَرَوَّاحُهَا شَهْرٌ  
وَأَسْلَمْنَا لَهُ عَيْنَ الْقَظْرِ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ  
بِئْسَ بَدِينِهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۚ وَمَنْ يَزِغْ مِنْهُمْ  
عَنْ أَمْرِنَا نَذْقُهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ ﴿۱۲﴾  
يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِبَ وَثَمَارِيلَ  
وَجِفَّانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رُسِيلَةٍ ۚ اِعْمَلُوا  
أَلْ دَاوُدَ شُكْرًا وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورِ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: اور سپہان علیہ السلام کے لیے (ہم نے) سفر کو  
دیا، ہوا کو۔ اس کا پہلا پہر ایک ماہ کی مسافت طے کرتا اور  
پہچلا پہر بھی ایک ماہ کی۔ اور بہا دیا ہم نے اُس کے لیے  
آجے کا چشمہ۔ اور وہ جات میں سے تھے جو محنت  
کرتے تھے اُس کے سامنے اُس کے رب کے حکم  
سے۔ اور جو کوئی اُن میں سے کجی (سرکش) اختیار کرتا تھا  
ہمارے حکم کے سامنے، ہم پکھاتے تھے اُس کو آگ کا  
عذاب ﴿۱۲﴾ وہ (جات) کام کرتے تھے اس کے لیے  
جو وہ چاہتا تھا، یعنی تلے، پیسے، حوض بنا دیا۔ اور  
بہی ہونی دیتیں۔ (ارشاد ہوا) کام کرو۔ اے آلِ داؤد، شکر گزاری  
کے لیے۔ اور بہت تھوڑے ہیں میرے بندوں میں سے





مفسرین کو کم بیان کرتے ہیں کہ دنیا میں چند شخصیتوں کو تقریباً پوری دنیا پر غلبہ حاصل رہا ہے۔ ان میں سے دو ہستیاں اہل ایمان میں سے ہیں یعنی سکندر ذوالقنبر اور سلیمان علیہ السلام اور دو کافروں میں سے ہیں۔ ایک بابل کا بادشاہ بخت نصر اور دوسرا آئوہیوں کا بادشاہ فرودان ہیں۔ سلیمان علیہ السلام کی حکومت سب سے ممتاز تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو رساں حکومت عطا فرمائی تھی اُن کا تصور اس مذکورہ آج کے درس میں آکر ہے۔

اولیٰ فیہ

ارشاد ہوتا ہے قُلْ لِّسَانُ الرَّسُولِ حَسْبُیْ سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو منہ کر دیا تھا۔ ہوا ایک ایسی ضروری چیز ہے جس پر ہر جاندار بکھرنا استی کی زندگی کا انحصار بھی ہے۔ فرمانی دور میں ہوا کو قیبط مانا جاتا تھا لیکن بعد کی تحقیق کے مطابق ہوا مرکب ہے اس میں آگ، زمین، آتش، روغن اور ٹائڈروجن وغیرہ گیس ملی ہوئی ہیں۔ ہوا کا سب سے ضروری عنصر آگ ہے جو ہر سانس کے ساتھ ہر جاندار کے اندر جاتا ہے اس کے ذریعے جاندار کا خون صاف ہوتا رہتا ہے۔ درخت دن کے وقت پتوں کے ذریعے آگ سے کھینچتے رہتے ہیں اور رات کو کادین ڈالی اگ لگ جیسی نہری لگیں باہر نکلتے ہیں۔ آگ میں ہوا کا لطیف ترین حصہ ہے جس پر زندگی کا انحصار ہے۔ اگر پانچ منٹ کے لیے ہی سانس رک جائے تو کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا۔ چونکہ یہ اس قدر ضروری چیز ہے اس لیے اللہ نے اسے بالکل فری دیا کیا ہے، ہوا پر کسی طاقت کی اجارہ داری نہیں اور یہ ہر ایک کو بلا منت اور بلا قیمت میسر ہے، ہوا کے بعد دوسری ضروری چیز پانی ہے، یہ بھی منسری ہونا چاہیئے اور ہر حکومت کو بلا ٹیکس پانی کی ہم رسائی کا انتظام کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد خوراک کا فیہ آتا ہے جو انسان صحت کر کے حاصل کرتے ہیں۔

پھر مال اللہ تعالیٰ نے ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا۔ آپ



جہان کی بنیاد تو خدا تعالیٰ نے پانی پر رکھی ہے کہ کمرہ ارض کے ارد گرد پانی احاطہ کئے ہوئے ہے، مگر زندگی کی بنیاد اللہ نے ہوا پر رکھی ہے۔ انسانی زندگی کی یہ بنیاد بڑی کمزور ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے سانس ٹوک جائے تو زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ سانس دان کہتے ہیں کہ کمرہ ارض کے ارد گرد پانچ سو میل تک ہوا محیط ہے۔ اگر ہوا کا یہ احاطہ نہ ہو تو آؤ پر سے آنے والے گرد و ذرہاں شہاب زمین پر گر کر اسے تباہ و برباد کر دیں اور انسانی زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ یہ ہوا کا احاطہ ہے جو شہاب کے زمین تک پہنچنے میں رکاوٹ ہے، کوئی پندرہ بیس سال پہلے کی بات ہے کہ ایک شہاب امریکہ کے کسی علاقے پر گرا تھا جس سے مکانات کو آگ لگ گئی اور سینکڑوں جانیں تلف ہو گئیں تھیں۔

فرمایا ایک ترجمہ نے ہوا اگر سیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا اور دوسری چیز یہ کہ وَأَسْلَمْتُ لَكَ يَا عَيْنُ الْقَطْرِ ہم نے آپ کے لیے آنے کا چتر بنا دیا۔ آنے ایک مفید اور قیمتی رحمت ہے، ابھی کچھ عرصہ پہلے تک اس کے بڑے بڑے برتن بنائے جاتے تھے۔ یہ رحمت بجلی کی تاروں میں خاص طور پر استعمال ہوتی ہے کیونکہ یہ بجلی کی منتقلی میں بہترین تار ثابت ہوئی ہے۔ جس طرح اللہ نے داؤد علیہ السلام کے لیے لوبہ کو نرم کر دیا تھا اور آپ بغیر تپائے اس سے زمین و طیر و نباتات تھے، اسی طرح سیمان علیہ السلام کے لیے اللہ نے آنے کے چشمے جاری کر دیے تھے۔ وہاں سے آنے نکال کر آپ ظروف بناتے تھے۔ اب بھی صنعت و حرفت میں آنے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

ہوا اور آنے کی تسخیر کے علاوہ اللہ نے فرمایا وَمِنْ الْجِنَّ اور ہم نے جنات کو بھی سیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا مَنْ يَجْعَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ یا اذنی و بطنہ یہ جنات اپنے پروردگار کے حکم سے حضرت سیمان علیہ السلام کے سامنے کام کرتے تھے۔ جنات سے مراد وہی غیر مرئی مخلوق ہے جو انسانوں کی طرح مکلف ہے مگر درجے میں ان سے کم تر ہے۔ جنات کی مختلف شکلیں

آنے کا  
چتر

جنات کی  
تسخیر

ہوئی ہیں جنہیں وہ حسب شان بدل بھی کر سکتے ہیں، ان کو تخلیق آدم علیہ السلام سے چت ہوئی بھی تو انہی کے ایک فرد ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بلکا، جنوں کے بھی انسان کی طرح غلامان ہوتے ہیں، یہ کارہاہ کر کے ہیں، ان لوگوں کی طرہ ان میں بعض ایمان اور بعض کافر مسمے ہیں جبکہ اکثر مسمے میں ان کا بنایا یا مصلع فرمایا ہے۔ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ وَالْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقُونَ كَذِبُونَ ۝ آیت ۱۱۳، ہم سب سے بعض فرما کر وہ میرا اور بعض افران،

شاہ رفیع الدین فرماتے ہیں کہ انسان اور جن مخلوق ہے، اسی پہلے فرما کر سورۃ النحل میں دو روزی اعلان کرنا خطاب فرمایا لِيُفْعَسَ الْجَنُّ وَالْإِنْسُ لِيَسْ جَزَىٰ اِنْ اِنْسَانِي كَسْ عَمْرُوہ اِمْكِنْ تَحْمِيں عَمْرُوہ آسمان وزمین کے کھڑاں سے لکھو ماؤں جن کے نام سے ایک ستمورہ ڈھونڈتے ہیں میں جنوں کے فرماں سننے کا اور میان کا کیا ہے، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ انسان کی طرہ بن بھی نہ ہو کر کھڑے ہیں اور زمرہ کی فہم میں آلات استعمال کرتے ہیں، البتہ انسان مالک ہیں اور نباتات، انسان کی تخفیف میں کئی کرنا بارہ دخل ہے، جب کہ جنوں کا تخفیف میں ہوا وہ آگ کا عنصر غالب ہے،

فرمایا جنات پہلے پروردگار کے حکم سے طیمان میرا سامنے کے حکم کی نصیب کرتے تھے وَمَنْ يَنْتَهِ عَنْ جُحُومِ الْمَعَارِفِ مِمَّنْ يَكْفُرُ بِالْآيَاتِ الْمُبِينَةِ كَرَاهَا عَنْ آيَاتِ مَا رَسَمَ سَمْعًا مِنْ عَمَلِ الْمُبْتَدِعِ فَرَمَانِہیں آگ کا مذاہب پھیلنے سے مطلب، ہر اللہ نے نباتت کو یہاں بدلتا کہ نہ سمجھتا، ہر کہہ رکھا، آہ ہر بھی کاسر ان کہ بابت وہ جسے پر مکرر ہوتے تھے اور اگر ان میں سے کوئی جن میں حکم عدولی کی کوشش کرتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر آگ کے گڑھے کے لئے جہانے جانے۔

محرابوں کی تعمیر

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بعض کاموں کا ذکر فرمایا ہے جو جنات سلیمان علیہ السلام کے حکم پر انجام دیئے گئے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے يَعْمَلُونَ لَكَ مِائِينَ مِائِينَ

تجارتِ جنات سلیمان علیہ السلام کے لیے اُن کی حساب کتاب کرتے تھے۔ اُن میں سے ایک کام قلعوں کی تعمیر تھا۔ محرابِ محراب کی جمع ہے۔ ہمارے لوگ قزحرب سمجھ کے اس حصے کو کہا جاتا ہے، جنہاں پر امام کھڑا ہوتا ہے، مگر یہ اس لفظ کا صحیح معنوں میں ہے کیونکہ ابتدائے اسلام میں تو مسجدوں کے محراب نہیں ہوا کرتے تھے۔ یہ پہلی صدی کے آخر میں بننے شروع ہوئے۔ محراب خلفاء کی حفاظت کے لیے بنائے شروع ہوئے تاکہ نماز کے دوران کوئی حملہ آور نہ ہو، اب یہ رواج عام ہو چکا ہے۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ امام کسی حد تک محفوظ رہتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ مسجد میں ایک صف کی سز و جنبائش مل آتی ہے۔ تاہم فتنائے اُتات کہتے ہیں کہ امام کو محراب کے بالکل اندر نہیں کھڑا ہونا چاہیے کہ وہ مقتدیوں کو نظر نہ آئے بلکہ قعود اس بائیں نکل کر کھڑا ہونا چاہیے۔ ویسے محراب کا عام لغوی معنی عمدہ قسم کا کمرہ ہے جن کا اطلاق عبارت خانے پر بھی ہوتا ہے۔ تاہم اس مقام پر محراب سے مراد عمدہ قسم کے قلعے اور مکانات ہیں جو جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم پر تعمیر کرتے تھے اور جن میں مشرغ و سفید نفیس قسم کے پتھر چھلانے جاتے تھے اس کی ایک مثال سورۃ النمل میں بھی گزر چکی ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے حکم پر جنات نے پانی کے حوض پر شیشے کا خوبصورت فرش چکا دیا تھا۔ بلکہ سائے سمجھا کر یہ پانی ہے حالانکہ وہ شیشے کا نفیس فرش تھا جس کے نیچے پانی تھا۔

فرمایا ایک تجارتِ محراب بناتے تھے اور دوسرا وَدَعَا شَيْئَلٍ وہ مجھے (STATUES) بھی بناتے تھے جنھیں کرام فرماتے ہیں کہ پہلے ادیان میں مجسمہ سازی ممنوع نہیں تھی مگر ہمارے دین میں کسی گڑھی، پتھر یا دھات کا مجسمہ بنانا یا اتھارے تصویر بنانا یا کیمے سے فرار لینا سب حرام ہے۔ قدیم زمانے میں کسی نیک آدمی کی شکل پر کوئی بت تراش دیتے تھے، اُس کی عظیم کرتے تھے اور اُس

قدیم مجسمہ سازی



الْمَصْرُوفَ تَصَوُّرِ کُثْرِی کرنے والوں کو سخت سزا دی گئی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میں تصویر کشی کا کام کرتا ہوں۔ آپ نے اُس شخص کو قریب بلا کر فرمایا کہ تمہیں علم ہے کہ تصویر کشی حرام ہے۔ حضور نے جاندار چیریل کی تصویر بنانے سے منع فرمایا ہے، وہ شخص کہنے لگا کہ یہ تو میرا پیشہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ افسوس اگر تم نے یہی پیشہ اختیار کرنا ہے تو کم از کم جانداروں کی تصویریں تو نہ بناؤ، بہر حال تمہیں کمالیٰ صریح نہیں ہے۔ اس میں جاندار بھی کہتے ہیں اور غیر جاندار پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اگر قدیم زمانے میں لوگ جانداروں کے مجسمے بناتے تھے تو یہ ان کی شریعت میں تو سبوح ہر سکتا ہے۔ ہماری شریعت میں قطعی حرام ہے۔

تیسری چیز جس کا اللہ نے بیان ذکر کیا ہے کہ سیما علیہ السلام کے حکم پر جنات بناتے تھے، وہ ہے وَحِیَّکَیْنِ کَا لْجَوَابِ حضور کی مانند بڑے پیارے تھے چونکہ سیما کے ساتھ بہت بڑا لشکر ہوتا تھا، اس لیے وہ لشکر کو کھانا اپنی حوض نما پیالوں میں کھلاتے تھے۔ اس کے علاوہ وَهْدُوْرُ رَسِیْدَتِ ایک جگہ پر بھی بہنے والی بڑی بڑی ٹانڈیاں بھی بناتے تھے، ظاہر ہے کہ نفی کی کثرت کے پیش نظر ان کے لیے دائر کھلانے کی ضرورت پیش آتی تھی جسے بڑی بڑی دیگروں میں پکایا جاتا تھا اور حوض نما پیالوں میں ڈال کر کھایا جاتا تھا۔ یہ کام بھی جنات کے سپرد تھا کہ وہ اتنی بڑی بڑی تانبے وغیرہ کی دیگیں تیار کریں۔ جن میں بڑی مقدار میں کھانا تیار کیا جاسکے۔ یہ اتنی بڑی بڑی دیگیں ہوتی تھیں، جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہو سکتی تھیں بلکہ جہاں ایک دفعہ رکھ دی گئیں وہیں پڑی رہتی تھیں اور وہیں ان میں کھانا تیار کر لیا جاتا تھا۔ اس کی بعض مثالیں آج بھی ملتی ہیں مثلاً اجمیر شریعت میں ایک بہت بڑی دیگ ہے جسے جبرون کی دیگ کے نام سے مشہور ہے۔ ایک دوسری دیگ بھی ہے

حوض نما پیالے اور دیگیں





کاشکے ادا کرنا ہوں تو یہ بھی تیری توفیق کے بغیر ممکن نہیں ہوتا اور یہ مجھ پر ایک سزا ہے  
انعام ہوتا ہے۔ اللہ نے خوش ہو کر فرمایا کہ اے داؤد! جب تم مجھ گئے کہ ساری  
نعمت میری جانب سے ہے تو تم نے شکر کا حق ادا کر دیا ایک حدیث میں یہ الفاظ  
بھی آتے ہیں کہ آل داؤد کی مانند وہ شخص ہو گا، جو خوشی اور غصے میں عدل کرتا ہے رکھے گا،  
دولت مند اور احتیاجی میں یہاں رویہ کر اختیار کرے گا، اور جس کے دل میں پریشانیہ  
اور ظاہر ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی خشیت ہوگی۔ ان تین خصوصیات کا حامل شخص اگر  
داؤد کی طرح شکر گزار ہوں میں شامل ہو گا۔

مگر اللہ نے ساتھ یہ بھی فرمایا وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرِينَ  
میرے شکر گزار بندے بہت تھوڑے ہیں، اکثر لوگ میری نعمتیں استعمال کرتے  
ہیں مگر نہ زبان سے شکر ادا کرتے ہیں اور نہ اعضاء و جوارح میں ہاتھ پاؤں اور قلب  
سے جب آدمی ان تین اعضاء کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتا ہے تو گویا وہ اس کا  
شکر ادا کر رہا ہے۔ اسی طرح جب زبان سے اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہے تو اللہ کا شکر  
ادا کر رہا ہے۔ جب دل میں خشیت الہی آجائے تو یہ قلب کا شکر ہوتا ہے۔ ایک  
روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص دعا کیا کرتا تھا۔ کہ  
پروردگار! مجھے قلیل لوگوں میں سے بنائے رَبِّ اجْعَلْنِي مِمَّنْ الْقَلِيلِ  
حضرت عمرؓ نے پوچھا تم یہ کیسی دعا مانگتے ہو کہ کثرت سے قلت میں آنا پسند کرتے ہو؟  
کہنے لگا کہ اللہ کا فرمان ہے کہ میرے شکر گزار بندے بہت تھوڑے ہیں اور میں  
قلت میں شامل ہونا اس لیے پسند کرتا ہوں کہ اللہ کے شکر گزار بندوں میں سے  
ہو جاؤں حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ عمر سے تو سارے لوگ ہی زیادہ کجتر کھتے ہیں اور  
یہ حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت ناشکر گزار ہی ہے۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَاتِهِمْ  
فَلَمَّا أَخَذَتْ أَبْنَاءُ الْمَعْنُ أَنْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ  
الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۝

ترجمہ:۔ پس جب ہم نے فیصلہ کر لیا اس (مہمان علیہ السلام) کے لئے جسے میں موت کا قرینہ بنا دیا تھی تو ان کو آپ کی موت کا حال آخر زمین کے ایک کیڑے نے جو کھاتا رہا آپ کی لاش کی لاشی کر۔ پس جب وہ فجر پڑے تو معلوم کر لیا جنات نے کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو نہ ٹھہرتے وہ ذلت انگ تکلیف میں ۝

زہد آ

مکہ منستہ دوس میں اللہ تعالیٰ کے دو منصب ہندوں حضرت دادو علیہ السلام اور حضرت سلمان علیہ السلام کا ذکر ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں باب ہے گو بڑی مختصر عطا فرمائی تھیں۔ وہاں میں حکایت، حکومت اور عزت عطا فرمائی اور نبوت و رسالت سے بھی سرفراز فرمایا۔ اللہ نے دادو علیہ السلام کو بنو یوسف کو رحم کر دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو غرض امانی عطا فرمائی تھی کہ جب آپ اللہ کے عطا کردہ بیان کرتے تو یہاں اور یہاں سے بھی آپ کے جہنما ہو جاتے۔ آپ اللہ کے پڑے ہی عبادت گزار اور شوگر نذر بند سے تھے۔ اللہ نے سلمان علیہ السلام کے لیے بڑھوں پر ہندوں اور جنات کو کھڑا کر دیا تھا، جیسا کہ مذکور میں بیان ہو چکا ہے کہ آپ نبوت سے جسے پڑے کام بیٹے تھے، اگر وہ آپ کے حکمت و زہد

سہرا لی کرتے تو ان پر آگ کے کڑے پرستے تھے۔

بیت المقدس  
کی تعمیر

گذشتہ درس میں جنات کے ذریعے بڑے بڑے قلعوں اور دیگر عمارت کی تعمیر کا ذکر آیا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر بھی جنات کے سپرد کر رکھی تھی۔ وہ دور دور سے بڑے بڑے پتھر اٹھا کر لاتے اور پھر انہیں ٹیٹل تراش کر عمارت میں لگاتے۔ اس عمارت کا نقشہ بھی بیت خود بصورت تھا، اس پر ٹیٹل بھی بیت نفیس لگا گیا۔ بیت المقدس کی تعمیر کا آغاز تو حضرت داؤد علیہ السلام نے کیا تھا مگر وہ آخری وقت میں بقیہ کام حضرت سلیمان علیہ السلام کے سپرد کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ نے یہ کام اپنی خلافت کے چوتھے سال میں جنات کے ذریعے شروع کیا، اور بعض روایات کے مطابق پہنے دور خلافت میں اسے مکمل کر لیا۔ آج ہم بعض کہتے ہیں کہ عمارت کا کام تو آپ کی زندگی میں ہی مکمل ہو گیا تھا، البتہ اس کی آخری زیب و زینت باقی تھی۔ بعض کا خیال ہے کہ ابھی سال بھر کا کام باقی تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا آخری وقت آگیا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ تعمیر کا نقشہ اس کا کام باقی تھا کہ آپ نے سفر پر پتھر پر کھڑے ہو کر ارگور رب العزت میں دعا کی کہ کوئی اکرم کو سنے مجھے جو نعمت عطا فرمائی ہے اور جو نصیبت بخشی ہے مجھے اس کا شکریہ ادا کرنے کی بھی توفیق عطا فرما۔ آپ نے بیت المقدس کے بارے میں یہ دعا بھی کی کہ پروردگار! جو شخص میرے اس عبادت خانے میں داخل ہو۔

اس کو میرا بیٹا چیزیں عطا فرما۔ یعنی

(۱) اگر اس مسجد میں کوئی گنہگار داخل ہو تو اسے توبہ کی توفیق عطا فرما کیونکہ مومن کے مقامات عالیہ میں سے پہلا مقام توبہ کیلئے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے  
اَلَّذِي يَتُوبُ الْعِلْمُ وَالْعَمَلُ ... (التوبہ - ۱۱۲) اللہ کے نیک بندوں

میں صبح پلانہر قرب کر کے والوں کہے، گویا ان کو شریک اور برہمن کی قسم سے  
 سے قرب کر کے اور اس کے بعد عبادت کی طرہت قدم اٹھائے۔  
 (۱۲) اگر کوئی خوف والا آدمی اس سبکی میں داخل ہو تو اسی کو بہن مٹا کر  
 (۱۳) بنی آدمی داخل ہو تو گیسٹ شہار ہے۔

(۱۴) اگر منہج آج آجائے تو گیسٹ کر کے منی سے سر و دل کا منی ہے کیونکہ منہج  
 کا فرانس ہے لیکن الیقیناً عتق کی شریۃ العتقین میں منی مال دولت اور  
 جاہ و شہرت کی فراوانی کا نام نہیں بلکہ ان الیقیناً یعنی الیقیناً عمل غنی کر دل کو  
 منی ہے۔

(۱۵) جب تک کوئی آدمی تیرے اس گھر میں موجود ہے تو اس پر اپنی رحمت کی  
 نگرانی ہے رکھ۔

ایمان علیہ السلام  
 کی صفات

حبیب بیت المقدس کی تشریف لے کے قریب تھی تو سہان علیہ السلام کی دوست  
 کا وقت آن پہنچا، آپ ان کو نیکو لاحق ہوئی کہ وفات کے ساتھ ہیں، وہ صبراً  
 چھوڑ کر چلے جانے لگے، جو منی سرگرمیوں کے باوجود آپ کا محمول تھا کہ ان کا  
 کی عبادت کے لیے وقت نکال دیتے تھے، آپ نے عرصہ تک عبادت الہی  
 میں مصروف رہتے، بعض کہتے ہیں کہ منی کی سنتوں کا گوشے کر عبادت خانہ  
 میں جاتے اور تنہائی میں اللہ راہ کر کے بیٹھتے، چنانچہ آپ نے اپنی اس عادت  
 کو بہت اللہ کی تکمیل کے لیے بطور ذباہ استعمال کیا، شیخ الاسلام  
 مولانا شبیر احمد عثمانی حاضریہ لکھتے ہیں کہ جب سبحان علیہ السلام کی وفات کا وقت  
 قریب آچھا تو آپ نے حسیہ کے باقی مادہ کام کا لقمہ بنا کر جنوں کو دے دیا  
 اور خود بیٹھے کے کمرے میں بند ہو کر عبادت الہی میں مصروف ہو گئے، وفات

لے لے لے لے لے لے لے

لے لے لے لے لے لے لے (فیاض)

دیکھ سب سے کہ آپ عبادت میں مصروف ہیں، لہذا وہ اپنا کام کرتے ہوئے  
 سلیمان علیہ السلام اپنی لامٹی کے سارے کھڑے ہو کر ایٹھ کر عبادت کر رہے  
 تھے کہ اسی حالت میں آپ کی روح قفسِ نعش سے بہارِ کمر کی موت ہر ذی روح  
 کے لیے لازمی ہے کُلِّ نَفْسٍ ذَا أَلْفَةٍ الْمَوْتِ (الانبیاء - ۲۵) اس  
 سے بغیر بھی کتنی نہیں ہیں، لہذا سلیمان علیہ السلام بھی اپنے خالقِ حقیقی سے جا  
 ملے۔ یاد رہے کہ یہ خبروں کا یہ خاصا ہے کہ ان کو وفات سے پہلے اطلاع دے  
 دی جاتی ہے اور دریافت کیا جاتا ہے کہ آپ کا کیا ارادہ ہے۔ اس کے بعد  
 جب ان کی طرف سے طوں ہو جاتی ہے تو جانِ قبض کر لی جاتی ہے۔

سلیمان علیہ السلام شیشے کے کمرے میں بند ٹیک چکائے کھڑے تھے، ایٹھ  
 تھے۔ جنات کا کام کر رہے تھے اور آپ کو دیکھ رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ  
 آپ مصروفِ عبادت ہیں مگر اندر جلنے کی کوئی حرارت نہیں کر آتا۔ سلیمان علیہ السلام  
 اسی حالت میں اللہ کو یاد سے ہو چکے تھے، مگر جنات انہیں زندہ سمجھتے ہوئے  
 اپنے کام میں مصروف تھے۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتظامِ بود و پا  
 تھا تاکہ جنات کا کام نہ چھوڑ بیٹھیں لہذا کسی کو سلیمان علیہ السلام کے کمرے میں نہیں جانا  
 دیا۔ اس کی مثال عزیر علیہ السلام کے واقعہ میں بھی ملتی ہے۔ اللہ نے ان پر سو سال  
 تک کے لیے موت طاری کر دی۔ آپ کا گدھا ترخانا ہو گیا اور اس کی ہڈیاں بھی  
 بکھر گئیں مگر آپ کا کھانا بالکل تر و تازہ رہا، اصحابِ کہف کا واقعہ بھی ایسا ہی ہے۔  
 وہ تین سو سال تک غار میں پڑے رہے مگر اللہ نے کسی کو وہاں بدلنے نہیں دیا۔ جب  
 خود اللہ نے بیدار کیا تو حقیقتِ حال واضح ہوئی۔

جنات اسی حالت میں کام کرتے رہے حتیٰ کہ ایک سال کا عمر گزر گیا اور  
 انصاریتِ القدس کی تعمیر کا کام بھی مکمل ہو گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام

جنات کو  
 وفات کا حکم



اخلاق کی جو سب کئی غلط چیزیں بھی مشہور ہو گئیں جنہیں لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے۔ مثلاً سورۃ البقرہ میں سورۃ صبت کہ سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل نے اللہ کی کتاب توریت کو قرپیں پشت ڈال دیا، اور اس کے بجائے جنات کے بتائے ہوئے یا دیرپا چلنے والے اور کفر پر اور شرک پر یاقوت بن کرٹ ہو گئے۔ ستم بالا نے ستم پر ہوا کر انہوں نے ان غلط چیزوں کو شیاطین کا کارنامہ قرار دینے کی بجائے انہیں سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کرنا شروع کر دیا۔ اسی لیے اللہ نے وہاں وضاحت فرمائی وَمَا كَفَرْنَا سَلِطُنْ وَلَا كُنَّ الشَّيَاطِينُ كَفَرُوا يَعْلَمُونَ النَّاسُ أَنِ الْبَقَرَةَ الْبَقَرَةُ ۚ-۱۰۲ اگر یہ کفر یعنی حساب و سلیمان علیہ السلام کا تعلیم کردہ نہیں بلکہ یہ تو شیاطین لوگوں کو سکھاتے تھے۔ بہر حال اس طرح لکے غلط عقائد میں سے بنی اسرائیل میں ایک یہ عقیدہ بھی راسخ ہو گیا کہ جنات علم غیب جانتے ہیں۔ یہ تصور آج بھی کسی حد تک جہال میں پایا جاتا ہے چنانچہ جنات سے غیب کی خبریں دریافت کی جاتی ہیں، جو کہ صریح کفر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنات چونکہ لطیف مخلوق ہے اور ان کی رفتار بھی بہت تیز ہے اس لیے وہ بعض چیزوں کو دیکھ کر ان کا علم سمجھتے ہیں جو کہ بے وقوف لوگ اسے غیب پر محمول کرتے ہیں جو کہ بالکل غلط ہے۔ غیب کا علم اللہ نے مخلوق میں سے کسی مقرب سے مقرب بھی کو بھی نہیں دیا۔ اسی چیز کی تصدیق اس آیت کریمہ میں خود جنات کی زبان پر ہو رہی ہے کہ اگر ہم غیب دان ہوتے تو سلیمان علیہ السلام کی وفات کے باوجود سال بھر تک مشقت میں نہ پھلے ہوتے۔ الغرض انہوں نے اس باطل عقیدہ کا رد فرما دیا ہے۔

ایک مسئلہ اور رہ جاتا ہے کہ بعض لوگ علیات کے ذریعے جنات کو تسخیر کر کے ان سے بعض کام لیتے ہیں، ہماری شریعت میں اس فعل کے متعلق کیا حکم ہے اس ضمن میں مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ اور بعض دوسرے علماء معززات فرماتے ہیں

(فیاض)

۷

لہ بیان القرآن صفحہ ۹۶

جنات کی  
تسخیر و  
علیات



کو اگر جنات کی تفسیر صحابہ ائمہ پر مبنی کر سلیا اور علیہ السلام کے لیے حق تو یہ ہے نہ ہے۔  
جائز ہے، یا اگر کوئی جن اپنی مرضی سے کسی انسان کے تائب ہو جائے تو یہ بھی درست  
ہے۔ بعض صحابہ کرام کے تعلق آسمان کے جنات پر بھی ان کے کام انجام دیتے تھے۔  
اس مسئلے میں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کا حکم نا جائز ہے کہ بعض جنات  
ان خود ان کے حکم کی تعمیل کرتے تھے، یہ بھی درست ہے، بطور تعلیمات کے ذریعہ  
حیات کی تفسیر کو جائز قرار دینا جائز ہے، اگر جائز کلام پر مدد کر لیا گیا ہے، تو بھیر  
قرآن مجید ہے اور اگر کھڑچ یا شکر کلام پر مدد کر جنات کو تفسیر کی جیسے تو یہ حرام ہے  
جنات بھی اللہ کی آواز مخلوق ہے مگر ان کو زبردستی غلام بنانا کسی طور بھی جائز  
قرار نہیں دیا جاسکتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ کسی آواز آدمی  
کو غلام بنالینا جائز نہیں ہے، ایسا کرنے والا اللہ سے سخت عجز ہو گا، یہی طرح اگر آدمی  
جنات کو زبردستی غلام بنالینا بھی جائز نہیں ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ اگر کلام نذک و کفر اور دعائیت سے پاک ہو، اور کر سنے  
کا کام بھی مخلوق شرع ذمہ تو جنات کی جن میں سے کوئی کیا جائے کہ اس طرح کسی بیمار  
کا علاج کیا جائے گا ایسی کا جائز طریقہ پر دعائیں کیا جائے گا اگر کوئی جن کسی انسان  
کو تھکیت دیتے رہا ہے اور اس کے مرنے وغیرہ کے لیے جنات کی تفسیر مطلوب ہے  
تو فرماتے ہیں کہ اس حد تک تفسیر جائز ہے، ورنہ نہ غیر شرعی اور ناجائز کام کرنے  
کے لیے ایسی دوسٹ کران کہ انہیں پہنچانے کے لیے جنات کو قائل کیا جائے تو یہ  
قطعی ناجائز اور حرام ہے۔ اسلئے میں سے حضرت عرفان، عارفی اور حامی اور مولانا  
صاحب رحمہ اللہ کے پاس اگر کوئی ایسا شخص بیعت کے لیے آئے، جس نے جنات کو  
مسخر کر رکھا ہو تو یہ عزائمات لینے شخص کو کہنے کو چیتے ہیں کہ اگر آدمی اس کے بعد  
جاری بیعت کرنا، آپ اس شخص کو اس حد مذکورہ مجھے تھے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَيِّئَةٍ فِي مَسْكِنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتِ  
 عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ؕ كُلُوا مِنْ رِزْقِ  
 رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ؕ بَلَدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبِّ  
 غَفُورٌ ⑤ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ  
 الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتِ  
 أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثَلٍ لَشَّيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ ⑥  
 ذَلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ يُجْزَى  
 إِلَّا الْكَفُورُ ⑦

ترجمہ :- البتہ تحقیق قوم سبا کے لیے اُن کی بہتی ہوئی  
 نشانی تھی ۔ دو باغات دائیں اور بائیں جانب ، کھاؤ ۔ اپنے  
 پروردگار کی عطا کردہ روزی میں سے اور اُس کا شکر ادا  
 کرو ۔ یہ شہر ہے پاکیزہ اور پروردگار ہے بخشش کرنے  
 والا ⑤ پس احوال کیا اُن لوگوں نے ، پھر جھوٹ دیا ، ہم  
 نے اُن پر نالہ زوردار سیلاب کا ۔ اور ہم نے تبدیل  
 کر کے دیئے اُن کے لیے دو باغوں کے بدلے دو ایسے باغ  
 جن کا پھل کیلا تھا ، اور کچھ جھاؤ کے درخت اور کچھ  
 تھوڑے سے بیر ⑥ یہ ہم نے بدلہ دیا اُن کو اس  
 وجہ سے کہ انہوں نے کفرانِ نعمت کیا اور ہم نہیں الیا

دار بنے، شکر، شکر گزار بن کر ⑤

مردم شکر و دروس میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے ثبات، کلمہ کے راقوت، قیامت اور نبوت و رسالت کے مسئلے میں کئی دلائل ذکر کیے۔ پھر اللہ کی طرف ثابت کیے گئے دنیا، حضرت داؤد اور سلیمان علیہم السلام کا ذکر فرمایا۔ ان میں دنیا و کلمہ کے واقعات میں قدرت کے نمونے بنائے تاکہ لوگ رسالت اور نبوت کا انکار نہ کریں، اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء کو کلمہ میں جو بڑے طاقتور بنے، ان کی عظمت بے مثال ملی جن میں حبیب و طہر جب فریم کا نظام تھا، اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر تاج کریم کر دیا تھا اور آپ اس سے بجز شقت کے نہ رہیں جانتے تھے، آپ کو نبوت محمد آرزو سے فرازا تھا، چنانچہ جب آپ اپنی بیوی کو آرزو میں زہر کی تیوت فرماتے تو اور ذکر کر کے چار اور پندرہ بھی عہد ہادی تعالیٰ میں آپ کے بنوا ہو جاتے۔ اور سلیمان علیہ السلام کے لیے ہلڑن اور نبات کو شکر کر دیا، آپ جنات سے جسے بڑے کامیاب تھے، دونوں باب دنیا اللہ کے نبوت ہی شکر گزار بنے تھے، پھر اللہ سے شکر کیا کہ اس کے شکر گزار بندے بہت ہی کم ہوتے ہیں۔

اب آج کے درس میں اللہ تعالیٰ نے شکر گزار قوم کے طریقے قوم سب اور اس کے انجام کا ذکر فرمایا ہے، ارشاد ہو کہ سب تعالیٰ حکم  
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اللہ تعالیٰ نے اس قوم سب کے لیے اس کی  
 دلائل کو دیکھی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس قوم سب کے لیے اس کے لیے  
 حق بھی بتایا، اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے اس قوم سب کے لیے اس کے لیے  
 ایک ہی پس منظر لیا، اللہ تعالیٰ نے اس قوم سب کے لیے اس کے لیے  
 کے نام سے شکر کیا۔

نہدی طریقہ کی روایت میں آفسہ کہ حضرت علی علیہ السلام کے

سے در شکر رعد ۵۰ و فرمائی ہے (الحق)

ایک صحابی حضرت فروہ ابن میکث یمن کے رہنے والے تھے، اللہ ان کا تعلق دہاں کے قبیلہ مذکور سے تھا۔ یہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا، حضور! مجھے اجازت دیں کہ میں اپنی قوم کے ایماندار آدمیوں کو ساتھ لے کر اپنی ہی قوم کے کفار و مشرکین سے جنگ کروں۔ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھے اجازت مرحمت فرمادی۔ اور ساتھ ہی اپنی قوم کا امیر بھی مقرر کر دیا۔ پھر جب میں آپ کی مجلس سے چل دیا تو میرے پیچھے آدمی بھیج کر مجھے بلایا اور فرمایا کہ پہلے تم اپنی قوم کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دو جو شخص اسلام قبول کرے تم بھی اس کو قبول کرو، اور جو شخص ایمان نہ لائے تم اس کے ساتھ جلد بازی نہ کرنا بلکہ میری طرف سے مزید ہدایات کا انتظار کرنا

حضرت عروہ مزید بیان کرتے ہیں کہ جب قرآن کی سورۃ سبا نازل ہوئی اور اس بات کا چرچا ہوا کہ اللہ نے قرآن میں قوم سبا کا ذکر کیا ہے تو آپ کی مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کس سیبائی ہے کیا ہے کیا یہ کسی خطے کا نام ہے یا کسی مرد یا عورت کا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک آدمی کا نام تھا۔ اس کے دس بیٹے تھے۔ ان میں سے چھ قبیلوں میں آباد ہو گئے، اور چار شام کے علاقے میں چلے گئے اس شخص کے نام پر اس قوم کا نام سبا مشہور ہوا اور پھر ملک کا بھی یہی نام پڑ گیا۔ سبا کی اولاد میں سے جو یمن میں آباد ہوئے ان قبیلوں کے نام ازد، اشعر، حمیر، کندہ، مزنج اور انمار ہیں۔ اسی طرح شام میں آباد ہونے والے قبیلوں کے نام حم، جذام، غسان، معد، ماکہ ہیں، ایک شخص نے عرض کیا، حضور! یہ انمار کیا ہے۔ فرمایا انمار وہی حنیہ ہے جس نے آگے حاتم اور بکیل کے قبیلے آباد ہوئے گریا یہ قبیلہ انمار کی مزید شاخیں ہیں۔ سبا کا سبب نسب اس طرح ہے۔ سبا ابن یثجب ابن قحطان۔ اسی لیے اس علاقے کے لوگ قحطانی عرب کہلاتے ہیں، ان کے علاوہ باقی عرب

۱۔ خازن ص ۲۸۶ و ابن کثیر ص ۵۴۱ و طبری ص ۴۶۶ و ابن جبار ص ۶۶ (غیاض)

عہد اُلیٰ عرب کہہ گئے ہیں معنی طلبہ اسلام کا اہل بیت سے بھی اپنی میں سے ہے ۔

سب عرب کے بڑے مصر میں واقع ہیں جمع سند سے ۳۶۰۰ فٹ  
کی ہندی یہ وقت ہے آب و ہوا کے لحاظ سے یہ متزلزل خطہ ہے، مگر سب سے  
کا ذکر سورۃ نمل میں ہے، وہی اسی علاقہ کے شہنشاہی تھی، قوم حج کا ذکر بھی قرآن  
میں آیا ہے، اہل کاخانہ ان بیات میں ہی قوم سب سے خلق رکھتا تھا،

سب عرب

قوم سب کا علاقہ قریب ہی اور بگڑائی علاقہ تھا، اپنی مذہب کے لیے جو بے گناہ تھے  
بہت معمولی قسم کی تھی، پانچویں پر ہونے والی بارش کا پانی ذریعہ تھی جس جانب  
ہوجاتا تو مسند میں بہہ جاتا تھا، یہ حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً آٹھ سو سال  
قبل کی بات ہے کہ اس قوم نے اپنی زمینوں کی آبپاشی کے لیے بارش کے پانی  
کو ذخیرہ کرنے کا منصوبہ بنایا، پانچویں دریا کی طرف سے دریاں ۵۰ فٹ لمبا،  
۵۰ فٹ چوڑا بنے، نگہ ابھی اپنی گرد گرد لیا، اس طرف وہ اس وادی سے حسب ذیل  
ساتھ ملنے والی مائل کرنے میں کامیاب ہو گئے، ان کی زمینیں سب سے ہونے لگیں اور  
پورے علاقے میں آب گھسنے لگے، ان کے پانیوں کا پانی اٹھیں، یہ قریب انہوں نے  
وادی علاقہ عرب کے قریب ہی تھیں، یہ دریا سب کے پانی لگا، اس پانی کی وجہ  
سے آسمان کے شرق و غرب میں تین سو مربع میل کے پانی پر انہاں میں انہاں  
تھے جن میں داخل چل پڑے، جو آقا اور انگوں میں خوشحال آئیں، انہی انہاں کے  
کہ تعلقہ اللہ نے یہاں فرمایا ہے، جس میں عن قبضہ بن ویشمال  
ان کے دائیں اور انہی انہاں کے منہ میں ہر قسم کے پانی اور انہی پر پڑتے تھے  
سورہ نبوی اور انہی انہی کے مصنف مولا امیر مہمان کوئی اس خطے  
مکمل اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ان انگوں کی عمارتیں جس سے پرندیم بھی جاتے  
سب آسمان کا آقا تھا، عرب میں کوئی دائیں وہ یا نہیں، انہی انہی انہی انہی

سے بہر کر ریگستان میں خشک ہو جاتا ہے۔ اور کاشتکاری کے لیے استعمال نہیں ہو پاتا۔ قریب سب نے پیٹروں اور دلوں میں بڑے بڑے بند باندھ کر پانی کو روک لیا اور اسے کھدائی کے لیے استعمال کرنے لگے۔ یہ کئی چھوٹے پھرنے بند تھے مگر ان میں سے بڑا اور مشہور بند سدبارب تھا جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔ یہ بند دو بہاڑوں کے درمیان تعمیر کیا گیا تھا۔ اب اس کا ایک حصہ افتادہ ہے، تاہم تقریباً ایک سو تالی ٹوٹی پھرنی دلیاراب بھی نظر آتی ہے۔

یورپ کے ایک اراٹو نامی سیاح کا مہلہ فریخ ارٹامک سوساٹلی میں ایک معنوں شائع ہوا تھا جس میں اس نے سدبارب کا نقشہ دو گ کے ساتھ تیار کیا ہے۔ اس کے مطابق بند کی دلیار پر جا بھاکتے گئے ہوئے تھے، جو کہ پڑے گئے۔ بند کے اوپر نیچے کھدائیاں تھیں جن کے درمیان ڈیم کا پانی کھولا جاسکتا یا بند کیا جاسکتا تھا۔ اس بند کے دائیں اور بائیں یعنی مشرق و مغرب میں دو بڑے بڑے دروازے تھے جن سے پانی تقسیم ہو کر چپ و راست زمینوں کو سیراب کرنا تھا۔ اس نظام آبپاشی کے لیے دائیں بائیں جانب اس ریگستانی اور شور زدہ ملک میں تین بڑے دروازے ہیں جن میں سے ایک بہشت ناز تیار ہو گئی جس میں انواع و اقسام کے میوے اور خوشبودار درخت تھے۔ ان کو قرآن پاک میں جنتین عتق یمنین و شیعان کہا گیا ہے۔

ایک یزانی مؤرخ جو مسیح علیہ السلام سے ۴۵ سال قبل ہوا ہے اور قریب سا کاہم عصر تھا، وہ بیان کرتا ہے کہ سب عرب کے سرسبز و شاداب حصے میں رہتے ہیں۔ جہاں بہت اچھے اچھے بے شمار میوے ہوتے ہیں۔ دریا کے کنارے پر نور بصیرت و رخت میں اور اندر دلیاراب بخوراست، دلیاراب اور چھوٹے کے بلند و بالا درختوں کے جنگلات پائے جاتے ہیں۔ جن سے نہایت شیریں خوشبودار میوے ملتا ہے۔ کہتا ہے کہ درختوں کی اقسام اور تنوع کی کثرت کے سبب ان

ہی سے ہر قوم کا نام اور وصف بیان کرنا مشکل ہے، البتہ الی سے جو مشہور لغوی ہے وہ جنت کی خوشیوں سے کہیں جو لوگ گشتیوں پر سائل سے دور گر گئے ہیں وہ بھی اس خوشیوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اگر وہ آپ حد سے لطف اندوز ہوتے ہیں اگرچہ یہ غلبہ ہی اس خطے کی اعانت کے مقابل میں قاصر ہے اس لئے منہ کے مقام پر قصیدہ خوان کا ذکر بھی کیا ہے جو کہ سیر سرائف کا تفاوت کا رستہ بھی۔

سب سے آخری دور کا ایک مؤرخ ارفی میڈوس لکھتا ہے کہ سائیکس اور شاہ کے اعلان نام میں یہ جو کہ پڑا تھا پہاڑی پریش دوسرے میں واقع ہے۔ بہر حال یہ ساری سرسبز شاہی دارمب قوم کی وجہ سے تھی۔ قوم ہمارے فرعون ہی اس قوم کے قوم بن کر نہیں آؤ گئے تھے، اس دور میں ہم نے ہندوستان میں ایک ہی ملک اس قوم کو دیکھا تو کی کی بدولت پالی کے اس معرظہ اخیر سے زمرہ آج بھی کام لیا جاتا ہے بلکہ اس سے پہلی ہی پہاڑی جاتی ہے، قوم کے پانی کو نہ ہی سے گرا کر بے گشت ہو گئے جاتے ہیں۔ اپنی ہفتوں کے تحفہ پر ہر گز کہ انہیں حرکت دینا ہے، جس سے پہلی پہاڑی سے جو روشنی اور بڑی بڑی شہنوں کو ملائے گا کام آتی ہے، ہمارے ملک میں بھی کئی چھوٹے چھوٹے بند باندھ کر ان سے مذکورہ کام لیتے گئے ہیں، ان میں قریباً قوم مشکوہ قوم اور دارمب قوم خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ملک میں بھی کی تربیل کا انعقاد اپنی قوموں پر ہے۔

الغرض: خوش حالی و سرسبزی و شاہی اور معنوی نام بڑا کے اعتبار سے جہتہ نامب اس قابل شاہ کے لئے اس کے متعلق فرمایا کہ بگڑو مشرتا جس میں ہر چیز کی فراوانی تھی، لہذا فراوانی کے لئے رزق کی وقت گزرتا ہے پروردگار کی عطا

روزی میں سے کھانہ و قاشک گنوا لے اور اس کا شکریہ ادا کرو اس کا عام قانون  
یہی ہے۔ کہ یہ شکر قسماً لازماً نہ کرے گا کہ وہ کہیں کہے نہ پائے  
عند اللہ تشکر دیکھو (ابراہیم) اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں مزید عطا کروں گا  
اور اگر کفران نعمت کرو گے تو میری سزا بھی بڑی سخت ہے۔ اللہ نے مسند بنایا  
فیصلۃ طیبۃ یہ ایک پاکیزہ شہر ہے۔ و در بخت غفور اور تعالیٰ پروردگار کا پروردگار  
کو صاف کرنے والا ہے۔

یہ پاک شہر کا لفظ بہت بڑی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے اور اس میں ہمارے  
لیے بھی بڑی تعلیم ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یاد رکھو  
ملک کی بہتری اور پاکیزگی اس وقت ہرگز جب تک فتنہ و فساد سے پاک ہو گا۔ اگر  
شہروں میں شریر لوگوں کا غلبہ ہو۔ اتباع ہر گاہی وجہ سے لوگ بد امنی میں مبتلا ہوں، تو  
ایسا شریر ملک ہرگز پاکیزہ نہیں کہلا سکتا۔ اگر کسی ملک یا شہر پر ظالم لوگ چھا جائیں  
تو وہ لوگوں کو ظلم جو رکائیں نہ بنائیں گے۔ ملک میں چوری، ڈاکہ، بدکاری اور لوٹ مار کا  
بازار گرم ہو گا۔ اور ملک و شہر برباد ہو جائیں گے۔ اگر شہر میں اعمالِ مندرہ کا دور دورہ  
ہو یعنی نقصان وہ کام ہوتے ہوں، جاہ و گدہ اپنا کام دکھاتے ہوں، تخریب کار پوشیدہ  
طور پر لوگوں کی زندگیوں سے کھیلتے ہوں، خوراک اور پانی میں زہر ملائے سے بھی دریغ  
نہ کر تے ہوں، جگہ جگہ دھماکے کرتے ہوں، اغوا برائے آواز کی درازتیں ہوں، علی الاعلان  
قتل کا بازار گرم ہو۔ ملک لوٹے جاتے ہوں تو ایسے ملک یا شہر کو پاکیزہ کیسے کہہ سکتے  
ہیں، جہاں اصلاح کی بجائے فساد کی تعلیم دی جاتی ہو، ملک کو کر کے ساتھ اور  
کارخانے و کارخانوں کے ساتھ برسرِ پیکار کر دیا جائے تو اس کیسے قائم ہو سکتا ہے؟  
اسی طرح لوگ عاداتِ فیضی یعنی شراب نوشی، زنا، لواطت، ادا جانوروں سے بدھلی  
چلیے اور انجامِ مینے لگیں تو شہروں میں بربادی ہی آئے گی، سکون و نصیب نہیں ہو  
سکتا۔ جو، سود و رزق اور مالِ تول میں کمی بیشی قبیح حرکات بھی شہروں کی اصلاح  
کی بجائے تباہی کا باعث بنتی ہیں اور ایسے شہر اور ملک پاکیزہ کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔





کاشکریہ ادا کرنے کی بجائے فَاَعَدَّ صُلْحًا لِنَفْسِهِ پروردگار سے اعراض کیا۔ اس کی لڑت  
 جمع کرنے کی بجائے اُس سے دہری اختیار کی اس کا نتیجہ یہ ہوا فَاَيَّدِيْنٰكَ  
تَحٰلُفُهُمْ سَبَّحْنٰكَ اَلْعَبَسَ عَلٰی سَمِیْعٍ اُن پر زور در سیداب بھیج دیا۔ وہی سید کا رب  
 جو اُن کی خوشحالی کا باعث بنا ہوا تھا اُن کے لیے تباہی کا باعث بن گیا۔ بند کی  
 ذل پر جس کی غیور آگ آئی جسے جوہر نے کھا کھا کر دیوار کو کھوکھلا کر دیا۔ بند میں ٹھکوت  
 پڑ گیا اور ایذا بردست سیداب آیا جس نے پورے ملک میں تباہی پھیلا دی کھوٹا ہوا  
 تباہ ہو گئیں، اباغات اجڑ گئے۔ مکانات اور خورد و نوش کے تمام ذخیرے بہہ لگے  
 اور اس طرح ایک خوشحالی ملک کھنڈ لٹ کا ڈھیر بن گیا۔ گذشتہ آیت میں جن دو  
 پھل اور اباغات کا ذکر کیا گیا ہے اُن کے متعلق اللہ نے فرمایا وَبَدَّلْنٰهُمْ  
بِجَنَّتَیْنِھُمْ جَبَّتَیْنِ جنم اُن دو باغات کو دو دوسرے ایسے باغوں سے تبدیل  
 کر دیا وَاَنْتَ اَحْمِلُ خَطِیْئَتَھِمْ کھیل کی سیلا ہوا ہے وَاَنْتَ اَحْمِلُ اور جھاڑ کے  
 درختوں ہوتے ہیں جن میں پھل آتا ہی نہیں وَسَتِیْءٌ مِّنْ سِندِ قَلِیْلِ  
 اور کچھ چٹیل بیرہ گئے آتی پھل دار درخت سارے تباہ ہو گئے۔

فرمایا ذٰلِكَ جَعَلْنٰھُمْ سِتًا كَفَرًا اہم نے اُن کو یہ بدلہ انکی ناشکری  
 کی دیکھ دیا۔ انہوں نے اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکریہ ادا نہ کیا بلکہ اپنی خوشحالی  
 پر اتراٹھے ہے تو اللہ نے اُن کو یہ صلہ دیا وَقَدْ جُعِلْ جَنَّتٰی اِلَّا اَنْتَ كَفُوْا  
 اور ہم ایسا بدلہ نہیں دیتے مگر ناشکر گزاروں کو۔ اہل سب کو تو اُن کی ناشکری کی سزا  
 مل گئی۔ اللہ نے دوسرے لوگوں کو بھی سمجھایا کہ اگر توجید، رسالت، کتاب الہی اور قیامت  
 کا انکار کرو گے تو ناشکر گزاروں میں شمار ہو گے اور تمہارا حشر میری قوم سا سے مختلف  
 نہیں ہوگا۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْغُرَى الَّتِي بُرِكَتْ فِيهَا  
قُرَى طَاهِرَةٌ وَقَدَرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سَيْرًا وَافِيًا  
لِلْأَيِّ وَآيَاتِنَا أَمِينٌ ۝ (۱۸) فَقَالُوا رَبَّنَا بَيِّنْ  
أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ  
وَمَزَقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَرِّقٍ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ  
لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝ (۱۹) وَلَقَدْ صَدَّقَ  
عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ  
الْمُؤْمِنِينَ ۝ (۲۰) وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ  
سُلْطَانٍ إِلَّا لَنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ  
مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ۚ وَرَبُّكَ عَلَى  
كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ۝ (۲۱)

۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱

ترجمہ: اور بنائی تھیں ہم نے ان (سبا والوں) کے درمیان  
اور برکت والی استہر (کنام و نسطین) کے درمیان فہاں  
ہنہاں اور مشرقی تھی ہم نے ان کے درمیان سوزوں مہات  
(محم فہا) چلوہن میں زلوں کر اور دن کو پڑ امن ۱۸  
کہا انہوں نے اے ہمارے پروردگار! ہدی ڈالے  
ہمارے سفروں میں اور نہادتی کی انہوں نے اپنی جانوں

پر۔ پس بنا دیا ہم نے اُن کو قصے کہانیاں اور ہم نے  
 اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں  
 ہر صابر اور شاکر شخص کے لیے (۱۹) اور البتہ تحقیق سچ  
 کہ دکھایا اُن پر ابلیس نے اپنے گمان کو، پس انہوں نے  
 اس کا اتباع کیا سوائے مومنین کے ایک چھوٹے سے  
 گروہ کے (۲۰) اور نہیں تھا اُس (ابلیس) کا ان پر کوئی  
 غلبہ سگر تا کہ ہم ممتاز کر دیں اُس کو جو ایمان رکھتا ہے  
 آخرت پر اُس شخص سے جو اس سے شک میں پڑا ہوا ہے  
 اور تیسرا پروردگار ہر چیز کی نجبانی کرنے والا ہے (۲۱)

ربط آیات

اس رکعت میں اللہ نے قوم سبا کا ذکر فرمایا ہے۔ گذشتہ آیات میں پہلے  
 اس قوم پر کیے جانے والے انعامات کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ہم نے اُن کو شہروں کی  
 پر اس زندگی اور ہم طرح کی خوشحالی عطا فرمائی تھی مگر انہوں نے خدا تعالیٰ کی ان نعمتوں  
 کا شکریہ ادا کرنے سے اعراض کیا تو اللہ نے ہارین زمین میں سے تباہ کن سیلاب  
 بھیج کر اُن کے باغات اور شہری آبادیاں تباہ و برباد کر دیں اور اُن کی زمین سے  
 زرخیزی کی صلاحیت ہی ختم کر دی۔ اب ہلڈر رختوں کا کھلنے والی جھلی جھاڑ بڑھ اُگتھا  
 جو یا تو بے پھل ہوتا تھا یا اس کا پھل کڑوا کیلا تھا۔ البتہ بہت کم مقدار میں بعض  
 جگہ جھلی بیر ہو جاتے تھے۔ اب آج کے دریں ہیں اللہ تعالیٰ نے قوم سبا  
 کے کچھ مزید حالات بیان فرمائے ہیں۔

نمایاں بیتیں

ارشاد ہوتا ہے وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمُ الْوَبَّيْنَ الْقُرَىٰ الَّتِي بَرَكْنَا  
مُفْرَسَاتٍ قُرَىٰ ظَاهِرَةً اور بنادیں ہم نے اُن سب وادیوں کے درمیان اور ان  
 بیتوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی ہے۔ نمایاں بیتیاں، ابرکت بیتوں کو روشن  
 فلسطین کی بیتیاں ہیں جو مکہ و مدینہ نے ظاہری اور باطنی برکت سے نوازا ہے جس سے روزِ حساب طلب و ابرکت کے لیے  
 کام کر رہا ہے اللہ نے اس خط میں بہت سے بیروں کو معرّف فرمایا جن میں حضرت



لے کر شام تک اس شاہراہ پر چار ہزار سات سو شتر، قصبے اور دیہات تھے۔ اس راستے سے مشرق اور مغرب کے درمیان تجارت ہوتی تھی۔ یمن کے ساحل کے بالمقابل ہندوستان (موجودہ پاکستان) کا ساحل ہے لہذا ہندوستان کا تجارتی مال یمن کے ساحل پر اتر کر اونٹوں کے ذریعے شام و فلسطین پہنچتا اور وہاں سے مصر اور دوسرے افریقی ممالک تک جاتا۔ اسی طرح افریقہ کا مال سبا اور یمن کے راستے ہندوستان واپس جاتا۔ چنانچہ یہ شاہراہ سارا سال مصروف رہتی اور یہ نمایاں بستیاں بھی پُر رونق رہتیں۔ چین تک کا تجارتی مال اسی راستے سے آتا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ حج اور عمرہ کرنے والے لوگ بھی اسی راستے سے آتے جلتے تھے اور ان نمایاں بستیوں کی وجہ سے انہیں بڑا آرام تھا۔ محضرنے کے لیے سرابیں تھیں اور ضروریات کی اشیاء بھی مل جاتی تھیں۔ سبا کی یہ آبادی مسیح علیہ السلام سے آٹھ سو سال قبل اپنے جو بن پر تھی پھر حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے اس علاقے کو ملیرٹ کہہ دیا گیا جیسا کہ گذشتہ درس میں بیان ہو چکا ہے۔

”ارض القرآن“ کے مصنف لکھتے ہیں کہ سبا کی دولت کا انحصار زیادہ تر تجارت پر تھا۔ یہ لوگ کاشتکاری بھی کرتے تھے اور ان کے باغات سینکڑوں مربع میل پر پھیلے ہوئے تھے۔ اس علاقے کے ایک طرف ہندوستان کا ساحل اور دوسری طرف افریقہ کا ساحل ہے۔ دونوں براعظموں کے درمیان خوب تجارت ہوتی تھی۔ سونا، قیمتی پتھر، مصالحے، خوشبو، مہکتی دانت وغیرہ کالین دین ہوتا تھا۔ برصغیر کا مال یمن کے ساحل پر اترتا اور پھر وہاں سے خشکی کے راستے حجاز سے ہوتا ہوا، شام و فلسطین اور آگے افریقہ تک جاتا تھا۔ اور پھر اسی راستے سے واپسی تجارت ہوتی۔ اس شاہراہ کو قرآن پاک میں ”امام مبین“ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اسی سفر کو سورۃ قریش میں رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ یعنی موسم گرما اور



بعد اہل سبا کے چھ خاندان یمن میں اور چار شام و فلسطین میں جا آباد ہوئے، اور اس طرح یہ مصروف ترین شاہراہ بھی بند ہو گئی۔ فرمایا اس سرسبز و شاداب علاقے سے قوم سبا کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ ہم نے ان کو افسانے بنا کر رکھ دیا۔ ایسی بربادی آئی کہ ان کا نام صرف تاریخ تک محدود ہو کر رہ گیا۔ لوگ اُن کی خوش حالی، جاہ و حشمت، تاریخی ڈیم اور پھر اُن کی تباہی کی داستان عبرت کے طور پر سنتے سنا تے تھے۔ فرمایا وَمَنْ قُلْتُمْ كَلًّا مَبْرُوفٍ اور ہم نے اُن کا شیرازہ اس طرح بکھیرا کہ پارہ پارہ کر کے رکھ دیا، کوئی کدھر چلے گا اور کوئی کسی دوسری جگہ جا آباد ہوئے۔ ارض القرآن کے مصنف یہ بھی لکھتے ہیں، کہ اہل سبا کے زوال کے بعد یونانیوں اور رومیوں نے مصر اور شام پر قبضہ کر لیا، اور ہندوستان اور افریقہ کے درمیان تجارت کو بری راستے سے بحری راستے پر ڈال دیا اب تجارتی مال بحر احمر کے راستے سواحل مصر و شام پر اُترنے لگا۔ اس طریق تجارت نے یمن سے شام تک بری راستے کی خاک اڑادی اور سبا کی تمام بقیان ویران ہو گئیں۔ فرمایا إِنِّي فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ہر صابر و شاکر آدمی کے لیے نشانیاں ہیں۔ جو شخص یا قوم خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر ادا کرتی ہے اور مصائب پر صبر کا اظہار کرتی ہے وہ سمجھ سکتی ہے کہ ناشکر کو گمراہی کا کیا نتیجہ برآ ہوتا ہے اور خدا کی ناراضی کس طرح شامل حال ہوتی ہے۔ اس قسم کے واقعات بلاشبہ نشانات عبرت ہیں۔

اللہ نے ارشاد فرمایا ہے وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ اور البتہ تحقیق شیطان نے ان لوگوں پر اپنا گمان سچا کر دکھایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت ہی شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا کہ تو نے آدم کو مجھ پر برتری عطا کی ہے لَا حَتَّيْكَسَ ذُرِّيَّتَكَ (یعنی اسرائیل - ۶۲) میں اس کی اولاد کے منہ میں ضرور لگام ڈالوں گا۔ اور انہیں گمراہ کروں گا۔ چنانچہ ابلیس نے اہل سبا کو گمراہ کر کے اشکری پر مائل کیا۔ جو اُن کی تباہی کا سبب بن گیا اور ان کو تباہ کر دیا۔

شیطان کی  
کارگزاری



اہل بیت نے ان کے تعلق کیا، ان سے کچھ دوسرا، فَمَا تَبْعُوهُ إِلَّا هَرَبًا  
مِنْ أَهْلِ عَصْرِيَّتِهِمْ، یہ سب اس شخص کے متعلق ہے کہ اس نے ایمان لانے  
 کے ایک گروہ کے جس نے شیطان کا بنایا یہ گروہ انسانی کی نعمتوں کو بدلتا  
 کرتے ہیں، اُن کی وحدانیت اور انہوں کے جانتے ہوئے اُتارے ہوئے ہیں۔  
 اچھے امیر نے مزید وضاحت فرمائی وَصَاحِبُهُ كَانَ عَلِيًّا،  
سُنَّيْنِ اَوَّلِ سُنَّتِهِ کہ ان لوگوں پر کوئی ظاہر نہیں تھا اَلَا لَيْسَ كَذَلِكَ  
بِقَوْلِهِمْ يَا لَيْسَ كَذَلِكَ هُوَ وَتَبَا يُفَسِّحُ لَكَ مَكَرًا اس کا  
 ہنس مفسد یہ تھا کہ ہم جانیں کہ کوئی آدمی نہایت پرہیزگار نہایت، اور  
 کہ اس بارے میں شک میں پڑا ہوا ہے، اگر یہ لَيْسَ كَذَلِكَ، معنی مہمانی  
 ہے پھر يَا عَلِيُّ تَوَسَّعَ بِزَوَالِ سَعَا اِبْنِ مَكَّةَ مَانَسَ، لہذا یہاں پر جانتے  
 ہوئے صاحب نے یہ کہنا چاہا تھا کہ اسے معنی نہ اُتارے کہ بعض یہ تھا کہ اہل ایمان  
 اور مشرکین کو لوگوں کے ساتھ نہ کر سکتے تھے، دوسرے گروہوں کو ان کے  
 کرتے کا کم، وہ کہہ چکے تھے اس کے کہ ان کے مخالف واقع ہوئے، یہ تو  
 بعض لوگوں کا ایمان تھا مگر نہ شیطان کے کہ اس کی زیادت نہیں ہے کہ وہ  
 لوگوں سے زیادہ کسی کوئی خط کا ہو کر رہے، یہ لوگوں کے ایمان کے لیے تھے  
 گو ذرا چھوٹا دکھائی دے کہ وہ ہوسہ افزائی کرے، چہرہ پر تجویزیں لگے،  
 کہ ان اُن کے معنی میں آتے ہیں، اور ان ایمان پر قائم رہتے ہیں۔  
 فرمایا، وَمِنْكُمْ خَلْفٌ مِنْكُمْ مَنْ يُفَسِّحُ لَكَ مَكَرًا أَبَدًا  
 ہر چیز کی تکلفی کر کے دلائل، ہر چیز کی مخالفت میں تھے، یہ ہے اس  
 ایمان سے پھر ایمان کہ کوئی غیر نقصان میں نہ آئے، نہ یہ کہ غریبی نہ  
 کر دلتے سے رہا ہو تو یہ اس کے ہی حکم و نواہی میں نہ آئے، نہ اس کے  
 مکتبی و اُتارے تھے، ان کے ایمان کرتے یہ بھی فرمائی۔

قُلْ اَدْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ  
مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ  
بِهَمَّامٍ مِّنْ شَرِّكَ وَّمَالَهُ مِنْهُمْ مِّنْ ظٰهِرٍ ۝۲۲  
وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ اِلَّا لِمَنْ اٰذَنَ لَهُ  
حَتّٰى اِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَا ذَا قَالَ  
رَبُّكُمْ قَالُوْا الْحَقُّ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ۝۲۳

ترجمہ: آپ کہ دیجئے (اے پیغمبر!) پکارو تم اُن کو جن کو تم گمان کرتے ہو (معبود) اللہ کے سوا۔ نہیں مالک وہ مقدر ایک ذرے کے آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ اور تمہیں اُن کے لیے ان دونوں میں کسی قسم کی کوئی شراکت۔ اور نہیں ہے اس (اللہ) کے لیے ان میں سے کوئی مددگار ۝۲۲ اور نہیں کام دے گی سفارش اُس (اللہ) کے پاس مگر اس کے لیے جس کے لیے وہ اجازت دے۔ یہاں تک کہ جب گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے اُن (فرشتوں) کے دلوں سے تو کہتے ہیں کیا فرمایا تمہارے پروردگار نے؟ وہ کہتے ہیں کہ اُس نے حق بات فرمائی ہے، اور وہ بلند ہے اور بڑائی

اس سورہ کو ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے جو صفوں کی ذکر کیا تھا، اُس کو کرنا جاری رکھا  
 ہے۔ دلوں پر اللہ نے رحیم کے مطلق اور مطلق دلائل بیان کیے تھے اور شرک  
 کا رد فرمایا تھا۔ ہر ماہان میں اپنے شرک گزرا بندوں حضرت زائدہ اور حضرت جابر  
 علیہما السلام کا حال ذکر کیا۔ پھر فرمایا کہ اگر وہ لوگ اللہ نے ان کو توبہ کی  
 اور ہر قسم کے فضائل سے نوازا تھا، مگر انہوں نے ان نعمتوں کی ناشکری  
 کی۔ غرور و تکبر میں مبتلا ہوئے تو اللہ نے ان پر نیا و کفر مسلط کیا۔ اب بھی کفر ان  
 کے اہانت کو اکھڑا رہا، کعبہ تباہ و برباد ہو گئی، مکانات زمین پر جس پر گئے اور  
 اس طرح وہ سزا کے مستحق مقرر ہوئے۔ اللہ نے فرمایا کہ اُن کے ناشکراؤں کو  
 دنیا میں بھی سزا ملے گی اور آخرت میں فرار و اداسی مذہب کے سنی ہوں گے  
 اب آج کی آفات کا ریل سورہ کے ابتدائی صفوں کی توبہ کے اثبات اور شرک  
 کے رد سے ہے۔ ان کو مطلق گذشتہ آیات کے ساتھ بھی ہے کہ ان کے  
 لیے سب سے بڑی نافرمانی یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب حقیقی کے حق کو نہ پہچانتے  
 اور اس کی تعظیم پر ایمان لانے کی بجائے کفر و شرک کا راستہ اختیار کر لیتے۔  
 اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی شکر گزاری یہ ہے کہ ان کے ایمان اللہ کی مدد سے کہ  
 مسیح طریقہ پر قائم ہو کر رہے، اُن کے حق کو پہچانتے اور اُن کے ساتھ کسی قسم  
 کا شرک نہ کرے۔ اللہ کی بہت سی صفیں ہیں، لوگ اللہ کی ذات کے ساتھ  
 بھی شرک کرتے ہیں، اس کی صفات میں بھی شرک کرتے ہیں اور اس کی عبادت  
 میں ہی شرک کے مرتکب ہو سکتے ہیں، بعض مذہب و مذاہب کی صورت میں شرک کرتے  
 ہیں اور بعض کے میں مذہب و مذاہب کو ادھار کر کے شرک فی العبادت کرتے ہیں  
 کرتے ہیں، بعض لوگ تصور و خیال کی تائید کرتے ہیں اور شرک ہی کی عبادت ہے  
 اللہ سورہ العنکبوت میں شرک کی مختلف صورتیں بیان کر کے ان کو تردید فرمائی  
 ہے۔ العنکبوت: اللہ نے شرک کا رد کرتے ہوئے اُس مقام پر منسراجا ہے  
 قُلِ ادْعُوا الذِّیْنَ کَرَّمْتُمْ مِنْ دُونِیْ اَللّٰہِ اِنِّیْٓ اَنْزِلْتُ

ان سے کہہ دیں کہ پکارو تم ان کو جن کو تم اللہ کے سوا گمان کرتے ہو کہ یہ ہماری  
 حاجتیں پوری کرتے ہیں یا ہماری مشکلات حل کرتے ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ ان میں ہی  
 الہیت کی کوئی چیز پائی جاتی ہے۔ ذرا ان کو پکار کر تو دیکھو کہ یہ تمہاری کون سی  
 حاجت بڑی کرتے ہیں۔ یہودی عزیر علیہ السلام کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں اور  
 عیسائی مسیح علیہ السلام کو الہ مانتے ہیں۔ مشرکین مکہ و عرب، لات، منات اور  
 عزری وغیرہ سے مشکلات حل کروانے تھے، یہ سب شرک باتیں ہیں۔ جو نزول قرآن  
 کے زمانہ میں پائی جاتی تھیں اور آج بھی بدستور موجود ہیں۔ اللہ نے انہی کا رد فرمایا ہے  
 امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود  
 ہونے اور خالق ہونے میں کوئی بھی شرک نہیں کرتا خواہ کسی مذہب کے تعلق رکھتا ہو۔  
 البتہ مشرک لوگ تیسرے اور چوتھے درجے یعنی تدبیر اور عبادت کے معاملہ میں آکر  
 پھنس جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ دوسرے بھی تدبیر کر کے ہمارا کام  
 بنادیتے ہیں، حالانکہ اہل ایمان کا پختہ عقیدہ وہی ہے جو قرآن پاک نے بیان کیا ہے  
يَكْدِرُ الْأَمْرُ مِنَ اللَّهِ وَالْحَبْلُ الْأَمْرُ مِنَ اللَّهِ (التحفة - ۵) آسمان و زمین  
 اور ان کے درمیان کی ہر چیز کی تدبیر خود اللہ تعالیٰ کرتا ہے جس میں کسی کو دخل نہیں  
 بخیر لوگ قسمت کے بناؤ بگاڑ کر ستاروں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کہ اس  
 بیرونی کام کو دخل نہ ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے اختیار علیہ السلام  
 کو سونپ رکھے ہیں لہذا وہ بھی لوگوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کرتے ہیں بعض لوگ  
 دوسری آیتوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ خدا تو نہیں مگر اللہ نے ان پر  
 الہیت کی چادر ڈال رکھی ہے اور ان کو تصرف کا اختیار دے رکھا ہے۔ یہ  
 شرک فی القدر ہے۔ اس مقام پر بھی اللہ نے شرک کی ایسی قہم کا ذکر کیا ہے کہ  
 مشرک لوگ جن ہستیوں کو اللہ کے سوا کارساز مانتے ہیں لایمیل کھینچتے

شرک فی القدر  
والعبادت



بادشاہوں پر قیاس کر کے شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جس طرح کسی بادشاہ، صدرِ امیر یا وزیر تک رسائی حاصل کرنے کے لیے درمیان میں واسطے اور سفارش کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح خدا تک پہنچنے کے لیے بھی سفارش کی ضرورت پڑتی ہے۔ پھر وہ مخلوق میں سے اپنے سفارشی ڈھونڈتے ہیں جو ان کی بات کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا سکیں، قرآن پاک نے ان کا بیان نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں **هَؤُلَاءِ شُفَعَاءُ عِنْدَ اللَّهِ** (یونس - ۱۸) اللہ کے ہاں یہ ہمارے سفارشی ہیں جو سفارش کر کے دنیا میں ہماری بگڑی بنا دیں گے اور آخرت میں غلبے سے چھڑا دیں گے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ان خود ساختہ معبودوں کی عبادت کیوں کرتے ہو۔ ان پر چڑھائے کیوں چڑھاتے ہو ان کے نام کی عتیں کیوں مانتے ہو۔ اور ان کے

بدلے سجدہ ریز کیوں کرتے ہو تو جواب دیتے ہیں **مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوا بَيْنَنَا وَاللَّهِ زُلْفَىٰ** (الزمر - ۲) کہ ہم ان کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیتے ہیں۔ ہماری دعا تو وہ قبول نہیں کرتا یہ سفارش کر کے خدا تعالیٰ کو منا لیتے ہیں خواہ وہ راضی ہو یا ناراض ہو۔ مگر اللہ کے ہاں ایسی سفارش کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اللہ نے یہاں بھی اسی بات کا اعادہ کیا ہے **وَلَا تَتَفَعَّلُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ** اللہ کے ہاں کوئی سفارش مفید نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ خود کسی سفارش کرنے کی اجازت نہ دے دے، غرضیکہ جبری سفارش والا عقیدہ بالکل باطل ہے۔

جائز سفارش

البتہ دین میں جائز سفارش کا تصور واضح طور پر موجود ہے۔ آپ حدیث میں پڑھتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت والے دن مقامِ محمود پر فائز ہوں گے تو شفاعتِ صغریٰ بھی کریں گے اور شفاعتِ کبریٰ بھی شفاعتِ کبریٰ تو تمام بنی نوع انسان کیلئے ہوگی اللہ تعالیٰ حساب کتاب شروع کریں گے اور شفاعتِ صغریٰ ضرورت کے تحت ہی ہوگی حضور علیہ السلام

لہذا انہی کے مدئے سب سے پہلے دعا کریں گے۔ تفسیر و روایت کے مطابق  
 حضور علیہ السلام دس سال تک مسجد میں پڑھتے رہے۔ اللہ کی حمد و ثناء میں  
 کریں گے۔ پھر حکم جو کہ ارفغ و افسک یا تحفہ لے لے محمد صلی اللہ علیہ  
 سلام صاف پڑھیں۔ آپ صاف پڑھیں۔ آپ کی صفا پڑھ کر قبول کی جائے گی۔ اس  
 کے بعد آپ صفا پڑھ کر پڑھیں گے۔ تو مطلب یہ کہ اللہ کی اعانت کے بغیر کائنات  
 کو قریب ترین جہی صفا پڑھ کر جبروت نہیں کر سکتے۔ وہاں باقی مقیموں کا کاشا  
 ہے۔ اور پھر یہ بھی سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ صفا پڑھ کر اللہ کی اعانت میں کر رہے ہیں گے۔ جس  
 کا غنیہ و درست ہو گا قرطبی نے کہ خود لفظ ۱۰۹ (۱۰۹) صوفی کی بات ہے اللہ  
 کر اپنے ہوگی۔ کسی کو فرشتہ کہ پادشاہ کے حق میں کوئی بھی صفا پڑھ کر نہ کرے گا۔ اور اللہ  
 کی ہمت کا پناہ ہے۔ قرآن فکھ کفرین میں مسئلہ کہ کفر و الزمرہ ۱۰ اگر کفر کفر  
 گئے اور ایمان قبول کر دے تو اللہ رضی بہ بے کفر اور پھر تبارہ سے حق پرست  
 کی اعانت میں ہے۔ دیکھا جس پر نڈا بعض ہر گاہ کے لیے صفا پڑھ کر اعانت  
 نہیں دیتی۔

بعض لوگ فرشتوں کو صفا پڑھ کر اعانت روا اور منع کیا کرتے تھے ہیں۔ اور  
 ۱۰۰ (۱۰۰) صفا پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حق میں کوئی بھی صفا پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی اعانت میں  
 کہہ دیکھتے ہیں۔ میں مدینہ میں آنا سے کہ جب اللہ تعالیٰ عالم ہاں میں کوئی نصیحت  
 کہ آج سے کہ فرشتے اپنے پر کھینچتے ہیں۔ ان رضی عنہ کی طاق ہوا ہے ان  
 کی آواز اس طاق یعنی ہے جسے کسی چنان پر نہیں کر سکتے کہ کھینچنا ہوتے۔ اگر  
 وہ اللہ کے خوف سے اس قدر ڈرتے کہ وہ جانتے ہیں۔ اسی میں اللہ نے  
 بیان فرمایا ہے کہ اذکر نوح عتبت قسوتہم جہنم میں انک  
 کہ جب ان کے دلوں نے کہ نہ کہ گھبراہٹ ہو رہی ہے کہ پکے پکے ہاتھ میں  
 فرشتے انہی دلوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کو مساکدا افعال نہ کر سکتے

اور کہتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ پھر اُپر کے طبقے والے فرشتے بتاتے ہیں قَالُوا الْحَقُّ کہ اللہ نے حق بات فرمائی ہے وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ اور وہ ذات بہت بلند اور بڑی عظمت و بڑائی والی ہے۔ مطلب یہ کہ فرشتے تو خود اس قدر بے ہنس اور اللہ کے خوف سے بے خود ہوئے والے ہیں، وہ کسی کی کیا سفارش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرشتوں سے پوچھے گا کہ کیا تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ ہمیں اللہ کا شریک بنالینا۔ لہٰذا فرشتے صاف کہہ دیں گے کہ پروردگار! ہم تو خود تیرے سوا کسی کو معبود نہیں سمجھتے، ہمارا نہ حاجت روا اور نہ شکل بنانے کے لیے تیار نہیں۔ سُبْحَانَكَ تیری ذات پاک اور منزہ ہے، ہم کیسے کہہ سکتے تھے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کسی صفت یا اُسن کی عبادت میں شریک بنالو۔

الغرض اس مقام پر شرک کی تردید میں اللہ نے دو باتیں فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ کے ہاں جبری سفارش کا کوئی تصور نہیں ہے اور دوسری یہ کہ تدبیر اور تصرف میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اگے توحید کے مزید دلائل اور قیامت کا ذکر آئے گا۔



قُلْ مَنْ بَرَزَ فُكْرُكُمْ مِنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلْ  
 اللَّهُ وَأَنَا أَوْثَرُ بِكُمْ لَعَلِّي هُدًى أَوْفَى صَلَاحِ  
 مَسِيرٍ ۝ قُلْ لَا تَسْأَلُونَ عَمَّا أَحْرَمْنَا وَلَا  
 تَسْأَلُ عَمَّا تَهْمُؤْنَ ۝ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا  
 رَبَّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ  
 الْعَلِيمُ ۝ قُلْ أَرْوِي الَّذِينَ أَحَقُّمُ بِهِ شَرَكًا  
 كُلًّا بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَمَا  
 أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا  
 وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَيَقُولُونَ  
 مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ  
 لَكُمْ مِيعَادٌ يَوْمَ لَا تَسْتَخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً  
 فَلَا تَسْتَفِيدُونَ ۝

ترجمہ :- اے پیغمبر! آپ کو، میں نے لوگوں کے لئے ہر قسم کے  
 رزق پہنچا ہے اور آسمانوں سے اور زمین سے، آپ کو پہنچے  
 کر اللہ ہی ہے (رحم رزق پہنچا ہے اور جنت ہم  
 عالم الہیہ وراثت پر جب ایک ہی لڑی میں ۳۷) آپ کو  
 پہنچے اور تم سے نہیں پوچھا جیتے کہ ان گناہوں سے

بارے میں جو ہم نے کیے ہیں۔ اور ہم سے نہیں پوچھا جائے گا اُن کاموں کے بارے میں جو تم کرتے ہو (۲۵) آپ کہہ دیجئے، جمع کرے گا ہم سب کو ہمارا پروردگار پھر فیصلہ کرے گا ہمارے درمیان حق کے ساتھ۔ اور وہ فیصلہ کرنے والا اور سب کچھ جانتے والا ہے (۲۶) آپ کہہ دیجئے، مجھے بتلاؤ وہ جن کو تم نے طایا ہے اُس کے ساتھ شریک بنا کر۔ خیروار، بلکہ وہ اللہ ہی ہے جو جو کمال قدرت کا مالک اور حکمتوں والا ہے (۲۷) اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام لوگوں کے لیے خوشخبری ننانے والا اور ڈر ننانے والا، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (۲۸) اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ کہ کب پورا ہو گا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو (۲۹) آپ کہہ دیجئے تمہارے لیے وعدہ ہے ایک دن کا۔ نہیں پیچھے ہٹو گے تم اُس سے ایک گھنٹہ بھر بھی اور نہ اُس سے آگے ہو گے (۳۰)

رابط آیات

ابتداء سورۃ میں اللہ نے توحید کے دلائل بیان فرمائے پھر درمیان میں مذکور اوں اور انہی گزراؤں کا حال ذکر کیا اس کے بعد شرک اور مشرکوں کا رد کیا۔ اُن کے تدبیر اور تصرف میں غلط عقائد کی نفی کی اور ساتھ ساتھ جبری اور قہری سفارش کے منہ عموماً نظریات کی تردید کی۔ فرمایا بعض لوگ فرشتوں کو اپنا کارساز اور غلام سمجھتے ہیں حالانکہ وہ تو خود خدا تعالیٰ کے سامنے خائف و سہتے ہیں اور اللہ کے حضور ہمیشہ عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ صادر فرماتا ہے تو فرشتے پڑ پڑاٹتے ہیں۔ اُن پر بد ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ پھر جب اُن کی دہشت کسی حد تک دُور ہوتی ہے تو نیچے طبقے والے فرشتے اوپر والوں سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے، وہ آگے سے جواب دیتے ہیں کہ اللہ نے

جو کچھ فرمایا ہے اس پر ایمان لے لیں۔ یہ قرآنی جملہ دلائل و براہین ہیں۔ خدا تعالیٰ بڑی  
 غفور رحیم ہے۔

کہن کی آوازیں میں اللہ تعالیٰ نے پھر قریم کے عقل پر لڑائی پیش کیے ہیں۔  
اور پھر کہیں کہہ رہا ہے کہ اس کے بعد خدا تعالیٰ کی مٹا دینے کی نیت کا ذکر ہے  
اور پھر یہ کہ وہ کہتا ہے کہ یہاں بھی آواز ہے۔

[illegible]

گیا، اب زمین کو پھاڑ کر اس سے نہایت ہی نرم و نازک پورے کو نکالا اور پھر اسے حد کمال تک پہنچا کر انسانوں اور جانوروں کی روزی کا سامان میا کیا۔ اللہ نے سورۃ لقہ میں بھی فرمایا وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ (آیت ۱۵۰) ہم نے آسمان کی طرف سے پانی نازل فرمایا اور پھر اس کے ذریعے تمہاری خوراک کے لیے پھل پیدا کیے، عربی میں سادہ اور پر والی چیز کو کہتے ہیں۔ بادل بھی چونکہ اوپر ہی ہوتے ہیں اس لیے بارش کے نزل کے لیے اس کا کافض ہی عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے، تاہم اوپر سے سدا اوپر سے نازل ہونے والا حکم الہی بھی ہے، دراصل اسی حکم کے ذریعے بارش نازل ہوتی ہے وگرنہ بسا اوقات بادل بھی آتے ہیں مگر بارش بالکل نہیں ہوتی یا کسی دوسری جگہ ہوجاتی ہے۔

رزق بہت  
خدا

دراصل روزی رسانی مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اپنی مکتد اور مصلحت کے مطابق اَنّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن یَّشَاءُ وَیَقْدِرُ (الرقم ۳۷) جس کیلئے چاہتا ہے روزی کو نکال دیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اسکا واضح فرمان ہے وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ وَمَا نُوْعِدُکُمْ (الذاریت ۲۲) تمہاری روزی اور جن چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا تعلق آسمان سے ہے اور پر سے حکم آتا ہے تو تمہیں اس حکم کے مطابق کم دیش روزی میا ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیان میں موجود ہے فَاسْتَعِذْ عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقِ (العنکبوت ۱۷) روزی ہمیشہ اللہ سے مانگو کیونکہ اسباب رزق کا مالک وہی ہے اللہ نے خود بھی بار بار اعلان فرمایا کہ روزی رسانی اس کے قبضہ قدرت میں اور وہ ہر جاندار کی روزی کا ذمہ دار ہے۔ فرمایا وَكَايِنَ مِّنْ دَابَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا فَیَ اللّٰہُ یَرْزُقُهَا وَاَیَّامُکُمْ کہتے ہی جانور، چرند پرند ہیں جو اپنی روزی پشت پر نہیں اٹھا سکتے پھرتے۔ بلکہ اللہ ہی انہیں روزی پہنچاتا ہے اور تمہیں بھی جس طرح خشکی پر پہنچنے والے ہر جاندار کی طرح سکھائے، اَنّ اللّٰہَ ہر شے پرند، چرند اور درند کی روزی اللہ کے ذمے ہے، اسی طرح سمندروں کی تریں

سینے والی مخلوق کا روزی رساں ہی اللہ تعالیٰ ہی ہے، فرمایا ﴿فَمَا أَفْضَلُ مَا ذَاقْتُمْ﴾ :  
 ﴿الَّذِينَ يَذُوقُوا﴾ (مجموعہ ۶) زمین میں بسنے والے ہر جاندار کے  
 روزی اللہ کے ذمے ہے۔

ایک روزی نوروہ ہے جو اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف سے؛ بش پر  
 گزر زمین سے پیدا کرتا ہے اس کے علاوہ زمین کی ترسے لینے والی معدنات  
 سونا، چاندی، لوہا، انیس، ہیرے، کوئلہ، پتیل وغیرہ بھی روزی کا بہت بڑا سبب  
 ہیں، مگر آج کی دنیا میں ان اشیاء کی اہمیت بڑھ چکی ہے۔ مگر زمین سے یہ  
 چیزیں برآمد ہوتیں تو دنیا بھری زمین کی آوند ہی انسانی زندگی کے آرام و آسائش  
 کی موجودہ سرالیں میسر آتیں، غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے وسائل روزی مگر جگہ پھیل  
 کیے ہیں، اب یہ خود انسان کا کام ہے کہ انہیں تلاش کر کے ان سے فائدہ  
 اٹھائے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ﴿أَطْلُبُوا الرِّزْقَ فِي﴾  
 ﴿خَبَائِطِ الْأَرْضِينَ﴾ یعنی زمین کے گوشوں سے روزی تلاش کرو، الغرض اللہ  
 نے آسمان و زمین کے وسائل کو روزی کا ذریعہ بنایا ہے۔

مذکورہ حقائق کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخاطب کر کے فرمایا  
 ہے کہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا﴾ اس پر بھی کہ تمہیں آسمان و زمین سے روزی کرن پہنچا ہے۔  
 فرمایا ﴿بَرَاءَةٌ مِّنَ الشِّرْكِ﴾، محمد اے میرے لوگ اس سوال کا کوئی جواب نہیں دے سکیں  
 گئے، لہذا آپ خود ہی فرمادیں ﴿ذَلِكُمُ اللّٰهُ﴾ کہ روزی رساں تو اللہ ہی ہے اور  
 کرن ہے جو وسائل روزی کیا کر کے جانداروں کی خوراک کا بندوبست کر سکے؟  
 جب روزی رساں صرف اللہ ہے تو پھر یہ مشرک لوگ دوسروں کو حاجت روا اور  
 مشکل کشا کیوں سمجھتے ہیں اور نہ ان کی الٰہیت میں ان کو کیوں شریک کہتے ہیں؟  
 ان کے خور و ساختہ الٰہ تو ہے جان شجر و حجر ہیں جن کی جیسے ہی کوئی حیثیت نہیں  
 نہ یہ بول سکتے ہیں، نہ چل پھر سکتے ہیں، نہ کسی کے کام آسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ

اگر یہ لوگ ان انوں، جنوں یا فرشتوں پر بھروسہ کیے بیٹھے ہیں تو وہ بھی بے اختیار ہیں، اللہ کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔ ان میں سے نہ کوئی خالق ہے نہ مالک ہے اور نہ مدبر و متصرف ہے، تو یہ تمہاری کون سی مشکل حل کریں گے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اگر مخاطب کو اس بہترین انداز میں تبلیغ کی جائے کہ اُسے سوچنے سمجھنے کا موقع مل سکے تو اس کے بہترین ناکج برآمد ہو سکتے ہیں۔ اسی اصول کی روشنی میں اللہ تعالیٰ نے دلیل توحید پیش کرنے کے بعد فرمایا۔  
وَإِنَّا أَنَا إِلَٰهُكُمْ لَعَلَّيْ هُدًى أَوْ فُتًى ضَلَّلَ مَبِينٍ بے شک ہم یا تم البتہ ہدایت پر ہیں یا گھلی گمراہی میں، مقصد یہ کہ مشرک اور مؤحد میں جو نظریات کا اختلاف ہے اُس کی وجہ سے ایک فریق یقیناً ہدایت پر ہے اور دوسرا گمراہ ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں فریق نہ صحیح راستے پر ہو سکتے ہیں اور نہ دونوں کا عقیدہ غلط ہوگا بلکہ ان میں سے ایک ضرور صراطِ مستقیم پر ہے۔ اب یہ ہمارا اور تمہارا فرض ہے کہ اچھی طرح سوچ سمجھ لیں اور پھر فیصلہ کریں کہ کون حق پر ہے اور کون گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے دلائل توحید کو سمجھانے کا یہ بہترین انداز اختیار فرمایا ہے۔

مشرکین کو اعتراض تھا کہ اہل ایمان ان کے بتوں کی مذمت بیان کرتے ہیں۔ لہذا وہ بھی مسلمانوں کو برا بھلا کہتے تھے اور یہ بھی بتوں کی برائی بیان کر کے تم نے غلط راستہ اختیار کر رکھا ہے۔ یہ اللہ کے مقرب ہیں اور ان کی توہین لامحالہ اللہ کی ناراضی کا سبب بنتی ہے اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا قُلْ لَا تَسْتَلُونَنَا عَمَّا أَجْرَمْنَا اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر توحید خداوندی کا اثبات اور شرک کا رد جرم ہیں تو پھر ہم ان کا اقرار کرتے ہیں۔ اور ان مفروضہ جرائم کے بارے میں تم سے

ذمہ داری  
اپنی اپنی

گوئی سوال میں ہوگا، بلکہ ان کی ذمہ داری ہو رہی ہوگی ہے، اور ہم ہی چاہتے ہیں،  
 اور دوسری طرف جو کہ تم کہتے ہو، مَنْ كَرِهَ لِمَنْ سَأَلَ عَنْهُ لَمْ يَكُنْ يَكْرِهْ، اہل کلام  
 تمہارے سر پر ہے وَلَا تَسْأَلُ عَنَّا نَسْتَسْأَلُكَ اور اُنہی نے ان چیزوں  
 کے متعلق ہم سے کوئی پوچھ نہیں ہوئی، مگر ہم اور تمہارے چاہنے والوں کے  
 ذمہ داری، تم ہم پر شک نہیں کر سکتے کی بجائے اپنا ذکر کرو، حضرت میرے تمہیں چاہنے  
 اعمال کا خود ہی طالب دینا ہوگا، فَمَا تَنْهَوْنَ عَنْهُ كَانَ لَكُمْ عَلَيْهِ، فَمَا تَنْهَوْنَ عَنْهُ كَانَ لَكُمْ عَلَيْهِ  
فَمَا تَنْهَوْنَ عَنْهُ كَانَ لَكُمْ عَلَيْهِ، فَمَا تَنْهَوْنَ عَنْهُ كَانَ لَكُمْ عَلَيْهِ  
 ۱۰۱) فہمست طے دن ہر شخص کے اپنے اعمال کا خود سبب بن کر رہا ہوگا  
 انہیں ہر عمل کا پورا ذمہ داری دیا جائے گا، اور کسی کے ساتھ کرنی نہ پڑی نہیں ہوگی  
 اُس کے اپنے فیصلے کیست کا اور کمر لانا بھی فرما دیتے ہیں كُلُّ شَيْءٍ  
مَبْنُوعٌ دُونَكُمْ آپ کہیں کہ ہمارا ہر کام ہم سب کو فہمست کے دن  
 جمع فرماتے گا فَمَا تَنْهَوْنَ عَنْهُ كَانَ لَكُمْ عَلَيْهِ، پھر ہمارے دربار میں ایک شخص  
 فرماتے گا، ہر شخص کو جس کے فیصلے سے، جس کے فیصلے سے، جس کے فیصلے سے، جس کے فیصلے سے  
 سزا دی جائے گی، فَمَا تَنْهَوْنَ عَنْهُ كَانَ لَكُمْ عَلَيْهِ اور وہ فیصلہ کرنے والا ہر مشکلات  
 کو کھولنے والا ہے اور ہر بات کے فیصلے والا ہے، اس سے کوئی چیز مخفی  
 نہیں لندارہ ہر جہت سے اچھے عمل کا بھی ضرور محاسب ہوگا۔

شرک کی  
 تہذیب

اُسے شرک کی دافعہ طور پر فرمائی ہے اور شرکوں کو چیلنج کیا  
 ہے، ارشاد ہوتا ہے، اِنَّ يَوْمَئِذٍ الشُّرَكَاءُ لَكُلِّ شَيْءٍ مُّشْرِكُونَ  
اَلَمْ نَكُنْ لَهُمْ اَوْفًىٰ بِالْعٰلَمِيْنَ، اُنہی نے شرکوں کے گمراہوں کو جن شرکوں کو تم  
 نے خدا کے ساتھ پار کرنا ہے، مجھے بتاؤ کہ وہ کیا ہیں؟ وہ کون سا کلمہ انہیں  
 دیتے ہیں؟ کیا وہ خالق، مالک، مستوفی الامور ہیں؟ اس کا جواب فرمادے  
 کر دینا، اللہ نے خود ہی فرمایا کہ اَللّٰهُ خَيْرٌ لِّكُمْ، اللہ کے سوا کوئی بھی نہ ہو  
 صفات کا حامل نہیں، ہر چیز کا مالک ہی صرف اللہ ہے اَللّٰهُ خَيْرٌ لِّكُمْ

الْحَكِيمُ بَلْكَوَهُ اللَّهُ هِيَ جَوْكَلِ قَدْرَتِ كَالْمَلِكِ، ہر چیز پر غالب اور کمال  
حکمتوں والا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

اگلی آیت میں اللہ نے رسالت کے بیان میں فرمایا وَمَا أَرْسَلْنَاكَ  
إِلَّا كَافَّةً رَّالْمَنَّا بِشَيْءٍ أَوْ نَذِيرًا أَمْ نَمُنَّا بِأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ  
تمام لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرسانے والا بنا کر کافۃً للناس کا  
مطلب دنیا بھر کے لوگوں کے لیے ہے خواہ اُن کا تعلق کسی ملک،  
قوم، نسل سے ہو، آپ سب کی طرف رسول ہیں۔ عربی ترتیب کے لحاظ  
سے یہ لفظ یسیر و نذیر کے بعد آنا چاہیے تھا مگر مضمون کی اہمیت کو واضح کرنے  
کے لیے اسے پہلے لایا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ آپ صرف عرب کے خطے یا عرب  
قوم کے لیے نبی اور رسول بن کر نہیں آئے بلکہ آپ کی رسالت کا دائرہ زمین پر بسنے  
والے ہر انسان تک وسیع ہے۔ اب اس میں کسی زمانے کی قید بھی نہیں ہے۔ بلکہ  
قیامت تک آنیوالی نسلیں آپ ہی کی امت کا حصہ ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے  
کہ آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے دو سکر انبیاء کے مقابلے میں بعض خصوصیات عطا  
فرمائی ہیں اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ بُعِثْتُ إِلَى كَافَّةِ النَّاسِ  
یعنی میں تمام بنی نوع انسان کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ اور میری یہ خصوصیت  
بھی ہے وَخُصِّنِي بِالنَّبِيِّينَ کہ مجھ پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا  
ہے۔ اب قیامت تک میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جتنوں علیہ السلام  
کا یہ فرمان بھی موجود ہے بُعِثْتُ إِلَى الْبَشَرِ الْأَسْوَدِ وَالْأَحْمَرِ میں ہر کالے  
اور گورے کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، اس میں کسی قوم، رنگ اور نسل کا کوئی  
امتیاز نہیں ہے۔ فرمایا اللہ نے مجھے عالمی نبی بنا کر بھیجا ہے۔ وَلَٰكِنَّا أَكْثَرُ



النَّاسُ لَا يَجْعَلُونَ سِوَاكَ أَكْثَرُ لَوْ كُنَّا مِنْ مُبِيقَتِكَ لَمْ نَكُنْ جَانِبَ لَهْزِنِي وَه  
اے سبھی کہ کوشش کرتے ہیں، اللہ افرای میں پڑے محبذ ہیں۔

مشرک و کافر لوگ دعوہ قیامت کا بھی انکار کرتے تھے۔ ان کے

اس باطل عہدہ کی طرف زبردستی دلائی دیتے ہیں کہ مَنیٰ ہذا لَوْ عَلِمَ اَنَّا كُنْتُمْ

قصیدہ: کہہ سکتے ہیں کہ جس قیامت سے ہمیں ڈراتے ہو وہ کب آئے گی اگر

تم اپنے درمی میں سے ہر تو اس کے درمیان کی آسٹھ تھانہ، اللہ نے جواب فرمایا: قل

لَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ حَتَّى تَغْتَسِلَ مِنْ مَاءٍ كَرِيمٍ

أَبِي لَيْثٍ كَرِهَ أَنْ يُخْرِجَهُ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا يُفْزِعُوهُ

جب وہ عمر و دین آبلے گا کہ عمر و دین عمر و دین ہے جو کہ اور نہ کہ۔

میں نے اس وقت پر کیا منت ہی کیا کہ میرے لیے جمع کیا جلسہ کا

میں اس کے لئے اَحْسَن مَسْتَقِی کا لفظ استعمال کر رہا ایک معرود وقت

ہے جو برائن کی نظر اوی زندگی کے لئے نہیں ہے اور مجموعی طور پر تمام عالم کے لئے

بھی، جب یہ وقت آجاتا ہے تو اگلے دیکھے نہیں ہوتا

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ  
وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ  
مَوْفُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ  
إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا  
لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ③۱  
قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا  
أَمْحَنَ صَدَدُكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ  
بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ ③۲ وَقَالَ الَّذِينَ  
اسْتَضَعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ  
الْيَلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ  
وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا وَأَسْرُوا النَّدَامَةَ كَمَا  
رَأَوْا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ  
الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا  
يَعْمَلُونَ ③۳

ترجمہ :- اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر اختیار کیا کہ ہم  
ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اس قرآن پر اور نہ ان کتابوں پر

جہ اس سے پہلے آئی ہیں، اور بسنے کا مطلب اگر تو دیکھے  
جب کہ عالمِ رنگ کھڑے کیے جائیں گے اپنے پورے جوار کے  
سامنے اور فرائض گئے بعض ان میں سے بعض کی طرف  
بانت کر کہیں گے وہ رنگ جو کمزور خیال کیے جاتے تھے ان  
لوگوں سے جنہوں نے شکر کیا اگر نہ تھے تم تو البتہ ہم ہوتے ایسا ہوں  
میں ۱۶) کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے شکر کیا ان لوگوں سے جو کمزور خیال کیے  
جائے ہیں، کیا ہم نے تمہیں روکا تھا بدیت سے بعد اس  
کے کہ وہ تمہارے پاس آچکی تھی بلکہ تم خود مجرم تھے ۱۷)  
اور کہیں گے وہ لوگ جو کمزور خیال کیے جاتے ہیں، ان  
لوگوں سے جنہوں نے شکر کیا، نہیں ایسا نہیں ہے، بلکہ  
راست ہوا کہے کہ قرب میں تم ہی نہیں تمہارا کرتے تھے جب  
کہ تم حکم دیتے تھے ہمیں کہ ہم کھڑے کریں اللہ کے سامنے اور  
جائیں ہم اس کے لیے شریک اللہ پر مشیدہ، بلکہیں گے  
مذمت کر جب دیکھیں گے حذاب کو سامنے، اور اہل  
دینی گئے ہم ملوث ان لوگوں کی گدیوں میں جنہوں نے کھڑے  
اختیار کیا، نہیں بلکہ لیے جائیں گے وہ مگر اس کا جو کچھ وہ  
کیا کرتے تھے ۱۸)

۱۸) وہ

حکومتِ نبیات میں اللہ تعالیٰ نے شکر اور شکرین کا رد فرمایا اور توحید کی عقلی  
دلیل بیان کی، پھر رسالت کے تذکرے میں مندرجہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت عامہ  
کا ذکر کیا کہ ہم نے آپ کو کھانا قافۃً بلستائیں یعنی تمام نبی فرما انسان کی طرف  
بول پانچ سو برس قبل، اور اس میں رنگ، بسلی، یازن و مکان کی کوئی قید  
نہیں، پھر اللہ نے شکرین کی قیامت کو جواب دیا کہ جس طرح تمہاری انفرادی  
ذکر کا ایک دن مقرر ہے، اسی طرح تمہارا عالم کا بھی ایک دن مقرر ہے۔

قیامت کا وعدہ اُس مقررہ دن پر پورا ہو جائے گا۔ اور اس میں گھڑی بھر کی بھی تعدیم و تاخیر نہیں ہوگی۔

قرآن پاک  
کی حیثیت

اب قرآن پاک کی حیثیت کے ضمن میں قیامت والے دن اس کے متعلقین کے دو گروہوں کے درمیان مکالمے کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس دنیا میں اس کا اظہار کرتے والے آخرت میں بھٹائیں گے اور پھر ایک دو سکر پر الزام دھریں گے ارشاد ہوتا ہے وَقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا اَنْزَلْنَاهُ اِنْ لَوْ كُنَّا اَنْزَلْنَاهُ اَنْزِلًا مُّزَّجًا لَّكُنَّا مِنْ أَشْيَاءِ مُنْتَضِلًا اور کہا اُن لوگوں نے جنہوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا لیکن لَوْ كُنَّا مِنْ أَشْيَاءِ مُنْتَضِلًا لَّكُنَّا مِنْ أَشْيَاءِ مُنْتَضِلًا اس قرآن پر ولایت بالذاتی بے یلہ اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے پہلے آئی ہیں۔ مشرکین کا ایک گروہ ایسا بھی تھا جو کسی آسمانی کتاب کو نہیں مانتا تھا۔ اس کی وجہ یہ بھی آگے آ رہی ہے کہ اللہ کی کتابوں میں مذکور پروگرام ان لوگوں کے خود ساختہ رسم و رواجی پروگرام سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ چونکہ وہ اپنی فحش و رسوم کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھے لہذا وہ آسمانی کتابوں کا سکر سے انکاری کر دیتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ کبھی خدائی پروگرام پر شکوک و شبہات کا اظہار کرتے اور کبھی اسے بالکل ناقابل عمل قرار دے دیتے۔ اللہ کے دوسری حکم قرآن میں منسربایا ہے کہ ان لوگوں کو قیامت اور محاسبہ اعمال کا تصور نہیں تھا، ورنہ یہ قرآن اور تجویز انکار نہ کرتے۔

ظاہر ہے کہ قرآن پاک تو ہر شخص کے عقیدے، عمل اور اخلاق پر انبیاء علیہ السلام کے اعمال و حکم کے درمیان امتیاز پیدا کرتا ہے، اظہار و تعدی سے منع کرتا ہے، قوی و ملکی رسم و رواج کی مخالفت کرتا ہے، اس لیے مشرک لوگ نہ تو قرآن کو تسلیم کرنے کے لیے تیار تھے اور نہ ہی اپنی آزادی کی راہ میں کوئی پابندی قبول کرنا چاہتے تھے، لہذا وہ سکر سے انکاری ہی کر دیتے تھے۔

انگریز بھی قرآن پاک کی مخالفت میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ یہ قوم جس عیاشی و فحش، زنا، لواطت، گندی ذہنیت، گندی فکر اور کفر و شرک میں مبتلا



آگے اللہ تعالیٰ نے آخرت کی ایک کیفیت کو بیان کیا ہے۔ فرمایا آج تو  
منکرین توحید، منکرین رسالت، منکرین قرآن اور منکرین معاد و زندگاتے پھرتے ہیں اور  
تمسخر اڑاتے ہیں مگر قیامت والے دن ان کی حالت قابل دیدہ ہوگی۔ ارشاد ہوتا ہے  
اے مخاطب وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ  
اگر آپ دیکھیں جب کہ ظالم لوگ کھڑے کئے جائیں گے اپنے پروردگار کے  
سامنے يَنْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلَىٰ بَعْضٍ ۚ الْقَوْلُ اس وقت ان میں بعض  
بات کو دوسروں کی طرف لوٹائیں گے، یعنی ایک دوسرے پر الزام تراشی کریں گے  
اللہ تعالیٰ کے جلال کے سامنے جب اپنے اعمال پر نظر ماریں گے تو سخت مایوسی  
ہوگی اور پھر وہ اپنی بد کنیتی کے لیے ایک دوسرے کو ذمہ دار ٹھہرائیں گے۔ پھر  
يَقُولُ الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا ۖ يَخْتِمْ خَاتَمًا  
کمزور لوگ متکبر اور مغرور لوگوں سے کہیں گے لَوْ لَا اَنْتُمْ اَكْمَرْتُمُوْمِنِيْنَ  
اگر تم نہ ہوتے تو ہم یقیناً ایماندار ہوتے اور یہ رسوائی نہ اٹھانا پڑتی۔ مطلب یہ کہ  
ہم دنیا میں تم سے کمزور تھے، تم ہمارے لیڈر، پیشوا، مل مالک اور جاگیر دار تھے۔ ہم  
ہر کام میں تمہارا اتباع کرتے تھے جس کا نتیجہ آج یہ نکلا ہے کہ تم خود بھی جہنم میں جا  
سے ہو اور تمہارے پیچھے پیچھے ہم بھی اسی راستے پر جا رہے ہیں۔ یہ عام محاورہ بھی  
ہے النَّاسُ عَلٰی دِيْنٍ مُّكَلَّفُوْهُمُ لُوْگ اپنے بادشاہوں یا بڑوں کے  
دین پر ہوتے ہیں، انہی کی ہاں میں ہاں ملائے سہتے ہیں تو قیامت والے دن  
تابع لوگ متبعین سے کہیں گے کہ ہمارا بیڑا تم نے غرق کر دیا ہے۔

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتَضَعُّوا اس کے  
جواب میں متکبر لوگ کمزور لوگوں سے کہیں گے اَنْتُمْ صَدَدْتُمْ  
عَنِ الْهُدٰى كَبُرَ اِذْ جَاءَكُمْ كَمَا كُنْتُمْ تُكْفِرُوْنَ  
تمہیں اس سے روکا تھا۔ مطلب یہ کہ ہم نے تمہیں ہاتھ سے پکڑ کر تو صراطِ مستقیم  
سے نہیں روکا تھا بلکہ تُمْ تَكْفُرْتُمْ یعنی غلط

ہستے کا انتخاب تم نے کر دیا، اس وقت تمہاری عقل کما کر کھڑی ہو کر اٹھ اٹھ کر  
 نصیر آئیں گا اور دل بٹا کر دینا، سوچتے بیچتے کی صلاحیت بڑھتی جاتی، پھر تو  
 خواہ مخواہ ہمارے چیمے کیوں چلتے ہے، نصیر تو بہت کا اس قدر قبولی کرنا چاہیے  
 تھا، بالکل ہی بات قیامت تھی اور شیطان بھی کہے گا، لوگ اس کا گریبان  
 پکڑ رہے کہ دنیا میں نہ لے رہے ہیں، بلکہ گمراہ کیا اور آج ہیں ذلت و رسوائی کا منہ  
 دیکھتے پڑا، وہ آگے سے جواب دیا، کہ مجھے تم پر کوئی غیہ نہ حاصل نہیں تھا، میں  
 نے نصیر ایک نذرانے کی صورت دی تھی تم نے بھناؤ نہایت قبول کر لیا۔  
 اس میں میری انصاف سے؟ فَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُفْسِدِينَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْفٰسِقِیْنَ  
 (ابراہیم، ۶۶) آپ مجھے علامت دکر دیکھتے تھے آپ کو طاعت کرو۔  
 تم اپنے فعل کے غور و زور ہو، یہی بات تینوں میں کہیں گے کہ دنیا میں تم غافل  
 تھے تم نے خود اپنے لیے غلط راستے کا انتخاب کیا۔ اب اس کی سزا ملے گی۔  
وَقَالَ الَّذِينَ اسْتَضٰیقُوا لِلْذِّیْنِ اسْتَكْبَرُوا وَالْمُزْمِرِ  
اتبع کرنے لگے لوگوں کا جواب دیا ہے یہ ہر گاہ قبل مَكْرُ الْمَلِیْ وَالْمُنٰی  
 کہ تم شب و روز اسی دھوکے اور فریب میں گئے ہستے تھے کہ لوگوں کو گمراہ کیا جا  
اِذْ تَاْمُرُوْنَ فَاَنْتُمْ كٰفِرٌ بِاللّٰہِ جب کہ تم ہیں مگر تمہارے کہہ ہاتھ  
 کے ساتھ کفر کریں، تمہی نے ہیں ورعہ کر توجہ کو نہیں کرنے کی بجائے کفر کرنے  
 پر مجبور ہیں اور ہم تمہارے جہانے میں آگئے، آپ تم اپنے آپ کہیے جی الزمر  
 فرار سے نکلے ہو؟

عیسائیت  
کا حال

آج دنیا میں عیسائیت بھی محض دھرب پڑی چل رہی ہے۔ عیسائیوں نے  
 ہر طریقے سے دین اسلام کے راستے میں روڑے اٹھانے کی کوشش کی ہے  
 عیسائیت کی تعین کے لیے نئے نئے منصوبے بناتے رہتے ہیں، ان کے منہ  
 ادارے ہی کام کر رہے ہیں، ابھی سکول کے نام پر اور کئی فری ہسپتال کے نام پر  
 لوگوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے، کسی ایسے کرسماؤں کے طریقہ کو خریدنے کی کوشش

کی جاتی ہے۔ اس کام کے لیے دنیا بھر میں بڑا روپیہ صرف کر رہے ہیں وہ عیسائیت کو اسلام پر غالب کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اللہ نے فرمایا اَلَنْ تَغْنِي عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ (آل عمران - ۱۱۶) کافروں کے مال ان کے کچھ کام نہ آئے بلکہ اس مال کا وبال انہی پر پڑے گا۔ جب اللہ کی گرفت ایسی تو لعنت میں مبتلا ہو جائیں گے امیر شکیب ارسلانؒ نے لکھا ہے کہ یورپ کے عیسائیوں اور یہودیوں نے قرآن پاک اور حضور علیہ السلام کی سیرت کے خلاف چھ لاکھ کتابیں اور رسالے شائع کیے ہیں تاکہ لوگ اسلام کی طرف مائل نہ ہوں اور جوہر ہو چکے ہیں۔ وہ ہڈن ہو جائیں مشرقی علوم کے ماہر مغربی دانشور (مستشرقین) ایسا سبق پڑھاتے ہیں اور ایسے طریقے سے گمراہ کرتے ہیں کہ سادہ لوح لوگ اُن کے دامن میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں ایوب کے زمانے میں فضل الرحمان نے ایک قبیح شوشہ چھوڑا تھا کہ قرآن سارے کا سارا خدا کا کلام نہیں ہے۔ اُس شخص کو حکومت میں بڑا عہدہ ملا ہوا تھا۔ اور بڑے انعام و اکرام ملے تھے۔ مگر اس نے اس قسم کا شوشہ چھوڑا، تو ملک بھر میں احتجاج ہوا۔ جس کی بنا پر اُسے حکومت سے علیحدہ ہونا پڑا۔ یہ شخص مولانا شہاب الدینؒ کا فرزند تھا جو کہ خود بڑے صالح اور نیک آدمی تھے حضرت مولانا شیخ المنذرؒ کے شاگرد تھے مگر مغرب والوں نے ایسا چمک دیا کہ الٹی سیدھی باتیں کرنے لگا۔

ابھی کچھ عرصہ پہلے بہاولپور کا ایک پروفیسر مغربی تعلیم حاصل کر کے آیا تو اُس نے ایک مقالہ لکھا تھا جس میں حضور علیہ السلام کی حیات طیبہ پر بڑے غلط قسم کے اعتراضات کیے تھے، اس نے حضور علیہ السلام کی زندگی کو عام سیاستدانوں جیسی زندگی ثابت کرنا مقصود تھا۔ یہ اور اس قسم کے لوگ عیسائی اور یہودی لابیوں سے متاثر ہو کر اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ اُن کے پاس کثیر فتنہ ہوتے ہیں جنہیں خرچ کر کے وہ اپنے قبیح مقصد میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور یہی اُن کا مشب و دوز کا فریب ہے، وہ حدیث کی تحقیق کے نام پر گمراہ کن کتابیں شائع



کے کہ دینا بھر میں پھیلے ہیں اور گورنمنٹ پرائیویٹ کے درمیان اسلام کو گھڑ کر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، عیسائی یوں یہودی، اشراک اسلام دشمنی میں مسبہ یحییٰ بلکہ ایک دوسرے کے معر و محارون ہیں، ابھی قریب زمانے میں ایک مٹھے آدمی نے یہ بیان دیا کہ حکومتوں کی بہت نظر انداز نہیں کرنی چاہیے کہ وہ یہ ہیں اسلام ایک فطری ملک طاقت ہے، چنانچہ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ دنیا بھر میں جہاں بھی کوئی مسلمان کو گھروں، گھر میں، آؤں پر گھر پر یا کسی کوشش کرتی ہے اسے یا قتل کر دیتے ہیں یا قتل کر دیا جاتا ہے، یا طاقت استعمال کر کے اسے گھروں کر دیا جاتا ہے۔

بہر حال آج لوگ اپنے متبر میں سے کہیں گے کہ تم میں اللہ کے ساتھ  
کفر کرنے کا حکم دیتے تھے اور یہی وہ شخص تھا کہ آئندہ اگر ہم اس کے  
ساتھ شریک بنائیں، یعنی خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو چھوڑ کر اس کی مخلوق میں  
سے اس کے ساتھ شریک بنائیں، ان کی تعلیم کریں، دلوں کی نذر دینا شروع اور  
ان کے سامنے خود سے کریں، فوراً اس وقت ان کی یہ حالت ہوگی کہ وَسَوَّوْا  
لِلدَّاعِيَةِ كَمَا رَأَوْا الْعَذَابَ کہ عذاب کو سامنے سامنے دیکھ کر اپنی خلافت  
کو چھوڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وَمَنْ جَعَلَكَ الْأَخْلَاقُ فِيْ أَغْنَاقِ  
الَّذِيْنَ تَكْفُرُوْا ہم کفر کرنے والوں کی گردنوں میں طوق ڈال دیے گئے۔  
مجرموں کے گناہوں میں پتھر لکڑیاں اور پانوں میں بڑا الہی ہوں گی، طوق چڑھا  
سب سے زیادہ ذلت کا چیز ہے، اس سے یہاں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔  
صاحب شریعت میں آئسے کہ اگر کوئی شخص خواب میں اپنی گردن میں  
طوق پڑا ہوا دیکھے، تو یہ اچھا خواب نہیں، کیونکہ یہ ذلت کی علامت ہے  
اس وقت دنیا میں جتنے بھی مشرک اور بدعتی لوگ ہیں، ان کی گردنوں میں دھاری

باطلہ کے طوق پڑے ہوئے ہیں مگر یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی وجہ سے ہماری گردنیں پگھلی ہو رہی ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ یہی چیزیں قیامت والے دن ان کے لیے ذلت کا سبب بن جائیں گی۔ جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص خراب میں اپنے آپ کو ہتھ کڑی یا بیڑی پہنے ہوئے پائے تو یہ اس کے لیے اچھی علامت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص دین میں پختہ ہے۔

قبرستان

اب دیکھ لیں کس کس قسم کی بدعات کا طوق گھمے میں ڈال رکھا ہے۔ قبروں کو پختہ بنایا جاتا ہے۔ ان پر گنبد تعمیر ہوتے ہیں، سنگ مرمر لگاتے ہیں، پھر انہیں عرق کلاب سے دھویا جاتا ہے اور اوپر چارریں چڑھائی جاتی ہیں، آخر یہ کہاں کی نیچ ہے اور صاحب قبر کو اس سے کیا فائدہ پہنچتا ہے؟ خانہ کعبہ کو غسل دینا اور اس پر غلات چڑھانا تو بجا طور پر جائز ہے مگر قبروں کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا جاتا ہے۔ کیا یہ چارریں مکین کی تن پوشی کے لیے استعمال نہیں ہو سکتیں؟ فرمایا هَلْ يَجِدُونَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ان کو ان کے خود کردہ اعمال ہی کا بدلہ ملے گا، اور کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی۔ کھڑکے رستے پر چلنے والوں کا انجام بھی اللہ نے بیان فرمادیا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا  
إِلَّا بِنَا أَرْسَلْتُمْ بِهِ كُفْرُوكَ ۖ وَقَالُوا لَحْنُ أَكْثَرِ  
أَمْوَالٍ وَأَوْلَادًا ۖ وَمَا لَحْنُ مُعَذِّبِينَ ۖ قُلْ إِن  
رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَٰكِن  
أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۖ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا  
أَوْلَادُكُمْ بِالْبَاقِي تُقَرَّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰ ۖ أَفَلَا  
أَمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضَّعِيفِ  
يَعْمَلُونَ ۖ وَهُمْ فِي الْعُرْفِ أَمْسُونَ ۖ وَالَّذِينَ  
يَسْتَعِذُّونَ فِي آلِهَتِكُمْ فَفِي أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ  
مُخْضَرُونَ ۖ قُلْ إِن رَّبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن  
يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۖ وَمَا أَنْفَقْتُمْ  
مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۖ

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بھی میں کوئی ڈر سنے  
دلا ملکہ کا وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے کہ بیکس  
ہم اس چیز کے ساتھ کفر کرنے لگے ہیں جو تمہارے  
ساتھ بھیجی گئی ہے (۳۳) اور کہا انہوں نے کہ ہم فدا

ہی مال اور اولاد میں اور نہیں ہم منزل دیے جائیں گے (۳۵)  
 آپ کہہ دیجئے بے شک میرا پروردگار کٹا ہوا ہے۔  
 روزی جس کے لیے چاہے، اور تنگ کہ دینا ہے (جس  
 کے لیے چاہے) لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے (۳۶) اور  
 نہیں ہیں تمہارے مال اور نہ تمہاری اولاد میں کہ تم کہ  
 قرب دلائیں ہمارا، مگر وہ شخص کہ جو ایمان لایا اور جس  
 نے اچھا عمل کیا، پس یہی لوگ ہیں جن کے لیے گنا اجر  
 ہو گا اس وجہ سے جو انہوں نے کیا۔ اور وہ بالاخانوں میں  
 اس سے بہتے چلے ہوں گے (۳۷) اور وہ لوگ جو گمشدہ  
 کرتے ہیں ہماری آیتوں میں ان کو کمزور کرنے کے لیے  
 یہ لوگ عذاب میں پکڑ کر حاضر کیے جائیں گے (۳۸) آپ  
 کہہ دیجئے، بیشک میرا پروردگار کٹا ہوا ہے روزی جس  
 کے لیے چاہے اپنے بندوں میں سے اور تنگ کہ  
 دیتا ہے جس کے لیے چاہے، اور جو تم خرچ کرتے ہو  
 پس وہ اس کا بدلہ دیتا ہے، اور وہ بہتر روزی دینے  
 والا ہے (۳۹)

ربطہ

پہلے توحید اور اس کے دلائل بیان ہوئے۔ پھر اللہ نے قرآن کی تھانیت  
 صداقت کو واضح کیا اور متکبرین کا رد فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ نے رسالت  
 کا ذکر بھی کیا۔ اور پھر مہربان کا حال بیان کیا اور حشر میں پیش آنے والے بعض  
 حالات سے آگاہ کیا۔ اب آج کے درس میں اللہ نے نبوت و رسالت  
 کے ضمن میں فرمایا کہ جب بھی کوئی نبی یا رسول کسی نبی یا رسول کے ساتھ ملتا ہے تو  
 اور اس نے لوگوں کو کتاب، شریعت، ایمان اور توحید کی دعوت دی تو سب  
 سے پہلے اُس نبی کے آسمانہ حال لوگوں نے ہی مخالفت کی۔

مشرقیہ  
نہایت

بنا۔ یہ کہتے ہیں کہ اس نے فرشتوں کو بھیجا اور ہر نے میری  
کسی ہستی میں کر لی نہ سنا لے والا یعنی نبی اور رسول اللہ ﷺ کے  
مگر یہ کہ اس میں کے امور و مال لوگوں سے کیا گیا یہ کہ اس نے  
یہ کہ فرشتوں کے ہمارے ساتھ جو کچھ بھی گیا ہے ہم اس کا ہر نہ کر سکتے  
ہیں اور اس کے بارے میں ابھی اور نہ بہرے ہیں۔ وہ ایک اعمال اور عقیدہ  
پر غور و خجندی جیتے ہیں اور ہر سے اعمال و عقائد سے ڈرتے ہیں۔ خاص طور  
انہار کی زیادہ ضرورت ہے ہوتی ہے کیونکہ پہلے لوگ بڑائی سے ڈرتے ہیں  
قرآنی کی حدت و نسب دے گئے۔ کیا کہ ضرورتیں سننے والی اور کوی  
نے اپنی بات کہتے ہیں۔ یہ کہ فرشتوں کا فیضان (المذبح ۲۰) آپ  
گھڑے جو باہر اور لوگوں کو ان کے گڑھے انجام سے ڈرتے ہیں۔

اس آیت کو یہ میں نے عرض کیا کہ یہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبی کا معجزہ  
بھی ہے کہ اگر آپ کا نام کے فرشتوں اور رسولوں کی آپ کی مخالفت کھینچ  
ہیں تو یہ کوئی بات نہیں ہے۔ ہر نبی کے ساتھ فرشتوں نے ایسا ہی کر  
کیا۔ آپ گھر میں نہیں اور اپنا کام باری رکھیں۔ نبیوں کا معجزہ ہر نہ  
طے بہ ہمت اکثر صاحب ضرورت لوگ ہی بڑا کرتے ہیں۔ انہیں اپنی  
دولت پر از ہر ہے اس لیے وہ کسی غریب اور نادار کو اپنے پاس  
بجھا نامی پسند نہیں کرتے۔

مال و زاد  
پر

ان کے ضرور ذکر کیا کہ حال ہر ہے کہ وہ صاف کہتے ہیں۔  
وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ آلِ رُحَى  
کی نوازی ہے۔ ہمارا حال ایسا ہے۔ اللہ نے ہر ہر نبی سے  
وَمَا كُنَّا بِمَعْقِلٍ يَوْمَ الْيَوْمِ ہمیں ہر کوئی نہ سنا ہے اللہ  
ہم سے لڑتی ہے جس کے مال و زاد سے نوازی ہے۔ مگر وہ ہمارے  
اعمال سے لڑتی ہے ہر ہر نبیوں کو یہ حال کیوں بنا۔ ہم میں وہ عجز و زاری ہے

ہو، ہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا۔ مالدار لوگوں کا ہمیشہ سے یہ دلیہ رہا ہے انہیں مال و اقدار پر فخر ہوتا ہے۔ اللہ نے اس چیز کو گمراہی کے اسباب میں بیان کیا ہے۔

قرآن پاک میں جن انبیاء کا حال بیان کیا گیا ہے اُن میں سے کوئی خال ہی ہوگا جس کی مخالفت نہ کی گئی ہو۔ ابتدائی دور میں نبیوں پر ایمان لانے والے عام طور پر غریب اور مساکین ہی ہوتے رہے ہیں۔ صاحب حیثیت لوگ ابتدا میں اکثر مخالفت کرتے رہے اور پھر جب کوئی چارہ کار باقی نہ رہا۔ تو آخر میں ہل کر ایمان لائے ہر قتل کے واقعہ میں موجود ہے کہ اُس نے ہجرت کر کے آنوالے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا اور ان کی دعوت کے متعلق سوال جواب کیے۔ پھر محکم کے پہننے والے کسی دوست سے آدمی کو طلب کیا تو ابوسفیانؓ کو پیش کیا گیا جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے۔ ہر قتل والی روایت نے دیگر سوالات کئے غلام ابوسفیانؓ سے یہ بھی پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار کیسے لوگ ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ کمزور اور غریب لوگ ہیں جب کہ بڑے بڑے رؤساء مخالفت ہیں۔ ہر قتل پہلی کتابوں کا علم رکھتا تھا، کہنے لگا کہ ہر نبی کے اولین متبعین کمزور لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔

شانِ نزول

اس آیت کی شانِ نزول میں امام ابن کثیرؒ نے ابن ابی حاتمؒ کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ بعثت میں دو تاجر آپس میں شراکت کرتے تھے، اُن میں ایک درویش لکھائی علاقے میں تجارت کے سفر پر تھا جب کہ دوسرا اپنے گھر میں تھا، مسافر تاجر نے وہیں یہ خبر سنی کہ کچھ کے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اُس نے اپنے شراکت دار کو کچھ کہہ کر میں نے سنا ہے کہ مجھے کوئی مدعی نبوت پیدا ہوا ہے، اگر ہے تو مجھے



کو فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ رزق کی  
 کی فراوانی اچھالی کی علامت نہیں ہے، بہت سے شریر، مافران، ظلمہ اور  
 دہریے عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں جب کہ بعض اہل ایمان اور خدا پرست  
 لوگ حج کی حالت میں ہوتے ہیں حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک مقبول نہ رہے  
 ہوتے ہیں۔ لہذا آسودہ حالی کوئی پینہ رنگ کی علامت نہیں ہے وَالْكَثْرُ  
 أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ مگر اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے  
 اور وہ ظاہری خوشحالی کو ہی اپنی مقبولیت کی نشانی سمجھتے ہیں، یہ سچی اور فراخی تو  
 اللہ کی حکمت پر مبنی ہوتی ہے کبھی وہ کسی کربال و دولت سے کراڑتا ہے  
 اور کبھی ان چیزوں سے محروم کر کے امتحان لیتا ہے، پھر جو بندے اُس کے  
 امتحان میں پورے ہوتے ہیں۔ وہی مقبول بارگاہ ہوتے ہیں۔  
 اہم شافعی کا قول ہے۔

وَمِنْ الدَّلِيلِ عَلَى الْقَضَاءِ وَحُكْمِهِمُ  
 بَوَاسِطِ اللَّيْلِ وَطَلَبِ عَيْشِ الْأَحْمَقِ

اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر پر یہ دلیل ہے کہ بے اوقات غفلت اور دانا لوگ نہایت غلطی  
 میں وقت گزارتے ہیں، جب کہ بوقوف، ارگ عیش و راحت میں مرتے ہیں، سعدی رحمۃ  
 کا قول بھی ہے۔

اگر روزی پائش بر فرودے  
 نہ نادران تنگ تر روزی نہ بودے

اگر رزق کی وسعت محض عقل و دانش کی بنیاد پر ہوتی تو بوقوف بیچارے بھی کون  
 مر جاتے، بہر حال تنگی و فراخی اللہ کی حکمت اور منشا کے مطابق ہوتی ہے، مگر اکثر  
 لوگ اس کی حقیقت کو نہیں پاتے۔



اللہ تعالیٰ نے انہیں کے لئے اس نعمت سے فرمایا ہے وَلَا تُجْعِلُوا مَوَالِدَکُمْ  
 قُرُوبًا ثُمَّ اذْکُرُوا الَّذِیْنَ اٰتٰی کُمْ بِیَسْرٍ ۚ اِنَّکُمْ لَعِندَہٗ لَکَافٍ  
 ؕجب ذکر میں یہ فرماتا ہے کہ قرابت سے اگر کسی شخص سے اس آئے، مگر  
 میں یہ کہہ رہا ہوں اللہ تعالیٰ اس کو محنت سے پہنچائے گا۔ اس مقام پر بھی منسہر ہوا  
 وَقَدْ اَمَرَ اَکْثَرُکُمْ بِالَّذِیْ تَفْسِرُ کُتُبَہُمْ عَنِ اٰلِہِی  
 تہ سے الی اور اہل و عیال سے قرابت سے دور رکھنے کا حکم دیا ہے اَلْاَمْرُ  
 وَتَقْبِلُ صَدِیْقًا قَرِیْبًا اِلٰی تِلْکَ اَمْرٍ کَرِہٍ لِّکُمْ جَرِیْبَانٌ ذَا اَمْرٍ  
 نے نیک اعمال انجام دینے پر، دل نہ لگے، مگر والدین میں بھی کوئی میان لانے  
 کے بعد اچھے کام کرنا بہت قربت میں فریب الہی کو محض ہے ایسے شخص  
 کے حق میں اس کا ال مرتبہ عزیز ہوگا۔ منسہر علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے  
 یَفْسِّرُ مَسَاجِدَ الْمُسْلِمِیْنَ اَدَّیْ اَیْمَ صُلَاحٍ کَیْہِ اِس  
 کا ال اَیْمہ اصحابی ہے بشرطیکہ اس نے ال کا حق ادا کیا ہو۔

غیر ادا کر سکیں کا خیال رکھ ہو، فرستادہ دل کا حق ادا کیا ہو، اور  
 نزاکت و صداقت دینے ہو مگر جو لوگ ال کا حق ادا نہیں کرتے، ان کے لیے  
 یہ وبال جان بن جاتا ہے، جب کوئی شخص کعب میں حلال و حرام کی تمیز  
 نہیں کر سکتا، نہ ظہر ہی میں جائز اور نہ فجر میں حرام کر سکتا، تو اس کا ال  
 اُسے ہرگز فائدہ نہیں دے گا۔

فَإِذَا جَاءَکَ بَرْنِیْ اِبَانٌ وَّ سَکَاوَرٌ نِّیْسَ عَمَلٍ کَرِہٍ حَاقًا وَّلَیْسَ لَکَ  
 لَہُمْ حَسْبُ اِنَّ النِّصْفَیْنِ یَتَنَاوَعُکُمَا اِلَیْہِ لِرُکْرِ کَیْہِ  
 ان کے اعمال کا کوئی بدلہ ہوگا، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے مَنْ جَاءَنَا  
 بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَلِہَا (الانعام، ۱۶۱) ہر کوئی  
 اچھی بات کرے گشتہ دہائی بد لے گا، مگر نیک عمل کا بدلہ سات سو گنا  
 نیک ہے، اس قدر ہے کہ نظر کر کے۔ تاہم نیک عمل کی جزا دل پر

لازم ہے **وَهُمْ فِي الْعَذَابِ أَمْثُونَ** اور ایسے نیکو کار لوگ جنت کے بالا خانوں میں نہایت امن و سکون کے ساتھ گزر اوقات کریں گے، ان کے عائشہ مکان ہوں گے جن کی دیواریں اتنی شگفت ہوں گی کہ باہر کا نظارہ اندر بیٹھے ہو سکے گا، وہاں انہیں کوئی غم اور پریشانی نہیں ہوگی کسی محنت و مشقت کی ضرورت نہ ہوگی، اور نہ کسی نعمت کے چین جانے کا خطرہ ہوگا۔

فرمایا **وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ** جو لوگ ہماری آیتوں میں کوشش کرتے ہیں کہ ہمیں ہرا دیں، کمزور کر دیں **أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ** وہ عذاب میں پکڑ کر حاضر کیے جائیں گے، ظاہر ہے کہ جو لوگ آیات الہی کا تسخر اڑاتے ہیں اور اس کے پروگرام کو ناکام بنانے کی کوشش کرتے ہیں، وہ بالآخر عذاب میں پکڑے جائیں گے اور ان کی رٹوں کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔

آگے فرمایا **قُلْ لِّیْ سَغِیْرٌ اِلَّا کَمَا یَشَاءُ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَیَقْدِرُ لَکُمْ فِیْکُمْ مِیْرًا** پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کثرت دے کر دیتا ہے۔ اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ یہ اُس کی حکمت ہے جسے کوئی نہیں جان سکتا۔ وہ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق روزی تقسیم کرتا ہے۔ پھر جس کو زیادہ دیتا ہے۔ اُس کو بھی امتحان میں ڈالتا ہے کہ وہ میرے احکام کی کس حد تک پاسداری کرتا ہے۔ اور جس کو کم دیتا ہے۔ اس کے صبر و شکر کا بھی امتحان لیتا ہے اور پھر ان کے اعمال کے مطابق جزا اور سزا کا فیصلہ کرتا ہے۔

چونکہ اکثر مالدار لوگ کنجش واقع ہوئے ہیں لہذا آگے اللہ نے اتفاق فی سبیل کا قانون بھی بتلادیا۔ **وَمَا أَعْطَشْتُمْ مَیْمَنَیْ فِیْ سَبِیْلِی فَمِنْهُوَ یُخْلِفْهُ تَمْرًا** چہیز بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کا ضرور بدلہ دیتا ہے لہذا مال کو ہمیشہ صحیح جگہ میں خرچ کرنا چاہیئے۔ اپنی جائز ضروریات بھی پوری کرو مگر حقاروں کے حقوق بھی ادا کرو۔ جس نے مال کا حق ادا نہیں کیا۔ اُس کے لیے

مہربان کے لیے سزا

اتفاق فی سبیل

ہی مال مصیبت بن جائے گا۔ مال کے ہونے کو کئی صورتیں ہیں۔ بعض اوقات دنیا میں اللہ تعالیٰ اس مال میں غیر برکت والہ داتا ہے اور اس میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ اگر ہمارے نفع حاصل کرتے، فصل بھی ہو جاتی ہے، کسی کا دان، بیماری اور مقررہ وغیرہ سے انسان محفوظ رہتا ہے۔ اعلیٰ ان امور سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ کہ مخلوق بھی مستفید ہوتی ہے۔

[illegible]

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَكِ  
أَهْمُؤْكُمْ أَيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿٣٠﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ  
أَنْتَ وَلِيِّنَا مَنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ  
الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ﴿٣١﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ  
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا وَنَقُولُ لِلَّذِينَ  
ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهِ  
تُكَذِّبُونَ ﴿٣٢﴾ وَإِذَا تَنَادَى عَلَيْهِمْ أَيْنَمَا بَيَّتَ  
قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصُدَّكُمْ عَمَّا  
كَانُوا يَعْبُدُ آبَاؤَكُمْ وَقَالُوا مَا هَذَا إِلَّا آفَافٌ  
مُفْتَرًى وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا  
جَاءَهُمْ إِنَّ هَذَا إِلَّا أَسْخَرُ مَبِينٌ ﴿٣٣﴾ وَمَا  
أَتَيْنَهُمْ مِنْ كِتَابٍ يُدْرِسُونَهَا وَمَا أَرْسَلْنَا  
إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ ﴿٣٤﴾ وَكَذَّبَ الَّذِينَ  
مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَّغُوا مَعْشَارَ مَا أَتَيْنَهُمْ  
فَكَذَّبُوا رَسُولِي ثُمَّ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٣٥﴾

ترجمہ: وہ جس دن وہ اللہ تعالیٰ کا کھٹا کھٹا ان سب  
 کو پھر فرمائے کہ فرشتوں سے کیا یہ لوگ ضروری  
 عبادت کرتے تھے؟ (۵۱) وہ کہیں گے ہاں سب یہی  
 ذات، تو ہی ہمارا کارنامہ ہے ان کے سوا کچھ یہ لوگ  
 جنوں کی عبادت کرتے تھے ان میں سے اکثر ان پر  
 اعتقاد رکھتے تھے (۵۲) پس آج کے دن نہیں ملک  
 برکات تم میں سے بعض بعض کیلئے کسی نفع اور نقصان  
 کا۔ اور ہم کہیں گے ان لوگوں سے جنوں نے غلامی بچکر  
 آگ کا عذاب جس کو تم بھٹلاتے تھے (۵۳) اور جب  
 ان پر پڑھی جاتی ہیں ہماری دانش آستیں تو کہتے ہیں،  
 نہیں ہے یہ مگر ایک شخص جو ارادہ کرنا ہے کہ روک  
 دے تم کو ان چیزوں سے جن کی نصرت سے آج واجبہ  
 عبادت کرتے تھے۔ اور کہ انہوں نے کہ نہیں ہے یہ  
 مگر جبروت افزا کیا ہوا، اور کہا ان لوگوں نے جنوں  
 نے کفر کیا ہن گئے ساتھ جب کہ وہ ان کے پاس آیا  
 نہیں ہے یہ مگر کھٹا بادلوں (۵۴) اور نہیں وہ ہم نے  
 ان کو کوئی کتابیں جن کو دے دینے پر انہیں بھی  
 ہم نے ان کی طرف تہمت سے چسپاں کوئی ڈرنا نہ والا (۵۵)  
 اور بھٹلاؤ ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گزرتے ہیں،  
 اور نہیں پہلے یہ لوگ ان کے عیش و عشرت کو ہی جو  
 ہم نے ان کو دیا، پس بھٹلاؤ انہوں نے میرے ہاتھ  
 کو، پس کس طرف کوئی میری گرفت (۵۶)

پر آسودہ حال لوگ ہی کرتے تھے کیونکہ نبی کا سیادت کو تسلیم کرنے سے ان کی اپنی سرداری اور جبر و جبروت پر اثر پڑتی تھی۔ اللہ نے خوشحالی کو اسبابِ مگرابی میں شمار کیا ہے، اللہ کے ہاں مقبولیت کا تعلق مالی و دولت یا جاہ و حرمت سے نہیں بلکہ ایمان اور اعمالِ صالحہ سے ہے۔ اللہ نے رزق کا قانون بھی بیان فرمایا کہ یہ تقسیم اُس کے اپنے قبضہ قدرت میں ہے، جس کا چاہے رزق کو وسیع کر دے اور جس کا چاہے تنگ کر دے۔ یہ تقسیم اُس کی حکمت اور مصلحت کے مطابق ہوتی ہے جسے مخلوق نہیں جان سکتی۔ مخلوق کا فرض ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو زندگی کا لائحہ عمل بنائے۔

فرشتوں کی  
عبادت

آج کے درس میں اللہ تعالیٰ نے قیامت والے دن مشرکین کی کیفیت بیان کی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: وَيَوْمَ يُحْشَرُ لَهُمْ جَمِيعًا جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا کرے گا، اُن سے اُن کی پڑھتہ گی اور بے اعمالی کے متعلق باز پرس ہو گی وہ کوئی جواب نہیں دے سکیں گے۔ اس وقت انسان، جانور، عابد اور معبود سب جمع ہوں گے ثُمَّ يَفْقَهُوا السَّمِیْعَ الَّذِیْ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمایا: أَهَؤْا لَآءِ اِیَّاكُمْ فَکَانَ یَعْبُدُوْنَ کیا یہ لوگ دنیا کی زندگی میں تمہاری عبادت کیا کرتے تھے اس وقت دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ بعض لوگ فرشتوں کے نام پر سیکل بناتے ہیں۔ بعض اُن کو مشکلات میں پکارتے ہیں اور بعض یا جبرائیل یا میکائیل والے تعویذ لکھتے ہیں۔ یہ سب کچھ فرشتوں کی عبادت کرنے کے مترادف ہے۔ تو جب مشرک لوگ اپنے شرک کی کوئی توجیہ پیش نہیں کر سکیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھیں گے کہ کیا یہ لوگ دنیا میں تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ فرشتے اللہ تعالیٰ کی مقرب مخلوق ہیں، وہ جہانیت اور ہیبت سے پاک ہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنے والے ہیں، اُن کی توجیہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رہتی ہے، وہ جواب دیں گے

فَاَلَا تَسُبُّهُمْ سُبْحًا كَرِيمًا: تیری ذات پر حقیر کی آواز کی اور نفسِ حجاب سے پاکر نہ  
 اَنْتَ قِيَّاسٌ مِثْلُ ذَوْنِ فَخْرٍ سَوَاءٌ كَيْ سوا تو ہی ہمارا کما رہا ہے ۔  
 جب ہم خود نفسِ علاج ہیں تو ہم ان کو کیسے کہہ سکتے تھے کہ ہماری عبادت  
 کیا کرو؟ فَتَعَالَى اللَّهُ مَعَنَا بَشْرًا كَذِبًا (الاعراف ۱۹۰) تیری ذات  
 بلند و برتر ہے، اکی نام چیزوں سے جن کو تیری طرف منسوب کرنے ہیں،  
 ہم نے تو ان کو کبھی نہیں کہا کہ ہیں اپنا کارساز کبھی، ہم تمہاری مشکلات حل کر  
 دیا کریں گے، لہذا اوقاتِ ضرورت میں پکارا کرو۔ نفسِ صاف کہہ دیں گے  
 کہ سوا کرا کرم! اور لوگ ہیں تمہارا شریک نہ تھے تھے ہیں، ہم نے کبھی ان کو  
 اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی تھی۔ دوسری جگہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے  
 حق پر ہے سے پوچھے گا، اَنْتُمْ شَرُّ امْتَلَا شَرُّ عِبَادِي لَقَدْ لَكُمُ الْمَعَادُ  
 کیا ہے ان بندوں کو تم نے گمراہ کیا، کیا تم نے ان کو کہا تھا کہ تمہاری مخلوق  
 میرے کسی درستی کی عبادت کریں؟ مگر سب انکار کر دیں گے، بَرُّ اللّٰهِ  
 میں موجود ہے کہ فیہ استلئے روح اللہ تعالیٰ سب علیہ السلام سے بھی ہی سرا  
 کریں گے اَنْتُمْ فَلَنْتُمْ لَللّٰهِ اَنْتُمْ ذُوْنُ الْاُخْبِ وَالْاُخْبِ الْمَلٰٓئِكِیْنَ مِنْ  
 ذَوْنِ اللّٰهِ (اتبہ ۱۶۰) کہا تم نے لوگوں سے کہا کہ مجھے تیری والدہ کو اللہ  
 کے سوا سہو رانا کہ اکی کا بہت دعا اور عقل کن سمجھو اور ان کی نذر و نیاز دو۔ تو  
 پہلی علیہ السلام میں ایسا ہی جواب دیں سُبْحٰنَكَ مَا یَسْکُنُ مِنْ رَیْ  
 اَرْزَاقِ لَکَ مَا لَکُمْ سَیِّئًا یَحْقِیْ رَآیَتْ (۱۶۰) اور کرا کرم تیری ذات پاک سے  
 میرے طاقتور ہرگز نہیں تھا کہ ہیں ایسی بات کہ جن کا مجھے حق نہیں پہنچا، اگرچہ  
 نے ایسی کوئی بات کی جب تو تو اس کو جانتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جس نے ہرگز  
 ایسی دعوت نہیں دی کہ میری پوجا کیا کرو۔ تو ہاں یہ فرشتوں کا ذکر ہے  
 کہ اللہ سے پہلے ملائے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے وہ جواب  
 دیں گے، اور کرا کرم! تیری ذات پر عیب و نقص اور شرک سے منز و بہ

ہم نے ان کو ہرگز نہیں کہا تھا کہ جاری عبادت کریں۔

فرشتے مزید عرض کریں گے سَلِّ كَلَامًا يَكْبَهُ ذُنُوبُ الْعِبَادِ بلکہ یہ لوگ توجہات کی پوجا کیا کرتے تھے۔ اگ شہر يَهْمُ مُمْتَوْنًا اور ان میں سے اکثر انہیں پر اعتقاد رکھتے تھے۔ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارے کام آتے ہیں۔ جنت کی عبادت کا مطلب یہ ہے کہ شیاطین لوگوں کے دلوں میں دوسرے ڈالتے ہیں اور ہم اللہ کے سوا دوسروں کو جنت روا اور نکل کرنا سمجھنے لگتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سارے بندے ہی، ولی بھی کہتے آئے ہیں کہ عبادت صرف اللہ کی کرو۔ إِنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ (المائدہ - ۱۱) جو تمھارا بھی رب ہے اور ہمارا بھی رب ہے۔ وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ (الانعام - ۱۰) اور وہی ہر چیز کا پروردگار ہے اور ہم بھی اسی کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں۔

اللہ نے فرمایا: قَالِ يَوْمَئِذٍ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا آج کے دن تم ایک دوسرے کے نفع نقصان کے مالک نہیں ہو گے۔ اس دن عابد اور معبود، تابع اور متبوع کا بھٹکا نکل گیا اور کوئی ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکے گا۔ درحقیقت نفع نقصان کا مالک اللہ ہی ہے اور دنیا میں اکثر لوگوں کو دھوکہ ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے پر انحصار کرنے لگتے ہیں، مگر آخرت میں تو مدد دینے کی جگہ ہی ہوگی اور کوئی بھی کسی کے کام نہیں آسکے گا۔ تمام خود ساختہ معبود جن کی شیطان بھی بیزار ہے ان کا شمار کرے گا، اور کہے گا۔ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرِكُ مَعَكُمْ (سجۃ - ۲۲) دنیا میں تم مجھے شریک بناتے تھے، میں بیزار ہی کا اعلان کرتا ہوں، میں نے تمہیں گمراہی کی دعوت دی تھی، شرک کرنے والے تو تم خود ہو۔ اللہ نے تمہیں عقل و شعور عطا فرمایا تھا۔ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرہ - ۲۵۶) ہدایت اور گمراہی کا راستہ بھی واضح ہو چکا تھا۔ اس کے بعد تم نے خود گمراہی کو قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کفر اور شرک کیا، اب



ہی ہائی کا خردی بگسٹان کرد۔

ظاہر کے  
سیکے

فرایا سب سے کے دن کوئی ہی ایک دو سیکر کے لیے نفع نفعسان سے  
 ایک جس ہوگا۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَخَلَقْنَاهُمْ عَلَيْنَا اور ہم لوگوں نے بالوں سے کیں  
 گئے۔ ظاہر سے سب سے بڑا ظہور کر کے اور شرک ہی ہے۔ جیسے سسرہ یا۔  
وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَخَلَقْنَاهُمْ عَلَيْنَا اور ہم لوگوں نے بالوں سے کیں  
 ان البشیرة لظنهم عظیمہ و رزقنا ۱۳۰ بیشک شرک بہت بڑا ظہور سے  
 فراموش تعالیٰ عالموں سے اپنے کا ذکر و قیام عذاب الشکاک الیہ کسے  
 چھٹا شکستہ کون اب اس کا عذاب چھو میں کوئی انداز کیا کرتے  
 تھے۔ اس سے یہ انداز ہو گیا کہ شرک لوگ میں طرف توبہ و رسالت کا انکار کرتے  
 تھے۔ اسی طرح قیامت سے بھی دیکھتے اور کہتے تھے کہ جنت دوزخ کی طرح  
 نہیں۔ صحن کر لوگوں کی بانی گائیاں وہ۔ شیطاں نے میں ہی پڑا فی حق۔  
لَا جَنَّةَ وَلَا نَارَ وَلَا جَنَّاتٍ وَلَا نَارَ ویکتاب کہتے تھے کہ کوئی جنت ہے نہ  
 دوزخ، اور نہ کوئی حساب اور نہ کتاب۔ انہوں نے کہا اس انکار کا سزا اب  
 جگر۔ سورۃ القدر میں اس طرف فرمایا ہے اے یہ کفار! إِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا  
أَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاءٌ أَعْمِلْتُمْ أَمْ تُنْكِرُ اور اے کفار! اس جہنم میں داخل رہنا  
 اب سب سے کہہ میری جہنم سے جیلے برابر ہے۔ اب ہر منہ انہیں ہر داشت  
 کرنی پڑے گی۔

فرمایا: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ یہ سبے وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
 قیامت کے جب ان پر ہماری واضح واضح آئیں ٹپس جاتی ہیں۔ یمن ان کے  
 سامنے دلائل۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ یہ سبے وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ یہ سبے وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
 ان کے ہر کہہ میں کہ ہر شخص نہیں اپنے آباء اجداد کے مہر دلوں سے روکا جاتا ہے۔  
 نبی! یہ بل نہیں ہے کہ تمہارے آباء اجداد کو سکے طریقے سے بڑا چاہتا ہے۔

وَقَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رِيفٌ كَمَا رِيفُ الْمَدِينَةِ يَمُوتُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاغِبُونَ  
چیز کو یہ مذا کا کلام قرآن کہتا ہے وہ تو محض افسردہ کیا ہوا جھوٹ ہے (غزوہ ابیہ)  
گویا قرآن پاک کا بھی انکار کر دیتے۔ اکثر مشرکین یہی کہتے تھے کہ یہ شخص تمہیں ڈرا  
دھمکا کر اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اسی لیے دولت مند اور صاحب اقتدار  
لوگ انہیں علیحدہ کلاس کی مخالفت کرتے تھے۔

پھر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اگر یہ شخص اللہ کا نبی نہیں ہے تو پھر لوگ  
اُس کی بات کیوں مانتے ہیں، جو آدمی ایک دفعہ اس کے قریب آجاتا ہے  
وہ اسی کا پرکر رہ جاتا ہے، آخر بات کیا ہے؟ اس بات کے جواب میں مشرکین  
نے یہ فلسفہ گھڑا ہوا تھا۔ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ  
تُرْكَافُونَ نے حق بات کے متعلق کہا جب کہ وہ اُن کے پاس آگئی اِن  
هَذَا إِلَّا مِثْقَلُ عُثْقٍ كَرِهَ لَكُمْ كَذِبًا وَدُوبًا، کہنے لگے اس شخص  
کی بات میں اثر اس لیے ہے کہ اس کے پاس جادو ہے جس کے ذریعے  
یہ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے، وگرنہ تو یہ اللہ کا رسول ہے اور نہ ہی قرآن  
اللہ کا کلام ہے بلکہ یہ تو ایک خود ساختہ چیز ہے جسے اللہ کی طرف منسوب  
کر رہا ہے (العیاذ باللہ) مشرکوں کا یہ پُرانا حربہ ہے کہ جب دلائل کا جواب  
دلائل سے نہیں دے سکتے تو حقیقت کو جادو سے تعبیر کر کے جان چھڑاتے  
کی اگر کشش کرتے ہیں پہلے لوگ بھی جب کوئی ثانی دیکھتے تو کہتے سَاحِرٌ  
مُسْتَجِرٌ (القمر ۲) یہ تو چلتا ہوا جادو ہے۔

عربوں کی لاشیں

نزدول قرآن سے قبل تقریباً دو ہزار سال تک عربوں میں کوئی جی نہیں کیا تھا، چنانچہ دریچہ ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لائے ہوئے دین پر قائم تھے، ان میں شرک کی بیماری پیدا نہیں ہوئی تھی۔ پھر حضور علیہ السلام کی بعثت سے تقریباً چار سو سال پہلے قحطی ابن کلاب کے زمانے میں شرک کی ابتدا ہوئی۔ ایک شخص عمرو ابن لُحی کہیں بیرون ملک سفر پر

عمر ایوب  
کی لائٹ

یہی قزاقانِ کوریا تھے جو اُسے اپنے آبِ جنم اور وہاں انہیں سامنے سے آیا اور یہاں آکر بھی ان کی دہلیز میں بندوبست فرما کر دی۔ یہی ہے اُس ملک میں لوگ ان کی عبادت کرتے تھے۔ سب سے پہلے جانور بھی اُس شخص نے غیر اللہ کی نذر کیے۔ اُس کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی جنوں کی پوجا کرنے لگے۔ اُنہ اس طرح عرب میں بھی شریک ہوئے۔

اگر سنیوں کی چیز کرایاں دو کر کتاب ہے وَمَا اَنْبَسْنَا مِنْ كِتَابٍ  
يَسْتَدْرِكُ شَيْئًا اَمْ لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ  
بِرَبِّهِمْ بِرَبِّهِمْ وَمَا اَنْبَسْنَا مِنْ كِتَابٍ يَسْتَدْرِكُ شَيْئًا اَمْ لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ  
ہی ہم نے ان کی طرف آپ سے پہلے اور اس میں عبد السلام کے بعد ان کوئی  
دستاویز نہ دلا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس سے پہلے کے اور ساری  
عرب آبادی اپنی قبائلی پیشکش تھی جبکہ ان کی عربی قرآن و غیر وہی بہت  
سی آبادی تھیں مگر وہ بیڑا سال تک یہ دجہ اپنی سے محروم تھے۔ تو اگر سنیوں نے  
ان پر یہ اعلان جلا ہے کہ کتنے عرب ملک کسی کتاب اور نبی سے محروم پہنچے  
کے بعد ہم نے نقصان کی طرف آخری نبی اور اللہ کی آخری کتاب بھیجی ہے۔ بخیر  
تم نے اس بات پر اللہ کا شکر ادا کر کے کہ جیسے نبی کو قریم کیا ہے۔ اور نہ  
کتاب کرمانا ہے۔ یہ جس قدر کہ حق کی بات ہے۔

عابد ابراهيم  
صالح

اور سادہ ہو کر ہے۔ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَمُذَاهِبُهُم مِّنَ الدِّينِ  
لوگوں نے بھی اللہ کے جنوں اور ان کی لڑائی ہوئی کہ انوں اور نہ جنوں کو کھڑا کیا۔  
اب اللہ نے مشرکین، کفار اور مشرکین عرب کو تہذیب کی سب سے کہ اگر انہوں نے بھی  
پہنچے بغیر کو کھڑا کران کا انجام بھی سادہ اور آسان سے مختلف نہیں ہوگا۔ فَمُذَاهِبُهُم  
وَقَدْ كَذَّبُوا وَعَسَىٰ أَن يَكُونُوا فِي عَذَابٍ مُّضَاعٍ لِّالَّذِينَ كَفَرُوا وَلَٰكِن لَّا تَعْلَمُونَ  
دجائی، جو ان کو عذاب کی گاہت، عام طور پر عذاب کا معنی دواں عذاب ہو کر ہے اور  
نعت کے نام امہری کتب میں کو مغلطہ رہا ہے کہ مینوس سے اور مطلب رہے

کہ سابقہ اقوام کی نسبت عرب لوگ دسویں حصہ کے بھی مالک نہیں۔ تاہم بعض دوسرے لغت کے امام اس کا معنی عشر العشر یعنی دسویں کا دسواں حصہ کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو سواں یا ہزاروں حصہ بھی نہیں ملا۔ نہ تو عربوں میں پہلے لوگوں کی سی جسمانی قوت ہے جیسے کہ قدیم مصریوں، عاد، ثمود، کلدانیوں اور آشوریوں کو حاصل تھی اور نہ ان جتنا مال و دولت اور اقتدار ہی حاصل ہے۔ عربوں کے پاس تو ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ کس چیز پر تلجکر کرتے ہیں اور حق کی مخالفت کرتے ہیں۔

اللہ نے فرمایا كَذَّبُوا رُسُلِي ان پہلے لوگوں نے بھی میرے رسولوں کو جھٹلایا۔ فَكَذَّبْتَ كَانَ مَسْكِتًا پھر کیسی ہوئی میری گرفت، قوم نوح، قوم ثعلیب، قوم سبا، المذنبین والے اور دیگر نافرمانوں میں سے کیا فرد واحد بھی اللہ کے خدا سے کج سکا؟ نہیں بلکہ سب تباہ و برباد ہوئے۔ جب وہ نہیں بچ سکے جو ان سے ہزار مرتبہ زیادہ طاقتور اور مالدار تھے تو ان کی کیا حیثیت ہے؟ ان کو بھی اپنا انجام یاد کر لینا چاہیے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، حق کے مخالفین ذلیل و خوار ہوئے اور خدا تعالیٰ اپنے دین کو غالب کر دیا۔

ومن نضت ٢٢

سب ٢٣

سب ٢٤

سب ٢٥

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مَشْئِ  
 وَفِرَادَى لُتَمَّ تَفَكَّرُوا مَا يَصَاحِبُكُمْ مِنْ  
 جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ  
 شَدِيدٍ ⑤ قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجَرٍ فَهُوَ لَكُمْ  
 إِنْ أَجَرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ  
 شَهِيدٌ ⑥ قُلْ إِنْ رَأَيْتُمْ يُفْسِدُ بِالْحَقِّ  
 عَلَامُ الْغُيُوبِ ⑦ قُلْ حَآءُ الْحَقِّ وَمَا بِيَدِي  
 الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ⑧ قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا  
 أَضِلُّ عَلَى نَفْسِي وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فِيمَا يُؤْتِي  
 إِلَيَّ رَبِّي إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ⑨ وَلَوْ تَرَى  
 إِذِ فِرْعَوْنُ قَالَ قُوتِي وَأُخِدُوا مِنْ مَكَائِبِ  
 قَرِيبٍ ⑩ وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ وَأَنَّى لَهُمُ التَّنَاسُتُ  
 مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ ⑪ وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ  
 وَيَقْدُ فُوتَ بِالْفَيْبِ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ ⑫ وَجِيلٌ  
 بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ  
 مِنْ قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُرِيبٍ ⑬

تیجہ۔ آپ کہہ دیجئے (اسے پیچھا لے کر) شک میں تم کو  
 نصیحت کرتا ہوں ایک بات کی کہ تم کھڑے ہو جاؤ اللہ  
 کے لیے دو اور ایک ایک۔ پھر تم غور و فکر کرو۔ تمہارے  
 صاحب میں کوئی جزا نہیں ہے۔ نہیں ہے وہ مگر تمہیں  
 ڈر سنانے والا (اللہ کے) شدید عذاب سے پہلے (۴۶)  
 آپ کہہ دیجئے اگر میں تم سے سوال کروں کسی بدلے کا  
 پس وہ تمہارے لیے ہی ہے۔ نہیں ہے میرا بدلہ مگر  
 اللہ کے ذمے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے (۴۷) آپ کہہ دیجئے  
 بیشک میرا پروردگار بھینکتا ہے حق کو دہی نازل کرتا  
 ہے (آپ سے) وہ جاننے والا ہے پرشیدہ باتوں کا (۴۸)  
 آپ کہہ دیجئے حق آگیا ہے، اور نہیں ظاہر کرتا باطل کسی  
 چیز کو اور نہیں وہ لٹانا (۴۹) آپ کہہ دیجئے، اگر میں  
 بیشک جاؤں، پس بیشک میں بیٹوں کا اپنے نفس کے  
 لیے، اور اگر میں ہایت جاؤں، پس اس وجہ سے جو  
 وحی کی ہے میری طرف سے پروردگار نے۔ بیشک  
 وہ سب کچھ سننے والا قریب ہے (۵۰) اور اگر تو  
 دیکھے جب یہ لوگ گھبراہٹ میں گئے، پس بھاگ نہیں  
 سکیں گے اور پکڑے جائیں گے قریب جگہ سے (۵۱)  
 اور کہیں گے ایمان لائے ہم اس پر۔ اور کہاں ہو گا  
 ان کے لیے پالینا دور جگہ سے (۵۲) اور تحقیق کفر  
 کیا انہوں نے اس کے ساتھ اس سے پہلے اور بھینکتے  
 ہیں وہ (ایسے ہی) بغیر دیکھے دور جگہ سے (۵۳) اور  
 رکاوٹ ڈال دی جائے گی ان کے درمیان اور اس چیز

کے دریاں جس کو وہ چاہتے ہیں بہا کر کھا گیا  
 ہے ان بیٹے ارکان کے ساتھ اس سے پہلے، جنگ  
 نے وہ تمام انجیل شمس میں پڑے ہوئے (۵)

رابطہ

اگر مست ثابت ہو نہ کہیں کے باطل نظریات کا رد و رد و بدعت بغیر  
 علیہ السلام کی رسالت و نبوت کا شکار کرتے تھے اور قرآن پاک کو کلام الہی ماننے کے  
 لیے نیک نہ تھے۔ پھر جب قرآن کے اثر انداز ہونے کی بنا ہوئی تو کسے مانہ  
 سے تعبیر کرتے۔ انہوں نے مشرکین کو سخت تنبیہ کی اور انہیں اپنے ہی صحت  
 کے برائے میں نہ لیا کہ اگر شرک رکھ کر ایمان لائے تو ان کو دنیا میں نیچے بر  
 سپین گئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے پیارے رسول ہیں اور ان کا لایا ہوا  
 قرآن اللہ کی برحق کتاب ہے۔ قیامت یقیناً ان کے دل سے دوسرے لوگوں کے کلام سے  
 گمراہ ہو کر، اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے ساتھ اور اللہ کے مشرکوں کا ساتھ دینا ہوا ہے اور ان  
 کو اللہ سے نفرت ہے۔ قرآن کے پیغمبر آپ ان سے کہہ دیں اذھنا بآیاتہ کا حکم

فرار  
 کی چیز

ذی اجدۃ یکسب میں نہیں ایک ہمت کرنا ہوں اور وہ ہے -  
 اَنْ تَقُوْا لِلّٰہِ مَشْقٰی وَ قُلٰہِیْ کُلْمَ صِلٰتِہٖ بِرَبِّہٖ اَشْرَکَ سَبِّحِ  
 و درود میں بجا صحت بھی اور اکیلے اکیلے میں، شکر مَشْقٰی قُوا پھر عرب غزو  
 فکرو کہ جو عمر بعد اسلام نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، انہوں نے تمام دینوں  
 ایک پروردگار رکھا ہے، تم اس شخص کے ہاں اور مال ہے اچھی طرح واقف  
 ہر ایک تم بتائی ہیں اس بات پر غور کرو! اجماعی طور پر کوئی مجلس منع کر  
 کے حرم کھولا۔ اجماعی سوچ رکھا۔ اس بات کو کہ سب آجالی ہے، جب مختلف  
 آراء کا موازنہ کیا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ اجماعی طور پر، اور پھر بعضی جگہ کسی تعصب اور  
 اس معاملہ میں غور کرو! اجماعی طور پر، اور پھر بعضی جگہ کسی تعصب اور  
 خدا کی بار ریس میں کج خالص اللہ کی غلطی بتائی معلوم کر کے کے لیے ایسا  
 کر کے فرما سبب ایسی نہ ہو کہ پوچھ گچھ کے مابین ایک کلمہ بے چارہ

کہ تمھارا ساتھی دیرانہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی صفائی میں پسند فرمایا ہے کہ تم میں سے بعض لوگ آپ کو دیرانہ، بعض شاعر اور بعض کلام کہتے ہیں۔ مگر جب اس کے افعال و کردار پر نظر کرو گے اور تعلیم میں غور و فکر کرو گے تو اس میں دیرانگی والی کوئی چیز نہیں پاؤ گے۔

اس مقام پر پیغمبر علیہ السلام کے لیے صاحب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ سورۃ التکویر میں ہے وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ (آیت ۲۲) تمھارا صاحب مجنون یا دیرانہ نہیں ہے۔ وَمَا هُوَ عَلَيْكَ الْغَیْبِ بِضَنِيْبٍ (آیت ۲۳) اور وہ غیب کی باتوں پر تنگ دل بھی نہیں ہے۔ اور تمہیں آپ کی حیثیت معلوم کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی چاہیے، کیونکہ تم نے مجھ سے جانتے ہو، اور اس کے عادات و اطوار اور اخلاق سے واقف ہو۔ انہوں نے خود تمہیں غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا ہے فَقَدْ كَذَّبْتُ فِیْكُمْ عَمْرًا مِّنْ قَبْلِهِمْ (یونس ۱۶) میں نے اسی عمر کا ایک بڑا حصہ تم میں گزارا ہے، کیا تم غور نہیں کرتے؟ کیا تمہیں میری صداقت و امانت میں کوئی شک ہے؟ صاحب کا لفظ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام اسی قوم کے قرون سے انہی میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ وہیں جسے ہوئے اور عمر کا ایک حصہ ان میں گزارا جو شصت یا تیس سال تک جھوٹ نہیں لہل سکتا، وہ بیکایک کیسے کذب مانی کرنے لگے گا۔

جب حضور علیہ السلام کو نریت ملی اور اللہ تعالیٰ نے تبلیغ حق کا حکم دیا تو آپ نے لوگوں کو آواز دے کر کہہ کھنڈا پر جمع کیا۔ تقریباً چالیس آدمی اکٹھے ہو گئے۔ آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کی دوسری طرف سے دشمن تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے؟ سب نے



بیک زبان جواب دیا کہ میں نہ ہوں تو کہیں گے کہ تو خداوند بن جاؤ گے۔  
 کچھ باہم نے بھی آپ کی زبان سے جھوٹے نہیں سنا، آپ ہمیشہ سچے رہتے  
 ہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ میں نہیں خدا تعالیٰ کی گرفت سے ڈر رہا ہوں، ایک  
 دھڑلا شریک پر ایمان لے کر اور اپنی بھول کی وجہ سے مجھ کو سب اتنی بات  
 کی تو لوگوں نے ہنسنے شروع کر دیے، اس حتم پر بھی فرمایا کہ میں نہیں نصیحت  
 کر رہا ہوں ایک بات کی کہ تم اپنا عملی طور پر اپنا دل و جنت سے خود غفلت کرو گے  
 تو نصیحت پس بھی کہ تم خدا پر ایمان لے لو اور نصیحت ہے، اگر وہ تو علم و ایمان کو رکھتے و  
 ایمانی کے مندر بہار ہاں ہے وہ قوم کا غیر خواہے اور ایسے دلال کے ساتھ  
 بات کیا ہے، جو عقل اور عقل دوروں کے مطابق ہیں، اس کی جنت و بہشت  
 اِنْ هُمْ إِلَّا خٰیِفُوْنَ لَکُمْ کَرۡہَیۡنَ لَکُمۡ عَذَابُ سَعۡیِدٍ یَّوۡمَ تَرۡوِیۡسُ  
 شدہ ہر عذاب سے ہے اور سنائے دال ہے۔

ذاتی نام  
 کا نامی

آگے اس مقام پر علیہ السلام کی طرف سے تبلیغ دین کے سلسلے میں  
 کسی ذاتی نام کی نفی فرمائی ہے، اور شاید یہ اس لیے کہ اس وقت تک کہ وہ  
 اَجِبْ فَاَیُّکُمْ لَکُمْ لَکُمْ لَکُمْ لَکُمْ لَکُمْ لَکُمْ لَکُمْ لَکُمْ لَکُمْ لَکُمْ لَکُمْ لَکُمْ لَکُمْ لَکُمْ لَکُمْ L  
 کوئی معاوضہ طلب کر دے تو وہ تمہارے لیے ہے، مطلب یہ ہے کہ میں اپنے  
 فرض منصبی کی ادائیگی کے لیے اور تمہیں غفلت نصیحت کرنے کے لیے کوئی معاوضہ  
 طلب نہیں کرتا، کیونکہ اِنْ اَجِبْ لَکُمْ لَکُمْ لَکُمْ لَکُمْ لَکُمْ لَکُمْ لَکُمْ لَکُمْ L  
 کے پاس ہے، مجھے ہر نعمت کا معاوضہ ملے گا، تم اپنا معاوضہ اپنے پاس  
 رکھو، مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، میری یہ خدمت ہے غرض ہے اس  
 اپنا دین کا کام دلا سوا کرتے ہیں اور اس کا اجر اللہ ہی دے گا، وہو  
 حَقٌّ مِّنۡ شَیْءٍ شَیْءٍ اِنَّ اللہَ تَعَالٰی ہر چیز پر گواہ ہے، میں اس  
 سے کوئی چیز نہیں چاہتا، وہ میری بہت اور سچائی کو بھی جانتا ہے اور تمہاری  
 مخالفت، اور کوئی بھی اللہ کے سامنے ہے، نصیحت نصیحت کرنے میں میرا کوئی



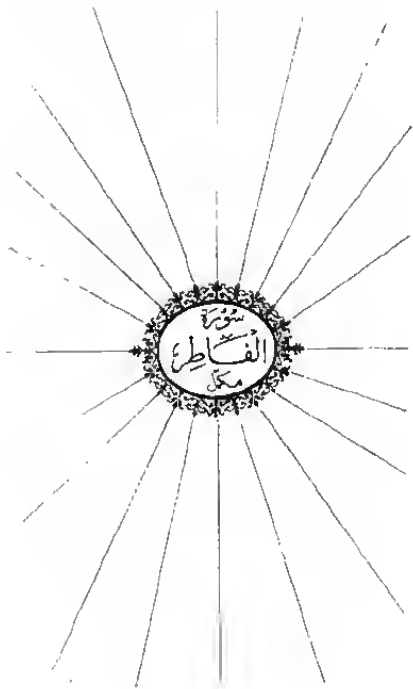


اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں۔ مگر اس وقت تک باقی سرے سے گزر چکا ہوگا۔ دارالعمل سے گزر کر دارالکبریا میں پہنچ چکے ہوں گے۔ وَلَوْ كُنْتُمْ كَافِرِينَ تو اس وقت ان کا دُور سے ایمان کو پالنا کہاں ممکن ہوگا۔ اُس وقت کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوگی اور خدائی فیصلے کے آگے تسلیمِ غم کو ناپاٹے گا۔ اس قسم کا مضمون سورۃ المائدہ میں بھی آتا ہے۔ اہل ایمان سر دوزخ پہنچنا پر سے گزر رہے ہوں گے۔ اُن کا نور اُن کے آگے آگے اور دایہ کی طرف چل رہا ہوگا۔ اُن کے پیچھے منافق لوگ گھٹپ اندھیرے میں گرتے پڑتے آ رہے ہوں گے۔ اور پیچھے سے اہل ایمان کو آواز دیں گے کہ ہماری طرف نظرِ شفقت کریں۔ کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کر سکیں، مگر آگے سے جواب آئیگا قِيلَ اَرْجِعُوْا وَاذْكُرْ فَاَلَمْ تَسْجُدُوْا لَنَا (آیت ۱۳)۔ پیچھے لوٹ جاؤ اور دُلوں سے نور تلاش کرو۔ اب روشنی کہاں میسر کرے گی۔ یہ نور حاصل کرنے کا موقع تو دنیا میں تھا جس کو تم نے ضائع کر دیا۔ اب تم دنیا میں واپس جاسکتے ہو اور نہ نور ایمان حاصل کر سکتے ہو۔

ارشاد ہوگا وَقَدْ كَفَرَ اَوَّلَ مَا سَمِعْتُمُوهُ اس سے پہلے ایمان اور توحید کا انکار کر چکے ہیں۔ مگر اب ان کا ایمان لانا کچھ مفید نہیں ہوگا۔ وَقَدْ كَفَرَ اَوَّلَ مَا سَمِعْتُمُوهُ یعنی پہلے ہی سے کفر کر چکے ہیں (یعنی بات مانگتے ہیں) بالکل اسی طرح جس طرح کوئی بے شکا تیر چلا دیا جاتا ہے۔ اور وہ کسی اُن دکھی منزل پر جا کر رہتا ہے۔ اور پھر وَجِيءَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا كَانُوا يَسْتَعْجِلُوْنَ پھر اُن کے اور اُن کی خواہشات کے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائے گی كَفَا فِعْلًا یا شاید عَمِلُوْا مِنْ قَبْلُ کیا کہ انہی جیسے لوگوں کے ساتھ اس سے پہلے کیا گیا۔ سابقہ اقوام کے لوگوں نے بھی آخری وقت میں ایمان لانے کا اقرار کیا مگر وہ بے سود گیا فرعون نے بھی کہا تھا کہ میں بنی اسرائیل جیسے خدا پر ایمان لایا مگر اُس وقت گرفتار آچکی تھی اور وہ مع قومِ پانی کی مروجوں

میرے گھر کے گھر، اور اللہ نے فرمایا: الَّذِينَ يَدْعُونَكَ إِلَى طَعْنِهِمْ قَبْلِ رُفْعِهِمْ (۹۱) اب ایمان لاتے ہو، حالانکہ ماری میری طرف ان میں گڑبادی، اللہ کے نبی کو ڈراتے دھمکتے تھے، اور غمزدہ گردی کا مظاہرہ کرتے تھے، اب تم خدا ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا، بہر حال جب عمل کی دنیا سے نکل کر انسان جبرائیل کی دنیا میں پہنچ جائے تو میرا اس کی دنیا میں واپس ہونا ایمان لانے کی خواہش پوری نہیں ہو سکتی، کیونکہ اس وقت اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے کا وقت گزر چکا ہے، اب فرمایا: يَسْأَلُ لَكُمْ فِي هَٰذَا حُجَّتُكُمْ ان کی خواہش بھی اب پوری نہیں ہو سکتی، کیونکہ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ أَكْثَرًا ضَالِّينَ تم غریب دنیا کی زندگی کے دوران بہرے اللہ تعالیٰ، اُس کے رسولوں اور قیامت کی طرف سے تردد اختیار کرنا شروع کرے ہو، انہیں نبیوں کی بات پر یقین ہی نہیں آتا تھا کہ وہ سچی بات کہہ رہے ہیں یا غلط، وہی الہی پر اعتقاد نہیں آتا تھا، ورنہ قیامت اور جزائے عمل کو کون چھوڑے گا، کیاں جتنے سے بھی اور اس طرح گویا ہر چیز کرنا شک کی نگاہ سے دیکھنے والے فرمایا: اب ان کا ایمان کمال سے آگے نہ لگا، اب تو وقت جو گزر چکا ہے لہذا ان کی خواہش پوری نہیں ہو سکے گی۔





فاطر ۲۵

آیت ۱

ومن یقنت ۲۲

درس اول ۱

سورة فاطر مكية وهي خمس وأربعون آية وخمس وعشرون  
سورة فاطر هي . یہ پچاس آیت اور پچاس رکوع پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے مدد مددگار نہایت رحم کرنے والا ہے

الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَكَةِ  
رُسُلًا أُولَىٰ أَجْنَحَةٍ مِّثْنَىٰ وَثَلَاثَ وَرُبْعًا  
يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ  
شَيْءٍ قَدِيرٌ ①

ترجمہ :۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو بننے  
والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ اور جو بٹرانے والا ہے  
فرشتوں کو پیچام لانے والے ، بازوں والے دو دو ،  
تین تین ، چار چار۔ اور زیادہ کرتا ہے تخلیق میں جو  
چاہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا

① ہے

اس سورۃ کا نام سورۃ فاطر ہے۔ یہ نام سورۃ کی پہلی آیت میں آدھ لفظ فاطر سے  
لیا گیا ہے۔ مفسرین کرام نے اس سورۃ کا دوسرا نام سورۃ ملائکہ بھی ذکر کیا ہے

نام رکھنا

لے ابو سعید ۲۲۳۳ : در فطر ۲۲۳۳ : مد رک ۲۲۳۳ (فیاض)



میرنگداس میں اللہ نے مالک کو قاصد بنائے گا تو کہہ گیا ہے۔

مفسرین کلام فرماتے ہیں کہ یہ سورۃ مکی نہ تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بعد نازل ہوئی اس کی شہادتیں آیات اور باطنی رکعت ہیں۔ یہ سورتہ سالک ۱۹۷۷ء افکار اور ۲۱۲۰ء حروف و پیشتر ہے۔

ساتھ سورۃ کی طرح یہ بھی کی سورۃ ہے اور اس میں میں زیادہ تر بشارتیں و نصائح  
 زچہ رسالت، مہار اور قرآن پاک کی صداقت و حقیقت کی گواہی ہے۔ قرآن  
 کے ضمن میں مکی اور مدنی کے ذیلیہ مشن کیوں کیے تھے کہ جو کہ فرما چکے  
 گرو و نوح میں نظر آتا ہے کہ اللہ کی کائنات کی لاکھوں کشتیوں اسٹیشن آکر پہنچنے  
 والی کون سی راستہ ہے اور تمام ضروریات دنیا کرنے والے کون ہیں، جو تو  
 غور کرے کہ اللہ تعالیٰ کون کون سے حکم کرنا چاہتا ہے تو کون سے حکم کرتا ہے۔ اور اگر  
 وہی وہی دے دے فرضیں کون سے حکم کرتا ہے۔ جب ہر چیز کا خالق مالک۔ ہر  
 اور تصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے تو پھر اس کے سوا معبود بھی کوئی نہیں۔ تم کہہ  
 بیشک ہے ہر اور اللہ کی مخلوق کو جس میں اس کا شریک نہیں ہے۔

صلوات کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نسی دی  
 ہے کہ اگر یہ لوگ آپ کو عیناً دیکھیں تو اس میں گھبرائے گی کہ کون سی بات ہے  
 پہلی فرمیں بھی پہلے انبیاء کو اسی طرح بھیجی تھی کہ میں میں کا پیغمبر ہوں کہ اللہ نے دنیا  
 میں ہی ان کو نذرادی۔

قرآن قاسم اور مناسب اعمال کے خلق اللہ نے قوم دلالی ہے کہ قوم خود  
 ہی سوچ کر جسے اور جیسے ہی کوئی تیرہ کوئی چاہیے نہیں کیا دونوں کو برابر برابر  
 چھوڑ دینا چاہیے یا ہر ایک کو اس کی کارکردگی کا معلوم چاہیے۔ سبھی حق و خیر  
 کا آدمی ہیں کہ ان کو کہ جب کے ساتھ آجی اور جسے کے ساتھ ہر سو کہ ہر  
 چاہیے۔ میں مناسب اعمال ہے کہ یہی جزا و سزا کا قانون ہے کہ اللہ تعالیٰ  
 نصیب بنانا چاہتا ہے اور قیامت کا وقت اس قاعدہ کے حصول کی طرف

ایک قدم ہے۔ اس سورۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور توحید قبول کرنے والوں کے لیے بڑی بشارتیں دی ہیں اور ان کو اپنے والے انعامات کا ذکر کیا ہے تاکہ ان کے دل مضبوط ہوں۔ اسی طرح منافقان کو گمراہی کا ذکر بھی کیا ہے۔ کہ ان کے عذاب میں کمی نہیں ہوگی۔ وہ جہنم سے نکلتا پاہیں گے۔ مگر ان کی زندگی قہر میں نہیں کی جائے گی۔

فاطر باریع

اس سورۃ مبارکہ کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہوتی ہے الْحَمْدُ لِلّٰهِ سب تعریفیں اور خوبیاں اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہیں۔ سابقہ سورۃ سبا کی ابتداء بھی ایسی الفاظ کے ساتھ ہوئی تھی اور میں نے عرض کیا تھا کہ قرآن پاک میں دوسری سورتوں کی ابتداء بھی ایسی الفاظ سے ہوتی ہے یعنی سورۃ فاتحہ اور سورۃ الفہم كَرِهُوا سب تعریفیں اور ستائشیں اس ذات کے لیے ہیں فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کنندہ ہے۔ فاطر اور باریع کا قریب قریب ایک ہی مفہوم ہے یعنی پیدا کرنے والا۔ قرآن پاک میں بعض جگہ فاطر کا لفظ آیا ہے اور بعض مقامات پر باریع بھی استعمال ہوا ہے جیسے بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (البقرہ - ۱۱۷)

فطور کا لغوی معنی کسی چیز کو پیدا کرنا یا اس میں شکوفہ ڈالنا ہوتا ہے۔ رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے اس لفظ کے صحیح معنی کے متعلق تردید تھا لہذا میں اس کی ٹوہ میں تھا کہ کس طرح اس لفظ کا صحیح معنی طلب سمجھ میں آجائے۔ اس زمانے میں دیہاتی عربی کو معیاری زبان سمجھا جاتا تھا۔ اسی لیے روایت نے عرب اپنے بچوں کی ابتدائی پرورش و بابت میں کمرالپیست کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے دو عرب بدویوں کو آپس میں جھگڑتے ہوئے پایا۔ ان کے درمیان ایک کنویں کی ملکیت کا جھگڑا تھا۔ ایک شخص دوسرے سے کہنے لگا۔

لے مصباح اللغات ۱۳۵ ۲ ابن کثیر ۵۴۶ و قرطبی ۳۱۹ (فیاض)



ہے کہ کسی چیز کا مادہ موجود ہو اور اس سے کوئی چیز بنائی جائے۔ ظاہر ہے کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہے۔ خود اسی کافران ہے اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (المومن - ۶۲) چنانچہ انسان، ملائکہ، جنات، جنت اور دوزخ وغیرہ سب اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ اس کی صفت خلق کی واضح مثال یہ ہے کہ اُس نے زمین کو صفت ابداع کے ذریعے بغیر مادے، آگے اور فوٹے کے پیدا کیا۔ اور پھر زمین کے مادے مٹی سے انسان کو صفت خلق کے ذریعے پیدا فرمایا۔ اُس کا ارشاد ہے خَلَقَ مِنْ تُرَابٍ رَاٰلِیْمُرَانَ (۵۹) یعنی اللہ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا، اور پھر قطرہ آب سے نسل انسانی کو چلایا۔ اسی طرح ان نور اور جنات کے متعلق فرمایا خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْعِصْفَارِ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَالْمُحَلَّمُونَ (۱۱۵-۱۱۳) اللہ نے انسانوں کو کھجکھٹائی ہوئی مٹی سے اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ اسی طرح ملائکہ کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ ان کو اللہ نے ایک خاص قسم کے نورانی مادے سے تخلیق فرمایا۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ ایک چھوٹے سے بیج سے ایک معمولی سی گٹھلی سے بہت بڑا اور سخت بنا دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کا کرشمہ ہے۔

جب اللہ تعالیٰ صفت خلق کے ذریعے کوئی چیز پیدا فرمادیتا ہے۔ تو تیسرے نمبر پر اس کی صفت تدبیر کام کرتی ہے اللہ کافران ہے یَذَرُ الْاَنفُسَ مِنَ السَّعَابِ الْاَلْمَرَضِ (السجدة - ۵) آسمان کی بلند یوں سے لے کر زمین کی پستیوں تک ہر ہر چیز کی تدبیر اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ پیدائش کے بعد کسی چیز کو تدریج بڑھانا یا گھٹانا، کسی چیز کو آگے بچھڑ کرنا۔ یا ترقی و تنزل کے مراحل سے گزرنانا، ازادہ یا قائم رکھنا، موت سے دینا یا فتنہ کر دینا یہ صفت تدبیر کا کام ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ خود انجام دیتا ہے۔ اور اس معاملے میں بھی اس کو کسی دوسرے کی مدد کی ضرورت نہیں ہوتی، اور نہ ہی وہ یہ کام اپنی مخلوق میں سے کسی کے سپرد کرتا ہے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اللہ کی جو بھی صفت ملے گا لیکر آجیے۔  
 تہی کا معنی مٹی کی چیز کا بننے کی طرف ملک یا ناگزیر ہونا ہے اور اس سے  
 مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ جب کوئی انسان پیدا ہو جاتا ہے اس کے نام اعضا و شے  
 طریقے سے بنے ہوئے ہیں اور اس کی عطا ہوئی اور اپنی قوتیں کام کرنے لگی ہیں۔ تو  
 اللہ تعالیٰ کی جیسی اعلیٰ کمال اس انسان کی نسبت پر پڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ درج  
 چیز و مخلوق پر نہ ہے اور ہر آئی ہوئی عالم بالا سے ہے لہذا اس کی کشتی ہمیشہ  
 آپر کی طرف ہوتی ہے۔ اس کی جیسی کمالی کا اثر ان اس دنیا میں محسوس نہیں  
 کر سکتے ہیں۔ اس پر مادیت کا اثر مل جاتا ہے۔ جب اس کی موت واقع ہو جاتی  
 ہے تو یہ اثر مل جاتا ہے۔ اور اصل انسانیت ابھر کر سامنے آ جاتی  
 ہے اس وقت یہ مذکور کی طرف کشش کرتی محسوس ہوتی ہے۔ اگر کوئی  
 نیک اور عبادت گزار آدمی ہے تو اسے اس دنیا میں بھی اس کا کچھ ذمہ اثر  
 محسوس ہو سکتا ہے۔ پھر جب وہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو یہ کشش  
 اس کو آسانی کے ساتھ عالم بالا کی طرف لے جاتی ہے اور اگر کوئی کافر ہو کر  
 یا گنہگار آدمی ہے تو اس کی کشش نیچے کی طرف ہوتی ہے جب کوئی کی کشش  
 آپر کی طرف۔ اور اس طرح نیچے کی کشش کو سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔  
 اس جہاں سے دو سکڑ جہاں میں منتقلی کی مثال شاہ صاحب نے ہی طے کر  
 بیان کرتے ہیں جیسا کہ کوئی شخص بندہ کے دوران خواب دیکھتا ہے۔ خواب  
 میں مختلف مقامات پر ہوتا ہے، کبھی کلمہ انجام دے رہا ہو سکتا ہے۔ اس  
 کو کئی ایسے جیسے اعمال سے واسطہ پڑتا ہے۔ مذہب جو چیز ہے تو خواب  
 والہ عالم جہاں ختم ہو کر وہی اس دنیا کا جہاں سامنے ہو سکتا ہے۔ جب ان دنوں  
 جہاں کی زندگی ختم کر کے نئے جہاں میں پہنچا ہے تو اسے اس دنیا کی زندگی کی طرح  
 محسوس ہوگی۔ اگرچہ اسے خبر ہے کہ اللہ کی صفت تہی کام کرتی ہے۔ تو اس کے  
 سامنے میں اللہ تعالیٰ کی پادشاهت کے بعد و جگہ سے کام کرتی ہیں۔ جن میں جو بھی صفت  
 ملے گی ہے۔

فرشتوں  
کی تخلیق

آیت کے ابتدائی حصے میں اللہ نے اپنی صفت ابداع یا فطر کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جَعَلَ السَّمَاوَاتِ وَرُسُلًا جَرَتْ مِنْهُ فَرِشَتُونَ کہ پیغام رسال بنانے والا ہے۔ ظاہر ہے کہ فرشتوں کا ایک کام یہ بھی ہے کہ وہ اللہ کے پیروں کے پاس اللہ کا پیغام لاتے ہیں۔ اس فرض کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ فرشتوں سے تدبیر کے مختلف کام لیتا ہے اور وہ تعمیل حکم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا بخداں فرشتوں کے ذریعے ہی کائنات ہلک رہتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے اربوں کھربوں سال پہلے انسان کی مصلحت کی خاطر اپنے فضل اور مہربانی سے اللہ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا۔ خدا تعالیٰ ازل میں جانتا تھا کہ ان لوگوں کی مصلحت فرشتوں پر موقوف ہے، تاہم فرشتے درجات میں انسان سے کم تر ہیں۔ فرشتوں کے سات مختلف طبقات ہیں۔ اور ہر طبقہ کا مادہ تخلیق الگ الگ ہے۔ علاوہ اعلیٰ کا تخلیق لطیف نورانی ہے۔ جو جن میں جبرائیل، میکائیل وغیرہ شامل ہیں اور ملاو سفلی تخلیق اس سے کمتر مادہ سے ہوئی ہے۔ شاہ صاحب فرشتوں کے مادہ تخلیق کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کی مثال اُس آگ جیسی ہے جو لوگ علیہ السلام پر ظاہر ہوئی تھی۔ حقیقت میں یہ حجاب فوری تقابلاً ناری تھا۔ جب ہوئی علیہ السلام اس آگ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ ایک درخت سے نکل رہی ہے مگر رشت کو جلاتی نہیں بلکہ مزید روشن کر دیتی ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو لطیف مادے سے پیدا کیا ہے ان میں روہیں اور عقل فرشتہ ہے اور وہ جہ وقت، بہترین اللہ تعالیٰ کی طرف مستوجب تہ ہیں اور اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔

فرشتوں کی  
صلاحیت

فرمایا اللہ تعالیٰ فرشتوں کو پیغام لانے والا بنانے والا ہے۔ اور فرشتوں

سے تَبَّاتُ اللّٰہِ بِالْمَظْہَرِ ۝ تَبَّاتُ اللّٰہُ بِالْمَظْہَرِ ۝ (النمل)



کے واقعہ میں سدرۃ المستقی کے پاس۔

تخلیق میں  
اضافہ

اس آیت کریمہ میں **يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ** کے الفاظ توجہ طلب ہیں اس کا بظاہر معنی آفرین ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے پروں میں حسبِ نشاء اضافہ بھی کر رہا ہے۔ تاہم مفسرین کہتے ہیں کہ اس کے عموی معنی بھی لیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ ہر قسم کی تخلیق میں اضافہ بھی کر رہا ہے۔ مثلاً انسان کو اللہ تعالیٰ تمام اعضا عطا فرمائے ہیں جو عام طور پر عمومی نوعیت کے ہوتے ہیں مگر بعض لوگوں کے لیے کچھ اضافہ اضافہ بھی فرما دیتا ہے کسی کو غیر معمولی حسن عطا کر دیا، اس کی آنکھوں، کانوں اور ناک کو بہترین انداز میں بنا دیا۔ کہ وہ عام لوگوں سے زیادہ حسین نظر آتا ہے۔ کسی کو خوبصورت اور سرسبز آواز دے دی، کسی کو اضافی عقل و ذہانت عطا کر دی، کسی کے قدم میں اضافہ اور کسی کی جسمانی قوت کو غیر معمولی بنا دیا۔ کسی کو خوش الحانی اور کسی کو تحریر و تقریر میں زیادتی عطا کر دی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں جن کی قدر کرنی چاہیے۔

فرمایا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اُس نے ہر چیز اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ بنائی ہے۔ انسانوں پر بے شمار انعامات فرمائے ہیں لہذا انسان کا فرض ہے کہ ایمان اور توحید کو درست کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔



وَمَنْ يَنْتَظِرْ

فَاطِرِ ۳۵

رِسْمِ روم ۲

آیت ۲۲۲

مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا  
وَمَا يُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَدِيدٍ وَهُوَ  
الْغَنِيُّ الْحَكِيمُ ① يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ  
اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرِ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ  
مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ قَالُوا  
تَوْفَكُونُ ② وَإِنْ يَكْذِبُواكَ فَتَدِ كُذِّبَتْ  
رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ③

ترجمہ:- جو کچھ رسول سے اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے  
اپنی رحمت سے، پس نہیں کرے روکنے والا اُس کو،  
اور جس کو روک سے، پس نہیں کرے بھیجنے والا اُس  
کے سرا۔ اور وہی ہے کمال قدرت کا مالک اور  
حکیموں والا ① اے لوگو! یاد کرو اللہ کی نعمت کو  
نہارے کو پہنچا، کیا ہے کوئی خالق اللہ کے سوا جو تم کو  
رزق پہنچا، ہر آسمان اور زمین کی طرف سے، نہیں  
کوئی عبادت کے حق مگر وہی، پس تم کہاں پھرے  
جاتے ہو ② اور اگر جھٹلاؤں، ہر لوگ آپ کو  
پس ایک جھٹلائے گئے اللہ کے رسول آپ سے پہلے  
اور اللہ ہی کی طرف لڑائے جانے والے نام معلوم ③

اس سورۃ مبارکہ کی ابتدا حمد ابری تعالیٰ سے ہوئی۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا ایجاد کنندہ ہے جس نے فرشتوں کو پیغام رسانی کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ فرشتوں کے متعدد درجے ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے تخلیق میں اضافہ کر دیتا ہے۔ یہ فرشتے پیغام رسانی کے علاوہ فیضانِ رسانی کا کام بھی انجام دیتے ہیں۔ اب آج کے درس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عمومی رحمت کا ذکر فرمایا ہے اور اپنی صفتِ خلق کو بیان کیا ہے ساتھ ساتھ شرک کی تردید ہے اور آخر میں نبی علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کے لیے تسلی کا مضمون ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ: مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ  
اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جو کچھ کھول دے فَلَكَ مُتَسَلِّكٌ لِّهَآءَ لَدُنَّ  
اِس کے کوئی روکنے والا نہیں۔ خدا تعالیٰ کی رحمت کا یہ دروازہ انسان کے جہانی فوائد کے لیے بھی کھلا ہے اور روحانی ضروریات کے لیے بھی۔ اللہ تعالیٰ انسانی جسم کی نشوونما اور بقاء کے لیے بارش برساتا ہے، اس کے ذریعے پھل اور لہجہ لگاتار ہے جو انسان کی غذائی ضروریات پوری کرتے ہیں اور انسانی جسم کی نشوونما کا سبب بنتے ہیں، اسی طرح مالک الملک انسان کی روحانی تربیت اور بہت کے لیے اپنے نبیوں کو مبعوث فرماتا ہے۔ ان پر وحی نازل فرماتا ہے، شرائع اور قوانین عطا کرتا ہے۔ اسی سلسلہ کی آخری کڑی کے طور پر اللہ نے اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کو اپنی آخری اور جامع کتاب قرآن حکیم عطا فرمائی۔ قرآن کریم ہدایت انسانی کے لیے ایک ایسا خزانہ ہے جو قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے منبعِ رشد و ہدایت ہے۔ اس کے ذریعے انسانوں کو بقائے دائمی کا سامان حاصل ہوتا ہے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ کوئی بھی بند نہیں کر سکتا۔ اسی

طریق وقتاً بمحبت جس دروازے کے نزدیک پہنچ کر رہے۔ اپنی صفائی، بارگاہی جوت  
 کہ وہ کہنے لگے: فَلَا شَيْءَ لَهَا هُنَّ جَعَلَهُنَّ فَوَاسٍ کے بعد ان کے روگ ہوئے ہیں  
 کر کوئی بھیجنے والے نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو کوئی چیز  
 دینا چاہے تو اس کی مرضی سے مخلوق کو اس سے پہلے سے اس کی مثال کے  
 نفوت، محبت کا وہ دائرہ کھول سکے؛ یہ ناممکن ہے۔ وَهَكَذَا الْقَوْلُ يُحْكِمُ  
 تو یہ روایات کمال قدس کی بات اور کمزور والی ہے، ان کے سامنے  
 کوئی دوسری طاقت سر نہیں اٹھاسکتی، تمام مخالفین کا سرچشمہ اور سرچشمہ پر غالب  
 طاقت خداوندی ہے، اس کا ہر حکم محبت پر مبنی ہے دوسری مخلوق کا خالق  
 ہے اور ہر ایک کو اس قدر اور مدد دیتا ہے کہ جتنا ہے، وہ مخلوق کے قول و  
 فعل اور صفی اراؤں سے بھی واقف ہے، لہذا وہ ہر محبت کا ہے کہ کسی مخلوق  
 کو کتنا اور کس طرح کی محبت اور کس وقت اور کس چیز سے محروم رکھتا ہے  
 گواہی دے کہ جس کا حکم محبت سے خالی نہیں۔

نور اللغات  
 حضرت

مولا امام نہایت میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رحمت کا دروازہ  
 اللہ تعالیٰ ہی کا دروازہ ہے کسی دوسری چیز کو یہ اعتبار حاصل نہیں ہے۔ لیکن بعض  
 لوگ یہ صفت غیبی اپنے لیے بھی لے لیتے ہیں، مثلاً میں نے کہا کہ ایک سرورہ نازل اور  
 کہ سنہ اول کو طرف منسوب کرے کہ فلاں تجھے معلوم ہوا تو بارش ہی  
 اسی طرف دیا میں چاہیں آئے جائے جاؤ گے کوئی ایسی مناسبت کے اثر سے  
 منسوب کیا جائے۔ ایک بات بارش ہوئی تو جمع کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میرے بندوں میں سے اور قسم کے  
 بندوں سے جس کی سب سے ایک گردا وہ ہے، جس نے کہا عَصِيَ بَنِي إِسْرَءِيلَ  
 اللہ تعالیٰ پر خیر خیر، ہم یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے بارش ہوئے اور

وفاقی

لے نوا امام اللہ سے دو طرفہ ہے

دوسرے گروہ کتابت میں طعن کا بیج کھڑا ہم پر فلاں پچھتر کی وجہ سے بارش ہوئی۔ فرمایا ایسے لوگ کھڑا ان نعمت کے شریک ہوتے ہیں اور اگر وہ مستاروں کو حقیقی مرثیہ مانتے ہیں تو قطعاً کافر ہیں، اللہ نے سورۃ الواقعہ میں فرمایا ہے ۔ وَ تَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْتُمْ تُكْذِبُونَ ﴿۸۶﴾ تم ایسی چیزوں کو ستاروں کی طرف منسوب کر کے اللہ کی رحمت کو جھٹلاتے ہو۔ یہ تو شرک والی بات ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا یہ معمول تھا کہ جب بارش ہوتی تو یوں کہتے مَطْلِنَا بِتَوَعُّدِ الْفَاتِحِ یعنی ہم پر فتح کے نذر (دسارے) کے ساتھ بارشیں ہوتی۔ اور پھر یہی آیت تلاوت فرماتے مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ ... الخ گوا فتح سے مراد یہ ہے کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا دروازہ کھول دے۔ اُسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جس پر وہ خود رحمت کا دروازہ بند کر دے اُسے کوئی کھول نہیں سکتا، حضرت عبید بن جریجؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نماز کے بعد اکثر یہ ورد کیا کرتے تھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَلَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَنَّةِ مِنْهُدٍ الْجَنَّةُ (بخاری، مسلم) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اُسی کے لیے بادشاہی ہے اور اُسی کے لیے سب تعریف ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! انہیں کوئی روکنے والا اس چیز کو جو تو عطا کر دے، اور انہیں کوئی نینے والا وہ چیز جو تو روک دے۔ اور تیرے

ملہ درمنثور ص ۲۳۳ ج ۵ وابن کثیر ص ۵۴۴ ج ۲

ملہ فائز ص ۲۹۴ ج ۵ و معالم التنزیل ص ۱۹۳ (فیاض)

ماتے کسی کرشمہ والے کی کرشمہشل فائدہ مند نہیں ہو سکتی۔ حضرت مغیوث بھی بیان  
 کرتے ہیں کہ فقیہ غیبی قدسائی بنی حضور میرا دوسرے قبل فال میں بات دیتے  
 تھے چنانچہ میرا ہر بات میں کھڑے تھے اسے شیخ فرمایا ہے آپ سے کثرت سوال سن  
 بھی منع فرمایا ہے۔ اگرچہ مجبوراً کسی کے وقت سوال کرنے کی کسی حد تک اجازت  
 ہے مگر آپ نے کثرت سوال سے منع فرمایا ہے کہ بچہ عزت انفس کے خلاف ہے  
 آپ نے افسانہ مال میں فضول خرچی سے بھی منع فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص غرض  
 کی غرض شوری کے کام میں اپنا مال ہی خرچ کرنے کو تیار نہیں ہوگا بلکہ مراۃ کو  
 ناجائز اور منکر وہ کاموں میں محروم کیا جائے اگرچہ وہ تصور بھی کیوں نہ سوائد حق  
 کا فرمان ہے کہ پناہ مال محروم لوگوں کے لئے ہے نہ وہ کہ وہ ضائع کر دیں گے  
 غیض کے کاموں اور فضول غیبی آپ میں مالی خرچ کرنا صعب الفضول خرچی  
 میں داخل ہے جس سے منع فرمایا گیا ہے۔

محروم  
 محروم

آج کل محروموں کے حقوق کا بڑا دم چا گیا ہے۔ مائٹریز نے اتنی حقوق  
 کی آڑ میں محروموں کو آزادی کا سبب پڑھا کر آگے بڑھایا اور مردوں کے برابر  
 قرار دیا جس سے غیبی میں کوئی قسم کی اختلافی فرمایا نہ ہوئی ہے۔ ساری ساری  
 وجہ سے نہیں محراب برکتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محروموں کے حقوق کی اسلام  
 ہی صحیح محرومی میں مخالفت کی ہے۔ قبل از اسلام بکریوں کو پہلے بوسے ہی زندہ  
 دھو کر دیا جاتا تھا۔ فرائض نہت کی فوج میں ہے جتنے کچھ دگنا قرار دیا گیا ہے  
 اسلام نے حکمت کو درایت کا حق دیا ہے۔ مگر آج محبت کو غیر ضروری چیز کے  
 نام پر رفاقت سے محروم رکھا جا رہا ہے۔ یہ کون سی حق چودہ بن ہے؟ اسلام  
 نے محبت کو آتش آقا کا لہر انداز کیا۔ امام محمد جیسے عظیم صفت امام جیسے عظیم  
 کو اس کے اسے بھی محروم کر دیا۔ اب وہ اب امانہ کے نام کا تاجین کو روا

گئی ہے جیسے ارم نذیر یا منیر ناصر وغیرہ۔ یہ کرن کی عزت افزائی ہے؛ عورت کو فیکٹری میں ملازمت سے کر یا فوج پولیس اور دفتر میں بھرتی کرنے کے مزدور بنا دیا گیا ہے حالانکہ عورت تو گھر کی زینت اور اس کی ذمہ دار ہے۔ اللہ نے عورت کو چاروں یا عزت مقام عطا کیے ہیں۔ بچہ نیت مال عورت کا بڑا بلند مقام ہے اللہ نے اولاد کی جنت مال کے قدموں کے نیچے رکھی ہے۔ بچہ نیت بہن بھی عورت کو نہایت احترام کا مقام دیا گیا ہے۔ بچہ نیت بیٹی اس کا مشتقاۃً مقام ہے اور بچہ نیت بیوی وہ گھر کی مالکہ ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ جس طرح مردوں کا حق عورتوں پر ہے اسی طرح عورتوں کا حق مردوں پر ہے یہ الگ بات ہے کہ اللہ نے درجے میں مردوں کو عورتوں پر فضیلت بخشی ہے مگر ان کے بھی مردوں پر حقوق ہیں۔ ان کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے کسی عورت کو اس کے جائزہ حق سے محروم رکھنا اسے زندہ درگور کرنے والی بات ہے جس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

حضرت علیہ السلام نے مال کی نافرمانی سے منع فرمایا ہے۔ باپ کے مطالبے میں خدمت کے لیے مال زیادہ حقدار ہے کیونکہ وہ باپ کی نسبت کمزور ہوتی ہے۔ فرمایا والدین کے لیے ازیت کا باعث نہ بنو۔ چہ جائیکہ ان کو گالیاں دے رگھڑے نکال دیا جائے یا ان سے ذلت آمیز سلوک کیا جائے۔

عامر ابن قیس ایک بزرگ گزشتہ میں جو غالباً صحابی ہیں ان کا قول ہے کہ قرآن کریم میں چار آیات ایسی ہیں کہ جب میں ان کی تلاوت کرتا ہوں تو مجھے کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ میری صبح کیسے گزری گی اور شام کیسے؛ گویا یہ آیات مجھے ہر چیز سے مستغنی کر دیتی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ان چار آیات میں سے پہلی آیت تو یہی آیت زبور درس ہے یعنی مَا يَفْتَحُ اللَّهُ ..... وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور کمال رحمت کا ذکر ہے جس کی وجہ سے اس ذات

چند متغنی  
کنندہ آیت

پچھن کر نہ کہہ رہا ہے۔ فرماتا ہے کہ دوسری بات یہ کہ یہ وہی ہے جس نے اللہ  
 کے لئے شہادت کی۔ اَلْأَشْهُدُ اَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ  
 (جو یقیناً ۱۱، ۷۰) اور اللہ تعالیٰ میں کوئی شکیلیت نہ ہو جائے اس کو کہ درود پڑھ کر  
 ایسا کر وہ نماز کے ساتھ صیقلی کا ازارہ کرے تو اس کو کوئی مال نہیں ملے۔ فرماتا ہے کہ  
 فی سیرت دین ہے۔ سَيَجْعَلُ اللَّهُ لَكُمْ خَيْرًا مِنْ دِينِكُمْ وَلَهُ الْحُكْمُ يَوْمَ تَأْتِي السَّحَابُ  
 الشَّعِيرُ (اللہ تعالیٰ کے بعد آسانی پیدا فرمائے۔ ایسی ہی درود سنی بات ہے کہ آنحضرت  
 الصلی علیہ وسلم کا رالہ فرمایا ہے۔ اے نبی تمہارے لئے جو سالانہ ہے مگر اللہ کی  
 مصلحت سے ملاقات اس روز میں راستہ پر نہیں۔ نہ ہو سکے تو آخرت کی زندگی  
 میں تو اللہ کا سیال کی راستہ نصیب ہوئی۔ فرمایا جو نبی آیت یہ ہے وہاں  
 مِنْ ذَاتِ بَاطِنٍ رَبِّ الْاَرْضِينَ لَا تَعْلَمُ اللَّهُ بِذَلِكَ اَبَدًا ۱۰۰ زمین پر پہنچنے  
 پھرے لئے سزا دے کہ وہی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ جو کہ ان آیت میں  
 مذکور ہے ان کی بات پر عمل و عمل کو قبول کیا جائے اسی سے نعمت حاصل فرماتے  
 ہیں کہ ان کی راستہ کی عبادت ہے ہر چیز کے سنی کر دیتی ہے۔

اُنکی حاجت کو کہ میں اللہ تعالیٰ سے لیے اس بات کا ذکر ہے۔ مَنْ جَعَلَ  
الْحَيَانَ لِرَبِّهِ خَيْرًا كَلَامُ اللَّهِ ہے۔ اور نہ ہو کہ یہ قیام ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ  
 ذَعَمْتُكَ اَللّٰهُ عَلَيَّ كَلَامُ اللَّهِ ہے۔ اور نہ ہو کہ یہ اس کے لئے ہے  
 کہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا ہے  
 وَهِيَ تَحْتَهُ دَعَمْتُكَ اَللّٰهُ عَلَيَّ كَلَامُ اللَّهِ ہے۔ اور نہ ہو کہ یہ اس کے لئے ہے  
 الیہ کا غار نماز ہو کر نہیں گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اعداد احادیث میں۔ نہ آخر  
 فرماتے ہیں کہ ایک نماز میں ایک لاکھ سے زیادہ نماز ہے  
 اور ہر نماز کے لئے اللہ تعالیٰ کو دو نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ جب نماز اور دنیا  
 ہے تو انسان کا فرق نہ دیکھو کہ ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ سے ہر نماز ہے کہ اس  
 اور ہے اس لئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو کئی نعمتیں ہیں۔

آئی ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ نے ان کو بے شمار ظاہری اور باطنی قوی عطا فرمائے ہیں، دیکھئے، سنئے، چلئے پھرتے، بولتے اور غمزدہ گھومنے کی کتنی ہی نعمتیں ہیں کہ انسان ان سب کا شکر ادا کر ہی نہیں سکتا۔ اسی لیے حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے بندے اگر اس کا مقصود اس کا شکر یہ بھی ادا کر دیں تو وہ راضی ہو جاتا ہے، ورنہ کوئی شخص کسی نعمت کا شکر یہ ادا کر ہی نہیں سکتا۔ اللہ کے فرشتے اگرچہ ہمہ تن عبادت میں مصروف رہتے ہیں، مگر شکر یہ کا حق ادا کرنے میں وہ بھی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔

رزق صرف اللہ ہے

ارشاد ہوتا ہے هَذَا مِنْ خَلْقِ عَيْنِ اللّٰهِ يَرْزُقُ كَمْ قَوْنِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے روزی پہنچاتا ہو۔ یہ استغناء میرا نکال کر رکھتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ یقیناً کوئی نہیں ہے، خالق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور ہر جاندار کو روزی بھی وہی پہنچاتا ہے۔ مگر انسان کس قدر نادان واقع ہوا ہے کہ اس روزی کی خاطر اپنے ایمان کو ضائع کر لے، اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے حاجات طلب کر لے اور اس طرح شرک کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ روزی کا اعتبار تو صرف اللہ کے پاس ہے جو خالق ہے اور جسے ہنود و یسود، مشرک، مجوسی، سب تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں بھی گزیر چکا ہے کہ خدا کے سوا روزی کا مالک کوئی نہیں لہذا قَابِلُ شَيْءٍ اَعِنْدَ اللّٰهِ الرَّزْقَ قَاعِبُكُوْهُ وَاَشْكُرْ وَاَلْفَ رَافِعَتِ بَكْوَت - ۱۷) لہذا اسی کے مل رزق تلاش کرو، اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر ادا کرو۔ ہر روزی روح کے حالات کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور وہ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق روزی کا دروازہ کھولتا ہے۔ فَرَا اِلَّا يَفْكُوْ مَنْ خَلَقَ اَوْ هُوَ الَّذِيْ طِيعُ الْخَبِيْرُ (الملک - ۱۴) کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے؟ وہ تو نہایت باریک بین اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔

فرمایا جب اللہ کے سوا خالق کوئی نہیں ہے جو تمہارے لیے روزی کا سامان



عیاں کرے تو لا اِلهَ اِلَّا هُوَ اِس کے واسطے اور کسی کو نہیں ہے فانی ذوق کو  
 اور ہر تم کہ صریح ہے جانتے ہو، نصیر ترغیب ہر جا پہنچے کہ میں فانی نے پیدا کی ہے  
 وہ دلی کا بندہ ہے جس مژدہ کرے گا، سب انتقاد اسی نے پاس ہیں، وہی ہر کار  
 کے فانی ہے، ہنوز کے ان کو میں خواہیں، ایک پیدا کرنے والا اور سب  
 فانی، لیکن والا اور نبی کر نے والا مگر جفت ہے کہ ہر چیز کا خالق، ملک  
 متصرف، حاکم اور مروت خدا کی غلط ایک ہی ذات ہے، فانی اسی سے  
 لڑنا چاہیے اور صرف اچھی کی عبادت کرنی چاہیے



بَآيَهِمَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغْنُبُ كُمْ  
 الْغِيُوبُ ۝ الدُّنْيَا بَاطِلٌ ۖ وَلَا تَعْنُزُكُمْ بِاللَّهُ الْقُرُورُ ⑤  
 إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ۖ وَإِنَّمَا  
 يَدْعُوهُ حِزْبُهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ⑥  
 الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۖ وَالَّذِينَ  
 آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ۖ وَأَجْرٌ  
 كَبِيرٌ ۝

۱  
ع  
۲

ترجمہ: اے لوگو! جہاں اللہ کا وعدہ برحق ہے۔  
 پس نہ دھوکہ دے نہ کہ دنیا کی نڈنگی اور نہ دھوکہ  
 دے نہ کہ اللہ کے وعدے میں ہٹا دھوکے باز ⑤  
 شیطان تمہارا دشمن ہے، اس کو دشمن ہی سمجھو  
 غیبت وہ جانتا ہے اپنے گروہ کو کہ یہ جانتے رہ  
 دوڑ رہے ہیں ⑥ وہ لوگ جنہوں نے کفر  
 مشہور اختیار کیا، ان کے لیے سخت عذاب ہے۔  
 اللہ وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ انہوں نے اچھے اعمال  
 انجام دیے، ان کے لیے بخشش اللہ بڑا رحیم ہے ⑦  
 کلمہ شہدہ میں مندرجہ السطرۃ العظام اللہ آپ کے پیروکاروں کے  
 لیے نعمت کا منبع ہے۔ اگر اے لوگو کہ آپ کی پیروی کرتے ہیں۔ اللہ

چاہیے

آپ کو تکالیف پہنچاتے ہیں تو آپ ان سے خوفزدہ نہ ہوں کیونکہ پہلے لوگ بھی اسی طرح اپنے رسولوں کو جھٹلاتے رہے۔ تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹ کر جانے والے ہیں۔ وہ ان مکذبین کو ضرور سزا دے گا۔ اس کے بعد اللہ نے عام بنی نوع انسان کو خبردار کیا ہے کہ شیطان تمھارا دشمن ہے اس کے اغوا سے بچنے کی کوشش کرتے رہو۔ اللہ کا وعدہ برحق ہے، قیامت ضرور واقع ہوگی۔ محلے کا وقت آئے گا، اور پھر جزا اور سزا کے فیصلے ہوں گے۔

وقوع قیامت  
کا وعدہ

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اسباب ضلالت میں سے دو اسباب کا ذکر فرمایا ہے۔ پہلا سبب یہ فرمایا۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ اے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ اللہ نے وقوع قیامت اور جزائے عمل کا جو وعدہ لوگوں کے ساتھ کیا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ قیامت ضرور برپا ہوگی۔ اور ہر شخص کو بارگاہ رب العزت میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کی جوابدہی کرنا ہوگی۔ سورة الانبیاء میں اللہ کا فرمان ہے وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَعْلِينَ (۱۰۴) وقوع قیامت برحق ہے اور ہم ایسا کر کے رہیں گے۔ قرآن پاک کا تقریباً ایک تہائی حصہ اسی مسئلہ قیامت پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ دیگر تمام کتب سماویہ میں بھی اس مسئلہ کو کھولی کر بیان کیا گیا ہے۔ تاہم قیامت کی جس قدر تفصیلات قرآن پاک نے بیان کی ہیں، اتنی دوسری کتابوں میں نہیں ہے۔

فرمایا، لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے فَلَا تَغْتَوَّنَا فِی الْحَیٰوَةِ الدُّنْیَا پس دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ گویا اس دنیا کی زندگی کا ظاہری عیش و آرام اور اس کی رنگینیاں اسباب ضلالت میں سے پہلا سبب ہے۔ اسی میں اکھڑ کر آخرت کو نہ پہچان بیٹھنا۔ یہ زندگی تو اللہ نے آزمائش کے لیے دی ہے، کہ انسان یہاں آکر کیسے اعمال انجام دیتے ہیں۔ اس فانی دنیا میں مگن ہو کر اپنے اصلی مقام کی فکر بھی کرتے ہیں یا نہیں۔ سورة الملک کی ابتدا میں اسی بات کا تذکرہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات وہ ہے الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوَةَ لَیَّبْلُوْکُمْ



اپنے گروہ کو دعوت دیتا ہے تاکہ وہ سارے کے سارے دوزخ والے بن جائیں۔ وہ درود مذہبی کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے تاکہ اس کی جماعت بہت بڑی بن جائے۔ اس آیت کرمیہ میں لفظ **مَنْ** ذمہ کی توجہ کے ساتھ آیا ہے۔ جس کا معنی 'اور جو کہ' یا 'فریبیہ' ہے اور اگر میں لفظ **مَنْ** کی پیش گوئی کے ساتھ ہر تو معنی 'اور جو کہ' ہوگا۔ تو فرمایا شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اس سے بچ کر رہنا۔

شیطان سے  
بچنے کا طریقہ

امام قشیریؒ چوتھی صدی کے بزرگ گزشتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب 'رسالہ قشیریہ' میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیطان انسان کا سخت ترین دشمن ہے۔ جس کے متعلق خود اللہ تعالیٰ شانہ کا فرمان ہے **إِنَّهُ يَكِيدُكُمْ وَكَفَيْتُمْ مِنْ حَيْثُ لَا تَعْلَمُونَ** (اعراف - ۲۷) وہ اور اُس کا قبیلہ تمہیں ایسی جگہ سے دیکھ رہا ہے جہاں سے تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ اُس کی دشمنی انسان کے لیے ہر لحاظ سے ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اُسے آدم علیہ السلام کے سامنے بکدہ کرنے کا حکم دیا۔ اور اس نے انکار کیا تو وہ مردود ٹھہرا۔ اُس نے اللہ کے سامنے عہد کیا، پروردگار **لَا أُعْصِيكُمْ وَأَتَّبِعُكُمْ** (الحج ۳۱) میں تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔ کہنے لگا، میں آگے پیچھے، دائیں بائیں، غرضیکہ ہر راستے سے آکر انسان کو گمراہ کروں گا۔ چنانچہ شیطان اور ہم اُس کے چیلے ہر وقت انسان کے درپے رہتے ہیں۔ تو ایسے ازلی دشمن سے بچنے کے لیے امام قشیریؒ فرماتے ہیں کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہیے۔ اس سلسلہ میں منصور علیہ السلام نے بعض کلمات بتائے جن کے درود سے شیطان کے شر سے محفوظ رہا جاسکتا ہے **بِسْمِ اللَّهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** گاہ سے بچاؤ اور یہی کہ انجام دہی پس اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ممکن ہے اسی طرح **أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ**

۱۔ رسالہ قشیریہ ص ۵۵۔

(نیا ض)

۵۲

الشیطن المخبیہ میں مرد و سبیل سے اللہ کی پناہ کو کھتا ہوں۔ - الفاظ  
پھر آتے ہیں اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَذِهِ وَفَعَلَهُ  
وَفَعَلَهُ ہ میں اللہ کی پناہ کھتا ہوں مرد و سبیل سے اللہ کی پناہ سے کبر اور  
اُن کے رب سے۔ اَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَاقِلِ مِنَ الشَّيْطَانِ الْمَاجُنِ میں اللہ کی  
اُدھارتا ہوں جو خدا سے شیطاں سے بچنے کے لئے جو خدا سے - ہر حال  
شیطان سے محفوظ رہے اللہ تعالیٰ کی استعانت کی ضرورت ہے۔  
سکھائی شریعت کی روایت میں آئے کہ جب انسان سوجانے الی شیطانی  
کو انسان کے اندر داخل ہونے کے لئے کوئی راستہ نہیں دے گا ورنہ اگر ہر کس کو کس کو  
حاجت ہے اور دل پر چڑھیں اور پناہ ہے اور اس طرح دوسرا مذکور کرنا ہے۔ پھر  
جب انسان پیدا ہو کر اللہ کا نام لیا ہے تو شیطان بھی ہٹ جاتا ہے۔ اس کو  
اللہ کے دُور سے چل رہا ہے۔

طیبات و  
افسوسناک  
حالات

مفسر قرآن ام قلمی اور ایک درس بردار ابن کمال فاضلہ ہیں۔ نہ  
شایت انھوں نے کامیاب ہو کر ان کی پہلے محسوس کرمانے ہوئے بھی اسی کلفت  
وجہ سے کہ آدھ اس کے احوال کا شہرہ اوانیس کرنا، خان اور محمد حسین کو ہر  
شخص خوب پہچانتے کہ ان کے پیشہ اخلاعات ہر محسوس کا بخیر بہت  
مہم نہت ہی ادا کرنے ہیں، اسی طرح ان کو اسی طرح طلبہ کے فیضان آفس  
کامیابی اپنی دشمن ہے محسوس ہے اور جو اس سے پہلے کہ کشش نہیں کرنا۔  
گر انسان کی حالت کسی قدر انھوں نے ہے۔

امام فقیہ بن عباسؓ حضرت ام ابو عیسیٰؓ کے شاگرد تھے۔ وہ انسان کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے انسان! تم کہتا ہے کہ آدمی اور عورتی بزرگ کا ہر

میں تو شیطان پر لعنت بھیجتے ہو مگر باطن میں اس کے ساتھ دوستانہ ہے۔ تم اکثر کام شیطان کی خواہش کے مطابق انجام دیتے ہو۔ تمام رسم و رواج، ابداعات، شرکیہ اور کفریہ رسالت اور فضول خراج شیطان کی خواہش کی تکمیل ہی تو ہے۔ سورہ لیس میں اللہ نے ابن آدم کو خطاب کر کے فرمایا ہے اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ بِاَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (آیت ۶۰) اے ابن آدم! کیا میں نے تمہیں خبردار نہیں کیا تھا کہ شیطان کی پریشانی نہ کرنا کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے مگر تم پھر بھی اس کے دام میں پھنس گئے۔

فرمایا شیطان کو اپنا دشمن سمجھو اِنَّ مَا يَدْعُوْكُمْ حِزْبًا لِّسَوْاۤءٍ مِّنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ بے شک وہ اپنے گمراہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ سب دوزخ والوں میں ہو جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بڑی جماعت بنا کر اُن کو جہنم میں لے جانا چاہتا ہے۔ لہذا اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفر اور ایمان کا انجام بھی بیان کر دیا ہے ارشاد ہوتا ہے اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَهٖ لَوْ كُفِرُوْا لَہُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ کفر کا انجام لازماً بڑا ہوگا۔ کفر کا معنی دین، شریعت اور توحید کا انکار ہے۔ یہ سخت جرم ہے جس کی سزا دائمی جہنم ہے۔ دوسری طرف اہل ایمان کے متعلق فرمایا اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال انجام دیے لَہُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ کَبِيْرٌ اُن کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ہوگا۔ ایمان لانے کے بعد اعمال صالحہ دوسری منزل ہے اگر ایمان کی بنیاد مستقیم ہے تو نیکی بھی مقبول ہوگی، ورنہ نہیں، نیک اعمال میں سب سے پہلے فرائض یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج آتے ہیں۔ پھر جہاد قربانی، اور صدقہ و خیرات کا نمبر ہے، انسان سے بہت سی کوتاہیاں ہو جاتی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ ایمان اور نیک اعمال کی وجہ سے معاف فرمے گا۔ دوسرے

کفر اور ایمان کا انجام



مقام پر ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ایمان کی برکت سے بہت سے نعمتوں کے لئے پہنچا رہا ہے۔  
مکہ و مدینہ و بیت المقدس کے لئے۔

فریادِ ایمان اور اعمالِ صالحہ کی برکت سے ایک طرف غلیظیات اور کفرِ نبیل  
محو ہوں گی تو دوسری طرف اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر بھی میسر آئے گا۔ اللہ  
نئے اہل ایمان کے لئے یہ بشارت بھی سن رہی ہے۔

---

ومن یقتل ۲۲

مناطدہ ۲۵

سورہ چارم ۴

آیت ۱۰۲۸

أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَاهُ حَسَنًا فَلَنْ  
 اللَّهُ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ فَلَا  
 تَذْهَبُ كُفُوكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتِي إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ  
 بِمَا يَصْنَعُونَ ۝۸ وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ  
 فَتُبْرِئُ سَحَابًا فُسُقْنَهُ إِلَى بَلَدٍ مَيِّتٍ  
 فَاجْيِئْنَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذَلِكَ  
 النُّشُورُ ۝۹ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ  
 الْعِزَّةُ جَمِيعًا إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ  
 وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ  
 السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ذُو مَكْرٍ  
 أُولَئِكَ هُوَ يَبُورُ ۝۱۰

ترجمہ :- بھلا وہ شخص جس کے لیے مژین کر دیا  
 گیا ہے اسی کا بُرا عمل، پس وہ اُسی کو اچھا خیال کرتا ہے  
 پس بیشک اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہے اور  
 راہ دکھاتا ہے جس کو چاہے۔ پس آپ نہ اذری اپنے  
 نفس کو ان پر حسرت کرتا ہوا۔ بیشک اللہ تعالیٰ  
 خوب جانتا ہے ان باتوں کو جو کچھ یہ لوگ بناتے ہیں ۝۸



سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے سابقہ اقوام کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ جب انہیں ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے گرفت آئی تو انہوں نے کیوں نہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار کیا، بلکہ اُن کے دل مزید سخت ہو گئے وَذَیْنِ لَہُمْ الشَّیْطٰنُ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (آیت ۴۳) اور شیطان نے اُن کے بُرے اعمال کو مزین کر دیا لہذا انہوں نے توبہ نہ کی۔ پھر اچانک اللہ کی گرفت آئی اور ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی۔ تو فرمایا جس شخص کی نظر میں بُرے اعمال اچھے ہیں کیا وہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو اللہ کے فضل سے نیکی اور بُرائی میں تمیز کرتا ہے، نیکی کو اختیار کرتا ہے اور بُرائی سے بچتا ہے۔ یقینی بات ہے کہ یہ دونوں شخص برابر نہیں ہو سکتے۔ ایک ہے جو شیطان کی پیروی کرتا ہے اور شقاوت کا راستہ اختیار کیے ہوئے ہے، اور دوسرا نیکی کو اپنا کر سعادت کے راستے پر چل رہا ہے۔ یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔

آگے اللہ نے گمراہی اور ہدایت کو واضح کر دیا فرمایا فَاِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآؤُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآؤُ بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کے راستے پر ڈال دیتا ہے ہدایت اور گمراہی دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ مگر اُس نے اس ضمن میں قوانین مقرر کر رکھے ہیں۔ جو شخص تعصب، خد اور عناد کی بنا پر توحید کا انکار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کا ہاتھ پٹہ نہ ہدایت کی طرف نہیں لاتا بلکہ فرمایا نُوَلِّیْہِ مَا تَوَلَّیْ وَنُصَلِّیْہِ جَہَنَّمَ (النار - ۱۱۵) جہنم وہ جانا چاہتا ہے ہم اُسی طرف کی توفیق دے دیتے ہیں اور پھر وہ بالآخر جہنم میں پہنچ جاتا ہے۔ برخلاف اس کے جس شخص میں استعداد اور صلاحیت موجود ہوتی ہے اور وہ حق کی تلاش میں کوشش کرتا ہے ہم اسے ہدایت کا راستہ دکھا دیتے ہیں۔ وَیَهْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ

آبَاب (الرعد - ۲۷) وہ ہدایت اس کو دیتا ہے جو اُس کی طرف رجوع کرتا ہے

یعنی ہدایت طلب کرتا ہے۔ اور جن کو ہدایت کی خواہش ہی نہیں ہوگی۔ انہیں صراطِ مستقیم دینے سے نہیں آسکتا۔ سورۃ المائدہ میں ہے وَاللّٰہُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الضَّالِّیْنَ

راہبست (۱۰۸۰) حضرت تعالیٰ جیسے افغانوں کو چاہت ہے نصیب کرے جو عراقی کو تزلزل قلوب کے لئے نیا فریضہ برسنے۔

المجلس

آج کے ازماعالی نے اپنے پیڑ میں السلام کو لکھ دی جب کہ کوٹھ بابت آئے تھے۔  
آپ کے وقت پر ہی کر شعل کے برآمد کرتے لوگ دواہ است پیش آئے خدا  
مَدَحَتْ فَذَلِكْ عَلَيْهِمُ حَسْرَتٌ قَرِيبٌ اِنْ يَدْرُوْا اَوْرَاقُ شُجُوْرٍ اَوَّلًا :  
کریں۔ آپ نے زینا فرمایا اور انکو دواہ است کو خیر فرمایا کہ است بنادی۔ اب  
ان کا کھرم دنا آپ کے لیے حسرت کا باعث نہیں بننا چاہیے۔  
اللہ کے سامنے اپنی اپنی قوم کے ساتھ خیر فرمایا کہ اتی کر کے بے شرب  
طہر اللہ سے اپنی قوم سے خرا۔ اے میری قوم کے لوگ! میں نے نصیب لینے پر راجہ  
کا پس منہا رہا ہے۔ وَفَضَّلْتُ لَكُمْ خَيْرًا اَمْسَى عَلٰی اَقْوَمٍ كَيْفَ فَرِي  
رَا اَصْرَفَ۔ ۱۹۔ میں نے تمہیں پوری پوری نصیحت کر دی۔ اب جو کہ لوگوں کی  
قوم پر کچا انوس کر دیں۔ فَوَيْلٌ لِّلْاِسْلَامِ اِنْ يَمُوْا بِمِثْلِ اَقْوَمٍ سَيَكُوْنُ اَمْرٌ  
لَّيْنٌ رَّبِّيْكَ يَخْلُصُ تَحِيْلًا يَمُوْا بِمِثْلِ اَقْوَمٍ وَاصْبَحَ كُفْرًا وَّالْاِسْلَامُ ۱۲۰ اور  
تھما دے۔ بھرتیوں کا حق ادا کر دے اسے اگر قراب بھی حسین مانتے تو فہمیر  
خود فرما رہا۔ حضرت محمد علیہ السلام نے بھی کہا کہ میں نے اللہ کے احکام سنی لیے  
ہیں وَ اَنَا لَكُمُ الْكَافِرُ وَاَنْتُمْ لِيَ الْاِسْلَامُ ۱۲۱ اور میں تمہاری بھرتیوں کا  
کرنے والا امانت دار ہوں۔ بہر حال اللہ نے خود کو جو لوگ خیر فرمائی۔ حق اگر کرے  
کے بعد بھی مندر لوں پر اسے جے جب آپ ان پر حسرت نہ کرے۔ بہر حال امانت  
اولیٰ مکلف ہے اور اپنے اپنے عہدے اور عمل کا ذمہ دار ہو رہا ہے۔ بہر حال  
لئے احوال و تھکان خود کو دے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ  
الترغالی ان کہ کہہ چکا ہو کہ اگر مانا ہے۔ جب محبت کی منزل آئے تو خود ان  
کا برعلیہ کے سامنے دھڑکاؤ نہ کرے کہ اور پھر اس کے مطابق بدھئے گا۔ اللہ تعالیٰ  
نے فرمائیے۔ رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم

گئے۔ ششہ درس میں گئے۔ چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت کی زندگی کو یہ۔ نظام قائم کر چکا، اور اس ضمن میں فرمایا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ یَعْنِی اللہ کا یہ وعدہ، کل ماہ اور یہ پورا ہو کر ہے گا۔ اس سلسلے میں اللہ نے اپنے رسول، کتابیں اور مبلغین میں زندگی کی تسامان پیدا کر دی ہے۔ اسی طرح اللہ نے اس دنیا کی زندگی کی بقا کے لیے بھی انسان کو تمام وسائل مہیا فرما دیے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے وَاللّٰهُ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیْحَ فَتَنْفِثُ بِہِ السَّحَابَ وہ ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے فَتَنْفِثُ بِہِ السَّحَابَ وہ ہوائیں بادلوں کو ابھارتی ہیں۔ فَسُقْنٰہُ الْاِیَّ بِکَلِمَۃٍ مِّنْ سِتٍ پس ہم چلتے ہیں اُسکو ایک خشک زمین کی طرف۔ فَاَحْیٰیْنَا بِہِ الْاَرْضَ مٰحٰی بَعْدَ مَوْتِہَا پھر ہم اُس کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں۔

آیت کے اس حصہ میں اللہ نے انسانوں اور جانوروں کی خوراک کے انتظام کی طرف ایک اجمالی اشارہ کیا ہے۔ ہر جاندار کی زندگی کا انحصار پانی اور خوراک پر ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ وہی ذات وعدہ لا شرک بکے جو اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق سمندروں سے نباتات اٹھاتا ہے۔ پھر ہواؤں کو چلاتا ہے جو انہیں اٹھا کر خشک علاقے کی طرف لے جاتی ہیں۔ جہاں بارشیں برساتا مقصود ہوتا ہے۔ پھر وہ اپنی مشاء کے مطابق جس خطے میں جتنی چاہتا ہے۔ بارش نازل فرماتا ہے جس سے مردہ زمین میں تروتازگی آ جاتی ہے، اُس میں قوت روئیدگی پیدا ہوتی ہے اور پھر اسی بنجر زمین میں پھل اور اناج پیدا ہوتا ہے جو انسانوں اور جانوروں کی خوراک بنتا ہے، اور اللہ نے اسی پر تمام جانداروں کا مدار حیات رکھا ہے فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ بارش نازل فرما کر مردہ زمین کو قابل کاشت بنا دیتا ہے، كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ اسی طرح دوبارہ جی اٹھتا ہوگا، جب قیامت کا جھل بجے گا تو تمام مردے قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ سب کو میدانِ حشر میں اکٹھا کیا جائے گا، حساب کتاب کی منزل آئیگی اور پھر حرا اور سزا کے فیصلے ہوں گے۔ احادیث میں بعث بعد الموت کی کیفیت بھی بیان ہوئی ہے جب



وَالْمُؤْمِنِينَ عَزَّتْ اٰہلِ اٰیْمَانِ کے لیے ہے عزت اُس شخص کو حاصل ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرے گا، اس کی اطاعت کرے گا، نیکی کے کام انجام دے گا اور اللہ کا ذکر کرے گا۔ فرمایا اسی طرح اگر کوئی شخص قوت کا متلاشی ہے تو یہ چیز کسی انجینئر یا سائنسدان یا سرمایہ دار کے ہاں نہیں ملے گی بلکہ اِنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا (البقرہ - ۱۶۵) قوت اور طاقت کا سرچشمہ بھی فقط ذات خداوندی ہے اللہ چاہے تو ناکواں سے ناکواں شخص اور جماعت کو قوت بخش دے اور بڑے سے بڑے طاقتور کو کمزور کر دے۔ غیر اللہ کے پاس نہ عزت ہے اور نہ طاقت۔ جو لوگ ان چیزوں کے لیے ان کے پیچھے بھاگتے ہیں وہ محروم رہیں گے۔

غرضیکہ بارگاہِ الہی میں عزت کا مقام اُس شخص کو حاصل ہوگا۔ جس کا عقیدہ درست ہوگا۔ ایسے شخص کے متعلق اللہ نے فرمایا اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ، کہ اس کا پاک کلام اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتا ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ کلمہ طیب سے مراد اللہ کا ذکر، دُعا، قرآن کی تلاوت، وعظ و نصیحت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ہر وہ نیک بات ہے جو لوگوں کے لیے دنیا اور دین میں مفید ہو۔ کوئی شخص جو بھی نیکی کا کلمہ زبان سے ادا کرے اسے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتا ہے وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ اور انسان کا نیک عمل اُس کلمہ کو مزید بلند کرتا ہے۔ گویا ہر نیک بات کو اگر عمل صالح کی تائید بھی حاصل ہوگی تو ایسے کلمہ کو مزید تقویت حاصل ہوگی اور اُسے بارگاہِ رب العزت میں کمال درجے کی قبولیت حاصل ہوگی۔ اگر یہ نیک بات کی قبولیت اپنی جگہ مسلم ہے مگر ساتھ نیک عمل بھی ہو تو وہ نور علی نور ہوگا۔ اللہ کا فرمان ہے فَمَنْ یَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا کُفْرَانَ لِسَعِیْہِؕ وَاِنَّا لَکَ کَاتِبُوْنَ (انبیاء - ۹۳) جو شخص اچھا عمل کرے بشرطیکہ ایمان دار ہو تو اُس کی ناقدری نہیں کی جائے گی بلکہ وہ عمل اللہ کے ہاں ضرور قبول ہوگا۔ اور اچھا عمل کیا ہے؟ اس میں سب سے پہلے فرائض آتے ہیں۔ یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔ پھر واجبات، اسنن

کلمہ طیبہ  
اور عمل صالح



اور حقائق لکھے ہیں۔ بارہ فراموشی صداقت وغیرہ سب ایسے اعمال ہیں اور یہی حال انسان کے کلام و عمل کی سبب سے ہے۔

ہرگز حسیں فراموشی نہیں کرتی۔ حقیقت میں وہ کسی چیز کی طرف فراموشی سے نہیں نکلتی۔ بلکہ وہ کسی چیز سے جانتی ہے۔ اہم حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ وہ کسی چیز کی طرف فراموشی سے نہیں نکلتی۔ بلکہ وہ کسی چیز سے جانتی ہے۔ اہم حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ وہ کسی چیز کی طرف فراموشی سے نہیں نکلتی۔ بلکہ وہ کسی چیز سے جانتی ہے۔

فرمانِ نیک عمل کے برعکس وَالَّذِينَ نَسُوا کہیں کہیں وَالَّذِينَ نَسُوا فراموشی کے بارے میں وہ لکھتا ہے کہ وہ کسی چیز کی طرف فراموشی سے نہیں نکلتی۔ بلکہ وہ کسی چیز سے جانتی ہے۔ اہم حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ وہ کسی چیز کی طرف فراموشی سے نہیں نکلتی۔ بلکہ وہ کسی چیز سے جانتی ہے۔

نے بارے میں غلط تدبیر کرتا ہے، وہ خود اسی کو گھیر لیتی ہے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان  
 بھی ہے مَنْ حَفَرَ لِنَفْسِهِ بَيْتًا وَقَعَ فِيهِ جُودَىٰ بِئْسَ الْبَيْتَ الَّذِي بَنِيَ عَلَىٰ  
 يَمِينِ كُفْرٍ مَا كُفِّرَ تَابَ، وہ خود ہی اس میں گر رہا ہے۔ غرضیکہ مخالفین حق کے خلاف  
 سازشیں کسے کسے کرتے ہیں مگر بالآخر یہ خود ہی ذلیل و خوار ہو کر رہیں گے اور دین حق  
 کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اس میں تسلی کا عنصر بھی آگیا ہے۔

---

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ  
 جَعَلَكُمْ أَرْوَاحًا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَى وَلَا  
 تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ وَمَا يُعْتَرُ مِنْ مُعْتَرٍ وَلَا  
 يَنْقُصُ مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَلِكَ  
 عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ⑪ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ  
 هَذَا عَذْبٌ فُورَاتٌ سَالِغٌ شَرَابُهُ وَهَذَا  
 مِلْحٌ أُجَاجٌ وَمِنْ كُلِّ تَاكُلُونَ لِمَا ظَرَفْنَا  
 وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى  
 الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاجِرَ يَنْبَغُوا مِنْ قَضَاهِ  
 وَلَعَنَكُمْ تَسْكُرُونَ ⑫ يُعْلَجُ اللَّيْلُ فِي  
 النَّهَارِ وَيُعْلَجُ النَّهَارُ فِي اللَّيْلِ وَيَخْرُ السَّمْسُ وَالْقَمَرُ  
 كُلٌّ بِحُجْرَتِي لِاجْعَلْ مُسَمًّى ذَلِكُمْ اللَّهُ  
 رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ  
 دُونِهِ مَا يَمْنُكُونَ مِنْ فَطِيمٍ ⑬ إِنَّ  
 تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دَعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا

مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكْفُرُونَ  
بِشْرِكِكُمْ وَلَا يَنْبِئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ۝۱۲

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تم کو مٹی سے ۔ پھر ذریعہ انسانی کر ، قطرہ آب سے ۔ پھر بنایا ہے تمہیں جوڑے ۔ اور نہیں اسحاق کوئی مادہ اور نہیں جلتی (اُس کو) مگر اس کے علم سے ۔ اور نہیں عمر ری جاتی کسی عمر لئے کہ اور نہیں گھٹائی جاتی اس کی عمر مگر وہ کتاب میں (لکھی ہوئی ہے) ۔ بے شک یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے ۝۱۱ اور نہیں برابر دو سمندر ، ایک میٹھا ، خوشگوار ، پیاس ، بکھانے والا اور دوسرا کھاری ، کڑوا ۔ اور ہر ایک سے کھلتے ہو تم تازہ گرشت ، اور نکلتے ہو تم زہر جس کو تم پینتے ہو ، اور دیکھو کھانڈ گشتیوں کو سمندر میں پانی کو بھاڑتی ہوئی چلتی ہیں ، تاکہ تلاش کرو تم اُس کے فضل سے اور تاکہ تم شکر ادا کرو ۝۱۲ وہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں ، اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور اُس نے سمجھ کیا ہے سورج اور چاند کو ۔ ہر ایک چلتا ہے ایک مقررہ وقت تک ۔ یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار ۔ اسی کی بادشاہی ہے ۔ اور جن کو تم پکارتے ہو اُس کے سوا ، نہیں ، ایک وہ کھجور کی گٹھلی کے پھلکے کے برابر بھی کسی چیز کے ۝۱۳ اگر تم اُن کو پکارو تو نہیں سننے تمہاری پکار کو ۔ اور اگر سن میں تو وہ تمہارا کام

نہیں مریختھے اور قیامت قائم ہوتی وہ انہی لوگوں کے  
تھیں۔ یہ نازل ہے، اور کوئی نہیں شکستے کہ جو لوگوں نے  
اس وقت کے جو ہر چیز کی غیبت کی تھی وہی ہے (۱۳)

جہاں

گزشتہ آیت میں نیک و ایمانداروں کا ذکر ہوا، پھر ان کی دینی  
اور دنیوی قیامت پر دو قول بیان ہوئے۔ اللہ کے مشرکوں کے متعلق فرمایا کہ وہ  
غیر بہشت سے حریم کے حساب سے ہیں حالانکہ حریم تو مائے کی مائے، مگر ان کے  
کے پاس ہے، اس لئے بدلتے ہوئے گنہگاروں کو دیکھا کہ وہ باہر سے  
میں پہنچتے جو شے میں اندر آگیاں کو بند، حال کی تائید بھی حاصل ہو تو وہ مزید  
تقصیر کا باعث بنی ہے۔ نیک عمل کو دیکھ کر اور اٹھا اٹھا ہے، انہی  
کا مقبول بہشت میں وقت ہوئی ہے۔ جب اس کی تائید یہ ہے کہ ان کو جو  
کے کافروں کے متعلق فرمایا کہ ان کے لیے شدید عذاب ہے اور ان کی ہر  
تدبیر کا ہر جوگ

نہیں ان کی  
کے کافروں

اب آیت کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے وہ پہلی فی سرت اور توحید کے آیت  
میں پھر متعلق دلائی، اگر فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے متعلق فرمایا  
وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ عَادَكُمْ إِلَىٰ ذٰلِكَ وَرُبَّمَا تَعْصُونَ  
سے پھر فرمایا ثُمَّ عَادَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ عَادَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ عَادَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ  
ہے کہ اللہ نے اولین انسان اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کو تراب سے پیدا کیا  
اور پھر ان کے نسل انسانی کو ایک ہی چیز سے عود آپ سے پہلے، اللہ تعالیٰ کی قدرت  
کہ جہل ہے کہ اس نے سب جان سکھائے آدم علیہ السلام بھی ابتدا ہی پہنچی پیدا  
کوا، دینی انسان کو ایسے غیر نظر ہے کہ اگر کسی سے کہ گنہگار ہے تو اس کو  
وہ لوگ لاہر ہو جائے انہیں آدم علیہ السلام نامہ انسان ہی کے یہ وہی  
ہیں۔ اللہ نے ان سے کلام فرمایا، ایا غیبی فی الارض بنا یا اور پھر یہی فرمایا  
وہی ہے اللہ تعالیٰ، اسی سے اللہ تعالیٰ اور نبی علیہ السلام نے یہ آیت بھی لائی ہے کہ

ایسا اذہر و اذہر من تواب کہ تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور ان کی تخلیق منی سے ہوئی، لہذا کسی انسان کو دوسرے کے مقابلے میں بکریوں کو نہ چاہیے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ظاہری طور پر کسی ماحول میں کسی خاندان کے ذریعے کوئی شرافت یا عزت بخشی ہے تو اس کو اللہ کا فضل سمجھنا چاہیے اور اس کا شکوہ کرنا چاہیے، نہ کہ دوسروں کو حقیر سمجھنے لگے۔

فریاد اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، ہم قطرہ آب سے ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا پھر تمہیں جوڑے جوڑے بنادیا، مرد اور عورت میں تفریق کر کے دو صنف بنائیے۔ پھر ان کے ملاپ سے نسل انسانی کے بقا کا سلسلہ قائم کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ تامہ اور حکمتِ بالہ کی دلیل ہے۔

فریاد وَمَا تَحْسِبُ امْنًا اَنْ تَخْلُقَ الْاِنْسَانَ کوئی عورت نہیں امثالی بچہ اپنے پیٹ میں اور نہ اُسے جنتی ہے۔ مگر وہ اللہ کے علم میں ہر گز ہے۔ عورت کے جسم میں حمل قرار پانا اور پھر مقررہ مدت کے اندر شکم زادہ بننے کا پردہ رخ پانا اور پھر باہر آنا سب کچھ اللہ کے علم میں ہر گز ہے۔ اور اسی طرح وَمَا يَعْشَرُ مِنْ شَفَعٍ اور نہیں عمر ذی بانی کسی عمر دلے کر وَاِنْ يَنْقُصْ مِنْ عَشْرِ اَرْدِ اور نہ گھٹائی جاتی ہے اس کی عمر لَا يَنْقُصُ کتابِ نحر وہ کتاب میں کبھی ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب انسان اس دنیا میں آتا ہے تو پھر وہ کتنی عمر پاتا ہے، پھر کتنی عمر میں فوت ہو جاتا ہے یا لمبی عمر پاتا ہے یا کم، اس کی زندگی میں کیا کیا تغیرات آتے ہیں۔ بیماری، اندرستی، دولت، منہی، مظلومی، شہادت، سعادت، ہر چیز کو اللہ جانتا ہے، ہر چیز اللہ کی کتاب لوح محفوظ میں ہی درج ہے، مقدری، درمیانی یا لمبی عمر کی حکمت اور مصلحت کو سب اللہ ہی جانتا ہے، ہر چیز کی دوسری ذات کے علم میں نہیں ہے۔

فریاد اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَكْسِبُهُ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ پر آپس ہے، اُسے کوئی کام کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ اس مقام پر یہ عقیدہ

ایک اور بات بھی کہلاتے ہیں کہ جس طرح انسان کی نشو و نما آسمان اور زمین  
سے دوسری طرف اسلام بھی بتدریج چلتے اور چلتے چھوٹے گا اور کھڑا کھڑا غرض کہ  
مستور ہوگا جی اور میں اسی طرح اسے ہر آیت نازل فرما کر ایک طرف اپنی  
تدریج نامہ کو واضح کر دیا اور دوسری طرف تدریج قیامت پر بھی دلیل قائم کر  
دی ہے۔ اگر انسان اپنی پیش اور نظر کے مختلف مراحل کو آسانی سے سمجھتا ہے  
تو اسی طرح سرسے کے بعد دوبارہ زندگی بھی اُس کی نگاہ میں آجائی جائیگی۔

ایمان اور  
مستور خیال

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک مثال کے ذریعے ایمان اور کفر کو  
واضح فرمایا ہے اور دونوں کا اظہار بھی ذکر کیا ہے۔ ارشادِ مجید ہے وَمَا يَشْعُرُ  
الْكَافِرِينَ وَهُمْ فِيهِ يَدْرِيهِمْ كَرُمُكَ هَلْ عَذَابٌ مُّزِينٌ اَلَيْسَ يَتَذَكَّرُ اَلَيْسَ يَتَذَكَّرُ  
ہے اور ہاں مگر کہنے والے کا یہ کہ سچ ہے اور اس کو مشروب  
غرض ہوا ہے۔ جب کہ وَهَذَا يَمْلِكُ اَحْجَاہُ یہ دور کہ کھادی اور کڑا ہے  
اس کا معلق سے اترنے والا ایک گھونٹ معلق کر چیل ڈالنے کے لیے کافی ہے  
جس طرح یہ روپائی ایک سے نہیں، ایک نہایت مفید ہے اور دوسرے سخت معسر  
ہے۔ اسی طرح کفر اور اسلام بھی برابر ہیں، ایمان کمال درجے کی حقیقت  
ہے۔ اللہ نے اہل ایمان کو خوشنور اور عالمی زندگی کی جرات مانی ہے جب کہ  
کفر کے لیے دائمی سزا کی وحید سنائی ہے۔ لہذا یہ دونوں آپس میں قطعاً برابر  
نہیں ہو سکتے۔

مستور  
کے فرائض

اللہ نے پہلے اور کھادی مستوروں کا ذکر کرنے کے بعد ان کے فرائض  
کا ذکر کیا ہے۔ ارشادِ کریم ہے اِنِیْ سَعَلَ مَعْلَمٌ یَّہْدِیْہُمْ  
وَصِرَتْ شَرْقِیٌّ تَاقُکَ لُحُوزٌ لَّکُمْ طَرِیْقٌ اِلَیَّ فَمَنْ قَرَعَهُ یَدِیْہِ فَاَنذَرْہُ  
مگر شہادت کہتے ہر اسے برا بھلا ہے جو سمجھے کہ کھادی جو قسم کے پانی سے تیار  
ہوئی ہے، تو اُسے پوچھ کر اس کا گوشت خوردگ کے طور پر استعمال کرے جی  
کھیں کہ گوشت نہایت لذیذ اور خوش ذائق ہے، اس میں پر دین بہت زیادہ

ہوتے ہیں۔ خشکی کے جانوروں کو تو پکڑنے کے بعد ذبح کر کے اس کا گوشت استعمال کیا جاتا ہے مگر پھلی کو ذبح کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ دنیا کے لاکھوں انسانوں کی معیشت کا دار و مدار پھلی کے شکار پر ہے۔ ساحلی لوگ عام طور پر پھلی کا کاروبار کرتے ہیں۔ سمندروں اور دریائوں کے علاوہ مصنوعی طور پر جو شہر اور آبادیوں میں بھی پھلی پالی جاتی ہے جو لوگوں کی خوراک کا حصہ بنتی ہے۔

فرمایا ایک ترقی یافتہ انسانیوں سے پھلی کا شکار کرتے ہو اور دوسرے خشکی پر حلیۃ تکسوت لگا کر سمندروں سے پیٹنے کے ذریعہ اپنی نکالتے ہو۔ زینت سے مزین ہوتی اور مونگا ہیں جن کے ہار بنا کر پیٹے جاتے ہیں۔ سونے چاندی کے زیورات سردوں کے لیے جائز نہیں البتہ موتیوں کے ہار و جلی پہن سکتے ہیں۔ یہاں بھی اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ جس طرح لوگ میٹھے اور کھاری ہر طرح کے سامان سے فائدہ اٹھاتے ہیں اسی طرح اسلام کی تقویت مسلمانوں کے ذریعے تو مسلم ہے انہیں انار کی طرف سے بھی ہنریہ اور خراج کی صورت میں فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

فرمایا اس کے علاوہ سمندروں اور دریائوں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ تَرَحَّى الْعُلَکْ فَبِہِ مَصَوِّغِمْ اَوْ تَمَّ شَیْءٌ کَرِیْہَہُ ہر کہ پانی کو چھیرتی پھرتی ہوئی جلتی ہے۔ پہلے زمانے میں بادبانی کشتیاں جتنی تھیں جو چھیرنے پھانے پر نقل و حمل میں کام دیتی تھیں مگر اب سائنسی دور میں لاکھوں ٹن دہائی جہاز موش وجود میں آچکے ہیں جو نہ صرف مسافروں کو سفر کی سہولت بہم پہنچاتے ہیں بلکہ لاکھوں ٹن دہائی تجارتی سامان بھی ایک جگہ سے جو سڑک تک پہنچاتے ہیں۔ سامان کی بین الاقوامی نقل و حمل میں بحری جہاز بڑا مفید کردار ادا کر رہے ہیں ان کے بغیر سامان کی ترسیل بہت مشکل اور دشوار ہوتی ہے۔ فرمایا جہاز رانی کا فائدہ یہ ہے کہ تَقْبَلُ شَعْوَاہِمٌ؟ فَصَلِّہُ تاکہ تم اس کے ذریعے اللہ کا فضل یعنی رزق حلال تلاش کرو۔ بین الاقوامی تجارت روزی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا یہ احسان بھی جتلا دیا کہ اُس نے کشت رانی کے ذریعے تجارت کے لیے



مذہبی کے مابین بھی پہنچا دیا ہے وَالْفَلَاحُ كَمَا فَتَحَ لَكَ اور آگاہ کیا ہے کہ  
 کاشکریہ ادا ہو، اپنی بڑی نعمت پا کر نصیب حق تعالیٰ کا شکر گزار ہو، چاہے  
 نے مردوں اور دیوانوں کو کھائے ہیں کھڑکرو اور نصیب سے نادمہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ  
 اے خداوند مہربانے اللہ کی ذات دوست جو لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ  
 حق کر دین میں داخل کرنا ہے وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا اور زمین و آسمان کی  
 اور دین کو طاعت میں داخل کرنا ہے بھی دین بڑا اور طاعت چھوڑ کر دین اور  
 کبھی بے برائی اور دین چھوڑ کر دین ہے اور زمین و آسمان کی کبھی غرض کے لیے ہر نام  
 بھی جو جہت ہے، وہیں دین کے طور و قبول کے بارو عدلی بھی دین کے شکر اور  
 بھی نہیں دین سے دین اور ہر سزا و عذاب کے مطابق مختلف ہیں مِنْ دُونِ اِلٰہِ  
 ہوا ہے جو، شادی کی طرف سے، فرما وَسَكَنَ بِالْمَجْمُوعِ وَالْمُفَصَّلِ  
 انفرسے، اے اللہ بے نام و بی شمار دین ہے بھی نصیب کو ہر نام و دین، وہ  
 شکر و حمد اور اولیٰ نعمت ہے اِنَّ اِلٰہَ الْاَوَّلِ اَوَّلُ الْاَوَّلِ اور خداوند اولیٰ  
 و ہر نام و دین، مشکل اختیار کرنا چاہی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ دین سے ہر نام و دین  
 دین کے نام، انفرسے، دین کے لیے جو نماز اور دین کے لیے جو دین ہے  
 سے ہر نماز اور دین کے لیے اور ہر شکر و حمد کے کائنات کا نام و دین، دین  
 نام و دین کے لیے ہر نام و دین کے لیے ہر نام و دین کے لیے ہر نام و دین کے لیے  
 ہے اور کبھی ہر نام و دین کے لیے ہر نام و دین کے لیے ہر نام و دین کے لیے  
 دین کے لیے ہر نام و دین کے لیے ہر نام و دین کے لیے ہر نام و دین کے لیے  
 ہے ہر نام و دین کے لیے ہر نام و دین کے لیے ہر نام و دین کے لیے ہر نام و دین کے لیے  
 انفرسے، اے اللہ بے نام و بی شمار دین ہے بھی نصیب کو ہر نام و دین، وہ  
 انفرسے، اے اللہ بے نام و بی شمار دین ہے بھی نصیب کو ہر نام و دین، وہ

لاشربک ہے۔ اُس کی توحید کو مان کر اُسی کی عبادت کرنی چاہیے۔ جب ہر چیز کا مالک، مدبر اور متصرف وہی ہے تو پھر اپنی حاجات و دوسروں کے سامنے پیش کرنا کس قدر حماقت کی بات ہے۔

معیودان یا طلبہ  
کی بے بسی

ارشاد ہوتا ہے وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ جُلُودٌ لَّهُمْ

دوسروں کو پکارتے ہیں، ان سے حاجت براری چاہتے ہیں، فرمایا يَمْكِدُ كُفْرًا مِنْ قِطْعَيْنِ وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں، وہ تو اتنی معمولی سی چیز بھی نہ بنا سکتے اور نہ کسی کو دے سکتے ہیں ان کو نہ کوئی اختیار حاصل ہے اور نہ وہ کسی کی تکلیف دے سکتے ہیں۔ فرمایا إِنْ تَدْعُوا هُمْ لَا يَسْمَعُوا دَعْوَكُمْ اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہاری پکار کو سن بھی نہیں سکتے۔ ظاہر ہے کہ وہ تو لکڑی یا پتھر کے بے جان مجسمے ہیں یا پھر شجر و جھر ہیں۔ وہ تمہاری پکار کو کیسے سنیں گے؟ وَلَوْ سَمِعُوا اور اگر بالفرض تمہاری بات کو سن بھی لیں مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ تو وہ تمہیں جواب تک نہیں دیں گے۔ وہ تو بے جان ہیں اور قوت گویائی سے محروم ہیں۔ وہ تمہیں کیسے جواب دیں گے؟ اگر تم جائز امتیوں مثلاً ملائکہ، جنات، انبیاء اور اولیاء کو یا کسی دوسری ہستی کو پکارتے ہو تو وہ تمہاری بات سن کر بھی تمہاری مدد پر قادر نہیں ہیں۔ وہ تو اللہ کے حکم کے بغیر کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ کا فیصلہ ہے صَنْدَاقِ الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ (البقرہ ۲۵۵) اس کی اجازت کے بغیر کوئی ذات سفارش بھی نہیں کر سکتی۔ بھلا وہ تمہاری مشکل کا کیسے مدد کریں گے؟

فرمایا یہ ہمتیاں تمہاری مدد کرنے کی بجائے وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ قیامت والے دن تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے، جب اللہ ان سے پوچھے گا کہ کیا تم نے ان کو کہا تھا کہ تمہاری عبادت کریں۔ تمہارے سامنے نذر و نیاز پیش کریں اور تم سے حاجات طلب کریں تو ملائکہ، جنات، انبیاء اور اولیاء آپ انکار کر دیں گے کہ مولا کو ہم! ہم نے تو ان سے نہیں کہا تھا کہ ہمارے بعد ہمیں اپنا

عاجت ردا اور شکل کث بائینا ہم خود بھی سب سے عاجت طلب کرتے ہیں ان اعلیٰ  
 بھی سب سے بڑے شے کہ وہ سب سوال صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے لاؤ گے، مگر یہ لوگ  
 شیطان کے بہاد سے میں آگئے اور اُن کے لئے پکارا دشمن کہ براہِ ارادہ کرنے ہے  
 فرمایا تم اپنی سربراہان اعلیٰ سے کیا توقع کیجئے، تو وہ کہیں تک پہنچیں گے، خیر  
 لئے خدا طلب! اللہ علیہ وسلم کہ طریق یہ تھیں کہ نہیں بنا سکیں گے، اسی کے لئے  
 لاکھ بیچنے جانتے رہے، ان کو انوارِ الہیہ سب پہنچے رہے، ہر گھنٹے کی کام نہیں آئے تھے  
 کہ وہ خود علم و فہم پر دستِ خداوندی ہے، اسی سب عاجز مخلوق ہے، حقیقتاً یہ ہے  
 قَسَمُكَ قَاتِلُ الْفَاسِقِينَ وَالْكَافِرِينَ (آل عمران ۲۰۱) آسمان و زمین کی ہر چیز  
 اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی ہوتی ہے، اسی لئے انھیں بھی اپنی عاجت اُسی سے  
 طلب کرنی چاہئیں۔ یہ خود ساختہ سمجھوتہ کی کام نہیں آئیں گے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ⑮  
 وَإِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ⑭  
 وَاللَّهُ بَعِزُّزٌ ⑫ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ  
 وَإِن تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ جِلْهَا لَا يَحْمِلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ⑪ إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ  
 يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ  
 وَمَنْ تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ⑩ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ⑬

ترجمہ :- اے لوگو! تم محتاج ہو اللہ کی طرف اور اللہ تعالیٰ ہی غنی اور تعریفوں والا ہے ⑮ اگر وہ چاہے تو تم کو لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے ⑭ اور نہیں یہ بات اللہ پر کوئی شکل ⑫ اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ اور اگر کوئی بوجھ اپنا بوجھ اٹھانے کی طرف کسی کو بلے گا، تو نہیں اٹھائی جائے گی اس سے کوئی چیز اگرچہ وہ قریب دار ہی کیوں نہ ہو۔ بیشک آپ ڈر سنتے ہیں اُن لوگوں کو جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے بغیر دیکھے۔



مال ہی ہے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات میں سوال کر رہے ہیں۔ اللہ کی مقرب مخلوق فرشتے بھی اللہ تعالیٰ سے ترقی و عروج اور انعامات کے طالب ہیں اور اپنے انعام سے درخواست کرتے ہیں۔ جنات کا اپنا انداز ہے، غریب کی ساری مخلوق اُسی کی محتاج ہے اور اسی کے آگے دستِ سوال دراز کیے ہوئے ہے۔ فرمایا وہ صرف ایک ہی ذات ہے جو کسی سے سوال نہیں کرتی ہے بلکہ سب اس کے سوالی ہیں۔ **وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ** اور وہ ذاتِ غلظت ہے جو بے نیاز اور قهر لیون والی ہے، وہ ہستی تمام کمالات کے ساتھ متصف ہے، ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ ساری مخلوق اُسی سے استعانت کرتی ہے، وہ ہر چیز کا خالق اور مالک ہے لہذا عبادت کے لائق بھی وہی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ہستی عبادت کے لائق نہیں۔ چنی اور محمد وہ ذات ہے جس کی طرف قصد کیا جاتا ہے اور اس کو کسی قسم کا احتیاج نہیں ہوتا۔ ہندی زبان میں ایسی ذات کو "نرادھار" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ابن ماجہ شریف کی روایت میں آتا ہے **مَنْ لَمْ يَسْئَلِ اللّٰهُ يَفْضَلْ عَلَيْهِ حِرْزَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰی** سے نہیں مانگی اللہ اس پر نارض ہو رہے اگر مجھ سے سوال کیوں نہیں کرتا۔ اور مردانِ ان سے سوال کیا جائے تو وہ نارض ہو جاتا ہے مگر رب تعالیٰ سے نہ مانگا جائے تو وہ نارض ہو رہے کہ میرا بندہ ہو کر میرے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتا۔ ایک مشہور عربی شاعر عبید بن ابرہہ کہتے ہیں

**مَنْ يَسْئَلُ النَّاسَ يَخْشَوْهُ**

**وَسَايِلُ اللّٰهِ لَا يَخْشَوْنَ**

جو لوگوں سے مانگتا ہے تو لوگ اس کو محروم رکھتے ہیں اور جو اللہ سے طلب کرتا ہے وہ کبھی محروم نہیں رہتا۔ حضور علیہ السلام کے زمانے کے ایک عیسائی

شاعر نے اپنے ہمدرد لوگوں کے بارے میں کہا۔

سَأَلْنَا فَأَعْطَيْتُمُوهُ وَعَدْنَا فَنَقَضْتُمْ  
وَمَنْ أَكْثَرُ النَّاسِ يَوْمًا يَتَعَدَّمُ

ہم نے ایک دوسرا ننگا، تم نے دے دیا، ہم نے پھر طلب کیا تم نے پھر  
دے دیا۔ اور جو زیادہ مانگے گا لوگ ننگ آکر اس کو محروم کر دیں گے بجز خدا تعالیٰ  
سے جس قدر زیادہ مانگا جائے وہ خوش ہو آئے۔ اور جو نہیں مانگے اس پر ناراض  
ہو آئے۔ حضور علیہ السلام کا قرآن بھی ہے کہ اللہ سے مانگنے والا کسی محروم نہیں  
رہتا۔ لہذا اسی سے مانگا جاوے اور غریبوں کی طرف ساری ننگا ہوں سے نہیں  
دیکھا جاوے۔

ارشاد ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے اِنْ كُنَّا يُدْهِبُكُمْ وَ  
يَأْتِي بِخَلْقٍ جَدِيدٍ اِنْ كُنَّا حَسْبُكُمْ صَفْحَةً سِتْرٍ سے لے جانے  
اور تمہاری جگہ دوسری مخلوق کرے آئے۔ ہم ہمارے ہی پڑتے ہیں کہ اللہ نے  
بعض اقوام کو صفر سیتی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔ قوم عاد و ثمود کی تباہی کا ذکر  
قرآن میں بار بار آیا ہے۔ اللہ نے قوم عاد کے متعلق سورۃ الاحقاف میں فرمایا کہ اِنَّ ظَالِمِي  
پرسات راست اور آٹھ دن تک نعمت تہہ ہر اچلی تو دو تباہ ہو گئے اور ان کی لاشیں  
کعبور کے تنوں کی طرح پھینکی گئیں فَهَلْ قَرَأَيْتُمْ لَكُمْ قِيَامًا  
آیت ۸۰) اب دیکھو کیا ان کا ایک فرد بھی نظر آ رہا ہے؟ سب ختم ہو گئے  
فرمایا وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بَعِثْنَا فِيْهِ اَحَدًا لِّقَوْمٍ كَانُوا بِرُءُوسِهِمْ فِيْ سُلٰطٰنٍ  
قوم کر لے آنا اللہ کے لیے کچھ دشوار نہیں ہے انسانوں کے کام میں تو رکاوٹ  
پیدا ہو سکتی ہے، اُن کے وسائل میں کمی آئے آسکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ تو  
قادر مطلق اور تمام قوتوں کا سرچشمہ ہے۔ اس کا کوئی کام نہیں رکتا۔ وہ جب کسی کام

کا ارادہ کرتا ہے تو پھر اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوتی۔

عالمِ عکاس  
کا فک

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے وقوعِ قیامت اور محاسبہ اعمال کا احساس دلایا ہے کہ بعض دنیا کی رنگ ریلوں میں ہی اکچر کر نہ رہ جاؤ بلکہ آخرت کا بھی کچھ خیال کرو ہر شخص سے اس کے عمل کے بارے میں سوال ہو گا، ایمان، عقیقہ ہے، اخلاق اور فکر کے بارے میں بات ہو گی۔ اس وقت ہر شخص کو اپنے عقیدے اور عمل کی خود جوابدہی کرنا ہو گی اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھایگا۔ اسی لیے فرمایا وَلَا تَسْتَوِ  
وَاَذَا وَذَرْ اَخْرَجْنٰی کُوْنٰی رَجَعْتَا اَمَّا نَا نَالَا کُی دَرَسَ کَا بُو جُہ نِہِی اَمَّا نَا نَالَا  
وَاَن شَدَّ مَشَقَّةً اَلْب جَمَلِہَا اذ اَرَا کُوْنٰی رَجَعْتَا کُی دَرَسَ کَا بُو جُہ نِہِی  
کے لیے بلائے گا کہ ذرا میری مدد کرو کہ یَجْعَلُ مِیْنَتَہُ شَیْءًا تَرَا سِی  
میں سے کوئی چیز میری نہیں اٹھائی جاسکے گی اور مدد طلب کرنے والے کو ایسی برگی۔  
دروایت میں آتا ہے کہ ہر خداوند اللہ بری اپنے اپنے بوجھ کی فکر میں ہوں گے۔ خداوند  
اپنی بری سے کہے گا کہ دیکھ ہم نے دنیا میں تیرے ساتھ کتنا اچھا سلوک کیا،  
تمہاری تمام فرمائشیں پوری کیں اور تمہیں کسی چیز کی کمی نہیں آئے (ہی) اب اپنی نیکیوں  
میں سے ایک نیک مجھے دیدو۔ وہ کہے گی کہ میں تو خود اس معاملہ میں فکر مند ہوں، تجھے  
کہاں سے دے دوں؟ پتہ نہیں میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے والا ہے؟ اسی  
طرح ان اپنے بیٹے سے کہے گی، ایسا! میرا پیٹ تیرے لیے ظرفِ قضا جس میں  
میں تجھے فوادۂ کتب اٹھائے پھری۔ پھر میری چھاتی تیرے لیے ٹنگینہ بنی ہوئی تھی  
تم جیب چاہتے تھے میرا رب ہوتے تھے میری گردن تیری لیے بطور گوارا تھی۔  
جس میں تم آرام کرتے تھے۔ اب میری مدد کرو اور پاک نیکی مجھے دیدو۔ بیٹا مان کے  
تمام احسانات کو لپیٹ کر سہ گام لگ کے گا کہ میں تو نیکیوں کے معاملہ میں خود پریشان ہوں  
معلوم میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے والا ہے لہذا میں خود مجبور ہوں غرضیکہ  
قریبی عزیز میری ایک درسیہ کے لیے اجنبی بن جائیں گے اور کوئی کسی کی مدد نہیں  
کر سکے گا۔ ایک درسیہ سے بھاگیں گے کہ کہیں کوئی دوسرا نیکی نہ طلب



کرے۔ قرآن پاک نے اس صورتِ مال کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے یَوْمَ يُفْرَقُ  
الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَدْرُ الْجَنَّةِ مِنْ يَمِينِهِ  
يُفْرَقُ يَوْمَ يُفْرَقُ يَوْمَ يُفْرَقُ قِيَمَتِ دُنْيَا  
دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا، اپنی ماں اور باپ سے بھاگے گا، اپنی بیوی اور  
بیٹے سے راہِ فرار اختیار کرے گا۔ اس دن ہر شخص ایک ہی نعرہ میں مبتلا ہو گا۔  
اور کوئی کسی کا روبرو نہیں اٹھائے گا۔ وَلَوْ كُنَّا ذَا قُرْبَىٰ لَكُنَّا  
ہی کیوں نہ ہو۔ ہر ایک کو اپنے اعمال کا خود محاسبہ کرنا ہو گا۔

ایمان  
بالغیب

آگے نبی علیہ السلام کو تسلی دی گئی ہے کہ لوگ تو حید کا انکار کرتے ہیں۔ شرک  
کفر اور سامی کا ارتکاب کرتے ہیں، خدا اور تعسب کی بنا پر سمجھانے سے سمجھتے  
بھی نہیں بلکہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ آپ دل برداشتہ نہ ہوں کیونکہ  
إِنَّمَا تُحْشَرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ  
ساتے ہیں جو بغیر دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا کوئی  
رب ہے جو ہم پر غور و بار نہیں کرے گا۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر ہم اللہ اور اُس  
کے نبی کی بات کو مانیں گے، کلامِ الہی پر یقین نہیں کریں گے تو ہمارے  
کمال ہو گا؟ دنیا کا نظام تو ابھی ہے کسی نے اپنے پروردگار کو نہیں دیکھا، نہ  
ظاہر نہ کو دیکھا ہے اور نہ جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کیا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے  
تو نبی علیہ السلام پر نزولِ وحی کا مشاہدہ کیا۔ مگر باقی سب لوگ تو ان تمام چیزوں پر  
ایمان بالغیب ہی رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اللہ کی ذاتِ واحدہ لا شرک  
ہے، اس کے انبیاء و مرسلین ہیں اس کی کتابیں سچی ہیں اور پھر محاسبہ اعمال کا وقت  
آئے۔ واللہ ہے تو فرمایا کہ آپ تو اپنی کو ڈرا سکتے ہیں جو ایمان بالغیب رکھتے ہیں۔

مذاہم  
نورانیہ

فرمایا محاسبہ اعمال سے ڈرنے والوں کی دوسری صفت یہ ہے وَأَقَامُوا  
الصَّلَاةَ کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں جو کہ ایمان کے بعد سب سے ضروری عبادت  
اور تمام عبادات میں سب سے زیادہ مقرب الی اللہ ہے۔ قیامت والے دن سب

سے پہلے نماز ہی کے متعلق سوال ہوگا کہ اسے ادا کیا تھا یا نہیں۔ نیز فرمایا کہ ایمان لانے اور اعمال صالحہ انجام دینے کے بعد وَمَنْ تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ جو شخص تزکیہ حاصل کرے گا یعنی اپنے آپ کو پاک بنائے گا تو یہ اس کے اپنے نفس کے لیے ہی مفید ہوگا۔ شاہ عبدالعزیزؒ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ تزکیہ سے مراد طہارتِ باطن ہر طرح کی پاکیزگی شامل ہے۔ جسم، لباس، مکان اور ماحول کی پاکیزگی کے علاوہ فکر، ذہن، قلب، ادماغ اور روح کی پاکیزگی بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص بظاہر پاک صاف ہے مگر اس کی غواہ اور لباس الٰہی حرام سے ہے تو آدمی نجس ہے۔ ایسے شخص کی عبارت مقبول نہیں۔ دھوکہ، فریب، سود، چوری اور سنگٹنگ کی کالی پاکیزہ نہیں ہو سکتی۔ اسی لیے مشربایا کہ اگر کوئی شخص مکمل تزکیہ حاصل کرتا ہے تو اپنے ہی لیے حاصل کرتا ہے۔ اس کا فائدہ خود اسی کو ہوگا۔ خدا تعالیٰ کو ہماری عبارت و ریاضت کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ہم اللہ کی خوشنودی کے لیے کام کریں گے تو اس میں ہمارا اپنا ہی فائدہ ہے، انہیں ترقی نصیب ہوگی۔ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا اور خدا کی رحمت کے مقام میں جگہ ملے گی۔

غرضیکہ ہم اپنے آپ کو، اپنی فکر کو اپنے ماتول کر، شہر اور ملک کو، مسجدوں اور مدرسوں کو پاک کرنا ہوگا، مسجدوں میں شور و شر کرنا، بیہودہ غیبتیں بٹھانا، اڑائی جھگڑا کرنا، دوسروں پر کھینچا چھانا، کسی پر اتنا سب لگانا یہ سب تزکیہ کے خلاف چیزیں ہیں۔ ہماری مسجدوں کو ان نجاستوں سے پاک صاف ہونا چاہیئے۔

مشربایا جس نے تزکیہ حاصل کیا تو اپنے ہی فائدے کے لیے۔  
يَا ذُرِّيَّتِ ادْعُوا إِلَى اللَّهِ الْمَصْدِقِ اور سب کو خدا تعالیٰ کی

طوفانی لٹ کر جانے اور اپنی کارگزاری کا خود جواب دینا ہے، اگر اس دنیا سے  
 تڑکیے کر جائیں گے تو انعام اچھا ہوگا، اور اگر نجات سے آلودہ ہو کر جائیں  
 گے تو بہت بُرا حشر ہوگا۔ انڈس کے سلسلے سب کی پیشانی منور ہے۔

---

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۖ وَلَا الظُّلُمَاتُ  
وَلَا النُّورُ ۚ وَلَا الظُّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ۚ وَمَا  
يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ  
يَسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ  
فِي الْقُبُورِ ۚ إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ۚ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ  
بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا  
خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۚ وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ  
كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ  
بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ۚ ثُمَّ  
أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۚ

ترجمہ :- اور نہیں برابر اندھا اور بینا (۱۹) اور نہ اندھیرے  
اور نہ روشنی (۲۰) اور نہ سایہ اور نہ دھوپ (۲۱) اور  
نہیں برابر زندہ اور مردہ - بھٹک اللہ تعالیٰ مسئلہ ہے  
جس کو چاہے ، اور آپ نہیں سننے والے اُن کو جو  
قبروں میں پڑے ہوئے ہیں (۲۲) نہیں ہیں آپ مگر  
جو سننے والے (۲۳) بھٹک ہم نے بھیجا ہے آپ  
کہ حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرناٹے والا اور

نہیں گزری کوئی امت مگر یہ کہ ہوا ہے ان میں ڈر خانے والا (۳۴) اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ لائے ہیں ان کے پاس ان کے رسول کھیل، نشانیاں، معجزے اور روشن کتاب ہے کہ (۳۵) پھر پکڑا میں نے ان کو جہنم میں کفر کیا۔ پس کس طرح ہوئی میری گرفت (۳۶)

ایضاً آیات

گذشتہ آیات میں مشرکین کا رد تھا۔ نیز ساری مخلوق کے امتیاج اور اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا ذکر تھا۔ اس بنا پر تمام حاجات اللہ وحدہ لا شریک سے طلب کرنی چاہئیں اور اسی کی عبارت کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، وہ پہلے ساری مخلوق کو صفو ہستی سے تابد کر کے اس کی جگہ دوسری مخلوق کرے آگے لٹنا ہر انسان کو محاسبہ اعمال کی فکر کرنی چاہیے۔ قیامت والے دن کوئی عزیز ترین رشتہ دار بھی کسی دوسرے کا روجہ نہیں اٹھائے گا۔ اللہ نے حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ایسے لوگوں کو ڈراتے ہیں جو خدا تعالیٰ سے بد دیکھے دڑتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ لوگ مناز پڑھتے ہیں اور ظاہری و باطنی تمکیر حاصل کرتے ہیں۔ فرمایا جو کوئی پاکیزگی اختیار کرے گا تو اس میں خود اسی کا فائدہ ہے جس کا نتیجہ اللہ کی بارگاہ میں پیشی کے وقت سامنے آئے گا۔ اس طرح اللہ نے قیامت کا مسئلہ بھی سمجھا دیا۔

نیکے بر  
کی مثال

گذشتہ درس میں یہودیہ اور کھڑے سمندر کی مثال بیان کی گئی تھی کہ یہ دونوں برابر نہیں مگر مخلوق خدا اور حضرت کیاں طور پر فائدہ اٹھاتی ہے۔ اس سے کسی نسل میں بعض دوسری مثالیں بیان کی ہیں کہ متفرد چیزیں آپس میں برابر نہیں ہو سکتیں اور شاہد ہوا ہے وہاں کبھی کبھی الگ الگ اور الگ الگ اور انھما اور یہاں برابر نہیں ہیں۔ ہر شخص یہ کہے گا کہ جیسا آدمی اندھے سے بہت ہے کیونکہ وہ دیکھ کر اپنے اور جسے میں تیز کر سکتا ہے اور نقصان سے بچ کر مختلف چیزوں

سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح فرمایا وَلَا الظُّلُمَاتِ وَلَا النُّجُومِ اذھیرے اور بقولہ بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ اذھیرے میں انسان کو بھی کھانا پھرنا ہے۔ جب کہ اجالے میں سارے کام انجام دیتا ہے، لہذا ان کو بھی کوئی شخص برابر قیسم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ پھر فرمایا وَلَا الظُّلُمَاتِ وَلَا النُّجُومِ وَرُسُلِهِ اور دھوپ بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ سالے میں آدمی کام کاج کر سکتا ہے، کچھ دیر کے لیے مسافر آرام کر سکتا ہے۔ جب کہ دھوپ کی شدت میں نہ تو سکون سے کوئی کام بنو سکتا ہے اور نہ ہی آرام کر سکتا ہے۔ یہ بھی متفاد چیزیں ہیں جن میں سے ایک سفید اور دوسری غیر سفید ہے۔ فرمایا وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَوَدَّ أَنْ تَطْلُبُوا الْآفَافَ زندہ اور مردہ بھی برابر نہیں ہیں۔ زندہ انسان دنیا میں چلتے پھرتے ہیں، کام کاج کرتے ہیں، عبادت کرتے ہیں۔ جب کہ مردہ انسان قبروں میں خاموش پڑے ہیں۔ یہ دونوں گروہ کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ یہی مثال نیک اور بد یا مؤمن اور کافر کا ہے، ایک طرف توں ہے جس کے دل کی آنکھیں اٹھارتے روشن کر رکھی ہیں، انہیں کو بصیرت ہے۔ جس کے ذہینے وہ بچا ابدی میں ہمیز کر سکتا ہے۔ وہ جس طرح ظاہری روشنی کو دیکھ رہا ہے اسی طرح دل کی بصیرت سے وحی کے اجالے کو بھی دیکھ رہا ہے اور اپنی منزل کی طے کرتے چلا جا رہا ہے ظاہری روشنی آنکھوں کے لیے ضروری ہے۔ جب کہ وحی الہی کا روشنی عقل کے لیے لازمی ہے جب تک انسان کو وحی الہی کی روشنی میسر نہ ہو۔ وہ اپنی منزل طے نہیں کر سکتا، عقل ایک قیمتی جوہر ہے مگر تمام چیزوں میں وہ بھی خود میسر نہیں ہے۔ بلکہ وحی الہی کی محتاج ہے۔ جو شخص وحی الہی کی روشنی میں آخرت کے سفر پر گامزن ہو رہا ہے وہ بالآخر حظیرۃ القدس اور جنت تک پہنچ جائے گا، دوسری طرف جو شخص وحی الہی کی بصیرت سے محروم ہے۔ اور اس کے دل پر کھراؤ شرک اور معاصی کی تاریکیاں چھڑی ہوئی ہیں، وہ خدا کی رحمت کے مقام میں کبھی نہیں پہنچ سکے گا، بلکہ وہ تو عسقمی آگ میں ہی پہنچے گا۔

حضرت علیہ السلام نے اپنے شخص کو بھی مردہ سے تشبیہ دی ہے۔ جس کا اول ذکر اللہ تعالیٰ سے خالی ہے۔ فرمایا: مَثَلُ الْكَافِرِ كَمَثَلِ الْفُلِّ الَّذِي يَبْتَاعُ كَيْلَ الْبَحْرِ اور ذکر لایا: كَذَلِكَ هُنَّ أَمْثَلُ الْفُلِّ یعنی خدا تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اور ذکر نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔ زندہ شخص تو نصیحت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، اسکان ہے کہ وہ کسی نہ کسی وقت ایمان قبول کر لے مگر مردہ شخص تو درالعمل سے نکل کر دارالجزا میں پہنچ چکا ہے، اب اس کے لیے کوئی نصیحت قطعاً مفید نہیں ہو سکتی۔ وہ نہ کسی ایمان کی بات کو سن سکتا ہے، نہ نیک کامی ہو سکتا ہے اور نہ اسے کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ مومن اور کافر بھی ایسے ہی ہیں۔ مومن کی مثال ایک زندہ کی ہے جو نیک کام رہا ہے اور کافر ایک مردہ ہے جو ایک رانی کے دانے کے برابر بھی نیک حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی جہنم میں فرمایا: إِنَّ اللَّهَ يُسَمِعُ مَنْ يَشَاءُ یعنی شکر اللہ تعالیٰ شادیتا ہے جس کو چاہے وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ اور آپ نہیں سنا سکتے اُن کو جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ سب اس لیے کہ جس طرح آپ قبروں والے مردوں کو نہیں سنا سکتے یعنی اُن پر آپ کی نصیحت کا رگہ نہیں ہو سکتی، اسی طرح کفار اور شرک کرنے والوں کے لیے بھی آپ کی کوئی نصیحت فائدہ مند نہیں ہو سکتی۔ اسی بات کو سورۃ القصص میں اس طرح فرمایا: إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ کہ جسے آپ چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ ہدایت کا نور اس کو حاصل ہوتا ہے جس کو اللہ چاہے وَلَا تَنْتَهِی رُوحَ صَاحِبِهِ مُسْتَقِيم (التورہی: ۵۲) آپ تو صرف ہدے دینے کی طرف راہنمائی کرتے ہیں، باقی ہدایت دینا اللہ کا کام ہے یعنی ہر بات اللہ کی مکت اور ارادے کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر اللہ چاہے محاکمہ کسی کافر، مشرک کو ہدایت نصیب ہو جائیگی۔ اگر اُس کی مشیت نہیں تو پھر ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی۔ آپ اپنی مرضی سے قبر والوں یعنی کفار و مشرکین کو سنانا چاہیں تو

سین سنائی گئے۔

سبح موفی  
ہمسند

سبح موفی سے متعلق اس قسم کی آیت سورۃ النمل، النمل، ارم اور آگے سورۃ احقاف میں بھی ہے۔ یہ تمام آیات بظاہر سبح موفی کے متعلق ہیں مگر دراصل ان سے مردے نہیں بلکہ کافر مرد ہیں۔ یہی کافروں کی حالت مردوں جیسی ہے جن پر نصیحت کی کوئی بات کارگر نہیں ہوتی۔ چونکہ ان آیات سے حقیقی مردوں کے سننے یا نہ سننے کی بحث جھیشلی جاتی ہے، اس لیے مفسرین کرام نے اس مسئلہ کو سلجھانے کی کوشش کی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سبح موفی کا مسئلہ صحابہ کرامؓ کے سننے سے کہ مختلف ہے۔ چلا آرہے امام المؤمنینؑ حضرت عائشہ صدیقہؓ سبح موفی سے انکار کرتی ہیں اور جو احادیث سننے کے حق میں آئی ہیں ان کی تائید کرتی ہیں۔ بعض دیگر صحابہؓ بھی ان کے ہم مسلک ہیں، البتہ حضرت عمرؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ فی الجملہ مردوں کا سننا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ جن جن مقامات پر مردوں کے سننے کا ذکر آیا ہے صرف انہی مقامات پر سماعت کا عقیدہ رکھیں گے نہ کہ ہر وقت اور ہر مقام پر۔ چنانچہ فقہائے حنفیہ کے امام ابن ہمامؒ لکھتے ہیں کہ ترجمے عام طور پر نہیں سننے البتہ بعض مقامات پر اس اصول سے مستثنیٰ ہیں، اور ان ٹرے سننے ہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اپنا آواز ضرور ہی کسی مردے کو سن سکتا ہے تو یہ دعویٰ درست نہیں کیونکہ یہ کام کسی انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ لیکن علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر مردے فی الجملہ نہیں سننے تو بڑی مشکلات پیش آتی ہیں۔ اہم بخاریؒ نے تو باب اندھ کو سبح موفی کو ثابت کیا ہے۔ اب یہ ہے مسئلہ



الْمَيِّتُ يَسْمَعُ قَرْعَ نَعَالٍ یعنی جب لوگ مردے کو دفن کئے واپس جاتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی کھٹکھٹاہٹ کی آواز سنتا ہے۔ یہ حدیث اولیٰ کی حدیث ہے جس کی کوئی بھی توجہ نہ یا تاویل نہیں کر سکتا۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں کہ جعفر علیہ السلام نے مردوں کے لیے بھی سلام کا وہی طریقہ بتلایا ہے جو زندوں کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ یعنی جب تم قبرستان میں جاؤ تو ان کو یوں سلام کرو اَللّٰهُمَّ عَلٰی هٰذَا اَهْلُ الْقَبْرِ بِرَحْمَةٍ مِّنْ رَّحْمَتِكَ یعنی اے قبروں والو! تم پر سلام ہو۔ اگر یہ سلام فی الجملہ نہ ہو تو سلام یہ بھی بے نقص ہے۔ محدثین کو اس احادیث کو صحیح تسلیم کرتے ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتے ہوئے سلام کہتا ہے تو مردہ اس سلام کو سنتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے مگر ہم اس کے جواب کو نہیں سن سکتے۔ اگر مردہ سلام کرنے والے کو دنیا میں پہچانتا تھا تو بعد از مرگ بھی پہچانتا ہے۔ محدث ابن عبد البر نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

بعض اصحاب نے مذکور آیات کو عام معافی میں لیا ہے کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ اس بنا پر انہوں نے سلام کوئی والی احادیث کی تاویل کی ہے۔ جبکہ بعض نے احادیث کو صحیح مان کر آیات کی تاویل کی ہے تاکہ آیات سمجھ میں آجائیں امام بیضاوی، امام قرطبی اور صاحب روح المعانی وغیرہ کہتے ہیں کہ مردوں کے سننے سے متعلق سننا مردوں میں بلکہ ایسا سلام مرد ہے جو مجید ہو۔ آپ قبر پر کھڑے ہو کر دو گھنٹے تک وعظ و نصیحت کریں مگر مردے کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ گل کی دنیا سے نکل کر جزا کی دنیا میں پہنچ

۱۔ بیضاوی ص ۲۶۔ ۲۔ قرطبی ص ۱۳۶۔ ۳۔ روح المعانی ص ۵۵  
۴۔ البحر المحیط ص ۱۲۹۔ ۵۔ (فیاض)

چمکا ہے بالکل اسی طرح کافر حضور علیہ السلام کی آواز تو سنتے ہیں مگر یہ سماع اُن کے لیے مفید نہیں کیونکہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔ گویا ان آیات میں سماع تافع کی نفی کی گئی ہے کہ مردوں کو نصیحت کرنا بیکار ہے، نہ یہ کہ وہ بالکل سنتے ہی نہیں۔ امام ابن تیمیہ جو ان مسائل میں بڑے شدید ہیں، وہ بھی لکھتے ہیں کہ مردے سلام بھی سنتے ہیں اور قرآن پڑھنے والے کی آواز بھی سنتے ہیں۔

الغرض ان آیات کا یہ مفہوم لینا پڑے گا کہ اگر کوئی شخص چاہے کہ اپنی مرضی سے کسی مردے کو سنتا ہے تو یہ ممکن نہیں کیونکہ اس کے لیے مشیت خداوندی ضروری ہے۔ اور اگر بلا فائدہ کوئی مردہ سنتا بھی ہے تو سنتا ہے، اس سے کیا فرق پڑے گا۔ بعض لوگ سماع مولیٰ کو اس لیے نہیں مانتے کہ اس سے شرک پیدا ہونے کا خطرہ ہے، اگر سماع مانیں گے تو لوگ اُن سے مرادیں مانگنے لگیں گے اس میں شرک کو داخل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ مردگان تو مردہ چھوڑ زندہ سے بھی جائز نہیں وہ بھی شرک ہے۔ بہر حال سماع مولیٰ کے مسئلہ میں شرع سے اختلاف چلا کر پڑے۔ عام مردوں کے سماع کے مسئلہ میں دونوں طرف دلائل موجود ہیں، تاہم مولانا گنگوہی فرماتے ہیں کہ نبیوں کے سماع میں کسی کا اختلاف نہیں۔ جب کوئی شخص حضور علیہ السلام کی قبر مبارک پر جا کر درود سلام پڑھتا ہے تو آپ اس کو سنتے ہیں۔ اسی لیے صاحب فتح قدیر ائمہ بعض دیگر فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ جو شخص آپ کی قبر پر جا کر درود و سلام پڑھے گا آپ اسے چاہیے کہ وہ اپنے حق میں دعا کی درخواست میں کہے کہ آپ اللہ کی بارگاہ میں خاتمہ الایمان کی سفارش فرمادیں۔

اس زمانے میں بعض اصحاب نے سماع مولیٰ کا بالکل انکار کیا ہے حالانکہ اہل حدیث بزرگ مولانا نذیر حسین بھی فتاویٰ نذیریہ میں لکھتے ہیں کہ اگر حضور علیہ السلام کی قبر پر جا کر درود شریف پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں تاہم دور سے صلوة و سلام فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے۔ حافظ ابن قیم نے اپنی کتاب

جلال الاقسام میں صبح سب کے ساتھ ذکر کیا ہے اور مولانا فوتو نے بھی یہ بات سمجھائی ہے کہ عام سماع مرنے کا مسئلہ اختلافی ہے۔ بعض اس کے قائل ہیں اور بعض قائل نہیں۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جسے آج کوئی بھی حل نہیں کر سکتا۔ اس کی حقیقت از قبر میں پہنچ کر ہی معلوم ہوگی کہ سناؤ دینا ہے یا نہیں۔ بہر حال یہ کوئی اعتدالی مسئلہ نہیں کہ ماننے یا نہ ماننے کے لیے یہ کفر یا شرک کا فتویٰ لگا دیا جائے۔ مولانا رشید احمد گوجا عام مردوں کے متعلق بھی عدم سماع کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف بھی دلائل ہیں جنہیں بحیر نظر ادا نہ نہیں کیا جاسکتا۔ چونکہ قرآن و حدیث میں سماع اور عدم سماع دونوں کا ذکر ہے لہذا جس نے جو بھی پسوا اختیار کیا ہے۔ وہ درست ہے دوسرے طریق کو برا ٹھہرا نہیں کہنا چاہیئے۔ انبیاء کے سماع کا مسئلہ اتفاقی ہے۔ حضرت گنگوہیؒ نے فتاویٰ رشیدیہ میں بین ردہ لکھا ہے کہ انبیاء کے سماع میں کوئی اختلاف نہیں کسی ایک متعیر عالم کا بھی ذکر نہیں ملتا جس نے اختلاف کیا ہو۔

بہر حال فرمایا اَلْاَسْتِغْنَاءُ لَا تَكْذِبُ اور آپؐ تو ڈرانے والے ہیں۔ آپ کسی شخص کو اپنے اختیار سے راہِ راست پر نہیں لاسکتے۔ البتہ تمام انبیاء علیہم السلام بشیر اور نذیر ہوئے ہیں جو اپنی اپنی قوم کو نیک اعمال کی بشارت اور بُرے اعمال سے ڈراتے رہے۔ تاریخ میں حضرت علاؤ اللہ دہلویؒ کا ذکر ملتا ہے۔ انہوں نے یہ بیوقوفی فقہاء لکھا ہے کہ تمام انبیاء دنیا میں اس لیے تشریف لائے کہ مخلوق کی آنکھیں اس طور پر کھول دیں کہ ان کو اپنا عیب اللہ حق تعالیٰ کا کمال نظر آنے لگے۔ اپنی عاجزی اور اللہ کی قدرت نظر آنے لگے، اپنی ظلم و زیادتی اور حق تعالیٰ کا عدل و انصاف نظر آنے لگے، اپنی جہالت اور حق تعالیٰ کا علم نظر آنے لگے، اپنی پستی اور حق تعالیٰ کی عزت نظر آنے لگے۔ اپنی بندگی اور حق تعالیٰ کی ملکیت نظر آنے لگے اپنا فقر اور حق تعالیٰ کا غنا نظر آنے لگے، اپنی کمزوری اور حق تعالیٰ کی نعمتیں نظر آنے لگیں۔ اپنا قہر اور حق تعالیٰ کی رحمت اور اللہ تعالیٰ کی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے اِنَّكَ اَوْفَىٰ بِرَبِّكَ بِالْحَقِّ كَيْفَ تَشَاءُ وَتَذِكرُ مَا يَكُنْ

ہر قوم کے لیے مندر

ہم نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے اہل ایمان کے لیے جنت میں اعلیٰ مقام کی بشارت ہے جب کہ کفر، شرک اور معاصی کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے عذاب کی وعید ہے۔ فَمَا كَانَ يُعِشَ أُمَّتَهُ إِلَّا خَلْدًا فِيهَا لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ کوئی ایسی امت نہیں جس میں اللہ کے صاحب کتاب اور صاحب شریعت نبی یا ان کے نائب آئے ہوں۔ نبیوں کے بعد ان کی امت کے مبلغین ہی انذار کرنے والے ہوتے ہیں اور یہ قتل کے ساتھ ہر قوم و ملک میں آتے رہتے ہیں اور آتے رہیں گے۔

فَمَا كَانَ يُعِشَ كَذِبًا اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں تو گمراہی میں نہیں یہ تمہاری پرانی ریت ہے۔ فَقَدْ كَذَبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ان سے پہلے لوگوں نے بھی اپنے اپنے نبیوں کو جھٹلایا۔ جَاءَهُمْ رَسُولُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ان کے رسول ان کے پاس کھلی اور واضح نشانیاں احکام اور دلائل سے آ کر آئے۔ وَبِالْبَيِّنَاتِ وہ اپنے ساتھ صحیفے بھی لائے۔ اللہ نے بہت سے انبیاء علیہم السلام پر صحیفے بھی نازل فرمائے وَبِالْبَيِّنَاتِ الْمُبِينِ اور وہ روشن کتابیں بھی لائے۔ چار آسمانی کتابیں ازبور، انجیل اور قرآن ہیں۔ ان کے علاوہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ نے ایک سو چھوٹے موٹے صحیفے بھی نازل فرمائے۔ جب اللہ کے انبیاء اور کتب کے ذریعے حجت پوری کر لی، اور جو پھر بھی نہ مانتے تو فرمایا لَا تَتَوَخَّاهُمْ اللہ نے کفر و ایمان میں نے کفر کرنے والوں کو کچھ لیا۔ پہلے انذار کیا، مصلحت دی مگر جب وہ کسی طرح نہ مانے تو میری گرفت آئی فَكَيْفَ كَانَ تَكْفِيرُهُمْ پھر دیکھو میری گرفت کیسی ہوتی۔ جب حق تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا تو پھر نافرمان قوم کا فرد واحد بھی نہ بچ سکا۔ سب دیا ہے ناپید ہو گئے۔ فرمایا دیکھو ایسے لوگوں کا کیا حال ہوا۔

ومن زلفت ۲۲  
درس ہشتم ۸

مناطر ۲۵  
آیت ۲۱۲۴

الَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا  
بِهِ ثَمَرَاتٍ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا ۖ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ  
بَيَاضٌ وَحُمْرٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ  
سُودَ ۚ ﴿۲۵﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالْذَوَابِّ وَالْأَنْعَامِ  
مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ ۖ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ  
عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿۲۶﴾ إِنَّ  
الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ  
وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً  
يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ ﴿۲۷﴾ لِيُؤْتِيَهُمُ  
أَجْرَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ  
غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۲۸﴾ وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ  
مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ  
يَدَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَبْعَادِمُ الْخَبِيرِ الْبَصِيرُ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ چمک الٰہ تعالیٰ  
نے آسمان کی طرف سے پانی پھر نکالے ہم نے اس کے  
ساتھ پیل مختلف رنگوں کے اور پہاڑوں میں سے بعض

گھٹیاں سفید ہیں اور سرخ۔ اُن کے مختلف رنگ ہیں اور کچھ انتہائی درجے کی سیاہ ہیں (۲۷) اور لوگوں، کیرٹوں، مکوڑوں اور موشیوں میں سے جن کے مختلف رنگ ہیں اسی طرح۔ بیشک ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اُس کے بندوں میں سے علم والے لوگ۔ بیشک اللہ تعالیٰ غالب اور بخشش کرنے والا ہے (۲۸) تحقیق وہ لوگ جو پڑھتے ہیں اللہ کی کتاب اور قائم رکھتے ہیں نماز کو، اور خرچ کرتے ہیں اُس میں سے جو ہم نے اُن کو روزی دی ہے پوشیدہ اور ظاہر۔ وہ اُمید رکھتے ہیں ایسی تجارت کی جو کبھی تباہ نہیں ہوگی (۲۹) تاکہ وہ بدلے سے اُن کو اُن کا پورا پورا۔ اور زیادہ سے گما اُن کو اپنے فضل سے۔ بیشک وہ بہت بخشش کرنے والا اور قدردان ہے (۳۰) اور وہ جو ہم نے وحی مازل کی ہے آپ کی طرف کتاب سے، یہ برحق ہے۔ تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے (کتابیں) ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ اللہ خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا ہے (۳۱)

گزشتہ آیات میں انداز کا بیان تھا۔ اللہ نے اہل ایمان اور کفار کی الگ الگ حیثیت کو بیان فرمایا تھا کہ یہ دونوں گروہ برابر نہیں ہو سکتے، جس طرح اندھا اور بینا، اندمیر اور روشن، سایہ اور تپش، زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی طریقہ سے کافر، مشرک، گمراہ اور ایماندار برابر نہیں ہو سکتے، اُس کے بعد اللہ نے رسالت و نبوت کے بیان میں فرمایا کہ ہم نے ہر امت میں ڈرسلے والے بھیجے ہیں، اور آپ کو بھی ہم نے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اگر یہ لوگ انکار کرتے ہیں تو آپ دِل برداشت نہ ہوں۔ یہ گنہگار کوئی نئی بات نہیں ہے

ابن آری کی آیات میں بھی دلائل قدرت بیان کیے توحید کا مسئلہ سمجھا گیا ہے اگر انسان غور کریں تو توحید خداوندی کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ کی قدرت کے قونے دیکھ کر انسان کے دل میں یقین پیدا ہوتا ہے۔ اہی آیات میں اللہ نے ایمان لانے اور سمجھ سکنے والے لوگوں کی تعریف بھی فرمائی ہے۔ ان کے اوصاف بیان ہونے ہیں اور پھر ان کا انعام بھی مذکور کیا گیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے اَلَمْ نَقُلْ اِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءًۢ كَيْۤاۤیَآ  
نَے ہمیں دیکھا کہ چٹیک اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سے پانی اتارا۔ عربی زبان  
میں سما کا اطلاق آسمان کے علاوہ بادل اور فضا پر بھی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی سمندر  
سے بخارات کو اٹھاتا ہے اور پھر جہاں بارش برساتی مقصود ہوتی ہے وہاں  
انہیں اٹھا کر وہاں سے جاتی ہیں۔ آسمان کا ذکر اس لیے بھی کیا گیا ہے کہ بارش  
برسانے کا حکم کر دیا ہے آگے، اللہ کا فرمان ہے وَفِی السَّمَاءِ  
رِزْقٌ کَثِیْرٌ وَّمَا تَرَوْهُ مُدَوْنٌ رَّالْمَیْمِ (۲۴) تمہارا رزق اور جو کچھ تم سے وعدہ  
کیا گیا ہے۔ سب آسمانوں میں ہے یعنی حکم کر دیں سے آگے۔ فرمایا اللہ نے  
آسمان کی طرف سے پانی ازل کیا فَآخْرَجْنَا مِنْۢ بَیْنِ سَحَابٍ مَّحْتَلِفًا  
اَلْوَانُھُمْ پس اس کے ذریعے پھل پیدا کیے جن کے مختلف رنگ ہیں اللہ  
نے یہ چیزیں انسانوں کی غذا اور تفریح کے لیے پیدا فرمائی ہیں۔

اب فرا ان پھلوں کی ساخت، رنگ اور ذائقہ میں غور کریں، ہر ایک کا الگ الگ حجم، الگ الگ رنگ، ذائقہ اور خواص ہیں ہر قسم کے پھل بھی مختلف ہیں جنہیں انسان باقور اور کیڑے مکوڑے کھاتے ہیں۔ سورہ الرعد میں اللہ نے زمین کے مختلف خطوں اور مختلف باغات کی طرف توجہ دلا کر

فرمایا ہے۔ یُسْقٰی بِسَآءٍ مُّوَّحِدٍ (آیت ۴۰) سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے مگر اس سے پیدا ہونے والے بعض پھلوں کو بعض پر اللہ نے فضیلت بخشی ہے۔ پانی ترمی ہے جو بارش کے ذریعے نازل ہوتا ہے۔ پھر وہ کبھی ندی نالوں اور دریاؤں کی صورت میں بہہ نکلتا ہے۔ کبھی چشموں کی شکل میں زمین کے اندر رُک جاتا ہے، اور پھر کنوؤں کے ذریعے نکالا جاتا ہے مگر یہ اللہ کی قدرت کی نشانی ہے کہ ایک ہی پانی حاصل کرنے والے پھلوں میں سے کوئی میٹھا ہے، کوئی کڑوا، کوئی ترش اور کوئی پھیکا ہے۔ رنگ بھی مختلف ہیں اور سائز میں بھی تفاوت ہے بہر حال اناج اور پھل اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔

پھاڑوں کی  
گھاٹیاں

فرمایا جس طرح اللہ نے پانی کے ذریعے مختلف پھل پیدا کیے ہیں اسی طرح وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيَضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُمَا پھاڑوں کی گھاٹیاں بھی سرخ و سفید ہیں ان کے مختلف رنگ ہیں وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُمَا اور بعض انتہائی سیاہ ہیں۔ دنیا کے مختلف خطوں میں میں میٹا کا رنگ بھی مختلف ہے اور پھاڑوں کے رنگ بھی مختلف ہیں، اکیں سیاہ پتھر ہیں تو کہیں میٹا لے۔ کہیں سفید ہیں تو کہیں سرخ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ ہر چیز کا خالق وہی وہ ذات رب ہے۔ انسان، پھلوں اور پھاڑوں کی تخلیق میں ہی غور کر لے تو اُسے اللہ کی وحدانیت سمجھ میں آسکتی ہے۔

جانداروں  
کی تخلیق

بے جان چیزوں کی تخلیق کے بعد اللہ نے جانداروں کی تخلیق کا ذکر بھی کیا ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ وَالْذَّوَابِّ اور لوگوں میں سے اور زمین میں چلنے پھرنے والے کیڑے مکوڑوں میں سے۔ وَالْأَنْعَامِ اور مویشیوں میں سے ذرا ان تمام جانداروں میں غور کرو مَجْتَعَتِ الْوَانَةُ كَذَلِكَ اِی طرح ان کے بھی مختلف رنگ ہیں۔ انسان بھی ظاہری شکل و صورت اور رنگت کے اعتبار سے مختلف ہیں، کوئی سیاہی مائل ہے، کوئی گورا چٹا، کوئی زردی مائل، اور کوئی گندمی رنگ والا۔ قد و قامت کے لحاظ سے بھی کوئی پست قامت ہے۔



کوئی درمیانہ اور کوئی طریق قاسمیت ہے۔ اسی طرح کوئی سزا ہے اور کوئی بدلہ قوت کے لحاظ سے کوئی بڑا عاقبہ اور کوئی کمزور ہے۔ مختلف خطوں کے لوگوں کے خواص بھی مختلف ہوتے ہیں۔ باطنی طور پر بھی لوگوں کے خصائل مختلف ہیں کوئی ایماندار ہیں اور کوئی کافر و مشرک، جو بھی اور دہریے، کوئی خوش اخلاق ہیں اور کوئی باخلاق لوگوں کے عزائم بھی مختلف ہیں اور سوچ اور فکر بھی مختلف ہوتی ہے گویا انسانوں میں بڑا ہی اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہی تفاوت دیگر جہازوں میں بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

در اصل نبی کریم علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ مخالفین کا ایمان اور مانوس سے پریشان نہ ہوں۔ دنیا دار الامتحان ہے۔ اس میں لوگ جتنے اختلاف کرتے رہیں گے جیسے فرمایا وَلَوْ شَاءَ رَبِّي لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُ لَوْكَ مُخْتَلِفِينَ (ہود - ۱۱۸) اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر ان ان برابر اختلاف کھیل رہے ہیں گے۔ سورۃ النحل میں فرمایا وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ (آیت ۹) اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا مگر وہ کسی پر جبر نہیں کرتا۔ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ مِنْ وَ مَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ (الکاف) جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کا راستہ اختیار کرے، اللہ نے دلوں کا انجام واضح کر دیا ہے۔ اگر ایمان لائے گا تو خطیرۃ القدس جیسے پاک مقام کی رکنیت حاصل ہو جائے گی اور بالآخر اللہ کی رحمت کے مقام میں پہنچ جائے گا۔ اور اگر کفر و شرک کے راستے پر چل نکلا تو آگ کی قاتلوں والی جہنم میں جانا پڑے گا۔ بہر حال ان اختلافات کو سامنے رکھ کر تسلی دی گئی ہے کہ اہل ایمان غلگین نہ ہوں۔

اہل علم کی  
تعریف

فرمایا اللہ کی متعین قسم کی تخلیق میں اختلاف تو موجود ہے لیکن انشاءً یخشی اللہ من عبادہ العلماء ابے شک اللہ کے بندوں میں سے

اہل علم ہی ڈرتے ہیں، جن لوگوں میں علم اور سمجھ کی کمی ہوتی ہے ان میں خود خدا کا بھی  
فقدان ہوتا ہے۔ اللہ سے ڈرنے والے وہی لوگ ہیں، جو اللہ کی عظمت و جلال  
کو پیش نظر رکھتے ہیں، خدا کی توحید اور صفات کو سمجھتے ہیں اور آخرت کی زندگی  
پر یقین رکھتے ہیں، شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں کہ اللہ سے ڈرنے والے سارے لوگ  
نہیں ہوتے بلکہ یہ تو سمجھ رکھنے والوں کی صفت ہے۔

اللہ کے عالم بندہ کی شناخت کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ  
فرماتے ہیں کہ عالم بالرحمن اللہ کا وہ بندہ ہے جو خدا کے رحمان کو جاننے والا ہے  
لَمْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا جس نے اللہ کے ساتھ شریک نہ کیا ہو۔ یعنی مشرک  
آدمی عالم کہلانے کا حقدار نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ عالم آدمی وہ ہے اَحَدٌ  
حَدَاكُ وَحَدَّ مَحَدًا جس نے اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حلال اور  
حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھا، وَحَفَظَ وَصِيَّتَهُ اور اس کی وصیت  
کی حفاظت کی وَآيَقَنَ أَنَّهُ مُلْقِيهِ وَهُوَ حَاسِبُهُ اور یقین رکھا کہ  
ایک دن اُس سے ملاقات ہونے والی ہے اور وہ ضرور حساب لے گا۔

امام حسن بصریؒ عالم کی تعریف میں فرماتے ہیں الْعَالِمُ مَنْ خَشِيَ  
الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ عالم شخص وہ ہے جو بن دیکھے خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے  
ایسا شخص اللہ کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر ہی اپنے دل میں خوف رکھتا ہے  
جس چیز کی اللہ نے ترغیب دی ہے، وہ بھی اُس کی ترغیب دیتا ہے، اور  
جس چیز سے اللہ نے منع کیا ہے، وہ بھی اس سے منع کرتا ہے، اور جس چیز میں  
خدا کی ناراضگی ہے اُس سے خود بھی بچتا ہے اور دوسروں کو بھی بچاتا ہے۔  
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے علم کی تعریف اس طرح منقول ہے۔

لَيْسَ الْعِلْمُ بِكَثْرَةِ الْحَدِيثِ  
وَلَكِنَّ الْعِلْمَ عَن كَثْرَةِ الْخَشْيَةِ

نیا وہ روایات یاد ہونا علم کی علامت نہیں بلکہ خوف خدا کی زیادتی علم کی نشانی ہے۔  
شیخ شهاب الدین سرور دہلوی سے منقول ہے مَنْ لَمْ يَخْشَ اللَّهَ لَمْ يُفْهِمْ  
لیکن يَفْهِمُ جس میں شکیست نہیں وہ عالم نہیں۔ صاحب روح المعانی  
فرماتے ہیں کہ علما حقیقت میں وہ ہیں جو اللہ کی ذات اور اس کی صفاتِ جلیلہ  
کو جانتے ہیں، جو خدا کے افعالِ حمیدہ کا علم رکھتے ہیں اور اس کی تمام شیروانِ حمیدہ  
کو بھی سمجھتے ہیں۔ اسی طرح امام مالکؒ نے بھی فرمایا ہے کہ عالم وہ نہیں ہے  
جس کو زیادہ روایتیں یاد ہوں بلکہ عالم وہ ہے جس کا دل اللہ کی عطا کردہ روشنی  
سے روشن ہے، خدا کی معرفت حاصل ہے اور اس کی ذات و صفات کو جانتا  
اور پہچانتا ہے۔ مَنْ خَشِيَ اللَّهَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ كَلِمَةٍ کہ لوگ کہتے ہیں  
کہ فلاں آدمی فقیہ ہے حالانکہ فقیر کامل تو وہ شخص ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت  
سے باخبر نہیں کرے اور کسی کو خدا کی محاسنی کی اجازت نہیں دے اور لوگوں کو  
مذابِ الہی سے بے فکر نہیں کرے۔ عالم آدمی قرآن سے اعراض نہیں کرتا۔ نیز  
فرماتے ہیں لَا يَخْشَى فِي عِبَادَةِ اللَّهِ عِلْمُهُ قِيَمًا اچھی عبادت میں کوئی چیز  
نہیں جس میں علم کا دخل نہیں۔ گویا عبادتِ علم کے ساتھ غیب سوچی سمجھی نہ کی  
جائے تو مفید ہوگی اور نہ نہیں۔

خواجہ علی ہجویری کا قول بھی ہے الْمُتَعَلِّمُ بِلَا عِلْمٍ هَكَذَا  
خُفَّ طَائِفَتُهُمْ بَعِيرٌ عِلْمُ كَيْفَ عِبَادَتِ كَرْنِ وَالْآخِرُ اس کے گدھے کی طرح ہے  
وہ جانتا ہی نہیں کہ کیوں چکر کاٹ رہا ہے، اسی طرح بے علم کی حالت ہے بغیر کچھ  
کے علم درست نہیں اور کچھ میں ضروری چیز ایمان ہے جس کے بغیر کوئی عبادت  
قابلِ قبول نہیں۔ خدا کی توحید، اُس کی صفات، عالم بزرگ اور آخرت کی منزل  
وغیرہ سب ضروری چیزیں ہیں جن کے متعلق عالم کو علم ہونا چاہیے۔ اسی طرح فقیہ

بھی ہی ہوگا۔ جو کچھ اور نفاہت رکھنے والا ہوگا، حضرت علیؑ کا مقولہ ہے لَا فِتْنَةَ  
 لَا تَدْبُرُ فِيهِمَا قُرْآنَ کی جس تلاوت میں تدبیر نہیں ہے اُس کی کوئی خاص وقعت  
 نہیں کیونکہ قرآن کی آیات میں غور و فکر اور تدبیر ضروری ہے، اللہ نے شکوہ کیا ہے  
 اَعْتَدَ بَيْتَ دَبْرٍ وَدَنْ الْقُرْآنَ اَمْ عَلَيَّ قُلُوبٌ اَقْصَا لَهَا رُجْعًا (۲۴)  
 لوگ قرآن میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے، کیا ان کے دلوں پر تائے پڑے ہیں؟  
 پر دیر جیسے بعض گمراہ لوگوں نے اس آیت کا غلط معنی کیا ہے۔ اُس نے  
 اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ عالم سے مراد سائنس دان ہیں۔ یہ تو صریحاً قرآن پاک کی کج فہم  
 ہے اس شخص نے اپنے آپ کو مخبر قرآن کے نام سے مشہور کر لیا، رسالہ طلوع اسلام  
 جاری کیا مگر گمراہ ہو گیا۔ اس نے خود ساختہ لغت بھی جاری کیا۔ اس نے نہ صرف  
 عالم کا معنی غلط کیا بلکہ سورۃ نمل میں جہاں وَقَفَّذَ الطَّيْرَ (آیت ۲۰) کا ذکر  
 آیا ہے۔ وہاں اس نے طیر کا معنی پرندہ نہیں بلکہ جنگلی آدمی کیا ہے۔ اللہ کا معنی  
 قانون کیا ہے، اور حریم سے پاکیزہ فکر مراد لی ہے۔ اُس نے اہل کاسمی لونیٹ  
 کی بجائے بادل بھی کیا ہے۔ اسی طرح اُس نے علماء سے مراد سائنس دان کیا ہے۔  
 اگرچہ سائنس بھی ایک علم یا فن کا شعبہ ہے جس کے ذریعے تجربات حاصل کیے جاتے  
 ہیں اور فزکس، کیمسٹری، الیکٹریسیٹی، فلکیات، وغیرہ اس کی بہت سی شاخیں ہیں مگر  
 عالم سے مراد محض سائنس دان لینا تو بالکل ہی غلط ہے۔ سائنس دان تو مومن کا ذکر  
 دہریے بھی ہیں مگر وہ عالم نہیں کہلا سکتے۔ عالم بندہ سے قرآن کی مراد ایٹم  
 ہے جسے اللہ کی توحید، اس کی صفات، ذات، احکام اور آخرت کا علم حاصل  
 ہے اور اس علم کے مطابق وہ عامل بھی ہے۔ عالم کے لیے تو عقیدے کی درستگی  
 ضروری ہے جو غیر مسلموں میں نہیں پائی جاتی۔ لہذا وہ عالم کہلانے کے حقدار نہیں  
 ہو سکتے۔

فرمایا اللہ کے بندوں میں سے اہل علم ہی اُس سے ڈرتے ہیں۔ اِنَّ  
 اللّٰهَ عَنِ يَدِ عَقُوْرٍ بے شک اللہ تعالیٰ زبردست ہے کہ جب وہ کہی

سکرش کو بچتا ہے تو ہم چھوڑتا نہیں۔ وہ غفور بھی ہے کہ توبہ کرنے پر گنہگاروں کو معاف بھی کر دیتا ہے۔

نفع بخش  
تجارت

ارشاد ہوتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَهُ لَوْ كُنْ بِرُكْبَةٍ  
الہی کی تلاوت کرتے ہیں وَاقِفًا مُّوَالِصَةً اور غار قائم کرتے ہیں۔  
وَانْعَقُوا مَسَافِرَ رَفَقَتُهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً اور جو کچھ ہم نے  
اُن کو روزی دی ہے۔ اُن میں سے مخفی اور ظاہر خرچ کرتے ہیں۔ یہی پوشیدہ  
طور پر خرچ کرنا بہتر ہوتا ہے اور کبھی ظاہر کر کے خرچ کرنا ضروری ہوتا ہے فرمایا۔  
ایسے لوگ یہ جَوْنِ حَبَاۃً كُنْ جَوْرًا ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں۔  
جو کبھی برباد نہیں ہوگی، تو یہ نفع بخش تجارت ہے، آج میں یہ یقین ہے کہ  
جَوْرٌ عَسَرَ ثُمَّ رَدَّ وہ بد سے اُن کو پورا پورا۔ اللہ تعالیٰ کسی کی حق نفی نہیں کرتا۔  
وہ مذکور ہندوں کو اُن کے عقیبہ و اعمال کا پورا اجر دے گا۔ وَكَرِهُدْهُمْ  
مِنْ قَضِيْلَةٍ بَلْکَا اِنِّیْ مَرَالِیْ سے اُن کے استحقاق کی نسبت زیادہ انعام والا  
بھی ہے کہ اُن کی کوئی حد نہیں کیونکہ اِنَّهُ عَفُوٌّ رَّحِيْمٌ شَکُوْرٌ اِسْ عَزَّ  
کا یہ شان ہے کہ وہ غلیظوں، کُراہیوں کو معاف کرنے والا بھی ہے اور معمولی  
سے معمولی کار خیر کا ثمر دان بھی ہے۔ وہ کسی کی محنت و کوشش کو ضائع نہیں کرتا  
امام مزدویؒ کے متعلق مشہور ہے کہ ان کے ایک شاگرد نے آپ کو  
خواب میں دیکھا۔ اور فرمایا کہ اے فلاں! کیا تمہیں پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں  
عورت کو بخش دیا ہے۔ شاگرد نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا، وہ عورت غار نہیں  
پڑھتی تھی، البتہ جب اذان پڑتی تو اس کا جواب دے اور استراحت سے جتنی تھی۔ خدا  
نے اس کا۔۔۔ یہی عمل قبول کر لیا ہے۔ حدیث کا مضمون بھی ہے کہ کسی چھوٹے چھوٹے  
عمل کو بھی جنتیہ سمجھو، شاید اللہ کے نزدیک وہی قابل قبول ہو اور تمہارے لیے  
سمات کا باعث بن جائے اس کو یہ مطلب نہیں کہ انسان فَرَقْلَس سے غافل ہو  
کہ محض چھوٹے چھوٹے کاموں کے پیچھے لگ جائے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ کی

غفریت اللہ قدرتی کا یہ عالم ہے کہ وہ چھوٹے سے عمل کا بہار بنا کر بھی بخش دینے پر قدرت رکھتا ہے۔

گئے قرآن پاک کی حقانیت کا ذکر کیلئے وَالَّذِي اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ ۚ اَللّٰهُمَّ نے آپ کی طرف کتاب میں سے جروجی کی ہے وہ برحق ہے یعنی اللہ نے قرآن کی حقانیت و صداقت پر ہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اور ساتھ یہ بھی کہ یہ کتاب مَصْدَقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ یعنی پہلے سے پہلے کی تصدیق کرنے والی ہے اور اُن میں پیدا کی گئی عزایوں کی بھی نشاندہی کرتی ہے۔ فَرَمَا اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبُكَ الْغَيْبِ ۚ اَللّٰهُمَّ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللّٰهُ تعالیٰ اپنے بندوں کی پوری خبر رکھتا ہے اور ہر شخص کا عقیدہ اور عمل اُن کی نگاہ میں ہے۔ وہ ہر ایک کو پورا پورا بدلہ دے گا۔

قرآن کی  
حقانیت

ومن لقنت ٢٢

فناطر ٣٥

در سر نهم ٩

آیت ٣٢ تا ٣٤

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا  
 فِيهِمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ  
 وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ يُاذِنُ اللَّهُ ذَلِكَ  
 هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ③ جَنَّتٌ عَدْنٌ يَدْخُلُونَهَا  
 يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا  
 وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ④ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ  
 الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ  
 شَكُورٌ ⑤ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ  
 فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نُصَبٌ وَلَا نَمَسٌ  
 فِيهَا لُغُوبٌ ⑥ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ  
 لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ  
 مِنْ عَذَابِهَا كَذَلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ⑦  
 وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا  
 نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ  
 نَعْمَرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرُ وَجَاءَكُمْ

النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: پھر ہم نے وارث بنایا کتاب کا ان لوگوں کو جنہیں ہم نے منتخب کیا اپنے بندوں میں سے، اپنی بعض ان میں زیادتی کرنے والے ہیں اپنی جان پر، اور ان میں سے بعض میاں رو ہیں، اور بعض ان میں سے سبقت کرنے والے ہیں مصلیوں کے ساتھ اللہ کے حکم سے۔ یہ بڑی فضیلت کی بات ہے ﴿۳۴﴾ بات یہ ہے کہ داخل ہوں گے ان میں، پہنائے جائیں گے ان کو کنگن سونے کے اور بڑے موتیوں کے، اور لباس ان کا بیٹھم کا ہوگا ﴿۳۵﴾ اور دو کہیں گے، سب تعزیت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے دور کر دیا ہم سے عقم۔ بیک ہمارا پروردگار بہت بخشش کرنے والا اور قدر دان ہے ﴿۳۶﴾ وہ جس نے امان ہے ہمیں فکرنے کی جگہ میں اپنے فضل سے، نہیں پہنچتی اس میں ہم کو کوئی شقت، اور نہیں پہنچتی اس میں ہم کو کوئی تھکاوٹ ﴿۳۷﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا، ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ فیصلہ کیا جائے گا ان پر کہ وہ مر جائیں اور نہ تخفیف کی جائے گی ان سے اس (دوزخ) کے عذاب سے۔ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ہر ناشکر گزار کو ﴿۳۸﴾ اور وہ چلائیں گے اس کے اندر اور کہیں گے اے ہمارے پروردگار! نکال دے ہم کو کہ ہم غل کر رہے ہیں، اچھا سوائے اس کے جو ہم پہلے غل کیا کرتے تھے۔ لا اللہ فرمائے گا، کیا ہم نے تمہیں عمر نہیں دی تھی کہ نصیحت



پکڑے اس کے اندر جو نصیحت پکڑنا چاہتا ہے۔ اور آیا  
تھکے پاس آؤ سنانے والا۔ اب پکھڑا پس نہیں ہے  
ظالموں کے لیے کوئی مددگار (۳۹)

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی مختلف اقسام کو ترجمہ کے دلائل  
کے طور پر پیش کیا۔ پھر فرمایا کہ خشیت الہی علم اور سمجھ بوجھ رکھنے والے لوگوں میں  
پائی جاتی ہے۔ اس کے بعد اللہ نے اہل ایمان کی بعض صفات بیان فرمائیں کہ  
وہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی عطا  
کردہ روزی میں سے خرچ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ  
نفع بخش ستھارت کرتے ہیں۔ پھر قرآن کے بارے میں اللہ نے منسرایا  
کہ یہ برحق ہے، پہلی کتابوں کی مصدق ہے اور انسانوں کی ہدایت کے لیے  
اس کتاب میں بڑا سامان ہے، خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات سے اچھی  
طرح باخبر ہے۔

کتابیں اور صحیفے پہلے نبیوں پر بھی نازل ہوئے اور پھر آخر میں اللہ نے  
قرآن پاک جیسی عظیم المرتبت کتاب نازل فرمائی جس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔  
ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِكَ  
پھر ہم نے اس کتاب یعنی قرآن کا وارث ان کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں  
میں سے منتخب فرمایا۔ اللہ نے اس آخری امت کو تمام سابقہ اہم و فضیلت  
بخشی اور اس کو آخری کتاب کا وارث بنایا۔ اس کتاب کی نشر و اشاعت، تعمیم  
اور اس پر عمل کرنا اسی امت کی ذمہ داری ٹھہری۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اہل کتاب  
کو تورات کا وارث بنایا مگر انہوں نے یہ امانت پرے طریقے سے ادا نہ کی۔  
جس کی وجہ سے کتاب میں تغیر و تبدل پیدا ہوا اور اب یہ اس آخری امت کی  
آزمائش ہے کہ وہ اس امانت کا بار احسن طریقے سے اٹھائیں۔  
فرمایا جس طرح اللہ کی تخلیق مختلف ہے، انسان، جانور، کیڑے، پتھر،

پہلے، آج، پانچوں دُنیویوں میں بے شمار اقسام پائی جاتی ہیں۔ اور کئی ایک غمخوار بھی آپس میں یکجا نہیں ہے، اسی طرح دُنیائے کتاب یعنی آخری امت کے لوگ بھی ایک جیسے نہیں ہیں۔ فَعِنْتَهُمْ طَاعَتُكَ لِنَفْسِكَ اُن میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی۔ اگرچہ بحقیقت مجبور ہی وہ منتخب بندوں میں سے ہیں مگر سامعی میں بھی طرک ہیں حتیٰ کہ کہاؤسے بھی پرہیز نہیں کرتے بطلب یہ کہ ایمان لانے کے باوجود گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ اُن کی اپنی ہی جانوں پر زیادتی ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ مَّقْتَدِرٌ اور اُن میں سے بعض میانہ رو ہیں کبھی گناہ کا ارتکاب بھی کر لیا اور کبھی چھوڑ بھی دیا اور اُس کی تلافی کر لی۔ ساتھ ساتھ نیکی کے کام بھی انجام دیتے رہتے ہیں۔ اگرچہ وہ زیادہ تنہی تو نہیں لیکن گناہوں میں بھی زیادہ احتیاط نہیں رکھتے بلکہ درمیانی پال پھرتے رہتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْإِخْسَارَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ اور اُن میں سے بعض وہ بھی ہیں جو اللہ کے حکم سے نیکیوں میں بہتت حاصل کرنے والے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کی طرف سے نیکیوں کے سب سے پہلے ہیں اور اس میں کمال حاصل کرتے ہیں۔ فَرِيقٌ اور چوتھے سنن اور صحابت کی اور اُن کی کوشش کرتے ہیں اور صغیر و کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں۔ یہ نیکیوں میں بہتت کرنے والے لوگ ہیں۔ انہی کے متعلق فرمایا ذَلِكُمْ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے جو اُن لوگوں پر پورا ہے۔

ایسے لوگوں کی جزا کے متعلق فرمایا جَنَّتْ سَعْدِيْنَ يَدْخُلُوْنَ فِيْهَا پہننے کے باغات میں جن میں وہ داخل ہوں گے، یعنی وہ لوگ بہشت میں داخل ہوں گے يَجْزَلُوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرٍ مِنْ ذَهَبٍ وَلَوْ لَوَّاجًا انہیں سونے کے کنگن اور موتیوں کے ہار پہنائے جائیں گے وَلِبَاسُ سُهُُومٍ فِيْهَا خِرْمِيٍّ اور وہاں ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔ دنیا میں تو اللہ نے مردوں کے لیے سونا اور ریشم حرام قرار دیا ہے مگر جب یہ جنت میں پہنیں گے تو وہاں

اہل جنت  
کے لیے  
انعامات



جس کے بعد کسی دوسری جگہ نہیں جائے گا۔ جو جنتی لوگ اللہ کی تعریف بیان کریں گے جس نے انہیں اس آخری مقام میں ٹھکانا دیا۔ اور یہ الیاء علیہ السلام ٹھکانا ہے۔ لَا يَمَسُّهُمُ فِيهَا فُجُورٌ۔ جہنم میں نہیں کوئی تمسک و شہوت نہیں پہنچتی وَلَا يَمَسُّهُمُ فِيهَا سُوءٌ۔ لغو و بے کاری نہ کوئی مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے۔

جنتی لوگ ان سورتوں کا ذکر کریں گے جو انہیں جنت میں پہنچ کر حاصل ہوئی گی۔ دراصل نصیب اور لغوب درلوں میں معنی الفاظ ہیں اور معنی تمسک و شہوت ہی ہے۔ البتہ بعض فرماتے ہیں کہ نصیب اس تمسک و شہوت کو کہتے ہیں جو کسی کو کام کاج کے دوران ہوجاتی ہے اور لغوب وہ تمسک و شہوت ہے جو کام کرنے کے بعد لا جرم ہوتی ہے۔ بہشت میں پہنچ کر تو کسی کام ہی نہیں کرنا پڑے گا، نہ مشقت، اٹھانی پڑے گی لہذا کسی قسم کی تمسک و شہوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بعض حضرات نصیب کا معنی جسمانی تمسک و شہوت اور لغوب کا معنی نفسانی تمسک و شہوت بھی کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہاں پہنچ کر کسی قسم کی تمسک و شہوت نہیں ہوگی۔ جنتی لوگ نہایت آرام و سکون کی زندگی بسر کریں گے۔

آجے اسٹریٹس کفار کی تعزیرات کا ذکر بھی کیا ہے۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا اور جن لوگوں نے کفر کا شیعہ اختیار کیا۔ ان کے لیے جہنم کی آگ ہوگی لَا يَفْقَهُوْنَ عَلَيْهِمْ قَوْلًا مِّنْهُمُ ان کے متعلق موت کا فیصلہ بھی نہیں کیا جائے گا۔ قرآن پاک میں کئی مقامات پر جہنم کی اس حالت کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہاں ان کو نہ موت آئے گی اور نہ زندگی ہوگی، وہ اس قدر کرناک حالت میں ہوں گے۔ سورۃ الاعلیٰ میں ہے کہ دروزخ میں پہنچ کر ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيٰی (آیت ۱۳) اسی طرح سورۃ الطہ میں ہے کہ مجرم کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيٰی (آیت ۴۴) نہ کو موت ملے نہ زندگی کہ جہنم کی منہا ہے چھکارا حاصل ہو جائے

اور جہنم کے لیے نظر

اور نہ راحت حاصل ہوگی۔ جو کہ زندگی کی علامت ہے۔ فرمایا وَلَا يَخْفَفُ عَنْهُمْ قِيلٌ عَذَابِهِمْ اُنْ كے لیے دوزخ کے عذاب میں کوئی تخفیف بھی نہیں ہوگی بلکہ عذاب مسلسل ہوتا رہے گا۔ فرمایا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُكْفُورِينَ ہم اسی طرح ناسخ گزار کر دے جیسے ہیں اُن کی سزا جہنم کا داخل ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ جس لوگ عذاب کی تکلیف سے قہقہہ قیصر کر لیں فَيُخَفَّفُ اِس میں عافیتیں گے اور بار بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کریں گے۔ رَبَّنَا اخْرِجْنَا مِنْ هٰذَا نَفْعَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ اُسے چارے پروردگار! ہمیں یہاں سے نکال دے، اب ہم اچھا عمل کریں گے۔ اِس کی بجائے جو پہلی زندگی میں کیا کرتے تھے۔ ترمذی شریعت کی روایت میں آتا ہے کہ کافر لوگ چلا چلا کر ہزار برس تک دوزخ سے نکلنے کی درخواست کریں گے اِس کے بعد جواب آئے گا۔ اِخْسَعُوا لِيْهِمْ وَلَا يُخْلَعُوْنَ اَلْمُؤْمِنُوْنَ ۱۰۱ تم پر اسی جہنم میں پھنسا کر رہو۔ اب کلام نہ کرو، اب تمہیں جواب دینے کے لیے بھی تیار نہیں۔ الغرض! جہنم والوں کی پیچ و پکار ہوتی ہے گی مگر اُن کے عذاب میں کوئی تخفیف نہیں ہوگی۔

عمر کا  
استعمال

بِالْأَعْرَافِ اللہ تعالیٰ جواب دے گا اَوْ كُنْتُمْ تُعْبَدُونَ كُفْرًا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اِسے ذکر و فیہ صَوْتُ تَذَكُّرٍ کہ جو اِس دوران نصیحت پکڑنا چاہیے، پھر اسے تمہیں دنیا میں پرار پرار موقع دیا گیا تھا۔ اللہ نے اپنے پیغمبر اور مبلغین بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں۔ مگر تم نے اس موقع کو ضائع کر دیا اور کوئی نصیحت حاصل نہ کی۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ میری امت کے لوگوں کی اکثر عمریں سامٹو اور ستر سال کے درمیان ہیں۔ اِس سے آگے قلیل آدمی ہی باقیں گے اِسی لیے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جس شخص کو

اللہ تعالیٰ اتنی زندگی عطا کرے، اس کے بعد اُس کا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا  
الشر فرمائے گا۔ میں نے تمہیں اتنی لمبی حیات دی مگر تم میری ایمان سے محروم  
ہو، اور تمہارے کام نہ کر پائے، لہذا اب اس کا بدلہ چکرا

مذہب کا  
آدم

غرضیکہ اللہ فرمائے گا۔ میں نے تمہیں اتنی عمر دی وَجَّاهُكُمْ السَّيِّئِينَ  
اور تمہارے پاس درستی نہ ملے ہی آئے۔ اللہ کے تمام انبیاء و نذیر برائے ہیں۔  
خود حضور علیہ السلام بھی اللہ نے فرمایا فَقَدْ ذُحِبَتْ عَنْكُمْ غَنَاتُكُمْ وَبَشِّرِ  
الْكَاذِبِينَ (المائدہ-۱۹) تحقیق تمہارے پاس بشارت مینے والا اور ڈر نہانے والا آ  
چکا ہے، اپنی فکر کر لو، قیامت آنے والی ہے اور محاسبہ اعمال ہاڑی ہوگا۔  
اور پھر جنت یا دوزخ میں دائمی ٹھکانا ہوگا۔ امام ابو بکر جتنا س فرماتے ہیں، کہ خود  
حضور علیہ السلام کی ذات مبارکہ بھی نذیر ہے، اللہ کے قائم کردہ تمام دلائل و وجہ  
بھی نذیر ہیں۔ انبیاء کے وعدے بھی نذیر ہیں، انسان کو پیش آنے والے قسم  
تغیرات، بھین، جلائی، چھاپا صحت، بیماری، فقر، غنچ اور دیگر حوادثِ زمانہ  
سب انسانوں کے لیے ہنر نذیر کے ہیں کہ ان میں غور و فکر کر کے اپنی عاقبت کے  
لیے ہنر و مال پیدا کرے۔

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جب انسان کے جسم میں ایک بال سفید ہو  
جاتا ہے تو وہ دوسرے بال سے کہتا ہے کہ تیار ہو یا تو موت کا وقت قریب  
آگیا ہے اگر بالوں کی سفیدی میں نذیر ہے، کسی شاعر نے بھی کہا ہے :-

وَقَابِلَةٌ تَخْضَعُ يَا حَبِيبِي

وَسَوْفَ تَشْعُرُ وَجْهَكَ يَا لَعِينِي

محبور نے اپنے محبوب سے کہا کہ اسے پیاسے اپنے بالوں کو رنگ لو، یعنی اپنے چہرے  
کے بالوں کو عیسوی اعلیٰ خوشنم کے ساتھ سیاہ کر لو۔ اس پر اُس شخص نے جواب دیا

قُلْتُ لَهَا الْمَشِيبُ نَذِيرٌ عُمُرِي  
وَكُنْتُ مُسَوِّدًا وَجْهَهُ السَّنْدُ مِرِّي

پڑھا پامیری زندگی کا نذیر ہے، لہذا میں اس نذیر کے پیرے کو سیاہ کرنے کیلئے  
نید نہیں ہوں۔

اس طرح ابن حطان شاعر نے بھی کہا ہے۔

فَاعْمَلْ فَإِنَّكَ مَتَّعْتَنِي بِوَاحِدَةٍ

حسب اللیب بھلا شیب من فاعلی

عمل کرتے چلے جاؤ کیونکہ ایک دن ہی آواز آئے گی کہ اہم کا ختم ہو گیا عقلند  
آدمی کے لیے موت کی خبر سننے والی بالوں کی سفیدی ہی کافی ہے۔ اسی لیے  
بعض روایات اور آثار میں آتے ہیں کہ انسان کی بیماری اس کے لیے موت کی ڈاک  
کی مانند ہے۔ اللہ فرمائے گا، میں تمہاری طرہ موت کی ڈاک بھی بھیجا رہا ہوں مگر تم  
نے اس سے کوئی عبرت حاصل نہ کی۔ بعض روایات میں رائے کا لفظ آتا ہے۔  
رائے قلعے کے اُس آگے چلنے والے کستہ کو کہتے ہیں جو گھاس، پانی وغیرہ  
کی تلاش پر مامور رہتا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ تمام عوامل موت کی خبر دے رہے تھے،  
مگر تم نے اس کے لیے تیاری نہ کی۔  
شیخ سعدی کا قول ہے۔

خبرے گئے فلاں و غنیمت شمار عمر

زراں چیشتر کو باجگ برآید فلاں زمانہ

اے شخص عمر کو غنیمت جان کر نیک عمل کر لے چیشتر اس کے کہ آدمی سے  
آواز آئے کہ آج فلاں شخص ختم ہو گیا یعنی اس کی موت واقع ہو گئی۔  
فرمایا، اگر اتنے نذیر بھیجنے کے باوجود تم نے اپنی حالت کو درست نہیں کیا

فَذُوقُوا عَذَابَ اِيْمَانِي كَمَا تَتْلُوهُ الشُّعْرَةُ عَلٰى سُرْمٍ مِّنْ مَّوْءٍ كَا قَحْمًا  
 لِلظَّالِمِيْنَ مَوْتٌ قَسِيْرٌ يَسْتَلْظِمُوْنَ كُرْسٰى وَاَلُوْنَ كَسِيْرٌ كُوْنِيْ مَدُوْكَارٌ  
 نَّبِيْئِيْ هُوَ كَا، اَنِّ كَا قَبِيْلٌ اَبْلَدِيْ اَبْجَدٌ، سَفَا رَئِيْ غَرَضِيْكَ كُوْنِيْ سَجِيْ عَذَابِ اَلٰهِي  
 سَ نَبِيْئِيْ سَجَا سَكَا -

---



إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ غَيْبِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ  
 عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ  
 خَلْقًا فِي الْأَرْضِ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ  
 وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا  
 مَقْتًا وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ﴿۲۹﴾  
 قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَ كُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ  
 دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ  
 أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمُوتِ أَمْ آتَيْنَهُمُ  
 كِتَابًا فَهُمْ عَلَى بَيِّنَةٍ مِّنْهُ بَلْ إِنْ يَعِدُ  
 الظَّالِمُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا ﴿۳۰﴾ إِنَّ  
 اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ  
 زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ  
 إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿۳۱﴾

ترجمہ :- بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے پرتھ  
 چیزیں آسمانوں اور زمین کو ۔ بے شک وہ خوب جانتا ہے  
 سینوں کے راز ﴿۲۸﴾ وہی ذات ہے جس نے بنایا تم کو

طیغ زمین میں۔ پس جس نے کفر اختیار کیا، پس اسی پر اس کے کفر کا وبال پڑا۔ اور نہیں زیادہ کرتا کافروں کے لیے اُن کا کفر اُن کے پروردگار کے پاس مگر ناراضی۔ اور نہیں زیادہ کرتا کفر کرنے والوں کے لیے اُن کا کفر مگر نقصان (۲۹) (۱) بے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے، بتلاؤ تمہارے وہ شریک جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انہوں نے کیا پیدا کیا ہے زمین میں۔ یا اُن کے لیے کوئی شراکت ہے آسمانوں میں، یا ہم نے اُن کو کوئی کتاب دی ہے اور وہ کھلی دلیل پر ہیں اس سے نہیں بلکہ نہیں وعدہ کرے ظالم لوگ بعض بعض کے ساتھ مگر فریب کا (۳۰) بے شک اللہ تعالیٰ روکتا ہے آسمانوں کو اور زمین کو اس بات سے کہ وہ ٹل جائیں۔ اور اگر وہ ٹل جائیں تو نہیں روک سکتا اُن دونوں کو کوئی بھی اس کے سوا۔ بے شک وہ ہر دہار اور بخشش کرنے والا ہے (۳۱)

گزشتہ درس میں انذار کا مضمون ذکر ہوا تھا۔ قرآن کے درناؤ میں قسم کے آدمی ہیں۔ بعض وہ ہیں جو صفاً روکاؤ کا ارتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ دوسری قسم کے لوگ سیانہ دوی اختیار کرتے ہیں۔ جب کہ تیرا گروہ وہ ہے جو بعلائوں میں سبقت کرتا ہے۔ یہ سارے گروہ اہل اسلام اور عاملین قرآن ہیں۔ پھر اللہ نے نیکی کرنے والوں کے اخلاص کا ذکر کیا اور کفر کرنے والوں کے عذاب اور اُن کی پیچ و پکار کو بیان کیا۔ اللہ فرمایا کہ تمہیں دنیا میں کتنی عمر تک صحت دی تھی۔ اس صحت کے دوران تمہارے پاس اللہ کے نبی بھی آئے جو تمہیں ڈر ساتے تھے، اللہ کی وحدانیت کے دلائل بھی تمہیں آگاہ کرتے تھے۔ انسانی زندگی کے تغیرات خود غریب ہیں انسان

ربطیات

کا بڑھا پالنے اور دلانا ہے کہ زندگی کا باقی حصہ مختلوارہ گیا ہے، اب بھی سمجھ جاؤ، مگر تم نے ان چیزوں سے نصیحت حاصل نہ کی، اب پیچھے چلنے کا کچھ فائدہ نہیں، اپنے عقیدے اور عمل کا مزہ چکھو۔ اب ظالموں کو کسی طرف سے مدد نہیں آئے گی۔

علم الغیب  
ذات

اب سورۃ کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض صفات اور جزائے عمل ہی کا ذکر کیا ہے۔ ساتھ ساتھ توحید کے عقلی دلائل بھی بیان کیے ہیں۔ قرآن کی صداقت کو ماننے والے اور انکار کمر نہیالوں کا ذکر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: إِنَّ اللَّهَ عَلِيمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ہے شک اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کی مخفی چیزوں کو جاننے والا ہے۔ إِنَّكُمْ بِعِلْمِهِ بِكُذَّابَاتِ الصُّدُورِ ہے شک سینوں کے رازوں کو بھی وہ خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی نیت، ارادے، استعداد اور صلاحیت تک کو جانتا ہے۔ اسی بنا پر گذشتہ درس میں اللہ کا یہ فرمان گزر چکا ہے فَذُوقُوا هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ تُحْسِنُونَ (آیت - ۳۷) اب عذاب کا مزہ چکھو۔ آج کے دن ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ اس دن کافر لوگ کہیں گے رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا لَعَنَّا (آیت - ۳۷) پھر وہ گارہیں اس عذاب سے نکال دے۔ ہم اچھے عمل کریں گے۔ مگر اللہ چونکہ ان کی نیت اور ارادے سے واقف ہے، وہ کہے گا وَلَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ لَنَبْنِيَنَّاهُمْ وَعَنَاءَهُ (الانعام - ۲۸) اگر بالفرض ہم ان کو دنیا میں واپس لوٹا بھی دی تو یہ پلٹ کر وہی کام کریں گے جس سے انہیں منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ علیم کل اور قاتم مخفی باتوں کو جاننے والا ہے، لہذا وہ ہر انسان کے ساتھ ان کی نیت، ارادے اور عمل کے مطابق ہی سلوک کرتا ہے۔

خلافتِ نبوی

ارشاد ہوتا ہے هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ خدا تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا۔ اللہ نے اپنا

یہ انعام یا دولت کا شکر گزار ہی کا مطالبہ کیا ہے۔ مگر اکثر لوگ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے۔  
 خلافت عالم بھی ہے اور خاص بھی۔ اللہ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کے متعلق فرشتوں  
 کو خطاب کر کے فرمایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِیْہِ الْاٰمَرِیْنَ خَلِیْفَۃً لِّالْبَقَرَةِ (۳۰)  
 میں زمین میں خلیفہ یعنی نائب یا قائم مقام بنانے والا ہوں۔ یہ خلافت خاص تھی۔  
 اور خلافت عام یہ ہے کہ بعد میں آنے والے لوگ پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے  
 خلیفہ، جانشین یا قائم مقام ہیں۔ پہلے بادشاہوں کی جگہ موجود حکمران خلیفہ ہیں۔  
 پہلے زمینداروں اور کاشتکاروں کے جانشین سرزورہ زمیندار یا کاشتکار ہیں۔  
 مفسرین کلام پر بھی فرماتے ہیں کہ جَعَلْتُکُمْ خَلِیْفَۃً لِّیْ فِی الْاَرْضِ سے ہے  
 کہ اللہ نے تمہیں پہلوں کا خلیفہ منتخب کیا ہے۔ اب خطہ ارتضیٰ مصاری سپرداری  
 میں ہے۔ اب یہ مصاری ذمہ داری ہے کہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔  
 اور اس کے احکام کو بھی زمین میں جاری کرو۔ اللہ کی مخلوق کو جہالت سے نکلار  
 اُن سے ظلم و زیادتی کو رفع کرو، اُن کو عدل و انصاف کا درس دو، زمین کو  
 شرف و فاد کی بجائے امن و سکون کا گہوارہ بناؤ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔  
 وَلَا تَقْسِبُ دُوْلًا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اٰمِلِہِمَا (الاعراف: ۵۶)  
 زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔ اللہ تعالیٰ اس خلافت کے  
 ذریعے مصاری آزمائش کو ناپا جاتا ہے فَيَنْظُرْ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ (مرث)  
 وہ ظاہر کر دے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو مگر عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے کہ  
 جب کسی فرد یا قوم یا جماعت کو اقتدار حاصل ہو جاتا ہے تو پھر شرک و گمراہی کی  
 بجھلے ناشکر ہی کے قریب ہوتے ہیں، اور اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتے  
 زمین کی اکثر آبادی تو کفر اور شرک میں مبتلا ہے۔ آج کے زمانہ میں بھی دنیا کی کل  
 آبادی کے چار حصے کفر و شرک میں ڈوبے بھٹے ہیں اور صرف پانچواں حصہ

دین و ایمان سے تعلق رکھتا ہے۔ بہر حال نیابت اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے مگر اکثر لوگ ناشکر گزار ہی ہیں۔

ناشکر گزاری کا انجام

ارشاد ہوا فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ جس نے کفرانِ نعمت کیا یعنی ناشکر گزاری کی تو اس کا وبال اُسی پر پڑے گا، اللہ کا کیا ہائے گا چاہیے قرآن تھا کہ لوگ اللہ کی آیات، اس کی صفات اور دلائل قدرت میں غور و فکر کر کے اُس کی توحید کو تسلیم کرتے، عدل و انصاف قائم کرتے، اللہ کی زمین میں اصلاح کرتے اور اس طرح اللہ کی نعمت کا شکر یہ ادا کرتے مگر اس کی بجائے انہوں نے کفر و شرک کا راستہ اختیار کر کے کفرانِ نعمت کا ثبوت دیا جو خود اُن کے حق میں بُرا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے لَهُمَا مَا كُتِبَتْ وَعَلَيْهِمَا مَا كُتِبَتْ (البقرہ - ۲۸۶) انسان نے جو نیکی کائی ہے وہ اس کے لیے کار آمد ہے اور جو برائی کی ہے اس کا وبال اُسی پر پڑے گا۔ اس میں کسی دوسرے کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ سورۃ المدثر میں ارشاد خداوندی ہے كُلُّ نَفْسٍ لِّمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ (زمر - ۳۸) ہر انسان اپنی کائی میں پھنسا ہوا ہے۔ قیامت والے دن اس کا قدم نہیں اٹھ سکے گا۔ جب تک ایک ایک عمل کا محاسبہ نہیں ہو جائے گا۔

فرمایا جس نے ناشکر گزاری کی تو اس کا وبال اُسی پر پڑے گا وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرَهُمْ إِلَّا عُتْدًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ اور ناشکر گزروں کی ناشکر گزاری اُن کے پروردگار کے ہاں نہیں زیادتی کرتی مگر ناراضگی کو مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے کفرانِ نعمت سے ناراض ہی ہوتا ہے۔ جس منہ زار میں ناشکر گزاری ہوتی ہے اُسی قدر اللہ کی ناراضگی اور سزا ہی شدید سے والی بات ہے وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرَهُمْ إِلَّا عُتْدًا اور ناشکر گزروں کی ناشکر گزاری ان کے لیے نقصان ہی کا باعث بنتی ہے، الیا کرنے سے کسی فائدہ کی امید نہیں کی جا سکتی۔ سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا ہے وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا

ذابت - ۸۲۰ اظہار کرنے والوں کو کہی نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ نقصان ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے اور اس کی وجہ سے زندگی دنیا کی زندگی درست ہو سکتی ہے اور خیر و برکت اور آخرت میں بہتر مقام حاصل ہوتا ہے بلکہ وہ زندگی بھی خواہ بہتر جاتی ہے۔ بہر حال فرما کہ ناشکر گنہگار کی نافرمانی اور نقصان کا باعث ہے۔

انگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی تردید فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

قُلْ اے پیغمبر! آپ ان لوگوں سے کہیں۔ اَرَدُوعِیْشُمُ شَرِّکَاءُ کُمْ

الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ سُبُلًا مَّتَّعْتَهُم بِهٖ ثُمَّ يَدْعُونَ بِمِثْلِ مَا كَانُوا يَدْعُونَ بِهِ ۚ فَكَذَّبُوا عَنْهَا وَكَانُوا كَافِرِينَ ۚ

جن کو قصر اللہ کے سوا پکارتے ہو، یعنی جن کو نذر و نیاز پیش کر کے ان سے حاجات

طلب کرتے ہو، اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقْنَا مِنَ الْأَرْضِ یَحْیٰ رَکَّارُ

جو کچھ انہوں نے زمین میں پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کے اثبات اور

شمرک کی تردید میں یہ حتمی دلیل پیش کی ہے کہ تم جن مجبورانِ باطلہ کو اپنی حاجت بڑی

یا مشکل کشائی یا سفارش کے لیے پکارتے ہو اور کہتے ہو کہ اللہ نے ان پر الہامیت

کی چادر ڈال رکھی ہے کیا اسنوں نے آج تک زمین میں کوئی چیز ٹھیکیت کی ہے اگر نہ کی

ہے تو مجھے دکھلاؤ تاکہ تمہارے شرک کا جواز پیدا ہو سکے۔ اور اگر انہوں نے کوئی

چیمبر پیدا ہی نہیں کی تو رقم اُن سے کیا چاہتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ سارا اختیار اللہ

کے پاس ہے، اُس نے اپنا اختیار کسی مخلوق کو نہیں دیا، تمام معاملات کی تدبیر

و خود که تابه ایچیکه اس کا ارشاد ہے: یَدِیْ بِالْأَمْرِ مِنَ السَّمَاءِ

العَالَمِ الْأَرْضِيِّ وَالسَّمَاءِ - آسمان کی بلندیوں سے لے کر زمین کی پستیوں تک۔

ہر چیز کی تدبیر وہ خود کرتا ہے اور اس معاملہ میں اللہ نے کسی کو اختیار نہیں دیا۔

مخبروں سے اس کی خبر ہو کر، اختیار مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت اس لئے

کرتے ہیں کہ وہ ہماری حاجات پوری کرتے ہیں۔ عیسائی مسیح علیہ السلام کے متعلق

الوہیت کا عقیدہ یہ کہ خدا نے اُن کو اختیار فرمایا ہے، قریمیت

لوگ قبروں پر چادریں جھٹھکتے اور نذر و نیاز پیش کرتے ہیں تاکہ اصحابِ قبر



ان خود ساختہ معبودوں کو کوئی اختیار ہے اور انہیں پکار کر ان سے حاجت براری کی جاسکتی ہے۔ اس چیز کا بھی کوئی ثبوت نہیں پیش کیا جاسکتا۔ حقیقت یہ ہے  
يَا أَيُّهَا الظَّالِمُونَ لِعَظْمِهِمُ الْعَذَابُ اور کہ یہ ظالم لوگ  
 ایک دوسرے کے ساتھ محض فریب کاری کا وعدہ ہی کرتے ہیں۔ ان کے پاس نہ  
 کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ کتاب کی صورت میں کوئی نقلی دلیل بلکہ محض جھوٹی باتوں  
 کے ذریعے پراپیگنڈہ ہے جو کہ فریب کاری کے سوا کچھ نہیں۔

شفاعت کا  
 غلط تصور

بعض مشرک کہتے ہیں کہ ہمارے یہ معبود خود تو کوئی کام نہیں کرتے البتہ سفارش  
 کر کے اللہ کے ہاں سے کام بنواتیتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کا بیان اللہ نے قرآن  
 میں نقل کیا ہے جو کہتے ہیں أَنَّهُمْ لَآءِ شُفَعَاءُ وَنَا عِنْدَ اللَّهِ (یونس - ۱۸) یہ  
 تو اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ ان کی سفارش اللہ تعالیٰ رد نہیں کرتا لہذا ہمارا  
 بگڑی بنواتیتے ہیں۔ چنانچہ مَا تَعْبُدُونَ إِلَّا لِيُقَرِّبُوا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ  
 (القصص - ۲۵) ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کا قرب دلا  
 دیتے ہیں۔ یہ سب دھوکے اور فریب کی باتیں ہیں۔ اللہ کے حکم کے بغیر سفارش  
 بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ لہذا کافروں اور مشرکوں کے حق میں کسی کو سفارش کرنے کی  
 اجازت نہیں ہوگی۔ سارا تصرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے سوا کوئی قدرت نامہ  
 کا مالک نہیں، مخلوق ہونے میں سب برابر ہیں اور سب کے سب اللہ کو راضی  
 کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہذا الْأَنفُسُ، جنوں اور ملائکہ میں الوہیت کی  
 کوئی صفت نہیں پائی جاتی۔ اُن سے قیامت والے دن پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے  
 میرے بندوں کو شرک پر آمادہ کیا تھا۔ تو وہ صاف جواب دیں گے سُبْحَانَكَ  
 مولا کریم! تیری ذات پاک ہے، بھلا ہم کسی کو شرک کی دعوت کیسے دے  
 سکتے تھے؟ عیسیٰ علیہ السلام بھی کہیں گے کہ مولا کریم! میں نے تو اپنی قوم کو  
 یہی تعلیم دی تھی إِنِّي أَعْبُدُ اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ (المائدہ - ۱۱۷)  
 کہ اس اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے الغرض



فرمایا، عالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھ دھوکے اور فریب کی بات کرتے ہیں۔  
کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا ہی کار ساز ہے۔

نظام کائنات  
کا نظام

انہی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ تامہ کی طرف کچھ اشارہ کیا ہے ارشاد  
ہر آیت میں اِنَّ اللّٰهَ مُخْتَلِفٌ السُّبُوْبِ وَالْاَمْرُ مِنْ اَنْ تُوَفَّلَ بِهٖ شُكْرٌ  
اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کو رکھتا ہے کہ وہ کل جائیں۔ وَكَيْفَ زَاكَا  
اِنَّ اَمْسَكْتُمْ مَّا مِثْلَ اَحَدٍ مِّنْ نَّبْعِدُہٗ اور اگر یہ آسمان و زمین اپنی  
جگہ سے کل جائیں تو ان کو کوئی تھامنے والا نہیں ہے، سورج، چاند، زمین اور  
دیگر گزرتے فضا میں معلق ہیں۔ اللہ نے ہر ایک کا مدار مقرر کر رکھا ہے سورۃ النجم  
میں ہے كُلٌّ فِيْ فَلَکٍ یَّکْسِبُ حَقَّہٗ زَاۤیۡت۔ (۳۰) سب کے اپنے  
اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں۔ اللہ نے ایسا نظام قائم کر رکھا ہے کہ وہ ایک دوسرے  
سے ٹکراتے نہیں۔ کسی گزرتے کا مدار چھوٹا ہے اور وہ جلدی اپنا چکر پورا کر لیتا ہے  
اور کبھی کا مدار لمبا ہے اور وہ اس کے مطابق زیادہ وقت لیتا ہے۔ کوئی گرہ جو میں  
گھٹنے میں اپنے مدار کے گرد چکر لگاتا ہے، کوئی ایک ماہ میں، کوئی تیس سال  
میں اور کوئی ہزاروں سال میں۔ سب اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اور  
کائنات کا یہ نظام چل رہا ہے۔ فلکیات والے بتاتے ہیں کہ سورج زمین کی  
نسبت تیرہ لاکھ گناہ بڑا ہے مگر نسبتِ وزن زمین کی وجہ سے اس قدر چھوٹا نظر آتا ہے  
یہ زمین سے نو کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے۔ اسی طرح زمین سے نزدیک  
ترین گرہ چاند اڑھائی لاکھ میل کی مسافت پر ہے۔ شعریٰ سیارہ جس کے متعلق  
قرآن پاک میں آتا ہے وَاِنَّہٗ هُوَ رَبُّ الشَّعْرِ اِی (النجم - ۳۹) یعنی شعریٰ  
سیارے کا رب بھی وہی ہے۔ یہ سیارہ سورج سے بیس گناہ بڑا ہے۔ ہر گزرتے  
کا وزن ہے اور یہ حکمتِ خداوندی کے مطابق جب تک اُس کو منکوحہ ہے چلتے  
رہیں گے۔ پھر جب مقررہ وقت آجائے گا تو یہ سارا نظام درم درم ہرجائے گا  
اور نیا نظام قائم ہوگا۔ اللہ نے وقوعِ قیامت کی مختلف نشانیاں بیان فرمائی ہیں

کہیں فرمایا اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (التکویر - ۱) جب سورج گہنا جانے لگا۔ سورۃ  
زلزال میں فرمایا اِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا (زلزلہ - ۱) جب زمین  
کو خوب ہلا دیا جائے گا۔ اس کے ذرات بکھر جائیں گے اور پکڑ دھنی ہوئی اُون  
کی طرح اڑنے لگیں گے، سارے بے ڈر ہو جائیں گے اور سارا نظام درہم برہم  
کمر دیا جائے گا۔ تو پھر عالم بالا کا نظام قائم ہو گا۔

فرمایا اِنَّكَ كَانَ حَقًّا مَعْقُودًا (بے شک اللہ تعالیٰ بڑا ہی بدوبار  
اور بخشش کرنے والا ہے۔ وہ انسان کی کوتاہیوں پر فوری گرفت نہیں کرتا بلکہ  
جہلت دینار پہنچا ہے۔ پھر جب مقررہ وقت آیا تب ہے تو مجرم کو پکڑ لیتا ہے  
اور جب کوئی مجرم اس کے دروازے پر آکر تائب ہو جاتا ہے تو پھر اس کی رحمت  
و بخشش میں بڑی کسینغ ہے اور وہ معاف کر دیتا ہے۔ اگر اس کی بخشش اور  
معافی نہ ہوتی تو لوگوں کے کفر، شرک اور معاصی کی وجہ سے دنیا یکدم ویران ہو  
جاتی۔ یہ خدا تعالیٰ کی رحمت و بخشش کی وجہ سے ہی کائنات کا نظام قائم ہے  
وہ اپنے وقت پر عمل و انصاف کے بارے میں تقاضے پر رے کو کہہ دیتا ہے۔

ومن يفتت ٢٢

فاطر ٣٥

ورس يازم ١١

آيت ٣٢ ٣٥٢

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ  
 نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ  
 فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا ٣٦  
 اسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَكُرُ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيقُ  
 الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ فَهَلْ يَنْظُرُونَ  
 إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ  
 اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ٣٧  
 أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ  
 كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوا  
 أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ  
 مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمُوتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ  
 إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ٣٨ وَلَوْ يُوَاخِذُ اللَّهُ  
 النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَى ظُهُرِهِمْ  
 مِنْ دَابَّةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ  
 مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ  
 بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ٣٩

ترجمہ: اور قسمیں اٹھائیں ان لوگوں نے اللہ کے نام کی پختہ قسمیں کہ اگر آئے گا ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا تو البتہ ہوں گے وہ کسی بھی دوسری امت سے زیادہ راہ اپنے واسطے۔ پس جب آیا ان کے پاس ڈر سنانے والا تو نہ زیادہ کیا ان کے لیے مگر یہ کہ (۴۲) تکبر کرتے ہوئے زمین میں اور بری تدبیر اور نہیں گھیرتی بری تدبیر مگر انہی لوگوں کو جو تدبیر کنندہ ہوتے ہیں۔ پس انہیں اشتداد کرتے یہ لوگ مگر پہلے لوگوں کے دستور کا پس ہرگز نہ پائے گا تو اللہ کے دستور میں تبدیلی اور ہرگز نہ پائے گا۔ اللہ کے دستور میں مل جاتا (۴۳) کیا نہیں چلے یہ لوگ۔ زمین میں پس دیکھ لیں کیا ہوا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گزرے ہیں اور تھے وہ ان سے زیادہ قوت والے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ جس کو کوئی چیز عاجز کر دے آسمانوں میں اور نہ زمین میں، بیشک وہ سب کچھ جاننے والا اور قدرت رکھتا ہے (۴۴) اور اگر مواخذہ کرے اللہ تعالیٰ لوگوں سے جس کے بدلے جو انہوں نے کیا تو نہ چھوڑے زمین کی پشت پر کوئی چلتے پھرنے والا جاندار۔ لیکن وہ جہالت دیتا ہے ان کو ایک مقررہ وقت تک، پس جب آجائے گا ان کے پاس ان کا مقررہ وقت، پس بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ خوب دیکھنے والا (۴۵)

ربط آیات گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے کچھ عقلی دلائل پیش کیے تھے اور شرک کی تردید فرمائی تھی۔ فرمایا وہ اللہ کی ذات ہی ہے جس نے

آسمان و زمین کو اپنی قدرت نامر اور حکمت بالغہ کے ساتھ تمام رکھا ہے اور اگر وہ ان دونوں کو اپنی جگہ سے ہٹانا چاہے تو کوئی دوسرا ان کو بچائے والا نہیں اللہ تعالیٰ علیم و غفور ہے اور انسانوں پر فوری گرفت نہیں کرنا بلکہ مصلحت دیتا ہے مگر لوگ اس مصلحت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے مزید سرکشی اختیار کرتے ہیں۔ حتیٰ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وقت مقررہ پر اللہ کی گرفت آجاتی ہے اور نافرمانوں کو یہ پیس کہہ کر رکھ دیتی ہے۔

مشرکین مکہ کا غدار

اب آج کی پہلی آیت میں مشرکین مکہ کے باطل زعم کا خصوصی تذکرہ کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ جَمِيعًا ایکسا دین ہو یہ لوگ اللہ کے نام کی سبقت نہیں اٹھا کر کہتے تھے کہ میں جاکے ہوں بَيْنَ يَدَيْكَ کوئی نہ کہیں أَهْلِي مِنْ أَحَدِي الْأَمْمَةِ کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آگیا تو وہ کسی بھی دوسری امت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے مشرکین مکہ یہودیوں نصاریٰ کے متعلق سنتے تھے کہ اللہ نے ان پر پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں، مگر انہوں نے نبیوں کی مخالفت ہی کی اور ہدایت قبول نہ کی، تو یہ لوگ وعدہ کرتے تھے کہ اگر ہم میں کوئی بھی آگیا تو ہم اس کی کما حقہ اطاعت کریں گے، اس کا ساتھ دیں گے اور اس کی لڑائی ہوئی ہدایت کو مستبول کریں گے، مگر اللہ نے فرمایا فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ جب ان کے پاس ڈرانے والا اللہ کا آخری نبی آگیا تو اس پر ایمان لانے کی بجائے مَسَّاهُمْ إِلَّا تَفْخُورًا ان کی نفرت میں ہی اضافہ ہوا۔ وہ نبی کی اطاعت نہ کیا کرتے، اٹا اٹس کے دشمن ہو گئے اور اللہ کے رسول کے متعلق ان کی نفرت میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ پہلے لوگوں نے اپنے انبیاء سے جس قدر نفرت کی، انہوں نے ان سے بھی زیادہ خباثت کا اظہار کیا۔ اٹس کے خلافت طرح طرح کے منصوبے بنائے حتیٰ کہ قتل تک کے وہ پہلے ہوئے اور یہ اس وجہ سے اسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ کہ وہ زمین میں غرور و تکبر کرنے والے تھے، ان لوگوں کو اپنی سیادت و قیادت

پر غصہ تھا اور وہ کسی دوست کو اس چودہ لاکھ میں شریک کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی تسلیم کر لیا تو پھر ہماری سیادت ختم ہو جائے گی۔

مکبر ایک روحانی بیماری ہے جو اکثر لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ ایسے لوگ حق کو تسلیم نہیں کرتے اور جیلے۔ ان سے اس سے بچنے کی کوشش نہ کرتے ہیں۔ وہ لوگ دنیاوی حیثیت کو نبوت پر ترجیح دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ کیا نبی ہے جس کے پاس نہ مال و دولت، نہ زمین و باغات، نہ کوئی اور نہ لوگ چاکر، بلکہ اس نامدار آدمی کو ہم کیسے نبی تسلیم کر لیں وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نُنْزِلُ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقُرَآنِ عِثَّةٍ عَظِيمَةٍ (التحرکت: ۲۱) یہ قرآن کون کے اور طائف کی عظیم بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل ہوا۔ کیا نبوت و رسالت کے لیے اہل طالب کا قیم بھتیجا ہی رہ گیا تھا؟

اللہ کے نبی کے خلاف مشرکین کی نفرت ایک تو غرور و تکبر کی بنا پر تھی اور دوسرا وہ کفر الہی جو نبی مدبر کی وجہ سے تھی۔ ان کی جبری تدبیر یہ تھی کہ نبی علیہ السلام کو معاذ اللہ ختم کر دیا جائے تاکہ ان کا لایا ہوا دین میں دم نہ لڑ جائے اور آگے نہ بڑھ سکے مگر اللہ نے فرمایا وَلَا يَجْعَلِ الْمُتَكِبِينَ إِلَّا لَآئِيًا هَلِيلًا بَرِيًّا تدبیر نہیں گھیرتی مگر خود اس کے کرنے والوں کو۔ یہ تو چاہتے ہیں کہ اللہ کے نبیوں کے دشمن کو ناکام بنادیں اور اللہ نے فرمایا کہ جو کوئی کسی کے خلاف جبری تدبیر سرچتا ہے اس کا وبال خود اسی پر پڑے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ برائی کرنے والا خود ہی اس میں پھنس جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ بھی ہے مَن حَقَّقَ بِشَرِّ الْأَحْيَاءِ وَقَعَ فِيهِ جَوَائِزُ مَبَالِغِ كَيْدِ

مشرکین کی  
بدگمانی

گڑھا کھنڈا آؤدہ خداس میں گرتا ہے۔ بعض روایات میں مُتَسَكِّبُ کالْفِطْرِ بھی آتا ہے یعنی آؤدہ سے منکر تہ ہے۔ فارسی کا متحرک بھی ہے ”چاہ کن را چاہ در پیش“ جو کس کے لیے بُرائی سوچتا ہے، آؤدہ خود ہی اس کا شکار ہو جاتا ہے۔

غیر لازمی  
قرعات

غزوہ خندق کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے اہل ایمان نے حضور علیہ السلام کی قیادت میں بقرہ فیلڈ پر چڑھائی کی کہ اہل کو مغلوب کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ دھماکی معاہدہ کر کے باوجود عینکس کی تھی لہذا اہل کی سرکوبی ضروری تھی۔ جب وہ مغلوب ہو گئے تو انہوں نے حضرت سعد بن معاذؓ کو اپنا فیصلہ مقرر کیا جنہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ بقرہ فیلڈ کی مناسبت ہے کہ ان کے تمام بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو لڑائی کلام بنایا جائے۔ یہ فیصلہ حضور علیہ السلام نے بھی پسند فرمایا اور کہا کہ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہے۔ الغرض اس فیصلے پر عمل درآمد کرتے ہوئے بقرہ فیلڈ کے تمام بالغ مردوں کو قتل کر دیا گیا۔ ایک وقت کعبہ ایک بچے خیمے جو قتل ہونے سے بچ گئے اور بعد میں اسلام قبول کر لیا اور بڑا علم حاصل کیا اور مندر قرآن شمار ہونے لگے۔ اہل کے بیٹے محمد بن کعبؓ بھی عظیم مندر قرآن ہو گئے ان کا قول ہے کہ تین چیزوں کا انجام ضرور مبالغہ ہو کر رہتا ہے فراتے ہیں کہ پہلی چیز یہی ہے جو اس آیت کریمہ میں بیان کی گئی ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کے لیے بری تدبیر سوچتا ہے وہ خود اس کا شکار بنتا ہے اور دوسری چیز وہ ہے جو قرآن کی اس آیت میں بیان کی گئی ہے کہ یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَعَثْنَا عَلَىٰ أَفْئُسِكُمْ (روم ۲۳) اے لوگو! تمہاری سرکشی خود تمہارے ہی نفسوں کے خلاف پڑے گی۔ قوانین الہی اور حدود شرعی کو توڑنا ہی سرکشی ہے اور دنیا میں اکثر و بیشتر ایسے لوگوں کو سزا مل کر رہتی ہے۔ اور فرمایا تیسری چیز عینکس ہے کہ اس کا نتیجہ بھی ضرور ظاہر ہوتا ہے فَتَحَنَّنْ تَكَثُّ هَذَا تَمَایَتِ تَكَثُّ عَلَی

تَقْسِیْمٌ (الفتح۔ ۱) جو کوئی عہد کو توڑتا ہے تو اس کا وبال بھی اسی پر پڑتا ہے  
اور وہ بھی ذلیل و خوار ہو کر رہتا ہے جیسا کہ بنو قریظہ کا واقعہ بیان ہوا ہے۔

ساتھ لوگوں  
کے نقش قدم پر

فرمایا، پہلے تو یہ لوگ کہتے تھے کہ اگر ہم سے پاس کوئی نذیر آتا تو ہم دوسروں  
سے بڑھ کر اس کی اطاعت کرتے مگر جب اللہ کا ہی بطور نذیر آگئی تو اس کے

خلافت نذیر میں سوچنے لگے۔ فرمایا فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ  
کی یہ لوگ پہلے لوگوں کے دستور کا انتظار کر رہے ہیں۔ پہلے لوگوں نے بھی انبیاء

کے خلافت بغاوت کی، مُصَلِّحِينَ اور مُسَلِّفِينَ کے خلافت سازشیں کیں کہ خدا کی گرفت میں  
آئے۔ اگر یہ بھی انہی لوگوں کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں تو جان لیں فَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا کہ تم نہیں پاؤ گے اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی۔ وَلَكِنْ  
يُحَدِّثُ اللَّهُ حَقْوَعًا اور تم اللہ کے دستور کو ٹٹتے ہوئے بھی نہیں

پاؤ گے، مطلب یہ کہ اللہ کا دستور تو یہ ہے کہ جب کوئی قوم بغاوت پر اتر  
آتی ہے تو پھر وہ اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکتی۔ تاریخ عالم اس بات کی گواہ

ہے۔ اسی طرح اگر تم بھی سرکشی سے باز نہ آئے تو اللہ کا دستور محض تمہاری خاطر  
تو تبدیل نہیں ہوگا۔ اگر تم بھی الیا کرو گے تو عذاب میں پھرے جاؤ گے۔ دنیا کی

عادتوں میں بعض اوقات رشوت یا سفارش کی بنا پر مجرم کی سزا کو ال یا دیا جاتا ہے  
یا اس میں تخفیف کر دی جاتی ہے مگر خدا تعالیٰ کے قانون میں ایسی کوئی گنجائش

نہیں ہے۔ وہ مجرم کو مذہبت توڑے دیتا ہے مگر سزا دیے بغیر چھوڑا نہیں۔  
آخر میں اللہ نے بطور نصیحت اور تنبیہ فرمایا ہے أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ

غَفْلَةٌ کہ انہوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان کی سے پہلے لوگوں  
کا کیا انجام ہوا۔ وَكَلَّا نُوا اسْتَرْمَتْهُمْ قُوَّةُ

عمری زیادہ تھے۔ یہ ان قوموں کے حالات پر صحنہ اور ان کے آثار دیکھیں تو پتہ  
چل جائے گا کہ ان کی سرکشی کا کیا انجام ہوا۔ مصر کے فرعون، اہل کے آشوری اور

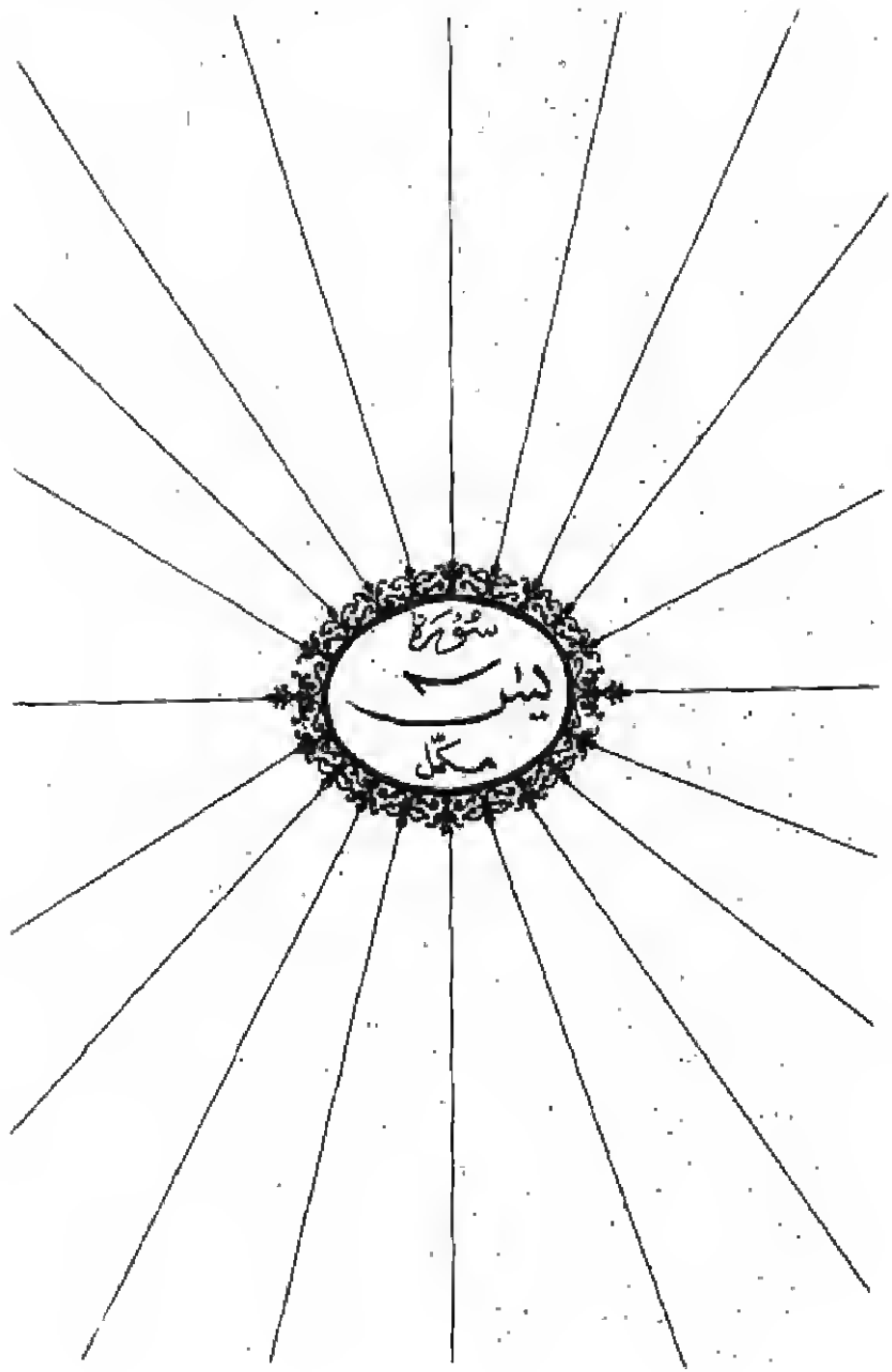




اور ان کی اکثریت کفر اور شرک کا ارتکاب کرتی ہے۔ تو فرمایا اگر ان کی کوتاہیوں کے صلہ میں اللہ تعالیٰ ان سے مؤاخذہ کرنا چاہے تو کوئی بھی جاندار بچ سکے اور سب پکڑے جائیں۔ وَلَا يَكُنْ فِتْنَةٌ لَّكَ فَتَقدرَ اَلْكَ اَجَلٌ مُّسَمًّى مگر اللہ تعالیٰ انہیں مقررہ وقت تک ہدایت دیتا رہتا ہے۔ یہ اس کا دستور ہے اس نے ہر چیز کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ اس سے آگے دیکھتے نہیں ہوتے۔ جس طرح انسان کی زندگی کے ایام مقرر ہیں، اسی طرح بحیثیت مجسمی ہرے جہان کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ ہدایت پوری ہو جائے گی تو سارا نظام ختم ہو جائے گا اور پھر نیا نظام قائم ہو گا۔ اور انسانی زندگی کا محاسبہ شروع ہو جائے گا۔ دنیا میں جب انسان کی سرکشی مد سے بڑھ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک خاص وقت تک توسیل دیتا رہتا ہے۔ پھر جب وہ مدت پوری ہو جاتی ہے۔ تو اللہ کی گرفت سیلاب کی طرح بحیرہ طرد ہو جاتی ہے اور پھر کوئی عذر نہیں رہتا جاتا۔ یہ تو دنیا کا ارٹھی عذاب ہوتا ہے۔ آخرت کا بڑا عذاب تو آگے ہے۔ اللہ نے اعلان فرمایا ہے وَلَنَلْزِمَنَّهٗمْ ذُرِّيَّتَهُم مِّنَ الْعَذَابِ اَلَا ذُنُوبَهُمُ الْعَذَابُ اَلَا كَذِبٌ لَکَآلَہُمْ مِّنْ جَعُوْنَ (السجدة - ۲۱) بڑے عذاب سے پہلے ہم انہیں دنیا کا کم فر عذاب بھی چکھاتے ہیں تاکہ وہ حقیقت کی طرف لوٹ آئیں۔ اس کے باوجود بعض لوگ دنیا کی زندگی میں بچے بھی سیتے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ سزا ان سے مل جاتی ہے، بلکہ وَأَمْلِیْ اَلْمَسْرُوْطِ اَنَّ کَیْدَہِیْ حَسْبُہٗم (النمل - ۲۵) انہیں ہدایت دی جاتی ہے اور میری تدبیر بڑی مضبوط ہے جو خطا نہیں جاتی۔

فَرَاہَا فَاَزَادَ اَجَلُہٗ اَجَلُہٗ جب ان کا مقررہ وقت آجائے گا۔

فَاَنَّ اللّٰہَ کَانَ یَعْبَادُہٗ بقوس میں تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات کو دیکھ رہا ہے ہر چیز کا علم ہے اور ہر شخص کے عقائد و اعمال کے مطابق ہی اس کے ساتھ سلوک کرے گا۔ ان ان اس کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔



وَمِنْ ثَمَرَاتِ ۲۲

پیرس میں اقلیت

۲۶

کیت

سورۃ یس مکیہ تھی۔ تِلْكَ اَنْشَاءُ ثَوْنٍ اِیہو حور رکوع  
سورۃ یس مکی ہے۔ اس کی قرائی آیات اور پانچ رکوع ہیں

سودہ یانے مکی ہے۔ اس کی تراسی آیات اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرنا ہوں اللہ تعالیٰ نے نام سے جو یہ امر ایسا ہی نہ رحم کرنے والا ہے

يَسِّرْ ① وَالْقُرْآنَ الْحَكِيمَ ② إِنَّكَ لَمِنَ  
الْمُرْسَلِينَ ③ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ④  
تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ⑤ لِتُنذِرَ قَوْمًا  
مَّا أُنذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ ⑥ لَقَدْ  
حَقَّ الْقَوْلُ عَلَى أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا  
يُؤْمِنُونَ ⑦

تسبیح :- ۱۔ اَللّٰهُمَّ ۱) تم ہے حکمت والے قرآن کی ۲) بیک آپ اللہ کے رسول ہیں سے ہیں ۳) سیدھے جاتے پر ہیں ۴) (قرآن) اتارا ہوا ہے کمال قدرت رکھنے والے اور نہایت صریح خدا کی طرف سے ۵) تاکہ آپ فہم فرمائیں اس قوم کو کہ نہیں ڈرائے گئے اُن کے اکابر و اجداد، پس وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ۶) البتہ تحقیق ثابت ہو گئی ہے یہ بات اُن کی اکثریت پر، پس وہ نہیں

## ایمان لائیں گے ﴿۷﴾

اس اور  
کونایت

اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ یٰسین ہے جو کہ اس کے ابتدائی لفظ سے  
ماخوذ ہے اس کا بدلہ سرنام سورۃ المائدہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ یہ سورۃ دنیا و آخرت  
کی بہترین پڑھنی ہے۔ مفسرین اس کا تفسیر نام وافعہ بیان کرتے ہیں کہ یہ بڑی کرور کرنے  
والی سورۃ ہے۔ اس کا ایک نام قاضیہ بھی ہے کیونکہ اس کی تلاوت انی حاجات  
کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ یہ سارے نام امام بیضاوی نے اپنی تفسیر میں بیان کیے ہیں۔

مذہب سورۃ

یہ سورۃ مکی دور کے وسطی زمانہ میں سورۃ جن کے بعد نازل ہوئی۔ اس کی تراویح  
آیات اور پانچ ذکر مع ہیں۔ یہ سورۃ سات سو انیس کلمات اور پندرہ ہزار حروف پر مشتمل ہے  
دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورۃ مبارکہ میں بھی چار بنیادی عقائد سنائیت شریعہ و  
ہبط کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ ابتداء میں قرآن پاک کی حانیت اور صداقت کا  
ذکر ہے اور ساتھ رسالت کا بیان ہے۔ اس ضمن میں بہت سے قدیم واقعات  
بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ توحید خداوندی کا ذکر بڑے کمال طریقے سے کیا گیا ہے۔ اور  
ساتھ ساتھ پورے طریقے سے مشرکین کا رد ہے۔ اس سورۃ میں پورے دلائل کے  
ساتھ یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود اور کارساز نہیں۔ مخلوق میں  
سے انسان ہوں یا جن یا ملائکہ، اولیاء ہوں یا اصفیاء، شمس و قمر ہوں یا دریا اور پہاڑ  
سب کے سب اللہ شہزی کی عظمت و تجرّع کرتے ہیں۔ وہ عالم الغیب اور عظیم کل  
ہے۔ اس بات کو بڑے اچھے پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح وقوع قیامت  
اور محاسبہ اعمال کا ذکر بھی انسانوں کے ضمیر کو بھجھوڑنے کے لیے کافی ہے۔ یہ  
چاروں مضامین آگے چل کر سورۃ الواقعہ میں بھی بیان ہوئے ہیں۔ وہاں پڑھوٹی چھوٹی  
آیتوں میں مجازات و جزائے عمل کا پلو غالب ہے۔ حکایات پر تمام مضامین یکجا طور  
پر درجے عزائمات کے تحت بیان کیے گئے ہیں۔

لے ابو سعید مدنی ۲۶۷ قمری ۱۵۷۲ھ السراج المنیر ص ۲۳۵  
لے السراج المنیر ۲۳۵ قمری ۱۶۶۷ھ (قیاض)

احادیث میں اس سورۃ مبارکہ کی بڑی فضیلت آئی ہے، حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے: اِنَّ لِّهٰذَا سَبْعِيْنَ قَلْبًا وَفَلَسَّ الْقُرْآنَ لِسَانُ هَرَجِلِيزَ کا ایک دل ہوتا ہے۔ اور قرآن پاک کا دل سورۃ یٰسین ہے۔ انسانی قلب کے متعلق حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ یہ جسم کا ایک ایسا عضو ہے کہ اگر یہ درست ہے تو راجح درستی ہے اور اگر یہی عضو مجرماً ہوتا ہے تو راجح جہم فاسد ہوتا ہے۔ گویا جسم کی درستگی کا مدار قلب کی درستگی پر ہے۔

سورۃ بقرہ کو اذیت کی کوٹان کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح کوٹان اونٹ کا بلند ترین حصہ ہوتا ہے۔ اسی طرح سورۃ بقرہ بھی قرآن کا بلند ترین حصہ ہے اور یہاں سورۃ یٰسین کو قرآن کا دل اس لیے کہا گیا ہے کہ ایمان دل میں ہوتا ہے عقیدے سے تعلق رکھنے والے جذبات اور محبت، نفرت، غرض استغاثی، بد اخلاقی، ایمان، کفر، شرک، انفاق وغیرہ کا تعلق دل سے ہے۔ گویا نباتات اور غلات کا درمجمیع ایمان پر ہے۔ اگر قلب میں ایمان جمع ہوگا، تو انسان کے حالات اس دنیا میں بھی درست ہوں گے اور آخرت میں بھی فوز و فلاح نصیب ہوگی۔ اور اگر ایمان میں ہی خرابی ہے تو کامیابی کا کوئی امکان نہیں۔ غرضیکہ اللہ کی وحدانیت اور رسالت پر یقین، اللہ کی کتاب پر ایمان، عشرتِ نشر کے واقعات پر یقین، سب اس سورۃ میں مذکور ہیں، اس لیے اس سورۃ کو قرآن کا قلب کہا گیا ہے اگرچہ اس سورۃ میں کامیابی کے تمام اصول بیان کر دیے گئے ہیں۔

اس سورۃ مبارکہ کی فضیلت میں غفران کا نام سید البیہقی کے حوالہ سے یہ حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مَنْ قَرَأَهَا فَيَتَذَكَّرُ بِهَا أَصْبَحَ مَغْفُورًا لکہ جو شخص رات کے وقت سورۃ یٰسین کی تلاوت

کے قرطبی جلد ۱۱/۲۱۹ و حنفی جلد ۱۱/۲۱۹ و غار جلد ۱۱/۲۱۹

کے قرطبی جلد ۱۱/۲۱۹ و حنفی جلد ۱۱/۲۱۹ و غار جلد ۱۱/۲۱۹ (فیاض)

کہے گا، اس کریم کے وقت خدا تعالیٰ کی جانب سے بخشش و مغفرت کا پڑا ہوا  
 ہے گا، مسند احمد میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمان بھی آتا ہے جسے امام نسائی نے علیہ السلام  
 و ابیل میں نقل کیا ہے کہ سورۃ یونس قرآن کا دل ہے نہ یَقْسُ بِهَا وَجْہُ الْجَنَّةِ  
 اللَّهُ وَاللَّهُ الشَّخْصَةُ إِلَّا غَفَرَ لَكَ جَمِيعًا اس سورۃ کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت  
 کے گھر کی تلاش کے لیے پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کو ضرور بخش دے گا، منظر مایا  
 اقْصَوْا عَنْهَا عُلُقَاقَ مَوْتَاكُمْ قَدْ تَمَّ اسے پہنچے قریب البرگ کو گرنے کے پاس پڑھا  
 کرو تاکہ انہیں صلیح ایمان نصیب ہو اس سورۃ میں ایمان کے تمام اصول بیان  
 کر دیے گئے ہیں۔

مند قرار کے حوالے سے مفسرین کا اجماع یہ حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا لَوْ دُرِّتْ اَنْفُكَ فِي كُلِّ  
 قَلْبٍ اِنْسَانٍ مِنْ اُمَّتِي ہیں اس بات کو پسند نہ کریں کہ یہ سورۃ میری امت  
 کے ہر شخص کے دل میں ہو یعنی ہر شخص کو اسے حفظ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے  
 صاحب تفسیر حقائق لکھتے ہیں کہ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ سورۃ یونس پڑھنے سے  
 اللہ تعالیٰ آدمہ منجی کو در کر دیتے ہیں، اگر موت کے وقت یہ سورۃ پڑھنے سے  
 روح آسانی سے نکلتی ہے اور ایمان میں نصیب ہوتا ہے۔ مفسر حقائق نے یہ بھی لکھتے  
 ہیں کہ زندگی کی سمات یعنی عام اہم واقع پر اس سورۃ کی حدوث اکبر کا حکم رکھتی ہے  
 یس حروف مقطعات میں سے ہے۔ مفسرین کو لگتا ہے ان حروف  
 کے مختلف معانی بیان کیے ہیں۔ بعض یس کو اللہ تعالیٰ کے اسماء بارکہ میں شمار  
 کرتے ہیں۔ اگر یہ بات درست ہے تو یس کو کہانی جائے تو پھر کسی شخص کا نام ایس نہیں

حروف  
 یس

۱۔ مندا احمد ص ۱۱۹ و علی الیم و ابیل ص ۲۱ قلمی ص ۱۵۱ و غازی ص ۱۶۱ و جبل ص ۱۱۱

۲۔ دینوری ص ۲۵۶ و ابن کثیر ص ۵۶۳ ۳۔ حقائق ص ۱۱۹

۴۔ حقائق ص ۱۱۹ ۵۔ طبری ص ۱۲۱ و ابن کثیر ص ۵۶۳ و زاد المر ص ۳۰ (فیاض)

رکھنا چاہیے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے اسماء مختلفہ میں سے ہے اور ایسے اسماء کا اطلاق مخلوق پر نہیں ہو سکتا بلکہ  
 ہی دیگر اسماء زمان و افاق اور اللہ وغیرہ ہیں جو کسی انسان کے نام نہیں ہو سکتے بلکہ  
 بعض اسمائے ربانی ایسے بھی ہیں جو کسی مذکر مخلوق کے لیے بھی استعمال نہ کیے  
 جاسکتے ہیں مثلاً رحیم، کریم، ملک، عالم، رؤف وغیرہ۔ اور اگر شخص کو اللہ  
 کے اسمائے مختلفہ میں شمار نہ کیا جائے تو پھر اس کا اطلاق کسی آدمی پر بھی ہو سکتا ہے  
 مگر اس کے معنی کو ملحوظ رکھنا ہوگا کہ نجیب اس نام کو خدا تعالیٰ کے لیے استعمال  
 کیا جائے تو اس کا اطلاق اس طرح ہوگا۔ جس طرح اسکا شان کے لائق ہے۔  
 اور اگر اس کا اطلاق کسی انسان پر کیا جائے تو اس کی مناسبت انسان کی حالت  
 کے ساتھ ہوگی۔ مثلاً رؤف کا نام اللہ تعالیٰ اور نبی سے دونوں کے لیے استعمال  
 ہوتا ہے مگر دونوں جگہ مفہوم مختلف ہوگا۔ جب مصفت رؤف کو خدا تعالیٰ کی  
 طرف منسوب کیا جائے گا، تو معنی یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ مہربانی اور فیضان فرماتا ہے اور  
 جب یہ لفظ کسی انسان کے لیے استعمال کیا جائے گا، تو دونوں پر رؤف سے  
 مراد درویشی اور شفقت ہوگی جو کسی کی خستہ حالت دیکھ کر انسان کے دل میں پیدا ہوتی  
 ہے اور پھر ایسا شخص ضرورت مند کی حاجت براری بھی کرتا ہے۔ دل میں درویشی  
 ہونا اللہ تعالیٰ کے ساتھ منسوب نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کا تعلق مادیت سے  
 ہے اور خدا تعالیٰ کی ذات تمام مادی تصورات سے پاک ہے۔  
 بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یسس سورۃ کا نام ہے۔ اور بعض کہتے ہیں  
 کہ یہ حضور علیہ السلام کا نام مبارک ہے، بالکل اسی طرح جس طرح طلحہ حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا نام ہے۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ یا ادریس درود کا سر کب ہے

۱۔ روح البیان ص ۲۶۲ و شان ص ۳۱۴ و زاد المسیر ص ۳۱۴ و صفوة القاموس ص ۳۱۴  
 ۲۔ زاد المسیر ص ۳۱۴ و فتح القدر ص ۳۱۴ و مدارک ص ۳۱۴ و الاتقان ص ۳۱۴ و البحر المحیط ص ۳۱۴  
 ۳۔ حازن ص ۳۱۴ و تھبیر المرافی ص ۳۱۴ و البحر المحیط ص ۳۱۴ و معالم التنزیل ص ۳۱۴ (فیاض)



اور اس کا معنی ہے "اے انسان" عرب کے مشہور قبیلہ بنی طی کے ہاں اس لفظ کا یہی معنی لیا جاتا ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ یہ معنی حبشہ کی زبان میں لیا جاتا ہے، مگر یہ انسان سے خطاب کیا گیا ہے۔ بعض نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "اے انسان" اور "میں" کے معنی اس دن کی طرف ہے جبکہ اللہ نے بنی آدم کی تمام ارجاء سے حمد دیا تھا فرماتے ہیں کہ اس کا اشارہ راز کی طرف ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا راز۔ بعض یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس کا معنی حضور علیہ السلام کی طرف خطاب ہے، اور معنی یہ ہے "اے سید البشر" یعنی اے بنی نوع انسان کے سردار، حقیقت میں آپ ہے کہ حضور علیہ السلام نے خود فرمایا "أَنَا سَيِّدُ الْبَشَرِ"۔ اَنَا سَيِّدُ الْبَشَرِ یعنی میں تمام نسل انسانی کا سردار ہوں، فرمایا یہ بات میں فخر سے نہیں کہنا بلکہ یہ تو میرے اللہ کی مہرالی ہے کہ اس نے مجھے اس منصب پر فائز فرمایا ہے۔ قیامت والے دن جب تمام اولین و آخرین جمع ہوں گے تو حضور علیہ السلام کی قیادت عامہ کا حضور اس وقت ہوگا اور ساری مخلوق جانے گی کہ آپ واقعی سید البشر و سید المصلحین اور سید المرسلین ہیں۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ایسے کے تینوں حرور ہیں اسی اور ان میں غلطی ہوتی ہے اور اس سے مراد ایک خاص قسم کا نور ہے، جو کائنات میں مسرت کرتا ہے، اس نور کا نزول قرآن پاک اور اس سورۃ مبارکہ کے ذریعہ ہوتا ہے اور اسی نور سے کائنات کی ہدایت اور رہنمائی کا پروگرام بن کر رہتا ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ مبارکہ کا آغاز حرور و مطلقاً سے کیا ہے

سے تفسیر الثاقبی ۳۱۱ و در منثور ج ۵ ص ۵۷

کہ فاذن علیہ و نظری علیہ والا تعان علیہ و فتح القدر علیہ

(فیاض)

۵

۵

بیشک اور اس کے معانی کی طرف میں نے اشارہ کر دیا ہے۔ ویسے جہاں کے  
چند گز قریب ہیں کہ حروف مقطعات کے بارے میں زیادہ سنجائی والا پہنچا ہے کہ  
اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهِ بِذَلِكَ اَمَّا وَصَدَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی ہي بستر جاتا ہے  
کہ ان حروف سے کیا مراد ہے۔ اس سے جو بھی مراد ہے ہمارا اس پر ایمان ہے  
لہذا ان حروف کے معانی میں زیادہ کرہ نہیں کرنی چاہیے۔

سورۃ نبا کا مضمون قرآن پاک کی حقانیت اور صداقت سے شروع کیا گیا ہے  
اس کے رسالت کے بیان میں تاریخ رسالت کے کئی واقعات آئیں گے اور ساتھ ساتھ  
محاسبہ اعمال کا ذکر ہوگا۔ نوازش دہوتا ہے وَالْقُلُوبُ اِنَّمَا بِحُجُومِ قِسْمِ  
حکمت دئے قرآن کی، یعنی قرآن پاک کا پروگرام قطعی اور یقینی ہے اور اس میں شک  
تردد والی کوئی بات نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کوئی خلافت و اختلاف ہے۔ یہ  
حکیم ہے کہ اس کی ہر بات سببی و حکمت ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ جو وحی الہی  
کے ذریعے نازل ہوا اور یہ کلام انسانی ذرائع علم سے بلند تر ہے حکیم سے مراد مستحکم  
بھی ہو سکتا ہے یعنی قسم ہے مستحکم اور پکے قرآن پاک کی۔ اس کی ہر بات پختہ  
ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سورۃ بقرہ کی ابتدا میں  
فرمایا کہ یہ ایسی کتاب ہے لَا رَيْبَ فِيْهَا جس میں کسی قسم کا شک اور تردد  
نہیں کیا جاسکتا۔

اگلی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی اور رسول کی رسالت کی  
تصدیق کی ہے اور اس کے بعد پھر قرآن پاک کے نزول اور مقصد نزول کا ذکر ہوگا  
ارشاد ہوتا ہے اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ بے شک آپ اللہ کے رسولوں  
میں سے ہیں۔ مگر مشقت سورۃ میں گزر چکا ہے کہ مشرکین مکہ حضور علیہ السلام کو اللہ  
کا رسول تسلیم نہیں کرتے تھے اور اس معاملہ میں طرح طرح کے شکوک و شبہات کا

اظهار کرتے تھے۔ چونکہ شرک لوگ انکار رسالت میں شدید تھے تو اللہ نے  
 نبیاں پر تصدیق رسالت بھی اُسی قدر سخت طریقے سے قسم اٹھا کر کی یعنی قسم ہے  
 حکمت والے یا مستحکم قرآن کی کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسولوں میں سے ہیں۔ اور  
 سلسلہ رسالت کی آخری کڑی ہیں۔ آپ خاتم النبیین ہیں، سید ولد آدم ہیں، ازل سے  
 کمال میں اور تمام انبیاء کے بھی نبی ہیں۔ ساتھ یہ بھی فرمایا عَلَیْ صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ  
 آپ اللہ کے قائم کردہ بالکل سیدھے راستے پر ہیں۔ آپ اُمی شامیہ پر چلے آئے  
 ہیں جو عقیدۃ القدس اور اللہ کی رحمت کے تمام ملک جاتی ہے۔ آپ کا قول افضل  
 عمل اور معتقدہ سب کچھ صحیح ہے۔ آپ بالکل صراطِ مستقیم پر ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا  
 کہ آپ تو بلاشبہ صراطِ مستقیم پر ہیں۔

اور ساتھ ساتھ وَلَقَدْ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الصّٰرِطِ الْمُسْتَطِیْمِ (التغویٰ ۵۶)  
 اور دوسروں کی بھی صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کرتے ہیں تاکہ وہ بھی منزلِ مقصود  
 تک پہنچ جائیں۔

مقصود نزول قرآن

اللہ نے ابتدائی آیت میں جس قرآن حکیم کی قسم اٹھا کر حضور علیہ السلام کی رسالت  
 کی گواہی دی تھی، اُس قرآن کے متعلق فرمایا تَسْمَعُ لَیْلَ الْعَرَبِیْنَ لَیْلَ الْحِجْرِ یہ  
 غالب اور ازمد مہربان خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ اگر اس کی مہربانی شامل  
 حال نہ ہوتی تو انسان پلایت الہی سے محروم رہتے۔ اللہ نے یہ قرآن نازل فرما کر بڑا  
 احسان فرمایا۔ سورۃ البرہیم کی ابتدا میں نزولِ قرآن کی غایت پر بیان کی گئی ہے  
 لِنُنْخِشَ النَّاسَ فِی الْظُّلُمَاتِ (التغویٰ ۱) تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں  
 سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئیں۔ لوگ اجلائی، اردعائی، ماویٰ، عریضیک ہر قسم کے  
 اندھیروں میں پھنسے ہوئے ہیں، کہیں گمراہی کے اندھیرے ہیں تو کہیں سود و لعب  
 کے اندھیرے چھانے ہوئے ہیں لوگوں نے اس وقتِ مادیت کا کلور و نارم سونگھا  
 رکھا ہے۔ مرنے کے بعد یہ نشہ اتر جائے گا تو بہت چلے گا کہ ہم دنیا میں کیا کرتے رہے ہیں۔  
 اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نزول کا مقصد یہ بیان فرمایا ہے لِنُنْخِشَ

قَوْمًا مِّنْ أَهْلِ ذَا آدَمَ وَهُمْ قَوْمٌ عَافُونَ تَا کہ آپ اُن لوگوں کو  
 ڈرا دیں جن کے آباؤ اجداد کو نہیں ڈرایا گیا، اور وہ عفت میں پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت  
 امام شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ اُن لوگوں سے بنی اسماعیل سرزد ہیں کہ اس قوم میں قریباً  
 دو ہزار سال تک کوئی نبی بعوث نہیں ہوا تھا۔ بنی اسرائیل میں تو پہلے در پہلے نبی  
 آتے رہے مگر بنی اسماعیل میں آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوا۔ بنی اسماعیل کے  
 ہزاروں خاندان اور آگے ہزاروں شاخیں تھیں۔ یہ وسیع مملکت نسب ہے، جو  
 عرب میں امہ عربیہ باہر خواسان کے پرے کناروں تک پھیلا ہوا تھا، مگر قریب  
 زمانے میں اُن کے پاس کوئی درسلنے والا نہیں آیا تھا۔ اسی نے فرمایا کہ اسے اللہ  
 کے آخری نبی! آپ اِن لوگوں کو ڈرا دیں جن کے پاس زمانہ قریب میں کوئی ڈرانے  
 والا نہیں آیا۔ ساتھ ہی فرمایا لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَیْکُمْ اَکْثَرُھُمْ کہ اِن  
 میں سے اکثر یہ بات ثابت ہو چکی ہے فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ کہ آپ کی تمام  
 ترسائی کے باوجود یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ اِن کی اکثریت کفر و شرک میں ہی  
 مبتلا رہیگی۔ چنانچہ اِن کے خلافت پڑی جنگیں لڑی گئیں اور طریقے سے سمجھانے کی  
 کوشش کی گئی مگر یہ لوگ نابود تو ہو گئے مگر ایمان نہیں لائے۔ اب اگلی آیت  
 میں اللہ نے ہدایت اور گمراہی کی حکمت اور فلسفہ بیان فرمایا ہے۔

إِنَّا جَعَلْنَا فِيْ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلًا فَبِهِ إِلَى الْأَذْقَانِ  
فَهُمْ مُّكْمَحُونَ ۝۸ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ  
سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ  
لَا يُبْصِرُونَ ۝۹ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أُنذِرْتَهُمْ  
أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝۱۰ إِنَّمَا تُنذِرُ  
مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ الْغَيْبُ  
فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ۝۱۱ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي  
الْمَوْتَى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَرَهُمْ وَكُلُّ  
شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۝۱۲

ترجمہ :- بے شک ہم نے کریمے ہیں ان کی گزروں  
میں طوق، پس وہ سٹریٹوں کی (اٹھنے ہوئے ہیں)  
پس ان کے سر اوپر کہ اٹھ رہے ہیں ۸ اور بنائی  
ہے ہم نے ان کے سامنے رکاوٹ اور ان کے پیچھے  
بھی رکاوٹ۔ پس ہم نے ان کو ڈھانپ دیا ہے،  
اوپر سے وہ نہیں دیکھتے ۹ اور برابر ہے ان پر  
کہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان مستہیل  
نہیں کریں گے ۱۰ بے شک آپ اس کو ڈراتے  
ہیں جو پہچانی کرتا ہے نصیحت کی اور ڈرتا ہے رحمان

سے بغیر دیکھئے۔ پس آپ خوشخبری دے دیں اس کو بخشش اور عت و طے اجر کی ۱۱) بیک ہم زندہ کرتے ہیں مردوں کو اور لکھتے ہیں وہ جو آگے بھیجا اور اُن کے نشانات بھی ۱۰ اور ہر چیز کہ ہم نے شہادت کر رکھا ہے ایک ٹکلی کتاب میں ۱۲)

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حقانیت اور صداقت کا ذکر کیا اور پھر ساتھ ہی نبوت و رسالت کی تصدیق کی کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیچھے رسول ہیں اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں۔ بعد اللہ نے قرآن حکیم کے نزول کی غایت یہ بیان کی تاکہ آپ اپنے اولین مخالفین مشرکین مکہ کو ڈر دے جن کے آباؤ اجداد کے پاس قریشی زمانہ میں کوئی ڈر نہ والا نہیں آیا۔ مگر ساتھ یہ بھی بتلادیا کہ آپ کی تمام تر سامعی کے باوجود ان لوگوں کی اکثریت ایمان سے محروم ہے۔

اب آج کی آیات میں ایمان نہ لانے والوں کی مخالفت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور غریب خدا رکھنے والوں کے بعض اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ اس کے بعد اللہ نے جزائے عمل کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے اِنَّا جَعَلْنَا فِرْعٰنَ اَمِيْنًا ہم نے نہ اسنے والوں کے گلے میں طوق ڈال دیے ہیں۔ فَهِيَ اِلٰی الَّذِيْنَ اٰوْرَثْنَا اور یہ اُن کی ٹھوڑیوں تک اٹھے ہوئے ہیں، جس کی وجہ سے فَهُمْ مُتَّقِعُوْنَ اُن کے سر آدھ کر اٹھ رہے ہیں۔

۱۰ اختصار میں ہتھ کڑی، پاؤں میں بیڑاں اور گلے میں طوق ہرنا سزا کی علامت ہے یعنی شخص مجرم ہے جس کو سزا دی جا رہی ہے اور یہاں جس طوق کا ذکر کیا گیا ہے وہ اتنا بڑا اور بجاری ہے کہ جب گلے میں پہنایا گیا ہے تو عورتی کاک بھر گیا ہے جس کی وجہ سے اس کا سر اگلے طرف سے اُپر کو اٹھ گیا ہے۔ حضور علیہ السلام کا فرمانِ نسبہ کہ خواب میں ہتھ کڑی یا بیڑی پہننا اچھائی کی علامت ہے اور اس

کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص دین میں پختہ ہے۔ البتہ اگر خواب میں کوئی دیکھے کہ اُس نے گھٹے میں طوق پہن رکھا ہے تو یہ سنتِ ذات کی نفاذ ہے۔

اگے دیکھو  
دور

ایمان سے محروم بنے والے لوگوں کی دوسری سختی اللہ نے یہ بیان فرمائی ہے وَجَعَلْنَا مِنْ أَكْثَرِ أَعْيُنِنَا سُرًّا ہم نے ان کے آگے بھی دُور کی رکاوٹ کھڑی کر دی ہے وَمِنْ خَلْفِهِمْ سُرًّا اور ان کے پیچھے بھی ایسی ہی رکاوٹ ہے فَأَعْيُنُهُمْ ہم نے ان کو اُدھر سے دُعا نہ دی ہے۔ فَهُمْ لَا يَصِيرُونَ لہذا وہ نہیں دیکھ سکتے۔ ظاہر ہے کہ جس کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں رکاوٹ کھڑی کر دی جائے اور اُدھر سے بھی کوئی خیمہ وغیرہ ڈال کر دُعا نہ دیا جائے تو اسے کسی طرف سے کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ اللہ نے ان لوگوں اور گمراہی کا راستہ اختیار کر کے والوں کی یہ مثال بیان کی ہے کہ وہ اندھیرے میں ٹانگ ٹوٹیاں مارتے پھر بچہ یا لڑکیاں کہیں سے بھی راستہ نظر نہیں آتا جس پر چل کر وہ منزل مقصود تک پہنچ سکیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ سرگرداں پھرتے رہتے ہیں ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا وَسَوْفَ نَسْأَلُ عَنْهُمْ أَمْ كُنْتُمْ تَأْمُرُونَ أَنْ تَكْفُرُوا آپ کی طرف سے ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے، ایسے لوگوں کے عمل میں غلط فطریات اور یا غلط رسوم کے طوق پڑے ہوئے ہیں، انسانی خواہشات نے ان کو اگلی طرف سے روک رکھا ہے اور پیچھے سے مادی عیش و عشرت کی رکاوٹ ہے، لہذا انہیں اصل منزل کی طرف جانے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔

شاہ ولی اللہ  
کا فلسفہ

امام شاہ ولی محدث دہلوی کی اصطلاح میں یہ لوگ حجابِ طبع اور حجابِ ضمیر میں مبتلا ہیں۔ حجابِ طبع سے مراد مادی ضروریات کا حجاب ہے، اگر یا یہ لوگ اچھا سمجھنے، اچھی رہائش، اچھی ساری کی فخر میں ہی مبتلا رہتے ہیں شاہ حجاب کے بقول یہ لوگ مادیت کے گارے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ملتے خواہشات کی دُور ہے اور پیچھے مادیت کا گارا ہے۔ جب انسان مادیت کے غل سے باہر نکلتا ہے

تورسوم کی دلدلی میں پھنس جاتا ہے جسے حجابِ رسم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر وہ اپنے خاندان، برادری، علاقائی اور ملکی رسم و رواج کی طرف دیکھتا ہے کہ دوسرے لوگ کیا کر رہے ہیں تاکہ وہ بھی بلا سوچے سمجھے اپنی کئی سیچھے چلنا شروع کر دے چنانچہ جس طرح دوسرے لوگ شان و شوکت کے اظہار واسطے مکان بناتے ہیں۔ وہ بھی بنا لگتا ہے۔ جس طرح کی دھوم دھام سے وہ شادیاں کرتے ہیں۔ یہ بھی ان کی نقالی کرتا ہے۔ جس طرح وہ عرس مناتے، قوالی کراتے، قبروں کو ستمہ بناتے، اوپر غلات چڑھاتے اور نذر و نیاز پیش کرتے ہیں، اسی طرح یہ بھی کر لے لگتا ہے۔ موت کی رسوم میں بھی یہ شخص اپنی قوم اور برادری کے نقش قدم پر چلتا ہوا حیثیت سے بڑھ کر کام کر جاتا ہے، امیر لوگ تو اپنی دولت کے بل بوتے پر پیدائش، شادی اور اموات کو دھوم دھام سے مناتے ہیں مگر ایک غریب آدمی بھی ان سے پیچھے نہیں رہنا چاہتا۔ یہ حجابِ طبع اور حجابِ رسم کا طوق ہے جو اس کے گلے میں پڑا ہوا ہے اور جس کی وجہ سے اس کا سر اوپر کو اٹھا ہوا ہے، آگے اور پیچھے نسانی خواہشات اور مادی عیش و عشرت کی دیواریں کھڑی ہیں جو اسے حقیقتِ ایمان سے واقف نہیں ہونے دیتیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کی پوری زندگی اپنی چکروں میں ختم ہو جاتی ہے مگر اُسے ترجیدِ خالص سے شناسائی نہیں ہوتی۔

سب سے پہلے  
اور اس کا  
جواب

ان آیات سے بظاہر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی کسی انسان کے گلے میں طوق ڈال دیا ہے، اُس کے آگے پیچھے دیواریں کھڑی کر کے اوپر سے بھی ڈھانپ دیا ہے تو پھر اُس سے صراطِ مستقیم پر چلنے کی امید کس طرح کی جاسکتی ہے۔ اور اُسے مکلف کیوں کہ ٹھہرایا جاسکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ابتداء ہی میں کسی شخص کے راستے میں مذکورہ رکاوٹیں کھڑی نہیں کر دیتا بلکہ پہلے ہدایت کے جملہ اسباب دیا کر کے اور ہدایت اور گمراہی کے اصول واضح کر کے اُسے اختیار دیتا ہے۔ کہ وہ ہدایت اور گمراہی میں سے جو نالارہ چاہے اختیار کر لے۔ امام بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ نے انسان کی ہدایت کے تمام



اسباب صبا کر دیے ہیں جن میں سے اولین سبب عقل جبراً جو ہر کامل ہے، حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل کو بلا کر فرمایا کہ میں تیری وجہ سے ہی مولا خذہ کروں گا اور تیری وجہ سے ہی گرفت کروں گا عقل بہت بڑی نعمت ہے جس کے ذریعے انسان غور و فکر کر کے اچھائی اور برائی میں امتیاز کر سکتا ہے، نیکی اور بدی کی پہچان کر سکتا ہے۔ سن بلوغت کو پہنچتے ہوئے انسان کی عقل بھی کامل ہو جاتی ہے لہذا اس وقت تک عقل بن جاتا ہے اور اپنے عقیدے اور عمل کا جزا بد ہو جاتا ہے۔ اس پر قانون کی پابندی لازم ہو جاتی ہے اور خلاف دزدی پر ناخوذ ہو سکتا ہے۔

عقل کے بعد ہدایت کے دو سبب اسباب میں عقل کے مذاکرہ کا حکمت، بعد از عقل، انسان اور بالظہر وغیرہ حواس میں جو عمل و معلومات جمع کر کے عقل کے سامنے پیش کر دیتے ہیں اور عقل ان کے درمیان فیصلہ کرتی ہے کہ کس چیز کو اختیار کرنا ہے اور کس کو چھوڑ دینا ہے۔ اسی طرح حواس باطنہ بھی اسباب ہدایت میں سے ہیں۔ اللہ نے انسانوں کو قوت و ہمد، خیال، حسن، شہرت، قوت، متکبرہ وغیرہ عطا کی ہیں جن کو برے کار لا کر انسان اچھائی اور برائی میں تمیز کر سکتا ہے۔ ان اسباب کے علاوہ اللہ نے انسان کو حسیم اور صحت عطا فرمائی ہے۔ اپنے پیغمبر بھی آدمی کا ہیں ان کی ہی گویا ہدایت کے سامان دیا کرنے کے بعد منبرمایا۔

فَمَنْ شَاءَ فَلْيُشْرِكْ وَ مَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ (الکھف - ۲۹)

جس کا بھی چاہے ایمان قبول کرے اور جس کا بھی چاہے کفر کا راستہ اختیار کرے اللہ تعالیٰ یہ اختیار سب سے کرتا بلکہ توکلہ مکاتولک و نصیلم جھنم و ساءلش

مقصود (القصہ - ۱۱۵) یہ صبر کرنا چاہا جائے اور صبر کی توفیق دے دینا ہے پھر جب کوئی غلط راستہ اختیار کرے، کفر، شرک اور مباحی کی راہ پر گامزن ہو جائے تو اسے جہنم تک پہنچاتا ہے جو کہ بہت بڑا ٹھکانا ہے۔ اسی

یہ ایمان کو اپنے ارادے اور اختیار سے قبول کرنا ضروری ہے۔ اگر کسی شخص نے اضطرابِ حالت میں ایمان کی تصدیق کر دی تو وہ معتبر نہیں ہوگی، بلکہ ایمان کی تصدیق وہ قابلِ قبول ہوگی جو ارادے اور اختیار سے کی جائے گی۔ ان تمام تر اسبابِ ہدایت کے باوجود جب کوئی شخص اپنے اختیار سے ہدایت کا راستہ قبول نہیں کرتا تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے گلے میں طوق ڈال دیتا ہے، آگے دیکھتے ہیں کہ وہ کبھی کبھار یہ کہتا ہے، اور اوپر سے بھی ڈھکائی دیتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عمر بھر بیگناہ پھر رہتا ہے اور اپنے راستہ نہیں دیکھتا۔

عزیزِ مہتمم

سیدھا راستہ تو ان لوگوں کو نظر آئے گا جن میں طلبِ ہرگی اور دود اس کے لیے گردش بھی کریں گے۔ اللہ کا فرمان ہے **وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا** (العنکبوت: ۶۹) جو جہاد سے راستے کی تلاش میں محنت کرتے ہیں ہم ان کے لیے ہدایت کا راستہ ضرور واضح کر دیتے ہیں۔ اور یہ راستہ اسی صورت میں ملے گا کہ سادہ قرآنِ مشرک اور دعائی کو ترک کر دے۔ اپنی سابقہ کو کامیوں پر ناسیب ہو جائے۔ جب ایسا ہوگا تو پھر عقل، حواس، کما ہیں اور منہ سب کا گم ہوں گے اور اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم کی ترمیم عطا کر دے گا۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا **إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ** آپ کا ڈرنا ان لوگوں کے لیے مفید ہو سکتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرتے ہیں۔ جو شخص نصیحت کو اچھا ہی نہیں سمجھتا اس کے لیے نصیحت کا ذکر نہیں ہو سکتا اور پھر نصیحت اُس شخص کے لیے بھی کارآمد ہوگی **وَأَخْشَى الْكَافِرِينَ** بِالْغَيْبِ بَرِئُوا لِي وَرَبِّهِمْ سے بن دیکھے دُڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی نے نہیں دیکھا، نہ جنتِ فوزن کو دیکھا ہے، نہ فرشتوں کو دیکھا ہے اور نہ بعد میں آنے والوں نے اپنے انبیاء کو دیکھا ہے۔ یہ ایمان بِالْغَيْبِ ہی تر ہے۔ ہمارا اس پر بھی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق و مالک ہے اور وہ ہمارا محاسب بھی کرے گا۔ ایسے ہی شخص کے لیے آپ کی نصیحت مفید ہوگی فرمایا **كَيْفَ يَشْرُو كَيْفَ يَفْقَهُ** وَأَجِبْ حِينَ تَسْأَلُ

ایسے شخص کے لیے بخشش اور عزت والے اجر کی خوشخبری سنائیں۔ اللہ تعالیٰ  
چھوٹی سورتی کہ آپہاں صحت فرماتے گا۔ اور ساتھ عزت والا بدلہ بھی عطا فرمائے گا۔  
اور وہ بندہ کامیاب ہر جائے گا۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت اور جزائے عمل کا ذکر فرمایا ہے  
اِنَّا كُنْزُ عَمَلِ الْمُتَّقِينَ بَيْنَ يَدَيْهِمْ ثَلَاثٌ اَوَّلُ هُمْ فِيْهَا كَانَتْ اَعْمَالُهُمْ اَوَّْلُهَا  
کتاب کے جزائے عمل کا فیصلہ کر سکیں۔ اور اس کام کے لیے۔ وَثَلَاثٌ مَّا  
قَدْ مَوَّاهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِمْ اُولَئِكَ يَرْجُوْنَ غُفْرٰنًا اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ غُفْرٰنًا  
یہ آگے بھیجا۔ وَثَلَاثٌ مَّا قَدْ مَوَّاهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِمْ اُولَئِكَ يَرْجُوْنَ غُفْرٰنًا  
کتاب کے وقت ہم ان کو ان کا سارا اعمال نامہ دکھا سکیں۔ اگرچہ چھٹنے کی  
عزیزت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہمیں ملے ہے اور وہ اول سے لے کر اب تک  
کی چیزوں کو بغیر کچھ بھی جانتا ہے مگر اس نے کچھ کا ایک ضابطہ مقرر کر  
دیا ہے جن کو دیکھ کر انان اپنے کردہ اعمال کو پہچان لیں گے۔ اس مختصر کے  
لیے اللہ نے بھراں اور محافظ فرشتے مقرر کیے ہوتے ہیں جو ہر انسان کے ہر  
عمل کو محفوظ کر رہے ہیں اور اپنے رجسٹر میں درج کر رہے ہیں۔

آثار کی  
توضیح

آگے بھیجے جانے والے ترمہ نیک یا بد اعمال ہیں جو انان دنیا میں کھاتے  
ہیں اور آثار سے مراد وہ نشانات ہیں جو انان اپنے دیکھے اس دنیا میں چھوڑ جاتے  
ہیں یہ چھ رہ جانے والوں میں آثار الممانعت بھی ہیں اور آثار معصیت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ ہر شخص دنیا میں کوئی اچھی چیز چھوڑ جاتا ہے اس کا اجر  
اس کو سرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے اور جو کوئی بُری رسم چھوڑ جاتا ہے تو اس پر عمل  
کرنے والوں کا ایک ایک گناہ اس شخص کو بھی ملتا رہتا ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد  
ہے کہ جب کوئی شخص اس دنیا سے چلا جاتا ہے تو اس کا اعمال نامہ بند کر دیا جاتا

ہے۔ البتہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی برابر ملتا رہتا ہے۔ فرمایا ایک حدیث جاریہ ہے کہ آدمی رفاہ عامہ کا کوئی کام کرے گیہے کوئی مسجد یا مدرسہ یا سرائے بنوا گیا ہے یا کنڈاں گوا گیا ہے تو اس کا ثواب اُسے پہنچتا ہے گا۔ دوسری چیز نافع علم ہے۔ تقریر و تحریر کی صورت میں علم چیز نافع ہے، قرآن و سنت کی ترویج ہے یا احکام دین کی تشریحات ہیں، تو جب تک لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اس کا ثواب جاری ہو گا۔ تیسری چیز نیک اولاد ہے۔ جو مرنے والے کے بچے بخشش کی دعائیں کرتی ہے یہ چیزیں آثار میں داخل ہیں جن کے متعلق یہاں فرمایا ہے کہ ہم ان کو بھی سمجھتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں بھی سلسلہ کے لوگ مسجد نبوی سے کچھ فاصلے پر پہنچتے تھے، مسجد کے قریب کچھ مکانات خالی ہوئے تو ان لوگوں نے وہاں منتقل ہونے کا ارادہ ظاہر کیا، تاکہ مسجد سے قریب ہو جائیں۔ حضور علیہ السلام کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنی جگہ پر رہیں پھر سے رہو کیونکہ تم جتنے قدم چل کر مسجد میں آتے ہو وہ کچھ جابجہ ہیں۔ جب تک دروازے آتے رہو گے تو زیادہ قدم کچھ جاتے رہیں گے، لہذا تمہارا فائدہ دور رہنے میں ہی ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں **دَيَّرَ كَعُورُ مَكْتَبِ النَّارِ كَعُورُ** تم اپنے محلے میں کھنکھ رہو کہ تمہارے قدموں کے نشانات کچھ جاتے ہیں غریبہ قدموں کے نشانات کو بھی حضور علیہ السلام نے آؤں شمار کیا ہے، کسی بھی نیک کام کے لیے انسان چل کر جاتے تو اس کے نقوش ملنے قدم کا حساب رکھنا جاتا ہے اور اُسے اجر ملتا ہے۔

فَرَّأَى وَكَلَّ شَيْءٌ بِأَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ

انسان کی ہر چیز کو کھلی کتاب میں شمار کر دیا گیا ہے جو کہ اللہ کے علم کا نور اور محفوظ  
 ہے۔ یہ سارا اعمال نامہ قیامت والے دن پیش کیا جائے گا اور پھر اس کے مطابق  
 جزا اور سزا کے فیصلے ہوں گے

---

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا  
 الْمُرْسَلُونَ ۝۱۳ إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ  
 فَكَذَّبُوهُمَا فَكَذَّبْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَهُكُمُ  
 مُّرْسَلُونَ ۝۱۴ قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا  
 وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا  
 تَكْذِبُونَ ۝۱۵ قَالُوا رَبَّنَا يُعَلِّمُكُمُ الْيُسْكَرُ  
 لِمُرْسَلُونَ ۝۱۶ وَمَا عَلَيْنَا الْبَلَاغُ  
 الْمُبِينُ ۝۱۷ قَالُوا إِنَّا نَطِيرُكُمْ لَكُمُ لَكِنْ لَمْ  
 تَنْهَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِنَّا عَذَابٌ  
 أَلِيمٌ ۝۱۸ قَالُوا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ إِنَّ دُكُوتَكُمْ  
 بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝۱۹

ترجمہ دراد بیان کریں آپ ان کے سامنے مثال بتی  
 والوں کی جب کہ آئے ان کے پاس بھیجے ہوئے ۱۳  
 جب کہ ہم نے بھیجا ان کی طرف دو کو، پھر ان  
 دونوں کو انہوں نے جھٹلایا۔ پھر ہم نے قوت دی  
 ایک تیسرے کے ساتھ تو انہوں نے کہا بیچارے  
 ہم تمہاری طرف بھیجے ہوئے ہیں ۱۴ کہ ان لوگوں

نے نہیں ہو تم مگر انسان ہمارے جیسے، اور نہیں اتنا  
 غلابے مکان سے کسی چیز کو، نہیں ہو تم مگر جھوٹ  
 برائے (۱۵) کہا انہوں نے کہ ہمارا پروردگار جانتا ہے  
 کہ بیشک ہم تمہاری طرف البتہ بھیجے ہوئے ہیں (۱۶)  
 اور نہیں ہے ہمارے ذمے مگر کھول کر پیغام  
 پہنچا دینا (۱۷) وہ کہنے لگے، بیشک ہم تمہاری  
 وجہ سے شگون لیتے ہیں، اگر تم باز نہیں آؤ گے  
 تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے، اور  
 پہنچے گا تم کو ہماری طرف سے دردناک عذاب (۱۸)  
 کہا انہوں نے تمہارا شگون تمہارے ساتھ ہی ہے  
 اس وجہ سے کہ تم کو نصیحت کی گئی ہے، نہیں  
 بلکہ تم سے بڑھنے والے لوگ ہو (۱۹)

سورۃ کہ ابتداء میں قرآن پاک کی حقانیت اور صداقت کا بیان ہوا پھر  
 رسالت کا ذکر ہوا۔ انھوں نے ایمان نہ لانے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ اکثر لوگ  
 حجاب طبع یا حجاب رحم میں مبتلا رہ کر ہی زندگی بسر کر لیتے ہیں اور عمر بھر زندہ دنیا  
 کے معاملے میں غور و فکر کرتے ہیں اور نہ ہی اسے تسلیم کرتے ہیں۔ پھر انھوں نے  
 فرمایا کہ سرور کو زندہ کرنا ہمارا کام ہے، ہم مقررہ وقت پر انہیں دوبارہ زندہ  
 کریں گے، ان کے تمام اعمال اور ان کی ہر ہر نعل و حرکت ہمارے پاس رکھی ہوئی  
 ہے جو انہیں نئی زندگی دینے پر پیش کر دی جائے گی اور پھر اس اعمال کے لیے  
 نیا دریاں سے حساب کتاب لیا جائے گا۔ اور جزا اور سزا کے فیصلے ہوں گے  
 سورۃ فہا کی آیت - ۲۰ میں رسالت کا بیان گزرا چکا ہے اِنَّكَ لَمِّنَ  
 الْمُرْسَلِينَ آپ اللہ کے پکے رسولوں میں سے ہیں۔ اب اسی رسالت  
 ہی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ایک مثال کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی میں  
 مرسلین کی آمد

اور آپ کے معاذ کو کسی دسی ہے کہ اگر گناہ مکھ آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور  
آپ کو ایذا میں پہنچاتے ہیں تو یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے، بلکہ اللہ کے ہر نبی کے ساتھ  
لوگوں نے ایسا ہی سلوک کیا۔ اللہ نے ایک بستی کا ذکر کیا وَاحْتَضِرُ بُلْ كَهْوَ  
مَثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ لیسہ غیرہ آپ ان لوگوں کے سامنے ایک  
بستی والوں کی مثال بیان کر دیں إِذْ جَاءَهَا الْمُسْلِمُونَ جب کہ انیس  
بستی میں اللہ کے بھیجے ہوئے گئے۔

مفسرین کی حیثیت کے بارے میں مفسرین کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے  
بعض کہتے ہیں کہ یہ جی شخص اللہ کے بھیجے ہوئے نبی تھے۔ پہلے اللہ نے ان میں  
سے دو کو اس بستی میں بھیجا اور پھر ان دو کی تائید کے لیے تیسرے کو بھی بھیجا۔  
مفسرین ان کے نام صادق، صدوق اور شلوم بیان کرتے ہیں۔ تاہم اکثر مفسرین  
فرماتے ہیں کہ یہ تین اشخاص اللہ کے براہ راست نبی نہیں تھے بلکہ بالواسطہ طور  
پر بھی علیہ السلام کے بھیجے ہوئے ان کے حوالی تھے، جو تبلیغ دین کے لیے  
اس بستی میں بھیجے گئے تھے۔ مفسرین کا پہلا گروہ کہتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت  
عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے قبل کا ہے جب کہ دوسرا گروہ اسے عیسیٰ علیہ السلام  
کے زمانے کا واقعہ بتاتا ہے۔

یہاں پر قرآن کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا اطلاق چھوٹی بستیوں پر بھی ہوتا ہے  
اور کچھ اہل علم جیسے پرے شہروں پر بھی۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جس بستی کا ذکر  
نبیال کیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ بستی مراد ہے جو شام میں واقع ہے اور مشہور

لے تفسیر طبری ص ۱۵۶ و البحر المحیط ص ۳۳۷ ج ۷

لے قرطبی ص ۱۵۶ و معالم التنزیل ص ۲۱۱ و نظری ص ۱۵۶ ج ۲۲

۳ معالم التنزیل ص ۲۱۱ و البرسود ص ۲۲۹ و دارک جیم و طبری ص ۱۵۳ ج ۲۲

بلکہ بیضاوی ص ۲۷۷ و قرطبی ص ۱۵۶ و البرسود ص ۲۲۹ و کبیر ص ۵۱ و دارک جیم و طبری ص ۱۵۵ و طحاوی ص ۲۲۷ و یامان (دلیما)



معروف ہوتی ہے۔ یہ یعنی ابداً اسکندر اعظم کے زمانے میں آباد ہوئی تھی۔ اسی  
 زمانے میں شام اور مصر وغیرہ سلطنتِ روم میں شامل تھے اور یہاں پر اُن کے گورنر رہتے  
 تھے۔ اسکندر رومی کے بعد جب یہ یعنی وہاں ہو گئی تو پھر انکو کسی نئی گورنریا بادشاہ  
 نے اسے دوبارہ تعمیر کیا، بہر حال اس سستی میں عیسیٰ علیہ السلام کے فرستادہ تین مبلغین  
 آئے۔ اُن کی تبلیغ سے کچھ لوگ ایمان بھی لے آئے چنانچہ ایسے ہی ایک مومن شخص  
 کا ذکر آج کے آراء ہے **وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدْيَنَةِ رَجُلٌ كَثُفٌ**  
**دَامِتُ ۱۰۰** اس شخص نے مرسلین کی آمد کی کہتی جن کی پاداش میں اسے قتل کر دیا  
 گیا اور اللہ نے اسے بہت بلند مرتبہ عطا فرمایا۔

اہلِ نبی کی  
 طرف سے  
 تحریک

بہر حال اسی واقعہ کے متعلق فرمایا **إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ**  
**فَكَذَّبُوهُمَا** جب کہ ہم نے بھیجا اُس بستی میں دو مرسلین کو تو اُس بستی والوں  
 نے دونوں کو جھٹلایا۔ **فَعَزَّزْنَا بِثَلَاثٍ** پھر ہم نے تیسرے مرسل کو پہلے  
 دو کی تائید کے لیے بھیجا کسی کام کی تکمیل کے لیے تائید کا ہونا بھی ضروری ہے، اسی غرض  
 کے لیے موصی علیہ السلام نے بھی بدگاہِ رب العزت میں عرض کی تھی کہ میرے بھائی ابراہیم علیہ السلام  
 کو میرا نسب بانٹے **وَأَشْرِكُوا فِي مَا بُكِّرُوا بِهِ** (طہ ۲۰) اور اسے میرے کام  
 میں شریک نہ کرے۔ چنانچہ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام  
 کو بھی نبوت و رسالت عطا کی اور موصی علیہ السلام کا معاون بنا دیا۔ بہر حال اللہ کے مرسلین یا علی  
 کے فرستادہ انطاکیہ کی بستی میں پہنچے **فَقَالُوا إِنَّا إِلَٰهِيكُمْ مَوْسُونَ** تو کہنے لگے کہ تم ہماری طرف  
 بیسیجے ہوئے ہیں اور تمہیں اللہ کا پیغام سنانے کے لیے آئے ہیں۔ اس کے  
 جواب میں اہلِ بستی نے کہا **فَالْكَوَامُ أَنْتُمْ** **إِنْ جِئْتُمْ بِبَشَرٍ** کہ نہیں  
 ہو تم مگر ہمارے جیسے انسان، تمہیں کرنے سے بے نقاب کے پڑ گئے ہوئے ہیں  
 جو نبوت و رسالت کا دعویٰ کر رہے ہو۔ انبیاء کی بشریت قبول حق میں ہمیشہ سے  
 مانع رہی ہے۔ سورۃ نبی اسرا میں فرمایا **وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا**  
**إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَشَرٌ يَنْشُرُونَ** رسول اللہ

(آیت - ۹۴) جب بھی لوگوں کے پاس اللہ کے نبی ہدایت لے کر آئے تو انہوں نے یہی کہہ کر انکار کر دیا کیا اللہ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ وہ یہ بھی کہتے تھے مَا لَ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ (الفرقان - ۲۰) کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ بنی تو کمرئی برزخ مخلوق میں سے ہونا چاہیے تھا جو نہ کھاتا نہ پیتا اور نہ بازار میں سودا سلف خریدتا۔

منکرین رسالت کا ایک اعتراض تو یہ تھا کہ نبی انسان نہیں ہونا چاہیے، اور دوسرا یہ کہ اگر انسانوں میں سے اللہ نے رسول مقرر کرنا ہے تو پھر کسی بڑے آدمی کو بنایا ہوتا۔ مشرکین مکہ بھی یہی کہتے تھے کہ ہم اس نادار آدمی کو نبی کیسے مان لیں جس کے پاس نہ مال و دولت، نہ کوٹھی اور جنگل، نہ لڑکے چاکر اور نہ فوج اور پوہ لیس، نہ زمین نہ باغات۔ کہتے تھے لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقَدَرِّ يَتَّبِعُهُ عَظِيمٌ (الزخرف - ۲۱) یہ قرآن مکے اور طائف، کی بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں ہوا۔ منصب نبوت و رسالت کے لیے کیا ابوطالب کا یتیم بھتیجا ہی رہ گیا تھا؟ اور لوط علیہ السلام کی قوم نے بھی کہا تھا کہ ہم پاگل ہیں جو ایک انسان کا اتباع کر رہے؟ یہ شخص ہمارا جانا پہچانا ہے اور ہمارا داماد ہے، بھلا اس میں نبوت والی کون سی خصوصیت ہے جو بڑے نبی تسلیم کر لیں؟ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ مشرکین کے لیے نبوت کو تسلیم کرنے میں ہمیشہ حجاب بشریت مانع رہا ہے۔ اللہ نے اپنے نبیوں میں جو صلاحیت، استعداد، کمال اور نیکی و رباعیت کی تھی، مشرک لوگ اس کو نہ پہچان سکے لہذا انکار کر دیا۔ شرف نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ کو رُڑوں انسانوں میں سے کسی کو عطا کرتا ہے۔ اُس پر وحی کا نزول ہوتا ہے اور وہ بلند ترین ہستی ہوتی ہے۔ نبوت سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں ہے۔

بہر حال اپنی رالوں نے اللہ کے رسولوں کا انکار کیا اور کہنے لگے وَمَا  
 أَنتُمْ إِلَّا رَجُلٌ كَذِبٌ شَقِیٌّ خدائے رحمان نے کوئی چیز نازل نہیں کی، تمہارا یہ دعویٰ  
 غلط ہے کہ خدائے تم پر وحی نازل کی ہے اور اس نے اپنی دعا و نصیحت کو تسلیم کرنے کا  
 حکم دیا ہے۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا كَذِبٌ جَوْفٌ نہیں ہو تم مگر جھوٹ بولتے۔

مرسلین کا  
 کام

اس کے جواب میں علیؑ علیہ السلام کے حواریوں یا اللہ کے نبیوں نے کہا قَالُوا  
 رَبَّنَا نَعْلَمُ اَنْ اَنْتَ الْكَذِبُ لَمْ يَكُنْ ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ بیشک ہم  
 تمہاری طرف بھیجے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس معاملہ میں اللہ کی گواہی پیش کی کہ  
 ہم فرستادہ ہیں اور ہم جھوٹ نہیں بولتے۔ جس قدر شدت سے وہ لوگ انکار و نیت  
 کرتے تھے اتنی ہی شدت سے مرسلین نے جواب بھی دیا کہ ہم ضرور تمہاری طرف  
 بھیجے ہوئے ہیں وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْكَمِيْنُ اور ہماری ذمہ داری صرف  
 اتنی ہے کہ ہم اللہ کا پیغام کھول کر پہنچا دیں۔ اس کے بعد یہ تمہاری ذمہ داری ہے  
 کہ تم اس دعوت کو قبول کر لے ہو یا نہیں کسی کو کچھ کرنا یا نہ کرنا کسی ایمان میں داخل کرنا  
 ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ ہم تو صرف پیغام الہی پہنچاتے ہیں لَقَدْ كُرِّرْنَا  
 اِلَيْكُمْ مَّا لَكُمْ مِنْ اِلٰهِ عَدُوٌّ (اعراف ۸۵) اے میری قوم کے لوگو! اللہ  
 اللہ کی عبادت کرو، اُس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، قیامت پر حق ہے  
 نبوت و رسالت درست ہے۔ ایمان لانا اور نہجیات ہے، نیکی کرنے پر انسان کو  
 درجات ملتے ہیں اور تکذیب پر سزا ملتی ہے، غرضیکہ ہمارا کام تو خدا کا پیغام  
 کھول کر سننا دینا ہے، آگے ماننا یا نہ ماننا یہ تمہاری مرضی ہے۔

اہل بستی کا  
 برا شگون

آگے سے لوگوں نے جواب دیا۔ قَالُوا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا كَذِبٌ كَرِہُ  
 کہنے لگے ہم تمہیں بخوس سمجھتے ہیں اور تمہاری وجہ سے برا شگون جیتے ہیں۔ تم  
 حبیب سے ہماری بستی میں آئے ہو بارشش ٹوک گئی ہے اور قوط پیدا ہو گیا ہے۔ نیز  
 گھر گھر میں تم نے اختلافات ڈال دیے ہیں، اور لڑائی جھڑائی شروع ہو گئی ہے۔ اَنَاجِ  
 اور پانی کی قلت پیدا ہو گئی ہے، تم جیسے بخوس آئے ہو۔

اصل میں تطہیر کا معنی پرندے کو اڑا کر اس سے شگون لینا ہے۔ بشرکین عرب میں یہ دستور عام تھا کہ جب کسی اہم کام کے ارادے سے نکلنا ہوتا کہ کسی پرندے کو اڑاتے اگر وہ دائیں طرف کو اڑتا تو جان لینے کہ اُن کا یہ سفر مبارک ہے اور جس کام کے لیے جاکے ہیں وہ ہو جائے گا، برعکس اس کے کہ اگر پرندہ اڑ کر دائیں طرف کو جانا تو سمجھتے کہ حالات اُن کے حق میں نہیں، لہذا وہ اس کام کا ارادہ ترک کر دیتے۔

جنہوؤں میں بھی اس قسم کا زعم پایا جاتا ہے۔ صبح صبح گھر سے باہر کسی کام کے لیے نکلے، اگر کالا کتا سامنے آگیا یا کالی بلی نے راستہ کاٹ دیا تو اس سے بڑا شگون لیا کہ یہ کام نہیں ہوگا۔ اگر کہیں کو یا اڑ بیٹھا دیکھ لیا تو اسے ویرانی اور بربادی پر محمول کیا۔ اگر گھر سے نکلے وقت عورت سامنے آگئی تو اسے بھی کام کی تکمیل میں منحوس تصور کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے ایسے شگون کے متعلق فرمایا الطَّيْرَةُ مِنَ الشَّرِّ کہ شگون لینا شرک کی ایک قسم ہے۔ آپ دعا فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُكَ وَلَا طَيْرَ اِلَّا طَيْرُكَ وَلَا اِلَهَ اِلَّا عَيْنُكَ اے پروردگار! خیر تیری ہی خیر ہے اور شگون تیرا ہی شگون ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اس قسم کا شگون شیطانی دھم ہوتا ہے اور اہل ایمان کو دل میں ایسا خیال نہیں لانا چاہیے۔ ہر چیز کا اختیار اللہ کے پاس ہے، اور شگون والا خیال باطل ہے۔

فال بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ کوئی قرآن سے فال نکالتا ہے، اور کوئی دیوان حافظ سے، کوئی ہیرا پنجمے کی کتاب کو فال کے لیے استعمال کرتا ہے حالانکہ یہ سب فضول باتیں ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فال کی بار بار منع فرمائی صرف اس قدر فرمایا ہے کہ اگر کوئی اچھا لفظ سن کر دل خوش ہو جائے تو اٹھ اور ست ہے باقی سب شرک ہے۔ بہر حال بہت سی والدوں نے کہا کہ تم ہمارے شہر میں ایسے

اہل سنت  
کی دینی

خوس لئے ہو کہ ہم طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہو گئے ہیں۔  
پھر انہوں نے یہ دیکھی بھی رہی کہ اَلَمْ نَشْكُهُمْ اَللّٰهُ جَعَلْنَا  
اگر تم اپنی اس تبلیغ سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں پھر مار کر ہلاک کر دیں گے۔

وَكَيْفَ تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ اِنْ هُمْ قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اور اپنی طرف سے تمہیں سخت دردناک سزا  
دیں گے۔ جرم واقعی سخت ترین اور عبرتناک سزا ہے، جو اللہ نے محض ذاتی اور زانیہ  
کے لیے مقرر کی ہے، حضور علیہ السلام کے زمانہ میں بعض واقعات میں مجرموں کو  
یہ سزا دی گئی اور انہیں سرعام سنگسار کیا گیا۔ بعض سابقہ نافرمان قوموں کو بھی سنگساری  
کی سزا دی گئی، چنانچہ لوط علیہ السلام کی سزا کہ الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش  
بھی کی گئی۔ اللہ نے فرمایا ہے مُسْقٰتَةً يَنْذِرُ لَكَ (ہود: ۸۲) ہر پتھر  
پر اللہ نے نام لکھ دیا تھا کہ یہ فلاں کے سر پر گئے گا اور یہ فلاں ماہیجار کا بیڑا توڑ  
کرے گا۔ بہر حال اہل سنتی نے کہا کہ ہم تمہاری آہ سے براہِ شگون بیٹے ہیں اور  
اگر تم اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو تمہیں سنگسار کر دیا جائے گا۔

مسلمین کا  
جواب

اس پر مسلمین نے یہ جواب دیا اَلَا تَرٰ كَيْفَ كُفِّرُوكُمْ کہ تمہارے گتے تھوڑے  
اور خواست تمہارے ہی سر پر ہے، تمہارے اعمال بد کی وجہ سے ہی تم پر  
خواست چھائی ہوئی ہے اور تم قحط اور لڑائی جھگڑے میں مبتلا ہو۔ یہ خواست  
ہماری پیغام رسانی کی وجہ سے نہیں بلکہ تمہارے کفر و شرک کا نتیجہ ہے۔ کہیں  
فرقہ کشی نہ کیا یہ باتیں تم اس لیے کہتے ہو کہ ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں، کیا  
ہم اپنا فرض منصبی ترک کر دیں؟ نہیں بلکہ خواست تو تمہاری شامت اعمال کا  
نتیجہ ہے۔ بَلْ اَمْسٰتُمْ قُلُوْبَكُمْ (مفسرین) حد سے بڑھے واقعہ ہی لوگ ہر  
تمہارا قول فعل، اخلاق، عقیدہ سب کچھ حد سے بڑھا ہوا ہے۔

اس کے بعد لوگوں نے اللہ کے نبیوں یا عیسیٰ علیہ السلام کے مبلغین کے  
ساتھ بڑی سختی کی۔ آگے اُس مرد مومن کا ذکر بھی آ رہا ہے جو مسلمین کی حمایت میں آیا  
تھا۔ لوگوں نے اُسکی جان کو لے لی مگر اللہ نے اسے بلند مرتبہ عطا فرمایا۔

وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَى قَالَ  
يَقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ④٠ اتَّبِعُوا مَنْ لَا  
يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ ④١ وَمَالِي  
لَا عَبْدٌ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ④٢  
عَآتِخْذُ مِنْ دُونِهِ إِلَهَةً إِنْ يُرِدْنِ الرَّحْمَنُ  
بِضُرٍّ لَا تُغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا  
يُنْقِذُونِ ④٣ إِنْ أَرَادَ لِفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ④٤ إِلَى  
أَمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمِعُونِ ④٥ قِيلَ ادْخُلِ  
الْجَنَّةَ ط قَالَ يَلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ④٦  
بِمَا غَفَرَنِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ④٧  
وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ  
مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ ④٨ إِنْ  
كَانَتْ إِلَّا صِحَّةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ  
خَامِدُونَ ④٩ يُحْسِرَةُ عَلَى الْعِبَادَةِ مَا يَأْتِيهِمْ  
مِّنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ⑤٠

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ  
 أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٣١﴾ وَإِنْ كُلُّ لُتَّا  
 جَمِيعٍ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٣٢﴾

۱۰۰

تو چہ یہ اور کیا شر کے پرے کنارے سے ایک  
 شخص روٹنا ہوا، کہنے لگا اے میری قوم کے لوگ ؟  
 پیروی کرو مجھے ہدوں کی ﴿۳۰﴾ تابعداری کرو اُن کی جو نہیں  
 مانگتے تم سے بدلہ اور وہ ہدایت کے راستہ پر  
 ہیں ﴿۳۱﴾ اور کیا ہے مجھے کہ میں نہ عبارت کروں اُس  
 ذات کی جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور اسی کی طرف  
 تم پھیرے جاؤ گے ﴿۳۲﴾ کیا بناؤں میں اللہ کے سوا  
 دوسروں کو معبود ؟ اگر خدا نے رحمان چاہے نقصان پہنچا  
 تران کی سفارش مجھے کچھ کام نہیں آسکتی اور نہ وہ چھڑا  
 سکتے ہیں ﴿۳۳﴾ اس وقت تو ایں البتہ گمراہی میں ہو  
 جاؤں گا ﴿۳۴﴾ تحقیق میں ایمان لایا ہوں مخاصمے پروردگار  
 پر ، پس سند ﴿۳۵﴾ کہا گیا اس شخص سے کہ داخل ہونا  
 جنت میں اس نے کہا ، کاش میری قوم کے لوگ  
 جانتے ﴿۳۶﴾ اس چیز کو کہ بھٹا ہے مجھے میرے پروردگار  
 نے ، اور بنایا ہے مجھے عزت والوں میں سے ﴿۳۷﴾  
 اور نہیں انا ہم نے اس کی قوم پر اُمس کے بعد کوئی  
 لشکر آسمان سے اور نہ ہی تھے ہم اتنے دالے ﴿۳۸﴾  
 اور نہیں نفی منکر ایک بیتج ، پس اچانک وہ سب  
 بجھنے والے ہو گئے ﴿۳۹﴾ افسوس ہے بندوں پر نہیں

آ اُن کے پاس کوئی رسول نکلے وہ اُس کے ساتھ بٹھا کرتے ہیں (۳) کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ ہم نے اُن سے پہلے کتنی جاحتیں ہلاک کر دی تھیں۔ بیشک وہ اُن کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے (۴) اور نہیں ہے کوئی مگر تمام کے تمام ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے (۵)

مکی سورتوں کے چار بنیادی عقائد میں سے اس ذکر میں رسالت کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔ گذشتہ درس میں انطاکہ کی بستی کا ذکر ہوا کہ اُس میں اللہ کے پیغمبر ہوئے نبی یا علی علیہ السلام کے فرستادہ مبلغین دین اسلام کی تبلیغ کے لیے آئے تھے اہل بستی۔ ان کی تکذیب کی۔ پسو کی کرنے اور ایذا پہنچانے کے علاوہ اُن کو ظن بھی کیا کہ تمہاری آمد کی وجہ سے ہم پر سخت چھا گئی ہے ہمارے علاقے میں خشک سالی پیدا ہو گئی ہے اور گھر گھر میں لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا ہے۔ رسولوں نے جواب دیا کہ یہ تمہاری ہماری وجہ سے نہیں ہے بلکہ تم خود ہی اسے بڑھنے والے ہو جس کی سزا تمہیں مل رہی ہے

مسلین نے اپنی تبلیغ جاری رکھی جس کی وجہ سے اہل بستی مشتعل ہو گئے اور وہ ان کے قتل کے منصوبے بنانے لگے۔ مشرک دوسری طرف ایک اہل ایمان آدمی رہتا ہے جس کا نام حبیب بنہ تھا۔ تعبیری اور تاریخی روایات میں آتا ہے کہ پہلے تو یہ شخص بت تراش تھا۔ پھر اُس نے مسلمان کی کرامت دیکھی تو اللہ نے اسے ایمان لانے کی توفیق دی اور وہ ایمان لے آیا۔ جب اہل بستی مسلمان کو ایذا پہنچاتے تو اس شخص کو بڑی کوفت ہوتی۔ جب اُسے پتہ چلا کہ یہ لوگ اُن مبلغین یا رسولوں کو قتل کرنے کے واسطے ہیں تو اس سے دعا نہ گیا اور اُس نے اس معاملہ میں اپنا فرض ادا

ایک کون  
کا غیر خراہ



کر نے کا فیصلہ کیا۔ اسی بات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدْيَنَةِ رَجُلٌ كَسَنِي شُرَكَائِهِ سے کہ ایک شخص دور سے ہوا آیا اور اُس نے اپنی قوم کو بھانسنے کی کوشش کی کہنے لگا قَالَ يَفْقَهُوا إِنِّي أَتِيكُمْ بِالْهُدَىٰ اے میری قوم کے لوگو! ان فرستادہ شخصیات کی پیروی کرو۔ یہ تمہیں غلط راستے سے ہٹا کر صحیح راستے پر لانا چاہتے ہیں، کھڑو شرک کے اندھیروں سے نکال کر توحید کی روشنی میں لانا چاہتے ہیں۔ وہ تمہارے ساتھ خیر خواہی کا سلوک کر رہے ہیں تاکہ تم آخرت کے دائمی عذاب سے بچ جاؤ۔ اس شخص سے یہ بھی کہا إِنَّكُمْ لَأَنْتُمْ أَنْتُمْ أَجْرًا تَمُورُونَ ان کا اتباع کرو جو تم سے کئی محاذوں پر غلبہ نہیں کرتے۔ وہ تمہاری خیر خواہی میں مخلص ہیں۔ وہ تمہاری لیے لوٹ خدمت کر رہے ہیں، لہذا ان کی بات مان لو کیونکہ وَهُمْ مُّقْتَدُونَ خود بھی ہدایت یافتہ ہیں اور تمہیں بھی ہدایت کی راہ پر چلانا چاہتے ہیں۔

توحید پر  
استقامت

پھر اس شخص نے توحید پر اپنی استقامت کا اس طرح اظہار کیا - وَمَا لِي لَا أَعْبُدَ الَّذِي فَطَرَنِي اذ کیا ہے مجھے کہ میں اُس ذات کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ یہاں اُس مومن آدمی نے اللہ کی صفت فَلْهُوَ كَاذِبٌ کا ذکر کیا ہے یعنی وہ اللہ میں نے مجھے مسمیٰ بخشی ہے۔ میں ضرور اُسی کی عبادت کروں گا کیونکہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ پھر ساتھ ساتھ اپنے مخاطبین کو تنبیہ بھی کی وَأَلَيْسَ مِنْ جَعَلَنِي اُسی خدائے وحدہ لا شریک کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ مرنے کے بعد تم کو اُسی کے سامنے حاضر ہو کر اپنے عبادت و اعمال کی جوابدہی کرنا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح میں خالص اُسی کی عبادت کرتا ہوں۔ اسی طرح تم بھی کفر اور شرک کو چھوڑ صرف خدائے وحدہ لا شریک کے بندے بن جاؤ۔

اس کے بعد اُس شخص نے شرک کی تردید اس انداز میں کی وَأَتَّخِذُ

مِنْ دُونِهِ الْفِتْنَةُ كَيَا مِ اُس ایک خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنالوں؟  
 اِنْ مَعْبُودِيْنَ بِالْمَلَكِ كِي حالت قریہ سے اِنْ اَنْتُمْ كُنْتُمْ اِلٰهَ الْغَيْبِ كِر اگر خدا نے رحا  
 کسی تکلیف میں مبتلا کرنا چاہے لَا تَقْنِيْ عَنِّيْ شَيْءًا اَعْتَمَهُمْ شَيْءًا تَرَان  
 معبودوں کی سفارش مجھے کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ یہ تو بے اختیار اللہ عاجز  
 ہستیاں ہیں وَلَا يَنْفَعُ دُوْنِ اور نہ ہی یہ مجھے کسی مصیبت سے نجات دلا سکتے  
 ہیں کسی میں اتنی طاقت نہیں کہ خدا تعالیٰ کی بھیجی ہوئی تکلیف کو دور کر سکے۔ اگر  
 میں ایسی ہستیوں کی عبادت کروں گا تو یہ تو طاقت والی بات ہوگی۔ ایسی صورت  
 میں اِنْ اَلْفِ ضَلٰلٍ قَبِيْنٍ بلاشبہ میں گھٹی گمراہی میں جا پڑوں گا  
 اس سے زیادہ کون سی گمراہی ہوگی کہ انسان خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں سے  
 حاجت روائی اور مشکل کشائی کو اتنا پھرے، ان کی نذر و نیاز نہ لے اور ان کی ایسی  
 تعظیم کرے جو اللہ وحدہ لا شریک کے لیے مختص ہے۔ غرضیکہ اُس مرد مومن  
 نے عقلی انداز میں لوگوں کو توحید کے اثبات اور شرک کے رد کی بات بتلائی۔  
 پھر کہنے لگا اِنْ اٰمَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ مِیں تو تمھارے پروردگار پر ایمان  
 لایا ہوں۔ پہلے اللہ کی صفتِ غفور کا ذکر کیا تھا۔ اب ربوبیت کی بات کی۔ گویا  
 پیدا کرنے والا بھی وہی تھا اور ہر چیز کو تدریج حد کمال تک پہنچانے والی ذات بھی وہی  
 ہے۔ میں اُنھی خداوندِ قدوس پر ایمان لایا ہوں جو ان صفات کا حامل ہے۔  
 فَاسْتَمِعُوْنِ تم بھی اس بات کو اچھی طرح سن لو۔ میں یہ بات چھپ کر نہیں کہ  
 رہا ہوں بلکہ علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں خود خدا نے رحمان پر ایمان لا چکا ہوں اور  
 تمھیں بھی یہی دعوت دیتا ہوں کہ ان خود ساختہ معبودوں کو چھوڑ کر ان سرسلین  
 کے رب پر ایمان لے آؤ۔ اسی میں تمھاری نجات ہے۔

وہ ناہنجار قوم اس مرد مومن کی نصیحت پر تو کیا عمل کرتی، وہ اس  
 شخص کے بھی اسی طرح مخالف ہو گئے۔ جس طرح وہ سرسلین کے مخالف تھے  
 بلکہ اس شخص کے ساتھ ان سے بھی زیادہ ضد اور عناد کا مظاہرہ کرنے لگے

مومن آدمی  
 سوا قتل

چنانچہ انہوں نے اُس ایماندار شخص کو قتل کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے  
 میں آتا ہے کہ قوم نے اُس شخص کو پاؤں کے نیچے اس قدر روندنا کہ اُس بیمار سے  
 کی آنتیں پھوٹ گئیں باہر نکل آئیں اور وہ شدید ہو گیا۔ مفسر و مفسر کا بیان ہے کہ جب  
 وہ عالم اس اہل ایمان کو ایذا میں ملے سب سے تھے کہ وہ ان کے حق میں دہشت کی دعائیں  
 کر رہا تھا۔ یہ شخص بڑا ہی نیک اور عبادت گزار تھا۔ کہتے ہیں کہ دن بھر جو کچھ کھا کر لانا  
 شام کو کھائے دو حصوں میں تقسیم کر دیتا۔ ایک حصہ بال بچوں کے حوالہ کرتا اور دوسرے حصہ  
 می جوں میں تقسیم کر دیتا۔

اس بات کا یہ  
 میں شام میں  
 مسیح علیہ السلام کی امت کے اس شخص کی استقامت ایمان کی مثالیں امت  
 محمدیہ میں بھی ملتی ہیں۔ مسئلہ کہ انہی حضرت علیہ السلام کے نماز میں ہی نبوت کا دعویٰ  
 کیا تھا اور پھر اس کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ بھی پیش آیا۔ اس داعی نبوت کی گرفت  
 میں کسی طرح وہ ایماندار آدمی آگئے اور جن میں ایک کا نام حبیب ابن زید تھا۔ مسئلہ کہ انہوں  
 نے اس سے پوچھا کیا تم کو ابی ہینے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو اس  
 نے کہا ہاں۔ پھر اس نے کہا کیا تم کو ابی ہیتے ہو کہ مسئلہ کہ اب بھی اللہ کا رسول ہے  
 تو وہ شخص کہنے لگا کہ تمہاری یہ بات مجھے سناٹی ہی نہیں دیتی۔ مسئلہ کہ اُس سے  
 اپنے حق میں گواہی لینے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا مگر وہ یہی کہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی رسالت کی گواہی تو دیتا ہوں مگر دوسری بات میری سماعت میں ہی نہیں آتی۔ اس  
 پر مسئلہ سخت غیظ آگیا۔ اور اُس نے اس مرد مومن کا ایک ایک عضو کاٹ کر  
 اُس کو ہلاک کر دیا مگر وہ شخص اپنے ایمان پر پکارا۔

اسی طرح طائف میں تبدیلہ تعلیق کے سردار حضرت عمرو بن مسعودؓ نے

۵۶۹  
 ۳۰

۵۶۹  
 ۳۰

۵۶۹  
 ۳۰

(فیاض)

حضور علیہ السلام کے صحابی ہیں۔ آپ نے ان کے متعلق فرمایا کہ ان کی شکل و شباهت حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ ملتی جلتی ہے۔ جب یہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لانے تو عرض کیا، حضور! مجھے اجازت دیں کہ میں واپس اپنے قبیلے میں جا کر ان کو پیغمبر اسلام کروں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ تمہاری مخالفت کریں گے، تو وہ کہنے لگا کہ میں اپنی قوم کا سرور ہوں وہ میرا احترام کرتے ہیں، حتیٰ کہ جب میں سو رہا ہوں تو کوئی آدمی مجھے جگانے کی جرأت نہیں کرتا۔ بہر حال وہ صحابی آپؐ سے اجازت لے کر تو دم کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ لات و منات اور عززی کہ چھوڑ کر حضور علیہ السلام کی رسالت کو تسلیم کر لو اور اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان لے آؤ۔ اتنی بات سنی کہ قوم دشمن ہو گئی حتیٰ کہ جب آپ نماز کے لیے اذان دیتے وقت شہادت کے کلمات ادا کسے تھے تو ایک بے محبت نے تیرا کر ہلاک کر دیا۔ یہ بھی حبیبِ نبیؐ کے ساتھ واقعہ ہے۔

ان آیات میں اس سرورِ مومن کی ہلاکت کا ذکر تو نہیں کیا گیا بلکہ ان کی طرف سے قوم کو وعظ و نصیحت کے ذکر کے بعد فرمایا: فَیَسِّرْ لَهُ اَسْوَیَ الْجَنَّةِ اس شخص سے کیا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ظاہر ہے کہ جنت کا داخلہ تو موت کے بعد ہی ممکن ہے جنت میں داخلے کی دو صورتیں ہیں، قیامت کے بعد مشرور و فشر اور حساب کتاب ہونے کے بعد تو جنت کا داخلہ بالکل قابلِ فہم ہے، البتہ مرنے کے فوراً بعد جنت میں داخلہ بھی اس لحاظ سے قابلِ فہم ہے کہ انسان عالمِ برزخ میں تو پہنچ ہی جاتا ہے اور وہاں بھی ابتدائی سوال و جواب کے بعد اس کے لیے یا تو جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور اسے راحتِ محسوس ہونے لگتی ہے یا اگر وہ کفر و شرک یا معاصی کا مرتکب ہے تو اسے دوزخ کی تکلیف محسوس ہونے لگتی ہے تو بہر حال جنت سے مراد برزخ میں جنت کا احساس بھی ہو سکتا ہے۔

مومن آدمی  
کی حسرت

اس شخص کی سرنے کے بعد بھی میں حسرت تھی قَالَ يَلَيْتُ قَوْمِي يَعْلَمُونَ  
 کاش کہ میری قوم کو علم ہو مآءِ حَسَمًا عَقَلُوا لِي لَيْتَا کہ میرے پروردگار نے مجھے  
 بخش دیا ہے وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُفْلِحِينَ اور مجھے باعزت لوگوں میں شامل  
 کر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے نزدیک عزت ملے ہی لوگ ہیں جن کو اللہ  
 نے جنت کا ٹکٹ دیا ہے اور وہ کامیاب ہو گئے ہیں، اس لئے لگا کاش  
 میری قوم کے لوگوں کو میری کامیابی کا پتہ چلتا تو وہ ایسی ظالمانہ حرکتیں نہ کرتے اور کفر  
 اور شرک کی بجائے توحید کو اختیار کر لیتے۔ الغرض! اس اللہ کے بند نے کامیاب  
 میں بھی قوم کے ساتھ خیر خواہی کا اظہار ہی کیا۔

آگے اللہ تعالیٰ نے اُس ظالم قوم کی ہلاکت کا حال بیان کیلئے ارشاد  
 ہوتا ہے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا قَوْمًا مِّنْ بَعْدِهِمْ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ  
 السَّمَاءِ کہ ہم نے اس ظالم قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں بھیجا جو انہیں ہلاک کرنا  
 چاہتا ہو لَئِنْ كُنْتُمْ إِلَّا قَوْمًا مِّنْ بَعْدِهِمْ لَنَنصُرَنَّ قَوْمًا وَهَٰؤُلَاءِ  
 مِمَّا يَلْعَابُونَ اور نہ ہی ہم ان کوئی لشکر اترنے والے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اس  
 فرمانِ قوم کی ہلاکت کے لئے کسی فوج کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ اس کام کے لئے اِن  
 صَحَابَتِہِ الْاَصِيحٰہِ وَاٰوَدَہِ اَکِبَہِ مِیْنِہِ ہوں کافی تھی کہ ہم نے بھیج دی فَادَاہُمْ  
 خَاصِدٌ وَّنِیْسِ اچانک وہ نیکھنے والے ہو گئے یعنی وہ اسی طرح صفی ستی سے  
 علی ایست ہو گئے جس طرح دیکھتے ہوئے کوئوں پر پانی ڈال دیا جائے تو وہ بھج جاتے  
 ہیں۔ مشرکین کو ارم فرماتے ہیں کہ اللہ نے ایک فرشتے کو بھیجا۔ جس نے شمر کے دروازے  
 پر ہاتھ رکھ کر اسی بیچ باری کہ سب اہل بستی کے دل پھٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گئے  
 کہے فرمایا اَلْحَسْرَةُ عَلٰی الْمِبَادِہِ بَدُوں کی حالت پر افسوس ہے صَاۤیَاۤتِیْہُمْ  
 مِّنْ رَّسُوْلِہِ الْاَکَاوُہِ یہ یَسْتَهْزِئُوْنَ کہ جب بھی ان کے پاس اللہ  
 کا کوئی رسول آیا۔ انہوں نے اس کے ساتھ ٹھٹھا ہی کیا۔ انہوں نے اللہ کے پیوں

کی دعوت پر نہ تو غور کیا اور نہ انہیں تسلیم کیا۔

ابھی آیت میں وہے سخن نزول قرآن کے نازل ہونے کے مشرکین کی طرف ہوتا ہے  
اور سچی بات پر زمانے کے لوگوں کے لیے بھی باعث عبرت ہے۔ اَلَمْ یَرَوْا کَھ  
اَھْلَکَکَ فَاَیُّھُمْ مَّرْقُوقٌ اَلْقُرْآنَ کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم نے  
 کتنی جماعتوں کو ہلاک کیا اِنَّھُمْ فَاِیُّھُمْ مَّرْکُؤُنٌ لَا یَنْتَظِرُوْنَ بے شک وہ ان  
 کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے، وہ تباہ و برباد ہو گئے، اس دن سے ختم ہو گئے۔  
 اب وہ کہاں واپس آئیں گے؟ اَقْرَبًا وَاَوْ اَعْلٰی لَمْ یَجِیْبِہِمْ اَلَدِیْنِ اَلْمُحْضَرُوْنَ  
 اور نہیں کوئی منکر سب کے خلاف ہمارے سامنے حاضر کیے جائیں گے، ہر شخص  
 کو ہمارے سامنے پیش ہونا ہے۔ وہاں سب کے متعلق جزا اور سزا کے  
 فیصلے ہوں گے اور مجرم نجات نہیں سکیں گے۔ یہ ترغیب دہانی جاری ہے کہ کفر و شرک  
 کو چھوڑ کر ایمان قبول کر لو، ورنہ تمھارا حشر بھی پہلی قوموں سے مختلف نہیں ہو گا۔

وصالح ۲۳

در سیم ۵

یلت ۲۶

آیت ۲۳ ۲۴

وَاٰیةٌ لَهُمُ الْاَرْضُ الْمِیْتَةُ اَحْيٰیْنَهَا وَاَخْرَجْنَا  
 مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَجَعَلْنَا  
 فِيْهَا جَبَلًا مِّنْ نَّحِیْلِ وَاَعْنَابٍ وَفَجْرًا  
 فِيْهَا مِّنَ الْغُلُوْغِ ﴿۲۴﴾ لِّیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهِ  
 وَمَا عَمِلْتُمْ اَیْدِیْهِمْ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۲۵﴾  
 سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا  
 تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا  
 یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَاٰیةٌ لَهُمُ اللَّیْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ  
 النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَالشَّمْسُ  
 تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ  
 الْعَلِیْمِ ﴿۲۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰی  
 عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ﴿۲۹﴾ لَا الشَّمْسُ  
 یَنْبَغِیْ لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّیْلُ  
 سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: ان لوگوں کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے

جسے ہم نے زندہ کر دیا اور نکالا اُس سے نفع

پس اس سے وہ کھاتے ہیں (۳۳) اور بنائے ہم نے اس میں باغات کھجوروں اور انگوروں کے ، اور چلائے ہم نے اس میں چشے (۳۴) تاکہ یہ کھائیں اُس کے پھل سے ۔ اور نہیں بنایا اُسے ان کے لمبوں نے کیا یہ لوگ تنگ اور نہیں کرتے ؟ (۳۵) پاک ہے وہ ذات جس نے پیدا کیے جوڑے سب کے سب جن کو زمین آگاتی ہے ، اور خود ان میں سے اور ان چیزوں میں سے جن کو یہ نہیں مانتے (۳۶) اور رات بھی ان کے لیے لٹانی ہے اہم کھینچ لیتے ہی اس کو دن سے ۔ پس اچانک یہ اندھیرا میں ہو جاتے ہیں (۳۷) اور سورج چٹا ہے اپنے مستقر کے لیے ۔ یہ ہے اندازہ ٹھہرا ہوا زبردست اور عظمیٰ کے پروردگار کا (۳۸) اور چاند کہ ہم نے مقرر کیا ہے اُس کو مختلف منزلوں میں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاوے (۳۹) نہ تو سورج چاند کو پاسکتا ہے اور نہ راتِ مہفت کرنے والی ہے دن سے ۔ اور یہ سب اپنے اپنے دار کے اندر تیر رہے ہیں (۴۰)

سالت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک بستی والوں کا حال بیان کیا کہ اُن کے پاس تین رسول آئے تاکہ اُن کو توحید کی دعوت دیں مگر اُن اہل بستی نے اُن رسولوں کو صلیفہ رکے ۔ اتھ غاصت ۔ پس لو کی کی سختی تھ اُن کے قتل کے درپے ہوئے ان سرزمین کی نایاب ہر شے کے پے کھارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا ، اور قوم کو سجا یا کہ ان رسولوں کو صلیفہ نہ رہے ہونے شرک سے تائب ہو جاوے ، اور توحید قرار دے کر اختیار کرو ، حرمیج والے اس سرزمین کے بھی خلاف ہو گئے ۔ اور اُسے قتل کر ڈالا یعرن یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خوفناک عذاب کی صورت

نہایت



میں عذاب آیا جس سے مارے بھی لئے ہلاک ہو گئے۔ خدا اور اللہ تعالیٰ نے شرک کی تردید فرمائی اور توحید کا اثبات پیش کیا۔ جنہوں نے عمل کا بیان بھی ہوا۔ اللہ نے فرمایا کہ جب بھی کسی قوم کے پاس اللہ کا نبی آیا تو قوم نے اس کے ساتھ ٹھٹھا ہی کیا اور اس کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔ بشرک لوگ نبی آخر الزمان کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتے تھے۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے جنت ہی قوموں کو اسی جہنم کی پاداش میں ہلاک کیا۔ ان سب کو ایک دن ہمارے دربارِ حاضر ہونا ہے جب ان کے عقائد و اعمال کے متعلق حتمی فیصلے ہوں گے۔

زمین کی  
روئیدگی

اب اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بعض دلائل بیان فرمائے ہیں جن سے وقیع قیامت اور توحید کا اثبات گہر میں آسکتا ہے۔ ارشادِ پر ابے وَالْيَوْمَ لَكُمْ الْعَذَابُ الْمُبِينُ ان لوگوں کے لیے مردہ زمین بھی بطور ایک نشانی کے ہے أَحْيَيْتُهَا جس کو ہم نے زندہ کیا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا پھر اس سے آج نکالا یعنی دانے پیدا کیے فَسَمِعْتُمْ يُكَلِّمُونَ پس یہ لوگ اسی آواز کو اپنی خوراک بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی روئیدگی کا بہت سے مقامات پر ذکر کیا ہے کہ آسمان کی طرف سے پانی برساکر ہم نے زمین کو روئیدگی بخٹی اور پھر اس سے پھل پھول، آج اسبزہ اور چارہ پیدا کیا۔

یہ آیت توحیدِ خداوندی کی دلیل ہے کہ آسمان کی طرف سے جہاں اور جس قدر چاہے پانی برساکر مردہ زمین کو زندہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور اس میں کسی دوسری ذات کو کوئی دخل نہیں ہے۔ اور یہی آیت وقیع قیامت کی دلیل اس طرح بنتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بارش کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے، اسی طرح وہ قیامت والے دن تمام مردوں کو بھی زندہ کر کے اپنے سامنے لاکھڑا کرے گا۔ بزرگانِ دین یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ خشک زمین کو زرخیز کر دیتا ہے، اسی طرح وہ اپنی مہربانی کے ساتھ مردہ دلوں کو بھی گراہ

دلوں کو نورِ ہدایت ایمان اور توحید کی توفیق بخش کر ان میں روحانی زندگی پیدا کرتا ہے جب اس میں اعانت کا بیج پڑ جاتا ہے تو ایسے روحانی غذائیں حاصل ہر جاتی ہے۔

فرمایا ہم نے مردہ زمین کو زندہ کر کے اس میں سے اناج اگایا۔ اس کے علاوہ  
وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِّنْ نَّجِيلٍ وَأَعْنَابٍ ۖ جُمُوعًا مِّنْهَا زَيْتُونٌ ۚ وَجَعَلْنَا فِيهَا مَكَّةَ الْمُقِيمِينَ اور اہل ضرریات  
کے لیے زمین میں چشے بھی جاری کر دیے۔ دریاؤں، نہروں اور چشموں کے پانی سے  
جاذا روں کی پینے اور دھونے کی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور یہی پانی کھیتی باڑی  
کے کام آتا ہے جس سے تمام جاذا روں کی غذائی ضروریات پوری ہوتی ہیں جس  
طرح زمین میں پانی بھنے سے طوبی صورتِ باغات پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح  
ذوق و شوق کے ساتھ ذکر الہی کرنے والوں کے دلوں میں حکمت و دانائی کے چشے  
جاری ہوتے ہیں اور ان لوگوں کے دلوں میں بارخ و بار پیدا ہوتے ہیں۔

فرمایا اناج اور باغات پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے لِيَأْكُلُوا مِن ثَمَرِهِ تاکہ انسان اور جانور ان کا پھل کھائیں جو کہ ان کی زندگی کا بقا کے لیے  
ضروری ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ نامر اور حکمتِ بالغہ کا فیضان ہے  
وَكُلُوا وَشَابِعَا فِي ظُلُلٍ لَّيْسَ بِهِنَّ اَنۡفُسُكُمْ فَكُلُوا مِنۡ ثَمَرِهِۦٓ اِذَا رَزَقۡتُمۡ مِنْهُۥٓ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا هٰٓؤُلَآءِ سُبُلَہُمۡ ۚ فَسَيُؤۡثِرُوا بِكُمۡ اَلۡفُسُكُمۡ ۚ اِنَّہُمۡ لَفِیۡ ضَلٰلٍ کَبِیۡرٍ  
یہ خود سوچیں کہ کیا بارش برسا کہ دریا، نہریں اور چشے انہوں نے جاری کیے ہیں؟ کیا  
پھل، پھول، اناج اور سبزہ انہوں نے پیدا کیا ہے؟ کیا کھجوروں اور انگوروں کی پیداوار  
ان کا کارنامہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہی پیدا کردہ ہے۔ جب  
یہ بات ہے تو اَعَلَا یَشْكُرُکُمْ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر کیوں نہیں ادا  
کرتے؟ ان لوگوں کا فرض تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی لائقِ نعمتوں کو استعمال کرنے کے  
بعد اس کا شکر بھی ادا کرتے مگر اللہ نے فرمایا کہ اس کے شکر گزار بندہ بہت  
کم ہیں، اور اکثر لوگ ان نعمتوں کا کفران ہی کرتے ہیں۔

اگلی آیت میں اللہ نے اپنی قدرت کی ایک اور نشانی بیان فرمائی ہے۔

جزروں کی  
ہدایت



سے منزہ ہے، وہ ذات ان تمام چیزوں سے بلند و برتر ہے۔

آگے اللہ نے اپنی قدرت کی ایک اور نشانی بیان فرمائی ہے وَاَيَةُ لَهُمُ  
الَّيْلُ رَاتٌ بھی ان لوگوں کے لیے بطور ایک نشان قدرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی  
قدرت کاملہ سے رات اور دن کا ایسا نظام قائم کر رکھا ہے کہ جب انسان دن بھر  
کی مشقت سے تھک جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ رات کو لے آتے ہیں تاکہ وہ اس  
دوران میں آرام کر کے اپنی تحلیل شدہ قوی بحال کر سکیں۔ چنانچہ جب لوگ آرام کرنا  
چاہتے ہیں تو سُتْرَ مَا فَسَّخَ مِنْهُ النَّهَارُ تو ہم اس رات کو دن سے  
کھینچ لیتے ہیں۔ جب دن کے بعد رات چھا جاتی ہے فَاِذَا هُمْ مُظْلَمُونَ  
تو اچانک لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کا نظام  
خاص تناسب کے ساتھ قائم کر رکھا ہے۔ سورة الفرقان میں ہے وَهُوَ الَّذِي  
جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً (آیت - ۶۲) اللہ کی ذات وہ ہے جس نے  
رات اور دن کو آگے پیچھے آنے والا بنایا ہے۔ اللہ کے شکر گزار بندے دونوں  
اوقات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگر کوئی دن کے وقت غلطی ہو جاتی ہے۔ تو  
رات کو معافی مانگ لیتے ہیں، اور اگر رات میں کوئی کوتاہی ہوئی تو اس کی تلافی  
دن کے وقت کر لیتے ہیں۔ الغرض رات اور دن اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں  
سے ہیں۔ جن میں غور و فکر کر کے انسان اللہ کی وحدانیت کو پہچان سکتے ہیں۔

سورج اور  
چاند کی  
گردش

جس طرح رات اور دن کا نہایت موزوں نظام قائم ہے، اسی طرح فرمایا،  
وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا اور سورج بھی اپنے مستقر یعنی ٹھکانے ہوئے  
راستے پر چل رہا ہے۔ اگر مستقر سے مراد مستقر زمانی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ سورج اپنے  
مقررہ وقت تک محو سفر ہے اور قیامت کو اپنے مستقر پہنچ کر ختم ہو جائے گا۔ اللہ  
کا فرمان ہے اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (التکوین - ۱) جب سورج بے نور  
کر دیا جائے گا، یہ اس وقت تک اپنی رفتار سے چلتا رہے گا۔ اور اگر مستقر سے  
مراد مستقر مکانی ہو تو معنی یہ ہوگا کہ سورج اپنے مدار میں مقررہ رفتار سے سفر کر رہا ہے

حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ سورج اپنی منزل کی طرف چلتا رہتا ہے اور ہر رات عرش عظیم کے نیچے بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہوتا ہے، اور اپنی رفتار کو جاری رکھنے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملتی ہے اور وہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے، پھر ایک دن آئے گا کہ حسب معمول سورج اللہ تعالیٰ سے اپنے سفر کے تسلسل کی اجازت طلب کرے گا کہ حکم ہو گا کہ اپنی حرکت کو معکوس کر دو، چنانچہ سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہو گا۔ اور وہ بہر حال وقت ہموائے گا۔ لوگوں میں وحشت پیدا ہو جائے گی، وہ خوف کے دہسے ایمان کا اعتراف کریں گے۔ مگر اس وقت کا ایمان لانا مستحب نہ ہو گا اور نہ ہی ان کی کوئی نیکی قبول ہوگی۔

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جب سورج اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی رفتار روک کر ہی آیا کرے گا، جس کی وجہ سے اس کے معمول میں فرق آنا لازمی ہے مگر ایسا نہیں ہوتا اور آج تک سورج کی رفتار میں سیکڑے کے ہزاروں حصے کے برابر بھی فرق نہیں آیا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کے جواب میں مفسرین کہتے ہیں کہ سورج کی سجدہ ریزی کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص خواب میں کسی ایک امور انجام دیتا ہے مگر جسم میں اس کے دل کی حرکت اور اس کے ساتھ زندگی کا تعلق بیکار قائم رہتا ہے اور اس میں سرور و فرق نہیں آتا۔ اسی طرح سورج بھی اپنے کام میں خلل ڈالے بغیر اللہ تعالیٰ کو ہر رات سجدہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا محمد قاسم انزوی اور بعض دیگر صاحب علم و حکمت حضرات فرماتے ہیں کہ سورج اپنے سفر کے دوران ہر لمحہ سفر کے تسلسل کی اجازت طلب کرتا ہے اور بغیر اجازت ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھتا۔ فرماتے ہیں کہ اسی اجازت طلبی کا نام ہی سجدہ ہے جس کا ذکر

ملہ ابن کثیر ص ۵۱۵ و معالم التنزیل ص ۳۶ و قرطبی ص ۱۵۰

(فیاض)

۱۵

سے روح المعانی ص ۳۳۶

مذکورہ حدیث میں آیا ہے۔

فلکی نظام

پرانے یونانی ماہرین فلکیات سات سیارے سورج، چاند، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل اور عطارد دریافت کئے تھے، مگر موجودہ زمانے کے سائنسدانوں نے دوسرے سیارے پتھروں اور انوس بھی دریافت کر لیے ہیں جس سے ان کی تعداد بڑھ کر نو ہو گئی ہے۔ ان سب کا تعلق نظام شمسی ہے اور یہ سارا نظام کہکشاں کا ایک حصہ ہے۔ ہر ایک بار یک ستاروں سے مل کر بننے والی سرکس کہکشاں کہلاتی ہیں۔ ہر کہکشاں میں کئی ڈیڑوں بکر ربوں ستارے ہوتے ہیں اور پورا نظام شمسی کسی ایک کہکشاں کا جزو ہے۔ اس نظام میں سب سے بڑا سپارہ سورج ہے اور باقی سارے سیارے اس کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ ہماری زمین سے تو اس نظام کا صرف ایک ہی چاند نظر آتا ہے مگر حقیقت میں سورج کے گرد اکتیس چاند گزرتے ہیں۔ زمین سے قریب ترین سپارہ چاند ہے جو یہاں سے دو لاکھ چالیس ہزار میل دور ہے۔ اگر ان دونوں کا درمیانی فاصلہ اس سے زیادہ ہوتا تو وہ فوائد حاصل نہ ہو سکتے جو اس وقت ہو رہے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر چاند اور زمین کا درمیانی فاصلہ صرف پچاس ہزار میل ہوتا تو سمندر سے پانی کی اتنی لہریں اٹھتیں کہ پوری زمین کا کاروبار درہم برہم ہو جاتا کیونکہ اس وقت سمندروں میں جو درجہ حرارت پیدا ہو رہا ہے۔ وہ چاند کی دو لاکھ چالیس ہزار میل کی دوری کے اثرات سے پیدا ہو رہا ہے۔ اگر یہ فاصلہ کم ہو جائے تو چاند کے سمندر پر اثرات کی مقدار بڑھ جائے گی اور پانی پورے کرہ ارض پر پھیل جائے گا۔

ہماری یہ زمین ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے حرکت کر رہی ہے۔ جس کی وجہ سے رات دن اور مختلف موسم پیدا ہوتے ہیں۔ یہ کونوں ترین رفتار ہے کہ زمین پہنچنے والے جانداروں کے مناسب حال ہے۔ اگر یہی رفتار دس ہزار میل فی گھنٹہ ہو جائے تو دن اور رات صرف سوا سوا گھنٹے کے رہ جائیں۔ اور ان حالات میں زمین کے باشندوں کا استقرار ختم ہو کر رہ جائے اور وہ کوئی کام نہ کر سکیں۔ اس کے برخلاف اگر زمین کی رفتار صرف ایک سو میل فی گھنٹہ تک کم

ہو جائے تو ایک سو بیس گھنٹے کا دن اور اتنی لمبی ہی رات ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اتنا لمبا عرصہ سورج کی تپش سے زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا۔ اور رات اتنی لمبی ہوتی کہ جانداروں کو بھجھ کر کے رکھ دیتی اور زندگی کا سارا کاروبار ٹھپ ہو کر رہ جاتا۔ الغرض! اللہ تعالیٰ نے زمین اور دیگر سیاروں کی رفتار اس طریقے پر مقرر کی ہے۔ جو جانداروں کی زندگی کے لیے موزوں ترین ہے۔

فضا میں نظر آنے والے ستاروں کی تعداد اربوں اور کھربوں تک ہے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ مدار میں مقررہ رفتار سے چل رہے ہیں۔ اس زمین پر تو ٹھیک میں ذرا سی بے قاعدگی ہو جائے تو بے شمار گاڑیاں آپس میں ٹکراتی ہیں۔ مگر ستاروں اور سیاروں کا اتنا بہترین نظام اللہ نے قائم کیا ہے کہ ہر ستارہ اور سیارہ چل رہا ہے مگر آج تک کوئی حادثہ پیش نہیں آیا جب تک اللہ کو منظور ہے۔ یہ نظام چلتا ہے گا اور جب وہ چاہے گا اس کو ختم کر کے عالم بالا کا نظام لے آئے گا۔

فَرَمَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ یہ غالب اور علم والے خدا کا ٹھہرایا ہوا اندازہ ہے جس کے مطابق یہ سارا نظام کام کر رہا ہے۔  
فَرَمَا وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ سورج کی طرح ہم نے چاند کی بھی منزلیں مقرر کر رکھی ہیں حتیٰ کہ وہ چلتے چلتے پرانی ہٹنی کی طرح دوبلا پلدا ہو جاتا ہے۔ پھر بڑھتے بڑھتے پورا چاند ہو جاتا ہے اور اس کے بعد پھر گھٹتے گھٹتے باریک سی شاخ کے مانند ہو جاتا ہے۔ فرمایا سورج اور چاند کا یہ نظام اس طریقے سے مقرر کیا گیا ہے لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ کہ سورج چاند کو نہیں پہنچ سکتا وَلَا الْيَلُ سَابِقُ النَّهَارِ اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے بلکہ وَكُلٌّ فِيْ فِیْ فَلَا يَسْبَحُونَ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے مدار میں چل رہا ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ

بطریقہ سوس کا یہ نظریہ غلط ہے کہ چاند دوسرے آسمان پر ہے، اور سورج چوتھے آسمان پر، بلکہ یہ سارے سیارے آسمانوں سے نیچے فضا میں تیر رہے ہیں۔ یہاں پر فلک سے مراد آسمان نہیں بلکہ ہمارے گرد جس میں یہ سارے گروہ مشتمل ہیں۔



وَايَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلِّ  
 الْمَشْحُونِ ②١ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا  
 يَرْكَبُونَ ②٢ وَإِنْ نَشَاءُ نَغْرِقْهُمْ فَلَاصِرِخٌ  
 لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُونَ ②٣ إِلَّا رَحْمَةً  
 مِنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ②٤ وَإِذَا قِيلَ  
 لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا  
 خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ②٥ وَمَا تَأْتِيهِمْ  
 مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا  
 مُعْرِضِينَ ②٦ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ انْفِقُوا مِمَّا  
 رَزَقَكُمْ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ  
 آمَنُوا اطَّعِمُوا مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ اطَّعِمَهُ ②٧  
 إِنَّ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ②٨ وَيَقُولُونَ  
 مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ②٩  
 مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ  
 وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ③٠ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ

## تَوَصِيَّةٌ وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾

ترجمہ :- اور ایک ثانی ان کے لیے یہ ہے کہ بیشک ہم نے اٹھایا ان کی نسل کو ہمیں ہوئی کشتی میں ﴿۴۷﴾ اور ہم نے پیدا کیں ان کے لیے اس جیسی چیزیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں ﴿۴۸﴾ اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں، پس کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہ ہو اور نہ ہی یہ پھیرنے والیں ﴿۴۹﴾ مگر صراحت ہے ہماری طرف سے، اور فائدہ اٹھانے کا سامان ایک وقت تک ﴿۵۰﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ پھر اس چیز سے جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے ہے، تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿۵۱﴾ اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی ثانی ان کے رب کی نازل میں سے مگر اس سے اعراض کر لے گئے، ہوتے ہیں ﴿۵۲﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خرقہ کر د اس میں سے جو اللہ نے تمہیں روزی دی ہے تو کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان لوگوں سے جو ایمان لائے، کیا ہم کھلائیں جس کو کہ اگر اللہ چاہتا تو اسے خود کھلا دیتے، نہیں ہو تم مگر کھلی گھر ہی میں ﴿۵۳﴾ اور کہتے ہیں کب ہو گا، یہ وعدہ اگر تم سچے ہو ﴿۵۴﴾ نہیں انتظار کرتے یہ مگر ایک ہی چیز کا جو پکڑ لے گی ان کو اور یہ آپس میں جھگڑا ہے ہوں گے ﴿۵۵﴾ پس نہ طاقت رکھیں گے یہ وصیت کرنے کی، اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر آئیں گے ﴿۵۶﴾

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیوں کا ذکر کیا۔ انہی نشانیوں سے وقوع قیامت پر بھی دلیل قائم ہوتی ہے اور ساتھ ساتھ اللہ کی وحدانیت بھی سمجھ میں آتی ہے۔ تمام نشانیوں کو پیدا کرنے والا صرف اللہ وحدہ لا شریک ہی ہے۔ اللہ نے سورج اور چاند کا ذکر کیا۔ ہر چیز کے جوڑے جوڑے بنائے کا ذکر کر دیا۔ جن میں انسان، جانور اور نباتات وغیرہ سب شامل ہیں اور یہ ساری نشانیاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل ہیں۔

کشتی بیلو  
نشان قدرت

اب آج کی پہلی آیت میں اللہ نے کشتی کو اپنی قدرت کی نشانی کے طور پر متعارف کرایا۔ ارشاد ہوا ہے۔ وَآيَةٌ لَهُمْ أَن نَّجِيَهم مِّنْ غُلُوجٍ ان کے لیے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ أَنَّا جَعَلْنَا قُرْبَهُم مِّنَ الْغُلُوجِ الْمَشْهُوقِ کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اس کشتی سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے جو آپ کے ارشاد کے اس حکم کی تعمیل میں بنائی وَاصْنَعِ الْفُلَکَ بِأَعْيُنِنَا و وَعِیْنَا (ہود - ۲۷) چارے گئے تھے اور ہماری وحی کے کشتی بناؤ۔ چنانچہ اللہ کے حکم کے مطابق نوح علیہ السلام نے بہت بڑی تین منزلہ کشتی تیار کی جس میں انسان اور جانور سوار ہوئے اور اس طرح کشتی بھری گئی جس کا ذکر میاں کی گیا ہے۔ ذریت کا لفظ عربی زبان میں اولاد یا نسل کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس لیے ہم نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ آج ہم بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ لفظ ذریت اصداؤں سے ہے اور اس کا معنی اولاد بھی ہے اور آبائو اجداد بھی۔ اگر دوسرا معنی لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے ان کے آبائو اجداد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ یہ بھی اچھی درست ہے کہ اس وقت زمین پر آباد تمام لوگ انہی کشتی والوں کی اولاد ہیں، اور جو وہ نسل انسانی کے آبائو اجداد ہی کشتی والے لوگ ہیں۔ کشتی نوح اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے کہ اسی کے ذریعے اُس نے نسل انسانی کا انتظام کیا۔

شرح المعانی ص ۳۳۲ و تفسیر السراج المیزان ص ۲۵۱ و تفسیر کبیر ص ۳۴۴ (فی من)

فرمایا ایک ترہم کے کشتی بنائی وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ اور ہم نے ان کے لیے اس جیسی دیگر چیزیں بھی تخلیق کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں۔ کشتی اور دیگر سواری کی چیزوں کی تخلیق کر اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اگرچہ ہر بظاہر ہر مصنوع انسان یا انہوں کی تیار کردہ ہے، مگر فی الحقیقت یہ اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے جس نے انسان کو عقل، فہم اور غور و فکر کی صلاحیت بخشی اور پھر ہر مصنوع کی صنعت کے لیے وسائل مہیا کیے ہیں۔ اس کی مثال سورۃ النحل میں بھی ملتی ہے۔ جہاں اللہ نے گھوڑے، اگے سے اور پیچھے جیسی سواریوں کا ذکر کر کے فرمایا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ فَتَفْهَمُونَ (آیت - ۸) اللہ تعالیٰ ایسی ایسی سواریاں پیدا کرتا ہے۔ یا آئندہ زمانے میں کرے گا جنہیں تم نہیں جانتے۔ چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ قریبہ نقل وقل کی ابتداء جس کشتی سے ہوئی، وہ کشتی ترقی کر چکا ہے۔ پہلے عاکشتیاں سمندروں اور دریاؤں میں چلتی تھیں، پھر بادبانی کشتیاں معرض وجود میں آئیں۔ پھر جہاز سے چلنے والے میشر بنے اور آج تیل سے چلنے والے لاکھوں ٹن وزنی جہاز سمندر کی سطح پر رواں دواں ہیں۔ انہی جہازوں کی بدولت ہزاروں مسافر اور لاکھوں ٹن وزنی سامان ایک ملک سے دوسرے کی طرف منتقل ہو رہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ جنگی نقطہ نظر سے طیارہ بردار جہاز تک معرض وجود میں آچکے ہیں جن پر ہیکڑوں ٹن کے آئرن سکیٹ اور پرواز کر سکتے ہیں۔ سمندر کی تہ میں چلنے والی آبدوزیں بھی بنائی جا چکی ہیں بلکہ اب تو یہ ایچی طاقت سے چلنے لگی ہیں۔ یہ سب کچھ کشتی کی ترقی یافتہ صورتیں ہیں جس کا یہاں ذکر ہو رہا ہے۔

سمندروں کے علاوہ خشکی پر چلنے والی لاتعداد سواریاں بھی ایجاد ہو چکی ہیں۔ ان میں گاڑی سے کھینچی جانے والی سواریوں کے علاوہ خود کار سائیکل، موٹر سائیکل، ریل کار، ٹرک، ٹریک اور کچھ تیز رفتار گاڑیاں ہیں جو اس وقت انسانی استعمال میں ہیں۔ ہوا میں اڑنے والے ہوائی جہاز اور جہلی کا پٹر ہیں۔ جو ہم فضا میں بلند ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ یہ نقل و حمل کے ذرائع میں سے تیز ترین ذرائع ہیں اور ان کی وجہ سے پوری دنیا سمٹ کر رہ گئی ہے۔

علاوہ ازیں اب تو زمین کی فضائی حدود سے پار دوسرے سیاروں تک کے پہلے  
پر پڑیں ہو رہی ہیں۔ بڑے بڑے راکٹوں اور فضائی گاڑیوں کی مدد سے انسان چاند  
تک پہنچ چکے ہیں اور آگے مرتبہ تک پہنچنے کے پروگرام بن رہے ہیں۔ غرضیکہ گذشتہ  
ایک صدی میں دیگر ضروریات زندگی کی طرح ذرائع نقل و حمل میں بھی بے تحاشا ترقی  
ہوئی ہے۔ یہ سب کچھ لوح علیہ السلام کی اولین کشتی کی ترقی یافتہ صورتیں ہیں۔

زمین پر بڑھتی ہوئی ٹریفک اور اس سے خارج ہونے والے دھوئیں اور اسی  
طرح کارخانوں کی چیمبوں سے نکلنے والے زہریلے مادہ نے ماحول کی آلودگی کا نیا مسئلہ  
پیدا کر دیا ہے۔ ابھی دو سال کی بات ہے کہ بیروپال کی ایک فیکٹری میں گیس کا سنڈر  
پھٹنے سے ہزاروں آدمی مرنے والے اور سینکڑوں کی تعداد میں موت کی آغوش  
میں پہلے گئے اور اس میں ایچی تابکاری کے اسناد ان سے سینکڑوں آدمی ہلاک  
ہو گئے۔ اسی وجہ سے اب سائنس دان یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ ماحول میں  
آلودگی پیدا کرنے والی صنعت کو زمین سے اٹھا کر فضا میں قائم کر دیا جائے۔  
تاکہ لوگ کیمیائی مادوں کے نقصان سے بچ سکیں۔ بہر حال یہ ساری سوچیاں اللہ  
کی قدرت کے غرنے میں جن کی طرف اس آیت میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔

حفاظتِ زمین  
مرتبہ ہوا

فَرَمَاوَانِ ذٰلِكَ فَخُتِلَ فَلَمَّا رَاہُمْ جَابِیْنِ لَمْ یَكُنْ لَہُمْ فِیْہِ سُلٰكٌ  
سواروں کو پانی میں غرق کر دیں۔ دنیا میں آئے دن غرقابی کے واقعات پیش آتے  
رہتے ہیں۔ چھوٹی کشتیوں کے علاوہ بعض بڑے بڑے جہاز بھی کسی حادثہ کا شکار ہو  
کر ڈوب جاتے ہیں۔ کبھی کسی چٹان سے کوئی جہاز ٹکرائے گا تو کبھی درجہ باز آپس میں ٹکرا  
گئے۔ بعض اوقات آگ لگ جاتی ہے اور کشتی یا جہاز ڈوب جاتا ہے۔ مندرجہ  
اگر ہم کسی کو غرق کرنا چاہیں فَلَا حِصْرَ عَلَیْہِمْ اَنْ یَّکُوْنُوْا فِیْہِ سُلٰكٌ وَلَا اَنْ یَّکُوْنُوْا  
ہو۔ وَلَا ہُمْ یَنْقُذُوْنَ اور نہ ہی وہ چھڑائے جاسکیں، عیلا اللہ کی نیت  
کے بغیر کوئی کسی کی مدد کر سکتا ہے اور عیادت سے بچات دلا سکتا ہے؟ اس سے  
ترجیح کا مسئلہ بھی سمجھیں آتا ہے۔ تم عیادت کے وقت لاکھ کسی دیوی دیوتا،

کسی بنی فرشتے زندہ یا مردہ انسان کو پکارو اگر کوئی بھی تمہیں ہرمت کے منہ سے نہیں  
 بچا سکتا۔ إِلَّا نَحْنُ وَمَنْ حَتَّٰ ہمارے مہربانی کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ جب ہم  
 کسی کو بچانا چاہتے ہیں تو پھر اس کے لیے نافذِ الاسباب سالان بھی مہیا کر دیتے  
 ہیں۔ فَرَأٰی وَمَنْ عَاَلَ الْمَخٰیِیٰنِ پھر ہم ایک مقررہ وقت تک غائب و غائبات  
 کی ہدایت دے دیتے ہیں۔ الْمَرْسٰی ہر مخلوق کو ایک مقررہ وقت تک زندگی و عطا  
 کی ہے جس کے دوران وہ اس دنیا کی نعمتوں سے مستغنی ہوئی رہتی ہے۔ پھر جب  
 وہ وقت آجاتا ہے تو تمام اسباب دھڑکنے کے دھڑکنے رہ جاتے ہیں اور ان  
 ختم ہو جاتے ہیں۔ بہر حال ہر جاندار کی زندگی اللہ کی رحمت کی محتاج ہے۔

جزا  
 کا منزل

ارشاد ہوتا ہے وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا اللَّهَ اور جب ان سے کہا  
 جاتا ہے کہ ڈرو اس چیز سے مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ  
 جو تمہارے آگے ہے اور جو تمہارے پیچھے ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ  
 تاکہ تم پر رحم کیا جائے آگے سے مراد یہ ہے کہ تمہاری ہرمت آنے والی ہے۔ پھر  
 قیامت برپا ہوگی، اور جنت کا میدان قائم ہوگا۔ پھر وہاں حساب کتاب کی منزل آئے  
 گی اور ہر ایک کے متعلق فیصلے ہوں گے، اس سانسے عمل سے ڈر جاؤ اور آنے  
 والے وقت کے لیے تیار رہو کہ نہ دیکھو کہ نہ جانے والی دنیا ہے، یہاں پر جو اعمال  
 چھوڑے ہیں ان کو بھی دھیان میں لاؤ کہ اس دنیا میں رہ چکا کرتے رہے اور پھر  
 سوچو کہ ان عبادہ و اعمال کا کیا نتیجہ نکلے والا ہے۔ اگر نتیجہ بُرے اعمال چھوڑے  
 ہیں تو ظاہر ہے کہ آخرت میں ان کا وبال بھی پڑے گا، لہذا اب دقت ہے،  
 کہ آنے والے وقت سے ڈر جاؤ۔

لہذا ان کی اکثریت پر افسوس ہے کہ وہ نہ تو نشاناتِ قدرت میں غور و فکر  
 کرتے ہیں اور نہ ہی نجات کے لیے کوئی جہلہ کرتے ہیں۔ بلکہ فرمایا وَمَا تَنْتَظِرُونَ  
يَوْمَ تَأْتِي سَاعَ الْيَمِينِ رَبُّكُمْ لَا يَدْرِي لَكُمْ عَذَابًا مُّهِمًّا  
 اور نہیں آئی ان کے پاس کوئی نشانی ان کے چہرہ و کار کی نشانیوں میں سے مگر وہ سو

کرنے والے ہی ہوتے ہیں جو بھی کوئی دلیل معجزہ یا حکم اللہ کی طرف سے آتا ہے یہ  
 اخص میں غور و فکر کرنے کی بجائے اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ ظاہر ہے ان فتنوں  
 میں توحید و رسالت کی بات ہوتی ہے یا تفریع قیامت اور محاسبہ اعمال کی تفریح  
 ہوتی ہے مگر یہی چیزیں ان کے مزاج کے خلاف لپکتی ہیں، لہذا یہ ان سے کچھ  
 کترا جاتے ہیں۔ اللہ نے ان کی غفلت کا ذکر بھی کر دیا ہے۔

انشاق فی  
 بیل اللہ

اللہ نے ان ناہنجاروں کی ایک یہ صفت بھی بیان فرمائی ہے وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ أَوْ جِبِ اُنَّ سے کہا جاتا ہے کہ  
 اللہ کی عطا کردہ روزی میں سے خرچ کرو۔ یعنی غریبوں، محتاجوں، یتیموں اور یتیموں  
 کا حق ادا کرو قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَا تُفَرِّقُوا بَيْنَ الْيَدَيْنِ  
 سے کہتے ہیں أَفَطَعْنَا مِنْ لَوْنِ شَاءَ اللَّهُ أَطَعْتُمْ كَيْفَ هُمْ یہ  
 شخص کو کھلاؤں گی اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو حجاج  
 رکھا ہی پسند کیا ہے۔ تو ہم ان پر حشر کر کے اللہ کی نشاء کے خلاف  
 کام کیوں کریں؟ مشرکین کہ بھی یہی فلسفہ بیان کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی  
 جب محتاجوں کی اعانت کرتے تو بڑے بڑے کافر اور مشرک کہتے کہ تم ان محتاجوں  
 پر کیوں خرچ کرتے ہو؟ آپ جواب دیتے کہ میرے مال میں اللہ نے ان کا حق  
 بھی رکھا ہے، لہذا میں خرچ کرتا رہوں گا۔ وَالَّذِينَ فِي أَهْوَالِهِمْ  
حَقٌّ مَقْلُومٌ ۖ لِّلشَّائِلِ وَالْمَحْسُومِ (المعارج - ۲۴-۲۵) اللہ  
 نے نیک لوگوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ انہیں اپنے مالوں میں سائلین اور محتاجوں  
 کے حقوق معلوم ہیں لہذا وہ ان پر خرچ کرتے رہتے ہیں۔ کہتے تھے إِنْ أُنْشِئُوا  
لَا يَفُتُّ مَسْكِلٌ مِّبْنٌ تم تو صریح گمراہی میں ہو۔ جو اپنا مال ان ناداروں پر  
 خرچ کرتے ہو جنہیں اللہ بھوکا رکھنا چاہتا ہے۔

تقریباً  
 کی حکمت

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں روزی کی تقسیم ایک خاص حکمت کے تحت کرنا  
 ہے کسی کو کم دیتا ہے کسی کو مناسب مال اور کسی کو ضرورت سے زیادہ البستر

وہ کسی کو بالواسطہ علیٰ کربا ہے اور کسی کو بلا واسطہ۔ اغنیاء کو بلا واسطہ ملے کر حکم دیا ہے کہ اس میں سے محتاجوں کی خدمت بھی کرو۔ اب امیر آدمی کے مال میں سے زکوٰۃ صدقات کی صورت میں جو غریب آدمی کر سنبھے وہ بالواسطہ ہو گیا، اور سب یہ بھی اللہ ہی کی عطا۔ البتہ مال میں کمی بیشی میں اللہ کی حکمت یہ ہے کہ وہ مال ملے کر بھی آزماتا ہے اور اس سے محروم کر کے بھی آزمائش میں ڈالتا ہے۔ سورۃ الانبیاء میں ہے: وَقَسَبْنَاهُ لَكُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْخَبْرِ وَالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِذَٰلِكَ (آیت ۲۵) ہم تمہیں برائی اور عیلائی ہر دو طریقوں سے آزماتے ہیں۔ وہ اغنیاء کو مال ملے کر آزماتا ہے کہ وہ اس کے حقوق کس حد تک پورے کرتے ہیں۔ اور غریب کو محروم کر کے آزماتا ہے کہ وہ کس حد تک صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں اور کیا وہ رزقِ حلال کی تلاش میں نکلتے ہیں یا چوری، ڈاکہ اور دھوکہ دہی کا پیشہ اختیار کرتے ہیں بعض لوگوں کو امیر اور بعض لوگوں کو غریب بنانے کی ایک نکتہ بندی ہے کہ مخلوق کی معیشت کا دار و مدار اسی قسم کی تقسیم پر ہے اگر سب کے سب امیر ہی ہوتے تو پھر مزدوری کون کرے گا؟ کاشتکاری کون کرے گا اور کارخانے کیسے چلتے اسی طرح اگر اللہ کے مال پر واجب ہی ہوتے تو وہ اپنی اعتبار کس سے پوری کرتے؟ اس طرح بھی تمدن کا نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اللہ نے کسی کو کارخانے دار اور کسی کو مزدور بنادیا کسی کو زمین کا مالک اور کسی کو کاشتکار بنادیا اور اس طرح دنیا کے تمدن کی گاڑی چل رہی ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ کے الفاظ اللہ وشرکین کا نظریہ نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اپنے بندوں پر واضح کرنا چاہتا ہے کہ تم کیسی گمراہی کی باتیں کر رہے ہو، حقیقت میں رازق تو ہر مخلوق کا اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے روزی و رسانی کے مختلف ذرائع مقرر کر رکھے ہیں جن کے واسطے سے وہ ہر ایک کو اُس کے حقے کا رزق پہنچا رہا ہے۔ تم اس کی حکمت کو نہیں جانتے۔





وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ  
 إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ﴿٥١﴾ قَالُوا لِيُؤْيِلَنَا  
 مَنْ أَلْعَنَانَا مِنْ مَّرْقَدِنَا كُنَّا هَذَا مَا وَعَدَ  
 الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٢﴾ إِنْ كَانَتْ  
 إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَدَيْنَا  
 مُحْضَرُونَ ﴿٥٣﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا  
 وَلَا يُجْزَوْنَ الْأَمَّاكُنْهُمُ تَعْمَلُونَ ﴿٥٤﴾  
 إِنْ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ  
 فَاكِهُِونَ ﴿٥٥﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي  
 ظِلِّ عَلَى الْأَرْآكِ مُتَكِوُونَ ﴿٥٦﴾ لَهُمْ فِيهَا  
 فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدْعُونَ ﴿٥٧﴾ سَلَامٌ قَوْلًا  
 مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ ﴿٥٨﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا  
 الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٩﴾

توجہ دے اور پھونکا جائے گا صور میں ، پس اچانک وہ  
 لوگ قبروں سے اٹھ کر اپنے پروردگار کی طرف دوڑیں  
 گئے ﴿۵۱﴾ کہیں گے ، افسوس ہمارا ، کس نے اٹھایا ہمیں

ہماری خواب گاہوں سے یہ وہ چیز ہے جو وعدہ لیا ہے  
 خدائے رحمان نے اور سچ کہا ہے اس کے رسولوں نے (۵۲)  
 نہیں ہے مگر ایک ہی پیچ اچانک وہ سب کے سب  
 ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے (۵۳) پس آج نہیں  
 ظلم کیا جائے گا کسی نفس پر کچھ بھی - اور نہیں بدلہ  
 دیا جائے گا تم کو مگر وہ جو تم عمل کرتے تھے (۵۴) بیشک  
 جنت والے لوگ آج کے دن مشغول ہیں ہوں گے ، اور آپس  
 میں باتیں کر رہے ہونگے (۵۵) وہ اور ان کی بیویاں سایوں  
 میں تختوں پر تکیے لگانے والے ہوں گے (۵۶) ان کے  
 لیے ان میں پھل ہوں گے اور ان کے لیے ہر وہ چیز  
 ہوگی جو وہ طلب کریں گے (۵۷) اور سلام ہوگا ، ایک  
 بات رب رحیم کی طرف سے (۵۸) اور (رحم ہوگا) الگ  
 ہو جاؤ آج کے دن اے گنہگار! (۵۹)

ربط آیات

اپنی آیات قدرت بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کی  
 خدمت بیان فرمائی اور یہ بھی کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اگے پیش آنے والے حالات  
 کے لیے کچھ تیاری کر لو ، اور جو اعمال پیچھے چھوڑ آئے ہو ان کے متعلق بھی غور و فکر کرو  
 تاکہ تم پر رحم کیا جائے تو یہ لوگ نشانات قدرت دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے بلکہ  
 ان اعتراض کرنے لگتے ہیں - پھر اللہ نے ان میں سے مالداروں کی حالت کا ذکر  
 بھی کیا کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی عطا کردہ روزی میں سے غناور اور مساکین  
 پر بھی خرچ کرو تو کہتے ہیں کہ جن کو خود خدا تعالیٰ بھوکا رکھتا چاہتا ہے یعنی ان کو مایوس  
 بنایا ہے ، بھلا ہم ان کی اعانت کریں - اللہ نے فرمایا کہ یہ تو نہایت ہی گمراہی  
 کی بات ہے ، بلاشبہ ہر جائز کار روزی رسال اللہ تعالیٰ ہی ہے ۔ مگر یہ افسوس  
 کا طریق کار ہے کہ کسی کو بالواسطہ روزی پہنچاتا ہے اور کسی کو بلاواسطہ وہ ان محتاجوں

کو ارادوں کے واسطے سے رزق پہنچانا چاہتا ہے مگر یہ طے بنانے سے ان کا حق ادا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ نیز اللہ نے یہ فرمایا کہ وہ ہر ایک کی آزمائش کر رہا ہے کسی کو مال و دولت سے کما کر آتا ہے اور کسی کو محروم رکھ کر آزمائش میں ڈالتا ہے۔ پھر اللہ نے قیامت کا ذکر بھی کیا کہ کافر لوگ جس کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اگر واقعی قیامت آنے والی ہے اور ہر حساب اعمال ہونے والا ہے تو وہ قیامت کیوں نہیں جاتی۔ اللہ نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ قیامت بھی اپنے مقررہ وقت پر ہی آئیگی۔ جب وہ وارد ہو جائیگی تو پھر کسی کو ایک گھڑی بھی مدت نہیں ملے گی۔ نہ کہ کوئی شخص نہ تو کوئی وصیت کر سکے گا اور نہ ہی اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ سکے گا اور ان کے ساتھ کوئی بات چیت ہی کر لے۔ بلکہ جس مقام پر بھی ہوگا، وہیں اس کو ختم کر دیا جائے گا۔

وقوع قیامت  
اور جہنم

اب آج کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت اور لوگوں کی بعثت کے متعلق بعض حالات ذکر کیے ہیں۔ ارشاد ہوا ہے: **وَنُفِخُ فِي الصُّورِ** اور صور میں پھونکا جائے گا، وقوع قیامت کا اعلیٰ صور پھونکنے سے ہوگا۔ اللہ کا ایک فرشتہ منہ میں بیگ کی شکل کا ایک جگ تھامے کھڑا ہے اور منتظر ہے کہ جب اللہ کا حکم ہو تو اس صور میں پھونک جائے۔ جب یہ صور پھونکا جائے گا تو اس سے سارے جہاد ہلاک ہو جائیں گے۔ قرآن پاک میں جو جہاد ہے کہ صور دو دفعہ پھونکا جائے گا، اور دونوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا۔ جب پہلی دفعہ صور پھونکا جائے گا تو ہر چیز فنا ہو جائیگی، پھر چالیس سال کے بعد جب دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا تو تمام لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور میدانِ حشر میں اپنے رب کے حضور پیش ہو جائیں گے، اس مقام پر اسی دور کے صور پھونکنے کا ذکر ہوا ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا **فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدِثِ**



گے تو محسوس کریں گے کہ وہ تو آرام سے سوئے ہوئے تھے، یہ کس نے جگا کر ان کے آرام میں خلل ڈالا۔

مفسرین کہتے ہیں اس کی دوسری تفسیر یہ بیان کرتے ہیں کہ بزرگ کی منزل تو مسعودی نوعیت کی ہوگی، پھر جب وہ دوبارہ اللہ کے حشر کی تلخی کو دیکھیں گے تو وہ بزرگ کی منزل کو بھول جائیں گے، مگر یاد آئیں کوئی نثرانی ہی نہیں تھی، اندازہ کہیں گے کہ ہمیں خواب گاہوں سے کس نے جگا دیا۔ ہم تو آرام سے سوئے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُسْلِمُونَ یہی وہ چیز ہے جس کا وعدہ خدا نے رحمان نے کیا تھا اور جس کے حقائق خدا کے رسولوں نے سچ فرمایا تھا کہ ایک ایسا دن آئے والا ہے جب تم سب قبروں سے دوبارہ اٹھائے جاؤ گے، پھر حساب کتاب کی منزل آئے گی۔ اور ہر ایک کو اپنے اپنے کیے کا بدلہ ملے گا۔ پھر کیا ہوگا؟ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً أَلَيْکَ ہِیَ آذَانٌ لَّغَیٍّ کیا وہ ایک صیحت ہے جس سے تم سب کو جگایا جائے گا؟ فَإِذَا هُمْ جَمِیعٌ لَّدُنَّا پھر حضورؐ آپس آپ ایک دوسرے کے پاس ہمارے پاس حاضر کر دیے جائیں گے۔ سورہ پھر نکلنے کی دیر ہے کہ ہر شخص بھاگ بھاگ اللہ کے سامنے پیش ہوگا پھر ہر ایک کا جواب ہوگا اور جزا یا سزا کے فیصلے ہوں گے۔ کوئی ششمنس ادھر ادھر بھاگ نہیں سکے گا۔ دنیا میں تو ملزم روپوش یا مغرور بھی ہو جاتے ہیں مگر وہاں کوئی ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکے گا جب تک کہ اس کا فیصلہ نہ ہو جائے۔

فرمایا فَالْيَوْمَ لَا تَفْظَلُمُ فَنَفْسٌ سَیِّئًا اس دن کسی جان پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں ہوگی، بلکہ ہر فرد کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ اس دن کسی کی ذرہ برابر بھی کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی، اور نہ ہی کسی بُرائی کی چھوٹ ہوگی بلکہ سب کو مکمل جزا یا سزا کر دیے گی۔ وَلَا تَحْجَسُونَ (الآلہ) کُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

جزا کا عمل

اور نہیں صرف تمہارے کردہ اعمال کا ہی بدلہ دیا جائے گا۔

اگے نیکو کاروں کی چیز کے متعلق فرمایا اِنَّ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ الیَوْمَ  
فِیْ شَفَعٍ لِّکَکُمُوْنَ پھر عن خوش قسمتوں کے حق میں جنت کا فیصلہ ہوگا۔  
وہ شعلے میں ہوں گے اور آپس میں خوشی خوشی باتیں کریں گے، انہیں ہر قسم کا عیش و نشاط  
حاصل ہوگا اور تمام ناگزیر اور ناپسندیدہ چیزیں ان سے ہٹائی جائیں گی۔ پھر ان  
کو نہ کوئی جہانی اذیت پہنچے گی اور نہ روحانی گرفت ہوگی۔ هَمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ  
فِیْ ظِلٍّ عَالِیٍّ اَلَا اَبْلَکُمْ کُتُوْنَ وہ اور ان کی بیویاں تختوں پر  
ٹیک بٹکے سایوں میں بیٹھے ہوں گے، ایک کا سنی، تخت، پہنک، اینچ یا آج  
کی اصطلاح میں سوز مسیٹ بھی کہہ سکتے ہیں، بطلب یہ کہ جنتی لوگ جنت میں نہایت  
آرام و سکون کے ساتھ اپنی پسند کی اعلیٰ جگہوں پر بیٹھیں گے، بڑا خوشگوار ماحول ہوگا اور  
وہ آپس میں خوشی خوشی باتیں کریں گے۔ انہیں ہر قسم کی تفریح میسر ہوگی۔ اور کوئی  
پریشانی لاحق نہیں ہوگی۔

کُتُوْهُمْ فِیْهَا فَکَیْفَہٗ؟ وہاں ان کے لیے مختلف الانواع پھیل  
ہوں گے، جن کو وہ استعمال کریں گے۔ وَلَکُم مَّا یَدْعُوْنَ اور اس  
کے علاوہ انہیں ہر وہ چیز حاصل ہوگی جس کا مطالبہ کریں گے۔ ان کی خواہشات اور  
مطالبات ہی نہایت پاکیزہ قسم کے ہوں گے۔ اور کوئی کمزور اور رومی خواہش پیدا  
ہی نہیں ہوگی۔ بہر حال انہیں منہ مانگی ملاوٹ ملے گی ان کو ظاہری اور جہانی لذتوں  
کے علاوہ ہر قسم کی لغائی اور روحانی آسائش بھی حاصل ہوگی۔ سورۃ نجم سجدہ میں  
ہے۔ وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهُوْنَ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ  
فِیْهَا مَا تَدْعُوْنَ (آیت - ۳۱) وہاں ہر وہ چیز ملے گی جس کو دل چاہے  
گا اور ہر وہ چیز جس کا مطالبہ کیا جائے گا۔

پھر دعا  
کا سلام

اِن مادی نعمتوں کے علاوہ فرمایا سَلَامٌ سلامتی ہوگی قَوْلًا مِّنْ  
رَّبِّ الرَّحْمٰنِ یہ پروردگار کی طرف سے قول ہوگا جو کہ نہایت ہی مسرت دہ

اللہ فرمائے گا کہ اے جنت والو! میری طرف سے تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سلامتی نصیب ہو۔ سورۃ النحل میں فرشتوں کے سلام کا ذکر بھی آتا ہے۔ جب فرشتے نیک لوگوں کی روح قبض کرتے ہیں یَقُولُوا لَنْ سَلَمٌ عَلَيْكُمْ اَدْخَلُوا الْجَنَّةَ يَمَّا كُنْتُمْ تُقَمِّلُونَ (آیت ۳۲) تو کہتے ہیں تم پر سلامتی ہو جنت میں داخل ہو جاؤ ان اعمال کے بدلے میں جو تم انجام دیا کرتے تھے۔ پھر جنتی آپس میں بھی ایک دوسرے کے لیے سلامتی کی دعاؤں کریں گے، سورۃ یونس میں ہے دَعَاؤُهُمْ فِيهَا مَا سُبِّحَنَكَ اللَّهُمَّ وَنَحْمُكَتُهُمْ فَمَا سَلَكَ رَأَيْتَ (۱۰) جب جنتی صفوں کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے سبحان اللہ ان لوگوں ان کی آپس میں دعا سلام علیکم ہوگی۔ لیکن جنت والوں کو سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہوگی کہ اللہ فرمائے گا۔ میرا بندو! میری طرف سے تم پر ہمیشہ کے لیے سلامتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جنتیو! اُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا اَسْحَاطُ عَلَيْكُمْ نَبَذَهُ اَبَدًا میں اپنی رضا اور خوشنودی تم پر اتارتا ہوں۔ اس کے بعد تم پر کبھی ناراض نہیں ہوگا ہمیشہ خوش ہی رہو گے۔ یہ اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہوگی۔

پھر حکم ہوگا وَامْتِزُوا الْيَوْمَ اَيْتُكَ الْمَجِزِ مَوْكِنَ اے گنہگارو! شرک، کفر، زیادت، اور معاصی کا ارتکاب کرنے والو! اپنی صفات میلہ بنا لو۔ دنیا میں ترکیب و بد سب سے بڑے تھے مگر آج تم میلہ ہو جاؤ مگر تمہارا راستہ سیدھا کاروبار سے الگ ہے اور تمہارا ٹھکانا بھی مختلف ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے محاسبہ کرے گا۔ یہ نہایت مشکل گھڑی اور پریشانی کا عالم ہوگا۔ اور مجربوں کے لیے بڑی کٹھن منزل ہوگی۔

مجرموں کی  
جگہ



وَمَالِ ٢٣

سُورَةُ ٨

بِسْمِ ٢٦

آيَةُ ٢٠ ٦٨٢

أَلَمْ آعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَبْنَئِ أَدَمَ إِلَّا تَعْبُدُوا  
 الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ① وَأَنْ  
 اعْبُدُونِي ② هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ③ وَلَقَدْ  
 أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا  
 تَعْقِلُونَ ④ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ  
 تُوعَدُونَ ⑤ إِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ  
 تَكْفُرُونَ ⑥ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ  
 وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَنَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ  
 بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ⑦ وَلَوْ نَشَاءُ  
 لَطَمَسْنَا عَلَى أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ  
 فَأَنَّى يُبْصِرُونَ ⑧ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ  
 عَلَى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا  
 وَلَا يَرْجِعُونَ ⑨ وَمَنْ نَعْمِرْهُ نَكْسِهْ فِي  
 الْحَيَاطِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ⑩

توجہ نہ کیا میں نے تم کو نہیں کہہ رکھا تھا اے بنی  
آدم! کہ نہ عبادت کرنا شیطان کی، بیشک وہ تمہارا  
کُلاً دشمن ہے (۶۰) اور یہ کہ تم صرف میری عبادت  
کرنا، یہی سیدھی راہ ہے (۶۱) اور البتہ تحقیق گمراہ کیا  
تم میں سے بہت سی مخلوق کو کہ تم اپنی بھی عقل نہیں  
رکھتے (۶۲) یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے وعدہ کیا گیا  
تھا (۶۳) داخل ہو جاؤ اس میں آج کے دن اس کے بدلے  
میں جو تم کفر کیا کرتے تھے (۶۴) آج ہم سرنگا دیں  
گے اُن کے مونہوں پر اور کلام کریں گے ہمارے سامنے  
ان کے لمفہ، اور گواہی دیں گے اُن کے پاؤں جو کچھ  
وہ کھاتے تھے (۶۵) اور اگر ہم چاہیں تو مٹا دیں اُن کی  
آنکھوں کو، پس وہ دوڑیں گے راستے کی طرف، پھر  
کہاں دیکھ سکیں گے؟ (۶۶) اور اگر ہم چاہیں تو مسخ  
کر دیں ان کی فٹکوں کو ان کے ٹھکانے پر ہی ایس  
نہ طاقت رکھیں وہ چٹنے کی اور نہ واپس لوٹ سکیں (۶۷)  
اور جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں اُس کو اُٹا کر جیتے  
ہیں پیدائش میں، کیا یہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے؟ (۶۸)

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کا رد اور  
روز محشر کا کچھ حال بیان فرمایا تھا۔ جب صور نانی پھونکا جائے گا تو لوگ  
اپنی قبروں سے حجاب کتاب کے لیے نکلیں گے۔ پھر ہر ایک کا محاسبہ  
ہوگا۔ ہر شخص کیلئے اس کے عقیدے اور عمل کے مطابق جزا یا سزا کا فیصلہ ہوگا  
اور کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔ پھر جن لوگوں کے لیے جنت کا فیصلہ  
ہوگا، وہ نہایت ہی آرام و راحت میں ہوں گے اور انہیں ان کی ہر مطلوب چیز

رابطہ

صیا کی جائے گی۔ اس کے علاوہ ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے سلام ہوگا۔ برزخات  
اس کے اس روز مجرموں اور گناہگاروں کو حکم ہوگا کہ تم آگکے ہو جاؤ اور اپنی عینہ صفت  
بنالو۔ پھر ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

شیطان کی  
اطاعت

مجرموں کی عینہ صفت بندی کو نص کے بعد اللہ تعالیٰ ان سے مخاطب ہو کر فرمائیے  
اَلَمْ اَعْطٰكُمْ اَلْکِیْفَ لَیْسَ بَیِّنًا اَوْ مَرَّ لَیْسَ اَدَمَ اَبَیْکُمْ اَبَیْکُمْ اَبَیْکُمْ اَبَیْکُمْ  
عند نہیں یا تھا یعنی تمہیں یہ بات نہیں سمجھائی تھی اَلَا تَعْبُدُوْنَ الشَّیْطٰنَ  
کہ شیطان کی عبادت ذکرنا۔ کیونکہ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ  
وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اللہ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد پوری اولاد آدم  
سے یہ کہہ دیا تھا کہ شیطان سے خبردار رہنا اور اس کے جھانے میں نہ آنا۔ یہ تمہیں  
درغللے کا کرتی موعظہ سے نہیں جانے رہے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے  
اللہ نے خصوصی طور پر فرمایا تھا قُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اِنَّا هٰذَا عٰدُوْکَ وَ لَکَ وَ لَیْسَ لَہٗ  
فَا لَا یُخْرِجَکُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ فَتَشْفٰی (طہ ۱۱۰) ہم سے ۱۱۰

آدم! یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے۔ یہ کہیں تمہیں جنت سے نہ نکالے گا۔  
پھر تم مشقت میں پڑ جاؤ گے۔ پھر ساری اولاد آدم کو اللہ نے اپنے انبیاء کے ذریعے  
خبردار کر دیا کہ شیطان سے بچتے رہنا، اِنَّہٗ یَدٰسُکُمْ هُوَ وَ شَیْطٰنُہٗ  
مِنْ حَیْثُ لَا تَشُوْنُ فَہُمْ (الاعراف ۲۷) وہ اور اس کا جھینڈہ تمہیں  
ایسی جگہ سے دیکھ رہا ہے جہاں سے تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ وہ غیر مرئی مخلوق  
ہے وہ چھپ کر رہ کر رہتا ہے، لہذا اس کے ہر کام سے بچنا۔ پھر شیطان نے  
بھی روز اول سے قسم کھا رکھی ہے کہ میں تیرے صراطِ مستقیم پر بیٹھوں گا۔ ثُمَّ  
لَا یَتَّبِعُہُمْ مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْہُمْ وَ مِنْ خَلْفِہُمْ  
وَ عَنْ اَیْمَانِہُمْ وَ عَنْ شَمَائِلِہُمْ (الاعراف ۱۷) میں  
تیرے بندوں کے آگے سے بھی آؤں گا اور پیچھے سے بھی، دائیں سے بھی آؤں گا،  
اور بائیں طرف سے بھی اور پھر ان کو گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا، پھر دنیا کی

طرف سے اگر بھی ان کو گمراہ کر دے گا، دین کی طرف سے بھی اور خیرات کے راستے سے بھی۔ اسی لئے اللہ نے بار بار فرمایا کہ شیطانی تمھارا گمراہ دشمن ہے، اس لئے اس سے بچ کر رہنا۔

عزیم

اللہ نے فرمایا ایک تو میں نے تمھیں شیطان کے اغواء سے خبردار کیا تھا اور دوسری بات یہ کہ اتنی وَإِنْ أَصْبَحُ فُتِحَ مَرْتِ مِیْرَی ہی عبادت کرنا، اور شیطان کی عبادت نہ کرنے لگنا، ورنہ وہ تمھیں جہنم میں بھیجے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ إِنَّمَا یَذْعُوَ احْبِبْہَ لَیْسَ کُوْنُوْا مِنْ اَصْحَابِ النَّصِیْرِ (فاطر ۶) وہ اپنے گمراہ کو بلاتا ہے تاکہ سب کو ساتھ لے کر جہنم میں جائے، وہ اپنی جماعت کو بلاتا چاہتا ہے تاکہ جہنم میں اس کے — ساتھی زیادہ سے زیادہ ہوں، بلال اللہ نے فرمایا کہ میں نے تمھیں آگاہ کر دیا تھا کہ شیطان کی دشمنی سے بچتے رہنا، اور عبادت، صرف میری کرنا هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِیْمٌ بھی سیدھا راستہ ہے اسی پر چل کر تم دائمی نجات پا سکتے ہو، اگر اس راستے سے ہٹ گئے تو پھر تمھارا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

شیطان کا اغواء

آگے اللہ نے شیطان کے اغواء سے مزید خبردار کیا ہے وَلَقَدْ اَفْضَلْنا مِنْ کَمَرٍ مَّجِیْدٍ کَشِیْراً یَحْقِیْقُ اس شیطان نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو بہکا رکھا ہے۔ جبکہ اس کا معنی مخلوق ہے اس کا تلفظ جَیْلًا اور جَیْلًا بھی آتا ہے فرمایا اَلَمْ تَرَ کَوْفُ لَوْ نُوْا لَعَقِبُوْا کیا تم اتنی بھی عقل نہیں رکھتے کہ اس کو اپنا دشمن سمجھتے ہوئے اس سے پیچھے کی کوشش کر دے۔ یہ کافر اور مشرک سب شیطان کے راستے پر چل رہے ہیں۔ آج بھی دنیا کی پانچ ارب کی آبادی میں سے چار ارب لوگ شیطان کے پیاری ہیں جب کہ مشکل یا بچوں حصہ تو حید کو مانتا ہے جب جہنم کے عمل کی منزل آگے گی تو شیطان کے ان بچاریوں سے کہا جائے گا۔ هٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِیْ کُنتُمْ تُوعَدُوْنَ یہی ہے جہنم جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اللہ کے راستے کو چھوڑ کر شیطان کے



غلاموں غلط مقام پر کیا تھا۔ اس وقت گنگا کا آدمی حیرت میں مبتلا ہو جائے گا کہ خود اس کے اعضاء و جوارح ہی اس کے خلاف گول ہی سے سہے ہیں۔ پھر وہ جسم کے اعضاء سے مخاطب ہو کر کہے گا کہ میں تمہیں ہی سزا سے بچانے کے لیے جبراً اس کے بدن کو اس طرح سے خود ہی یہ سزا بخش کر دیا ہے۔ اب تمہارے پیچھے کی کرنی صورت باقی نہیں رہی۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ انسانوں کے اعمال کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے مکمل طور پر کر رکھی ہے، اور اس کا ہر قول اور فعل اس کے اعمال سے اس میں درج ہو رہا ہے۔ یہ اعمال اس موت کے وقت انسان کے گھٹے میں لٹکا دیا جاتا ہے اور قیامت والے دن متعلقہ شخص کے سامنے پیش کر کے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اِقْرَأْ كِتَابَكَ لَمْ أَكُنْ بِمَنْفِقٍ اَلْيَوْمَ عَلَيْنَا حَسِبْنَا رِجْزًا لِّمَنْ اٰمَنَ (۱۴) یہ تیرا اعمال ہے جسے خود ہی پڑھ لو۔ حساب کتاب کے لیے آج کے دن میں تیار کیا گیا ہے۔ چنانچہ خواہ دنیا میں کوئی شخص پڑھا لکھا تھا یا نہ پڑھا، اپنا اعمال نامہ خود پڑھ سکے گا۔ اس وقت انسان خیال کرے گا کہ میرے اعمال تو میرے اعضاء کے ساتھ چپے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ اہمۃ اور پاؤں بھی گواہی دیں گے بیٹا کہ میں نے بیان کر دیا۔

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس خطہ زمین پر انسان نے کوئی اچھا یا بُرا کام کیا ہو گا، زمین کا وہ ٹکڑا بھی اس کے حق میں یا اس کے خلاف گواہی دے گا۔ وہاں کے لوگ کہہ دیں کہ ہمیں بھی شہادت دیں گی۔ چنانچہ اذان والی حدیث میں آیا ہے کہ اذان کہنے والے شخص کے حق میں اس کے دائیں بائیں نے تمام شجر و حجر گواہی دیں گے، اسی طرح حج کا تہیمہ بنانے والے کے حق میں زمین کے آخری حصے تک کی تمام چیزیں گواہی دیں گی کہ مولانا محمد اکرم نے تیسرا نام احترام کے ساتھ

دیکھنا  
کی گواہی

بلند کیا تھا۔

سورة تَمَّ السَّجْدَينِ اَآءَ حَتَّى اِذَا مَا جَاءُوْهَا سَبَّحُوْهُ عَلِيْهِمْ  
سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَاَحْبُوْهُ هُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٠﴾  
جب مجرم لوگ اس مقام پہ آئیں گے تو ان کے کان آنکھیں اور کھالیں گرا ہی دیں گی۔  
اس کام کے متعلق جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ وہ لوگ اپنی کھالوں سے کیوں گے کرتے  
ہماری خلاف کیے گرا ہی رہتی ہو، اور آج یہ قوت گرا لی تمہیں کہاں سے حاصل ہو  
گئی تو وہ جواب دیں گی فَالْتَوَا اَنْطَقْنَا اللّٰهُ الَّذِیْ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَهُوَ  
خَلَقَکُمْ اَدَلْ مَتَدٰی قَوْلِیْہِ تَوَجَّعُوْنَ ﴿٢١﴾ کہ ہمیں اس اللہ نے قوت  
گرا لی عطا کی ہے جس نے ہر چیز کو یہ قوت بخشی ہے۔ یہ رہی ذات ہے جس  
نے تمہیں بھی پیدا کیا اور پھر تم اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہو۔ بہر حال فرمایا  
کہ قیامت والے دن انکار کرنے والوں کے مزنوں پر مہر لگا دی جائے گی اور ان کے  
اعضاء و جوارح ہل کر ان کے خلاف گرا ہی دیں گے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس کو چاہے  
سزا دے۔ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَمَسْنَا عَکْبَ اَعْيُنِہُمْ اور اگر ہم چاہیں، تو  
ما فرماؤں گی آنکھیں ہی ضائع کر دیں فَاسْتَبِقُوا الصِّرَاطَ الَّذِیْ یُبْصِرُ رُؤُوسَہُمْ  
پھر وہ راستے کی طرف دوڑنا چاہیں گے مگر انہیں کچھ نظر نہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں  
پہنچائی قادر ہے۔ جب لوہ علیہ السلام کی قوم پر سزا کا وقت آیا تو فرشتے کو حکم ہوا کہ  
اپنا پر ہلاؤ۔ جب ایسا کیا فَطَمَسْنَا اَعْيُنِہُمْ (القمر - ۳۷) تو ہم نے انکی  
کی آنکھیں ہی ضائع کر دیں اور سب اندھے ہو گئے، یہاں بھی فرمایا کہ اگر ہم چاہیں  
تو تمہیں ہر کوئی اندھا کر دیں۔ اللہ نے یہ بھی فرمایا وَلَوْ نَشَاءُ لَمَمَسْتُمْ عَکْبَ  
مَعَاہِہُمْ اور اگر ہم چاہیں تو ان کے ٹھکانوں پر ہی ان کی شکلیں مسخ کر دیں  
ایسے واقعات پہلے ہی پیش آتے رہے ہیں۔ اللہ نے کئی فرمان فرماؤں اور جبرائیل  
کی شکلیں بگاڑ کر بند اور فتنہ برپا کیے۔ سورۃ المائدہ میں اہل کتاب کے متعلق فرمایا

ہذا کی طرف  
مکتبہ سزا

وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِسْمَةَ الْخَنَازِيرَ (آیت - ۶۰) کہ ان کو بندوں اور غنیمتوں کی شکلوں میں تبدیل کر دیا گیا۔

فرمایا ہم اس بات پر قدرت رکھتے ہیں کہ یہ لوگ جہاں بھی کھڑے یا بیٹھے ہوں وہیں ان کی شکلیں مسخ کر دیں۔ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ پھر نہ آگے چلنے کی طاقت رکھیں اور نہ واپس گھر جا سکیں۔ انہیں اتنی بدلت بھی نہ دے کہ اگلی منزل تک پہنچ جائیں یا گھر والوں کو یہ بتا سکیں کہ ہم جہاں سے غذا آ رہے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے متعلق بائبل کا بیان ہے کہ اللہ نے اُسے پتھر کی شکل میں مسخ کر دیا تھا۔ اسی طرح اساتذہ کرام مریدان نے خاندان کبر میں زنا کا ارتکاب کیا تو اللہ نے ان کو پتھر بنا دیا اور وہ کافی عرصہ تک صفا اور اور مردہ پر عبرت کے لیے پڑے رہے۔ بعد میں شیطان نے لوگوں کے دلوں میں دوسرے انداز کر کے ان کی پرستش شروع کر دی۔ بہر حال فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کی شکلیں مسخ کر دیں۔ کیا یہ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ خدا قادر مطلق ہے۔

فَرِیَاضَ یَبِی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ ہے وَمَنْ نَعْبُدْ وَتَسْجُدْ حِفْ الْخَلْقِ جس کو ہم زیادہ عمر دے دیتے ہیں ان کو پیدائش میں الٹ کر دیتے ہیں۔ اَفَلَا یَعْقِلُونَ کیا یہ لوگ اس بات میں غور و فکر نہیں کرتے؟ ابتداء میں انسان کچھ ہوتا ہے۔ پھر جوان ہوتا ہے، طاقت آتی ہے، مگر جب بڑھاپے کا دور شروع ہوتا ہے تو تمام اعضا آہستہ آہستہ مضاعف ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اسی بات کے متعلق فرمایا ہے کہ جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں۔ اُسے پھر پیدائش کی حالت میں الٹ دیتے ہیں۔ سورہ روم میں اللہ نے اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ حَمْرًا مِّنْ ضَعِیْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ کَعْدِ ضَعِیْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ کَعْدِ قُوَّةٍ ضَعِیْفًا وَشَیْبَةً (آیت - ۵۴) اللہ کی ذات وہ ہے جس نے کمزور کی حالت میں پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد قوت عطا کی۔ پھر قوت کے بعد دوبارہ کمزوری اور بڑھاپا طاری کر دیا۔ یہ حالات

بڑھاپے کی  
حالت



لوگوں کے لیے نشانِ عبرت ہیں اگر انسان اپنی چیزوں میں خود کمرے تو کھڑا شرک اور بھی  
 کا اور کتاب نہ کرے جتنے مراد آبادی نے بھی کیا ہے ۔  
 رخصت ہوئی شباب کے مہراہ زندگی  
 کہنے کی بات ہے کہ جتنے جارح ہوں میں  
 بہر حال اللہ نے زندگی کے مختلف مراحل کو اپنی قدرت کی نشانی بیان فرمایا ہے ۔  
 اگر لوگ پھر بھی اس کی توجیہ کو تسلیم نہ کریں تو وہ منزلت پیچ پر بھی قادر ہے ۔

---

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ  
هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ﴿٦٩﴾ لِيُنذِرَ مَنْ  
كَانَ حَيًّا وَيُحَقِّقَ الْقَوْلَ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٧٠﴾  
أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ  
أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ﴿٧١﴾  
وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا  
يَأْكُلُونَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ  
أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ  
أَلِهَةً لَّهُمْ يُنصَرُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ  
نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُحْضَرُونَ ﴿٧٥﴾  
فَلَا يَحْزِنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا  
يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٦﴾

ترجمہ: اور انہیں سکھایا ہم نے اس (پیغمبر) کو شعر  
کہنا، اور نہ ہی لائق ہے اس کے لیے۔ نہیں ہے یہ  
مگر نصیحت اور قرآن کھول کر بیان کرنے والا ﴿۶۹﴾ تاکہ  
اُس نے اُس کو جو جان رکھتا ہے، اور ثابت ہو جائے

بات کفر کرنے والوں پر ﴿۷۰﴾ کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے کہ بیشک ہم نے پیدا کیا ہے ان کے لیے جو ہمارے ہتھکڑیوں نے بنایا ہے موشیوں کو۔ اور وہ ان کے مالک ہیں ﴿۷۱﴾ اور ہم نے آبلع کر دیا ہے ان کو ان کے لیے۔ پھر ان میں سے بعض وہ ہیں جن پر ان کی سزا ہے، اور بعض وہ ہیں جن سے وہ کھاتے ہیں ﴿۷۲﴾ اور ان کے لیے ان موشیوں میں سبت سے فائدہ ہیں، اور پیٹنے کے گھاٹ ہیں۔ کیا یہ لوگ شکر ادا نہیں کرتے؟ ﴿۷۳﴾ اور بنالیے ہیں انھوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود تاکہ وہ ان کی مدد کریں ﴿۷۴﴾ وہ طاقت نہیں رکھتے ان کی مدد کی، اور یہ ان کے لیے لشکر ہو گا جو دیکھ کر حاضر کیے جائیں گے ﴿۷۵﴾ پس نہ غم میں ڈالے آپ کو ان کی بات۔ بیشک ہم جانتے ہیں کچھ یہ چھپاتے ہیں اور جس کو یہ ظاہر کرتے ہیں ﴿۷۶﴾

گزشتہ آیات میں اللہ نے میدانِ حشر کے کچھ واقعات بیان فرمائے ہیں۔ قیامت والے دن گمراہ لوگ اپنے بُرے اعمال و افعال اور بُرے عقائد سے انکار کریں گے تو ان کی زبانیں بند ہو جائیں گی اور ان کے ہاتھ اور پاؤں بول کر ان کے خلاف گواہی دیں گے اور ان کے کلمات ثابت ہو جائیں گے۔ اب آخر سورۃ میں اللہ نے قریمہ قرآنی کی حقانیت اور جزائے عمل کا مسئلہ بیان فرمایا، اور نثارِ رسالت کا ذکر بھی آگیا ہے۔ الغرض سورۃ کے اس آخری حصے میں چاروں بنیادی مسائل کو اختصار کے ساتھ دہرایا جا رہا ہے۔

شعروائی کا نعت یا سحر سے تعبیر کرتے تھے کبھی کہتے کہ افسوس کہ کبریت

کے دعویدار نے اسے افتر کیا ہے یعنی خود بنا کر لے آیا ہے اور پھر اُسے خدا کی طرف منسوب کر دیا ہے، تو اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے کلام شاعر ہونے کی مؤثر انداز میں تردید فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ اور ہم نے اپنے پیغمبر کو شعر گوئی سکھائی ہی نہیں۔ بھلا جس کو کسی کام کی تربیت ہی نہ ہو وہ کیسے اُس کام کو انجام دے گا۔ حقیقت یہ ہے وَمَا يَنْبَغِي لَهُ کہ شعر و شاعری تو ہمارے نبی کے ثنائینِ شان ہی نہیں ہے، بھلا وہ اپنی طرف سے کس طرح شعر بنا کر پیش کر دیکھا۔ فرمایا یہ قرآن کریم اشعار کا مجموعہ نہیں۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ بَلَدٍ لِّكَ يَتْلُو اَوْسُرَ نَصِیْحَتِ کِی بات ہے وَقُرْآنٌ مُّبِیْنٌ اور کھول کر بیان کرنے والا قرآن ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شاعری کی بنیاد تو وحیم اور تخیل پر ہوتی ہے۔ اللہ نے سورۃ الشعراء میں فرمایا ہے وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ (آیت ۲۲۲) کہ شعراء کے پیچھے گئے والے اکثر گمراہ لوگ ہی ہوتے ہیں۔ اَلْمُرْتَضٰی تَلٰہُہُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یُّهْمُوْنَ (آیت - ۲۲۵) کیا تم نے دیکھا نہیں کہ شاعر کس طرح ہر وادی میں خیالی گھوڑے دوڑاتے ہیں۔ کسی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں اور اگر کسی کی مذمت کی ہے تو فحش گوئی تک پہنچ گئے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ کسی شعر میں جس قدر جھوٹ ہوگا اور خیالی پلاؤ پکایا گیا ہوگا، اسی قدر وہ پسندیدہ ہوگا اور اُس پر واہ واہ کے ڈونگرے برساتے جائیں گے۔

بیچ در شعر و در فن او

چو اکذب اوست احسن او

شعر جتنا جھوٹا ہوگا، اتنا ہی مزیدار ہوگا لہذا اس فن میں زیادہ دلچسپی نہ لو۔ یہی وجہ ہے شعر و شاعری نبوت و رسالت کے منافی ہے۔

شعر گرائی  
میں استغنی

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر ہر زبان میں شعر و شاعری ہوتی رہی ہے۔ مگر اکثر و بیشتر لوگ غلط کار، جھوٹے اور خیالی ہوتے ہیں، جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ تاہم استغنی نیاں بھی ہے۔ خود سورۃ الشعراء میں موجود ہے کہ اکثر شعرا کے قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے **إِلَّا الَّذِينَ أَصْنَوْا فَعِلُوا الصَّالِحِينَ** (آیت ۲۲۷) مگر بعض ایماندار شاعر اچھا کلام بھی کہتے ہیں جس سے لوگوں کو کچھ نہ کچھ فائدہ بھی پہنچتا ہے۔ شاعری بذات خود تو بڑی چیز نہیں مگر اس کا صحیح اور سائنہ کارائی اس کو بڑا بنا دیتی ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ شعر شاعری بھی ایک کلام ہے اس کا اچھا حصہ اچھا ہے اور بُرا حصہ بُرا ہے۔ تاہم اس میں برائی کا عنصر زیادہ ہوتا ہے جس کی سب سے بڑی وجہ شعرا کی دروغ گوئی اور قول و فعل کا تضاد ہوتا ہے **أَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ** (الشعراء - ۲۲۶) شاعر لوگ زبان سے بڑی باتیں کرتے ہیں مگر عمل میں صفر ہوتے ہیں۔

تاہم دنیا میں اچھے شاعر بھی ہوئے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے اپنے زمانہ مبارک کے مشہور شاعر حسان بن ثابتؓ اپنے اشعار کے ذریعے اسلام کا دفاع کیا کرتے تھے۔ جب کفار اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف شعر گرائی کرتے تھے تو حضور علیہ السلام حضرت حسانؓ کو جواب دینے کے لیے کہتے۔ آیت موقع پر حضور علیہ السلام نے حضرت حسانؓ سے فرمایا کہ ان کافروں کو جواب دو جبریل امینؑ تمہارے بڑے ہرماں گے، اسی طرح مولانا دہم کی مثنوی میں بڑی کام کی باتیں ہیں۔ ہمارے قومی شاعر ڈاکٹر محمد اقبالؒ کا کلام بھی بہت اچھا ہے۔ انہوں نے قوم و ملت کے خمیر کو تھنچوڑا ہے۔ اسی طرح شیخ سعدیؒ کی گھنٹان اور بوستان کے تراجم دنیا بھر کی زبانوں میں

ہو چکے ہیں۔ ان میں بڑے تجربے اور نصیحت کی باتیں ہیں۔ یہ کہتا ہیں دینی مدرسوں میں بھی پڑھائی جاتی ہیں۔

کسی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ فسطیہ دریافت کیا، کیا حضور علیہ السلام کبھی بطور مثال کسی شعر کا ذکر بھی فرماتے تھے؟ فرمایا ہاں! بعض اوقات ایک آدھ شعر یا مصرعہ اپنی زبان سے ادا فرماتے تھے مثلاً آپ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے اشعار پڑھ لیا کرتے تھے۔

لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا  
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت سے نہ نوازتا تو نہ صدقہ کر سکتے نہ نماز ادا کر پاتے (اسی طرح زمانہ جاہلیت کے ایک شاعر کا شعر بھی آپ بعض دفعہ زبان پر لے آتے تھے۔

وَيَاثِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تَزِدْ  
سَبْدِي لَكَ الْيَوْمَ مَا كُنْتَ جَاهِلًا

زمانہ تیرے سامنے وہ باتیں ظاہر کر دے گا جس سے تو ناواقف ہے، اور تیرے پاس خبریں وہ لوگ لائیں گے جنہیں تو نے کوئی توشہ نہیں دیا ہوگا۔) زمانہ جاہلیت میں کوئی خبر معلوم کرنے کے لیے بڑا اہتمام کرنا پڑتا تھا۔ اس کام کے لیے کوئی آدمی بھیجا پڑتا، اس کے لیے سواری کا انتظام کرنا ہوتا اور اُسے زاد راہ کے علاوہ کچھ دیگر معاوضہ بھی ادا کرنا پڑتا تھا۔ مگر آج مادی ترقی کے زمانہ میں دنیا بھر کی خبریں مختصر میٹھے بلا معاوضہ حاصل ہو جاتی ہیں۔ یہی مطلب ہے کہ بغیر توشے کے خبریں معلوم ہو جایا کریں گی۔ اس شعر میں خود پیغمبر علیہ السلام کی ذاتِ مبارکہ کی

طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ کا نبی دنیا اور آخرت کی ساری خبریں بلا معاوضہ تم کو پہنچائے گا۔ ہر حال حضور علیہ السلام کسی شاعر کا اچھا شعر تو زبان پر لے آتے تھے مگر خود شعر نہیں کہتے تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے شعر گوئی کا علم اپنے نبی کو سکھایا ہی نہیں اور نہ ہی یہ منصب نبوت کے شایان شان ہے۔ اس کے برعکس آپ جو کلام پیش کرتے ہیں۔ وہ سراسر نصیحت پر مشتمل ہے۔ آپ حقیقت کے قریبان ہیں اور آپ کی بعینہ کلام کا ایک مقصد دنیا کو اعلیٰ حقائق سے روشناس کرنا بھی ہے۔

قرآن مجید  
اشارہ

چنانچہ شعر و شاعری کے برخلاف پیغمبر اسلام نے اللہ کا کلام قرآن پاک پیش کیا اور اس کو پڑھ کر جو لوگ تباہ ہوئے انہوں نے دنیا میں کاروائی نہ کیا اور انجام دیے شعر و شاعری تو نذرِ دل قرآن کے زمانہ میں بام عروج پر تھی مگر اس کا ماحصل کیا تھا کسی کی تعریف کے بل باندھ دینے تو کسی کی توبیخ دینے۔ الفاظ کے ماننے ماننے میں محاذات کو مسخ کیا اور جھوٹ کو بے باک بنانے کی کوشش کی۔ اس سے دنیا میں کوئی انقلاب تو نہیں آگیا تھا بلکہ لوگ مزید لہو و لعب میں پڑ گئے۔ قرآن نے انہیں زندگی کا مکمل پروگرام پیش کیا، فلاح کے اصول، اجتماعیت کا ملکہ، نظم حکومت، تجارت کے اصول، سفر و حضر اور صلح و جنگ کے قوانین بتائے، براہِ اخلاق کی بجائے اخلاقِ مسند دیے، جزائی کد بجائے نیچا کو رائج کیا، دنیا کی بیکار آخرت کی طرف رخ پھیرا غرضیکہ زندگی کے ہر موڑ پر راہنمائی فرمائی۔ تو سب اعلیٰ اقدار کے حامل قرآن پاک کو شعر و شاعری جیسے جھوٹے اور مبالغہ آمیز کلام سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ اسی لیے فرمایا کہ یہ قرآن شعر و شاعری نہیں بلکہ سراسر نصیحت اور کھول کر بیان کرنے والا کلام ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہے

لِيَسْمُوَ رَحْمَةً مِّنْكَ لَا يَخْفَىٰ أَكْبَرُ دَرَجَاتِهِ أَمْ يَخْفَىٰ أَمْ يَكُنْ لَّكَ رُحْمٌ يُعْتَصَمُ  
تو زمین کا کافر مشرک، ست فتن سب ہیں مگر شاہ عبد القادر فرماتے ہیں کہ زندگی

لے موضع القرآن ص ۵۲ (فیاض)





کی ہے مگر یہ انسانی لحاظ کا طرح دائیں بائیں نہیں مگر جیسا اس کی شان کے لائق ہیں تو فرمایا  
 کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جن کو ہمارے اہل حق نے بنایا، اور وہ کیا چیز ہے انھیں  
 وہ موشی ہیں جن کے ساتھ تمہیں شب و روز واسطہ پڑتا ہے اور وہ تمہاری خدمت  
 پر مامور ہیں۔

فرمایا یہ موشی پیدا تو ہمارے دست قدرت نے کیے **فَهُمْ كَهَاسِ**  
**فِلَكُوْنٍ** مگر ان کے مالک یہ لوگ ہیں۔ ہم نے حق ملکیت ان کو دے دیا ہے  
 حقیقت یہ ہے کہ پیدا کرنے والا بھی خدا تعالیٰ اور حقیقی مالک بھی وہی ہے کیونکہ  
 مالک وہی ہو سکتا ہے جو کسی چیز کا خالق ہو مگر انہوں نے اپنی مصلحت سے ان کا  
 عارضی مالک انسانوں کو بنا دیا ہے کہ وہ جس طرح چاہیں ان سے خدمت لیں اور گنہ  
 ۷۔ حقیقت مالک ہر شے خدا است

اس امانت چنہ روز کے لئے دیا است۔

اس حقیقت کو قرآن پاک میں جگہ جگہ واضح کیا گیا ہے **لِلّٰهِ عَاقِبَةُ السُّلُوْبِ**  
**وَمَا فِیْ الْاَرْضِ شَیْءٌ اِلَّا بِرِزْقِہٖ** (البقرہ ۲۸۳) ارض و سما کی ہر چیز اللہ ہی کے لیے ہے  
 یعنی ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

آج کل سرمایہ داروں اور محنت کشوں کے درمیان یہ بحث چل رہی ہے کہ  
 اصل چیز سرمایہ ہے یا محنت، سرمایہ دارانہ ذہنیت کے لوگ یقیناً کہ اصل  
 چیز سرمایہ ہے۔ سرمایہ ہوگا تو محنت کے مواقع پیدا ہوں گے لہذا سرمایہ مقدم ہے  
 دوسری طرف سوشلزم اور کمیونزم والے کہتے ہیں کہ سرمایہ محنت سے پیدا ہوتا ہے  
 اگر محنت ہی نہیں ہے تو سرمایہ کہاں سے آئے گا، لہذا وہ مزدوروں کے حقوق  
 کو مقدم سمجھتے ہیں۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ کسی چیز کا مالک نہ سرمایہ دار ہے اور  
 نہ محنت کش بلکہ مالک حقیقی خدا تعالیٰ کی ذات ہے جو ہر چیز کا خالق ہے۔  
 انسانی ملکیت عارضی ہے اور اللہ کی عطا کردہ ہے۔ اللہ نے آرائش کے لیے  
 ملکیت ان کو عطا کی ہے۔ ان سے پہلے بھی وہی مالک تھا اور ان کے بعد

بھی وہی مالک ہو گا۔ لہذا اس کے مقرر کردہ ضابطے کے مطابق عمل کرنا چاہیے تاکہ دنیا میں امن قائم رہے۔

فرمایا ہم نے مہینہ پیدا کر کے انسانوں کی ملکیت میں دے دیئے وَذَلَّلْنَاهَا کھٹکھٹ اور پھر ان مویشیوں کو انسانوں کے تابع کر دیا۔ اونیٹ، اگھڑا، گالے، بیسنس کتے، بڑے بڑے جالور ہیں۔ جو انسانوں سے سمیرن گزیا وہ طاقتور ہیں۔ مگر اللہ نے ان کے ضابطے میں یہ راست ڈال دی ہے کہ تمہیں انسان کی خدمت کرنا ہے۔ چنانچہ وہ اتنے طاقتور ہونے کے باوجود انسان کے اشارے پر چلتے ہیں اور ہر وہ کام کرتے ہیں جو انسان کو مطلوب ہو آ ہے۔ چنانچہ فرمایا فِي شَهْجَا رگوں بھٹکھٹ بعض ان میں سے وہ ہیں جو انسانوں کے لیے سواری کا کام دیتے ہیں۔ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ اور ان میں سے بعض کا گوشت کھاتے ہیں۔ دیکھ لیں گہ بھا، ٹیچر، گھوڑا، اونٹ وغیرہ سواری کا کام دیتے ہیں اور گائے، بیسنس، بیسنس، بکری کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

فرمایا وَكُنْزُ فِيهَا مَكْفُوعٌ ان جانوروں میں انسانوں کے لیے دیگر فوائد بھی ہیں۔ ان کے مال، کھال، ہڈیاں، چربی، اٹھی، سینگ اور چھڑا، انسان فی ضرورت یا سنت کا حصہ ہیں۔ جانوروں کا کر گر بھی ضائع نہیں جاتا، اس کو سکھا کر ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی کھال استعمال میں لائی جاتی ہے اب تو توانائی پیدا کرنے کے لیے گر گر کے پلانٹ بھی لگ رہے ہیں وہ شادی اور جانور انسانوں کے لیے پھینکے گھاٹ بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قصوں میں وَالْخِرْدُ دودھ پیدا کر دیا ہے جو انسانی خوراک کا ایک اہم حصہ ہے فرمایا وَالْكَاشِشُ کی گون اتنے فوائد حاصل کرنے کے باوجود بھی کیا یہ لوگ شکر ادا نہیں کرتے؟ امام سبکیؒ اور امام ترمذیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث بیان

موسیٰ علیہ السلام



قَوْلُهُمْ اِنَّ كُنَّا نَعْلَمُ مَا يُمْسِرُونَ  
 وَمَا يُعْلِنُونَ ہم خوب جانتے ہیں جس چیز کو یہ پھیلاتے ہیں اور جس کو ظاہر  
 کرتے ہیں۔ ہمارے علم سے ان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں، ہم ان کی نیت اور  
 ارادے سے بھی واقف ہیں اور ظاہری حرکات کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ ان کی خفیہ منصوبہ  
 بندیاں بھی ہمارے سامنے ہیں اور ان کے نفاق کو ہم جانتے ہیں۔ منافقوں نے پہلے  
 انبیاء کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا، آپ غم نہ کریں جبکہ اپنا کام جاری رکھیں، ہم خدا ان  
 سے پیٹ لیں گے۔

---

وما لک ۲۳

یٰس ۳۶

دیس دہم ۱۰

آیت ۸۳ تا ۸۲

لَمْ يَرِ الْإِنْسَانَ أَنَا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ  
 فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴿۸۰﴾ وَضَرَبَ لَنَا  
 مَثَلًا وَلَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي  
 الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿۸۱﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي  
 أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ  
 عَلِيمٌ ﴿۸۲﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ  
 الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِّنْهُ تُوقِدُونَ ﴿۸۳﴾  
 أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ  
 بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ بَلَىٰ  
 وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ﴿۸۴﴾ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا  
 أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۸۵﴾  
 فَسُبْحٰنَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ  
 شَيْءٍ ۖ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۸۶﴾

۵۴۷

ترجمہ: کیا نہیں دیکھتا انسان کہ بیشک ہم نے پیدا  
 کیا ہے اُس کو ایک قطرہ آب سے۔ پس اپنا  
 وہ بڑا جھگڑنے والا ہے ﴿۸۰﴾ اور وہ بیان کرتا ہے

ہمارے پہلے مثالیں ، اور بھل جاتا ہے اپنی پیدائش کو۔ کتنا ہے  
 کون زندہ کرے گا ٹھیلوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی  
 ہوں گی (۷۸) آپ کہہ دیجئے ، زندہ کرے گا اُسی کو وہ  
 جس نے پیدا کیا ہے اُسی کو پہلی مرتبہ ۔ اور وہ ہر پیدائش  
 کو خوب جاننے والا ہے (۷۹) وہ جس نے بنائی ہے  
 تمہارے لیے ہنر درخت سے آگ ۔ پس اچانک تم اس  
 سے سلگتے ہو (۸۰) کیا نہیں ہے وہ ذات جس نے  
 پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو ، قادر اس پر کہ پیدا کرے  
 جسے اُن جیسے کہیں نہیں ۔ وہ تو بہت بڑا پیدا کرنے  
 والا اور سب کچھ جاننے والا ہے (۸۱) بلکہ اُس  
 کا حکم جب وہ ارادہ کرے ہے کسی چیز کے بارے میں  
 ترک کتنا ہے اس کو ہو جا ، پس وہ چیز ہر باقی  
 ہے (۸۲) پس پاک ہے وہ ذات جس کے دست  
 قدرت میں ہے حکومت ہر چیز کی اور اسی کی طرف  
 تم لوٹنے جاؤ گے (۸۳)

گہر مشتمل درس میں قرآن کریم کی معانیت اور صداقت کا ذکر  
 ہوا۔ پھر اللہ نے ترمیم کے حقیقی دلائل دیے جن میں عذر و منکر کے کہے انسان اللہ  
 کی وحدانیت اور اس کی قدرت کو سمجھ سکتے ہیں۔ یہی دلائل وقوع قیامت کے  
 لیے بھی کافی ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو قسمی دی کہ آپ کفار و مشرکین کی بیودہ باتوں سے غلگین نہ ہوں ، ہم اُن کے  
 ظاہر و باطن کو جانتے ہیں اور ان کے عقاید و اعمال کا ضرور بدلہ دیں گے۔ اب  
 آج کے درس میں بھی اللہ نے اپنی وحدانیت اور اپنی قدرت پر دلائل پیش  
 کیے ہیں اور ساتھ ساتھ مشرکین کا رد فرمایا ہے۔

رابطہ آیت

فہم ان کے  
پیدا کرنے

ارشاد ہوتا ہے اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُّطْفَةٍ  
کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے ایک قطرہ آب سے پیدا کیا۔ نُطْفَةٍ شفاف پانی  
کر سکتے ہیں اور اس سے مزار انسان کا مادہ کر لیا ہے جو انسان کی پیدائش کا درپوش  
بنتا ہے۔ سورہ سجدہ میں فرمایا ہے ثُمَّ جَعَلْنَا نَسْلَكَ مِنْ مَّاءٍ  
مُرْہُیْنِ (آیت ۸۰) ہم نے انسان کی تخلیق مکئی سے کی اور پھر اس کی نسل کو تیر  
پانی سے جلا کر پیناب کی طرح ناپاک ہے اور اگر کسی کو پلے یا جسم کو گت جلتے تو دھو  
بغیر بارہ نہیں ہوا۔ سورہ الطارق میں ہے فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ  
انسان غور کر کے کہ اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ  
اے اچھینے والے پانی سے تخلیق کیا گیا ہے يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ  
وَالْمُتَّأْتِیْ آب جو سینے اور پیلی کی ٹیڑیوں کے درمیان سے خارج ہوتا ہے مطلب  
یہ کہ اگر انسان اپنی پیدائش میں ہی غور کرے تو اس کا تمام غرور و تکبر ختم ہو جائے  
اور وہ اللہ کے معاصات میں محبت بازی نہ کرے۔

دوبارہ زندگی  
پر متوجہ

فرمایا کہ ہم نے تو انسان کو ایک حقیر قطرہ آب سے پیدا کیا فَاِذَا هُوَ  
نَحْوِ سَنَةٍ مُہِیْنِ ستر اچانک وہ بڑا جھگڑا کر بنا ہوا ہے۔ اسے تو اپنی پیدائش کو رکھ  
کبھی وہ مدینیت کا قافلہ ہو جانا چاہیے تھا مگر وہ وہ قریب قیامت اور دلائل قدرت  
کے انکار میں طرہ طرح کی جھٹ بازی کرتا ہے وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا  
اور ہمارے سامنے طرہ طرح کی مثالیں بیان کرتا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا  
اور ہم نے تخلیق کر کے بنا دیا ہے کہ وہ کس سے کس ذرائع سے کی۔ فَرَاہَا اِنْسَانًا عَاقِبَتِ  
اندریش ہے کہ وہ دوبارہ زندگی کے تعلق یہ دلیل پیش کرتا ہے قَالَ مِمَّنْ  
يَخْلُقُ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ اور کہتا ہے کہ ان ہڈیوں کو کن دوبارہ زندہ کرے گا  
جب کہ یہ بھر بھری ہو مائیں گی۔ بعض مشرکین بڑا سیدہ ہڈیوں کہ ہاتھ سے  
سٹل کر سکتے تھے کہ کیا یہ ہڈیاں دوبارہ زندگی سے آگشتا ہوں گی جو چونہ چرہ  
ہو کر خاک میں مل جاتی ہیں؟ سورہ سجدہ میں اللہ نے مشرکین کا یہ بیان نقل کیا ہے۔

وَقَالُوا لَا تَزِدَّ إِلَّا عَذَابَنَا فِي الْأَرْضِ عَمَّا نَالَفْنَاهُ خَلَقَ جَدِيدُهُ  
 (آیت ۱۰) کیا جب ہم گل سڑ کر مٹی میں لال بائیں گے تو پھر دوبارہ پیدا کر دینا میں  
 ظاہر ہوں گے؟ سورۃ النمرود میں بھی ہے عَزَّادًا كُنْتُمْ عَذَابًا  
 نَحْنُ نَخْتَرُ (آیت ۱۱) جب ہماری ٹہریاں بھر بھری ہو جائیں گی تو کیا ہمیں دوبارہ  
 حیات نصیب ہوگی؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ اللہ نے انسان کو قوت گویائی  
 بخشی ہے مگر وہ اسی قوت کو برائے کار لا کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتے اور اُس  
 کی توحید کا اقرار کرنے کی بجائے اُس کے معاملات میں مداخلت کر رہے ہیں۔

اللہ نے فرمایا اے پیغمبر! قُلْ اٰیۡہِیۡ اَنْۡ اَسْـَٔلَہٗمُ لَیۡسَ بِیۡہِمْ اَمْرٌ اِلَّا اَنْ یَّجِیۡدُوۡہِ  
 میں حیات کے عود کو آئے۔ کو بیدار کیا کرتے ہیں مگر یاد رکھو! جَعَلْنَا  
 الْاِنۡسَانَ اَشَکَکًا ۚ اَوَّلَ مَرۡۃٍ اِنْ کَانَ یَہِیۡ زَہۡدًا کَرۡہَہٗ لَہٗ اَسۡہَرُ  
 پیدا کیا تھا جب کہ ان کا کوئی مادہ بھی موجود نہ تھا اب جب کہ ایک چیز وجود میں آچکی ہے اور  
 تم تمیز کرتے ہو کہ اللہ نے قحط آب کو خون میں تبدیل کیا پھر اس کا گوشت بنایا، اس میں ڈھریاں پیدا کیں اور  
 ان کے اوپر گوشت چڑھایا اور پھر لوہے جسم کی حفاظت کے لیے اُس کے اوپر  
 کھال پیدا کی۔ اس کا ہر عضو نہایت سوزن طریقے سے اپنی اپنی جگہ پر فٹ کیا  
 اور فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنۡسَانَ فِیۡ اَحْسَنِ تَقْوِیۡمٍ (العتیق: ۴)  
 ہم نے انسان کو بہترین شکل و صورت میں تخلیق کیا۔ تو فرمایا کہ جس خدا نے سب  
 کچھ سلی مرتب کیا، کیا وہ اس کا اعادہ کرنے پر قادر نہیں؟ حقیقت یہ ہے وَکَلَّمَا  
 یَحۡمِلُ خَلۡقَہٗ عَلَیۡہِمْ کہ وہ ہر میدانِ کوشش کو خرب جاتا ہے، اس کے علم سے  
 کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

اللہ نے یہی بات ایک مثال کے ذریعے بھی سمجھائی ہے اَلَّذِیۡ  
 جَعَلَ لَکُمُ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخۡضَرِ نَارًا ۚ اَللّٰہُ الَّذِیۡ ذَاکَ ہُوَ  
 جس نے تمھارے لیے سبز درختوں سے آگ پیدا فرمادی، مطلب یہ ہے کہ ہر  
 بھرے درخت ہونے میں جن کے تنے، شاخوں اور پتوں میں کافی مقدار میں

درختوں سے  
 آگ کی  
 مثال



طرہ سے ہوتی ہے مگر یہ درخت خشک ہو کر جانے کے کام آتے ہیں بعض فصلیں  
 ہیں کہ بہتر درخت سے ملو متغنا و چیزیں ہیں۔ عرب میں دو قسم کے درخت ہوتے  
 تھے ایک کا نام سرخ اور دوسرے کا عصارہ تھا۔ ان دونوں درختوں کی پھل دیں کہ  
 آپس میں رگڑنے سے بالکل اسی طرح آگ نکلتی تھی جس طرح جھپٹان کے دو پتھر رگڑنے  
 سے آگ نکلتی ہے یا گھڑے کے ٹم پتھروں سے ٹکرانے سے چنگاریاں نکلتی ہیں۔  
 مطلب یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ بنزد درختوں سے آگ پیدا کر سکتا ہے وہ بوسیدہ  
 ٹپڑوں میں حیات بھی پیدا کر سکتا ہے۔ جب بنزد درختوں سے آگ اللہ تعالیٰ  
 پیدا کر رہا ہے **فَإِذَا أَنْتُمْ سَوَّيْتُمْ فَأَنْتُمْ سَوَّيَةٌ** تو یہ تو ان کا نام تم اس سے ملتا ہے  
 ہوا اور یہی آگ کھانا پکانے کے لیے استعمال میں لائے ہو۔

مصر کے جدید علوم کے اہر مفسر قرآن طنطاویؒ اسی آیت کی تفسیر میں  
 لکھتے ہیں کہ اللہ نے درخت کے سبز پتوں کو عجیب حکمت کے تحت تخلیق  
 کیا ہے۔ سورج کی روشنی کے دوران درختوں کے پتے — آکسیجن یعنی زندگی  
 بخش گیس لینے اور جذب کرتے رہتے ہیں۔ ہر مائنس کے ذریعے انسانی جسم میں  
 یہی آکسیجن جاتی ہے جس سے اس کا خون صاف ہوتا رہتا ہے اور اس کی زندگی  
 قائم رہتی ہے۔ اگر یہی سانس تھوڑی دیر کے لیے رُک جائے تو انسانی زندگی کا  
 خاتمہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی مریض سخت لاسر ہو جاتا ہے اور وہ ممرل  
 کے مطابق سانس لینے کی قوت بھی نہیں رکھتا تو پھر اس کے جسم میں مصنوعی  
 طریقے سے سلنڈر کے ذریعے آکسیجن پمپائی جاتی ہے۔ بہر حال درخت دن کے  
 وقت آکسیجن اپنے پتوں کے ذریعے اندر کھینچتے ہیں اور رات کو کاربن ڈی آکسائیڈ  
 جیسی ذہری گیس باہر نکالتے ہیں، اسی لیے تجربہ کار لوگ رات کو درختوں کے نیچے  
 سونے سے منع کرتے ہیں۔

اگسین ایک تیز گیس ہے جس میں آتشی مادہ بھی پایا جاتا ہے اور اگسین کے بغیر آگ بھی نہیں جل سکتی، تو گویا اللہ نے درختوں میں اگسین کا ذخیرہ کر دیا ہے جس کی وجہ سے یہ آگ پکڑ لیتے ہیں۔ اسی طرح پانی میں بھی درگیس پائی جاتی ہیں یعنی اگسین اور ایئر روہن۔ گویا قدرت نے پانی میں بھی آگ کا مادہ رکھا ہے۔ کہ اللہ نے درخت کی مثال بیان فرمائی ہے اور اپنی قدرت کا شاہکار ذکر کیا ہے کہ وہ ہزار درختوں سے آگ پیدا کر سکتا ہے تو کیا بوسیدہ ہڈیوں میں دوبارہ زندگی نہیں لاسکتا؟۔ ضرور لاسکتا ہے اور وہ ایسا کر کے ہے گا۔

آسمان و  
زمین کی  
مثال

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا بیان اس انداز میں کیا ہے۔  
أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِعَظِيمٍ عَلَيَّ أَنْ يَخْلُقَ  
مِثْلَهُمْ كَمَا آتَمَنَ كَوْنِهِمْ اور جیسے ان جیسے اور پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے؟ خدا نے تو آسمان، زمین اور سیاروں جیسی بڑی بڑی چیزیں پیدا کر دی ہیں تو وہ ان لوگوں جیسی شکل و صورت والے درختوں کو کیوں نہیں پیدا کر سکتا۔ کسی چیز کو پہلی دفعہ پیدا کرنا تو ذرا مشکل ہو تا ہے جب کہ پہلے سے اُس کا نمونہ ہی موجود نہ ہو، مگر جب ایک انسان کو پیدا کر دیا اور پھر اس نے بچاؤ سیکھا اور عمر بھر گزارا ہو تو اس کا دوبارہ پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں ہو سکتا۔ دوسری جگہ فرمایا کہ تم ہر روز مشاہدہ کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ مختلف رنگ و نسل کے لوگ پیدا کر رہا ہے، نباتات، حیوانات اور جمادات کو پیدا کرتا ہے، لہذا وہ اپنی لوگوں کو اپنی اجسام اور اپنی شکل و صورت کے ساتھ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی یقیناً قادر ہے فرمایا کہ کیوں نہیں وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ وہ تو سب سے بڑا پیدا کرنے والا اور علیم ہے اس کے لیے یہ کام کون سا مشکل ہے۔ علیم سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ انسانی جسم میں پائے جانے والے تمام عناصر کو اللہ تعالیٰ نے خوب جانتا ہے لہذا وہ ان سب کو دوبارہ جمع کر کے انسان کو اپنے سامنے لا کر رکھ دے گا۔ قیامت کا انکار تو برحق کی بات ہے، البتہ کوئی یہ کہے کہ

اللہ تعالیٰ ابھی قیامت برپا کیوں نہیں کر دیتا اور پھر لوگوں کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر دیتا، تو اس کی حکمت اور مصلحت کے خلاف ہے۔ اُس نے ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ ہر فرد کی زندگی کا ایک وقت مقرر ہے اور اسی طرح ساری کائنات کے لیے بحیثیت مجموعی بھی ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ آئے گا۔ تو یہ سارا نظام تبدیل کر کے نیا نظام قائم کیا جائے گا۔ پھر حساب کتاب ہو گا اور جزائے عمل کی منزل آئے گی۔ اُس وقت تمام انسان دوبارہ انہی اقسام کے ساتھ اللہ کے حضور پیش ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ  
کی قدرت  
کاملہ

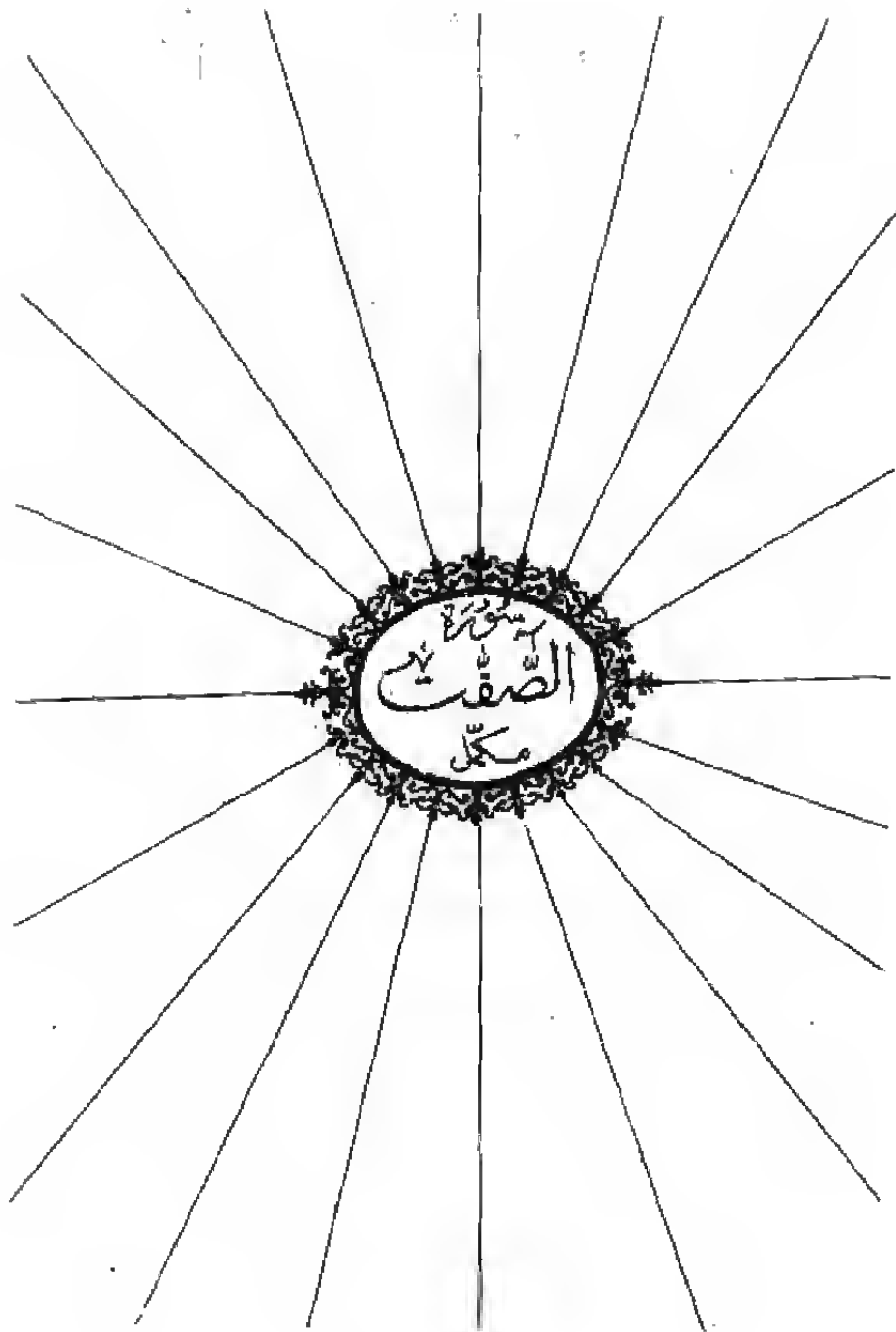
فرمایا، اللہ تعالیٰ قدرت نامہ کا مالک ہے إِنَّ مَّا أُمِرُوا إِذَا أَرَادُوا شَيْئًا أَنْ يَقُولُوا لَهُ كُنْ فَيَكُونُ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کئی کام کو انجام دینے کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے بِرَبِّكَ كُنْ پس وہ چیز ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس وقت امر و نکرار صورت میں وصفت اور جس مرتبے کی چیز تخلیق کرنا چاہتا ہے وہ چیز فوراً وجود میں آجاتی ہے، پھر تائید نہیں ہوتی۔

پھر اُخر میں فرمایا فَسُبْحَانَ الَّذِي عَزَّ وَجَلَّ وَمَا يَكُونُ لَكُمْ عَنِ عِلْمِهِ غَبْرٌ پس پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جس کے علم میں ہر چیز کا اقتدار ہے۔ ملکات کا سامنا ہے اور مطلب ہے مکمل اقتدار، اختیار یا بادشاہی۔ تو ہر چیز کا اقتدار اسی ذات کے پاس ہے، جو ہر عیب، نقص اور کمزوری سے پاک ہے۔ اور ہر اس شرک سے سزا ہے جس کو مشرک لوگ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ وَالَّذِينَ تَرَىٰ جِبَعًا أَوْ تَرَىٰ سَبًّا أَوْ تَرَىٰ لَوْنًا جَاوِدًا گویا نام امور کی انتہائی اللہ ہی کی طرف ہے پہلے سورۃ فاطر کی ابتدا میں بھی گندہ چک ہے وَاللَّهُ تَرْجِعُ أَلْأُمُورَ (آیت - ۴) تمام کام لوٹ کر اُسی اللہ کی طرف ہی جاتے ہیں۔ انسانوں کو بھی اُسی عدالت میں پہنچنا ہے۔ جہاں حساب ہو گا۔ اور اگر ایمان اور توحید کو اختیار نہ کیا تو سخت گرفت آئے گی کیونکہ کوئی چیز اللہ کے دست قدرت سے باہر نہیں ہے، وہ ہر عیب

اور نقص سے پاک ہے۔

سورۃ کے آخری حصہ میں اس کا خلاصہ دوبارہ آگیا ہے۔ قرآن پاک کی  
حقانیت و صداقت، توحید اور وقوع قیامت کے دلائل اور رسالت کا کچھ حصہ  
بھی ضمناً آگیا ہے۔

---



الصفۃ ۲۰

آیت ۱۰-۶۱

والم ۲۲

درس اول ۱

سُورَةُ الصَّفَاتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَانْتِثَارٌ وَمَعَانُونَ إِلَهُ وَفَسْ كُفَّاءُ

سُورَةُ صَفَاتِ سَی ہے ۱۰ اس کی ایک سو بیس آیات اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

- وَالصَّفَاتِ صَفًا ① فَالزَّجَرِ ② زَجْرًا ③  
 فَالْتِلِيتِ ④ ذِكْرًا ⑤ إِنَّ إِلَهَكُمْ لَوَاحِدٌ ⑥  
 رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا  
 وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ⑦ إِنَّا زَيْنًا لِّلنَّاسِ  
 بَازِينَ ⑧ الْكَوَاكِبِ ⑨ وَحِفْظًا ⑩ مِّنْ كُلِّ  
 شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ⑪ لَا يَسْمَعُونَ إِلَى الْمَلَأِ  
 الْأَعْلَى وَيُقَذَّفُونَ ⑫ مِنْ كُلِّ حَاوِيٍّ ⑬  
 دُخُورًا ⑭ وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ⑮ إِلَّا مَن  
 خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شَهَابٌ  
 ثَاقِبٌ ⑯

ترجمہ: یہ قسم ہے صفت بندہ صفت والوں کی قطار

بنا کر ① اور ڈانٹ پلانے والوں کی جھڑک کر ②

اور تلاوت کرنے والوں کی ذکر ③ بیشک تمہارا مجبور

ایک ہی معبود ہے (۳) جو پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ، اور پروردگار ہے مشرقوں کا (۵) جسے شک ، ہم نے سزین کیا ہے آسمان دنیا کو ستاروں کی رزق سے (۶) اور ان کے ذریعے حفاظت کی جاتی ہے ہر مرکز شیطان سے (۷) نہیں سن سکتے یہ ملا اعلیٰ کی بات کو ، اور پھیلے جاتے ہیں وہ ہر جانب سے (۸) دھکیلے ہوئے ، اور ان کے لیے عذاب ہے ہمیشہ کے لیے (۹) ہاں ! مگر جس نے ایک یا کسی بات کو اچکا ، پس اُس کے پیچھے گناہ ہے چمکا ہوا شباب (۱۰)

اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ الضحیٰ ہے جو کہ اس کے پہلے لفظ سے نامور ہے۔ یہ سورۃ مکی دور میں سورۃ انعام کے بعد نازل ہوئی۔ یہ مکی زندگی کا درمیانی عرصہ ہے۔ اس سورۃ کی ایک توبیہ کی آیات اور پانچ رکوع ہیں اور یہ سورۃ اٹھ سو ساٹھ الفاظ اور تین ہزار اٹھ سو انیس حروف پر مشتمل ہے۔

دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورۃ مبارکہ میں بھی زیادہ تر زیادتی حقائق توحید و رسالت ، معارف قرآن پاک کی صداقت و حقیقت کا ہی ذکر ہے ، اہم توحید کا بیان سب سے زیادہ ہے۔ اس سورۃ میں بعض پہلے دلائل قدرت بیان کیے گئے ہیں ، جو دلائل توحید اور دلائل قیامت بھی ہیں۔ رسالت کے سلسلہ میں حضرت نوح علیہ السلام ، ابراہیم علیہ السلام ، موسیٰ علیہ السلام ، اسیس علیہ السلام اور یس علیہ السلام اور بعض دوسرے انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے مذکورہ مضامین کے علاوہ بعض ضمنی مضامین بھی آگئے ہیں۔ فرشتوں کا خاص طور پر تذکرہ ہے۔ عرب کے مشرک فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں تصور کرتے تھے اور بعض انہیں جہود سمجھتے تھے ، ہر زمانے میں مشرک لوگ فرشتوں

نام اور  
کوائف

مضامین سورۃ

سے غالباً امر طلب کرتے ہے۔ چنانچہ اس سورۃ کی ابتدا میں جو قسم اٹھائی گئی ہے اس کے مصداق بھی فرشتے ہیں۔ اللہ نے فرشتوں کی اطاعت و فرمانبرداری کا ذکر بھی کیا ہے کہ وہ تو خود اللہ کے حکم کے تابع ہیں، پھر تم ان کو کس طرح معبود سمجھتے ہو؟ اس سورۃ کی ابتدا قسم سے ہوتی ہے وَالضُّعُفُ مَنَقًا قسم ہے قطار در قطار ہو کر صفت باندھنے والوں کی۔ اس سے مراد فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے ہر وقت صفت بہتہ منتظر رہتے ہیں۔ یہی بات سورۃ کے آخر میں بھی کہنے لگی۔ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ الْعَاقِبَاتِیْنَ (آیت ۱۶۵) ہم تو ہر وقت صفت باندھے کھڑے رہتے ہیں۔ تاکہ اللہ کا حکم سن کر اس کی تعمیل کریں۔ غرضیکہ اللہ کے فرشتے اس کے حضور صفت بہتہ کھڑے رہتے ہیں۔ اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتے عبادت اللہ کے لیے صفت بہتہ رہتے ہیں۔ اسی طرح صفت بندی سے مراد اہل ایمان ان نزل کی صفت ہیں۔ مراد ہو سکتی ہے ان کو بھی اعلیٰ ترین عبارت نماز کے لیے صفت بندی کی سخت تاکید کی گئی ہے۔

فرشتوں کی  
صفت بندی

اہل ایمان سے صفت بندی دو مقامات پر طلب ہے، ایک نماز کے لیے اور دوسرے میدان جنگ میں جہاد کے لیے۔ سورۃ الصف میں جہاد کے لیے صفت بندی کی ترغیب دی گئی ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِیْنَ یُعْتَدِلُوْنَ فِی سَبِیْلِہِمْ صَفًّا کَاَنتُمْ بُنَیَّانَ تَقُوْمُوْنَ فِیْہِمْ رَاٰیَۃٌ (آیت ۴) اللہ تعالیٰ اس کے راستے (جہاد) میں سید چلائی ہوئی راہ کی طرف صفت بندی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے اَلَا تَصُفُّوْنَ کَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِکَةُ عِنْدَ رَبِّہَا لوگر اتم نماز کے لیے اس طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے

صفت بندی  
کی اہمیت



پسوردگار کے ہاں صفت بندی کرتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا: حضور! فرشتے کس طرح صفت بندی کرتے ہیں؟ فرمایا: يُحْمِلُونَ الصُّفُوفَ الْأُولَىٰ وَيَحْمِلُونَ فِيهَا الصُّفُوفَ کہ وہ پہلی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور صفت میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں یعنی درمیان میں خلا نہیں چھوڑتے۔ بعض روایات کے الفاظ ہیں وَأَمَّا مِنَ دُونِ هَؤُلَاءِ فَتُجَاكَبُ الشَّيَاطِينُ کہ وہ شیطان کے لیے سنے نہیں چھوڑتے نمازیوں کے درمیان جتنا فاصلہ زیادہ ہوگا۔ اسی قدر شیطان کی آمد و رفت بھی زیادہ ہوگی اور وہ نماز میں خلل ہوگا۔ نماز کے لیے صفوں کا اکیڑی حکم ایسا ہے پہلی صف میں بالغ اور عمر رسیدہ لوگ کھڑے ہوں، اس کے بعد بچوں کی صف ہو اور پھر آخر میں عمر نہیں صفت بنائیں۔ حضور علیہ السلام نماز کے لیے خود صفوں کا کھڑکی فرمایا کرتے تھے۔ صحابہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا فرمایا کرتے تھے كَمَا أَتَىٰ سَوْدَىٰ بَهْكَ الفدا آج ر مسلم اگر یا کہ صف سے تیر سیدھا کیا جائے گا۔ اس طرح جب حضور علیہ السلام جہاد کے لیے صف بندی کرتے تو اس میں بھی کوئی رشتہ نہیں چھوڑتے تھے۔

صف کے لفظ سے نظم و ضبط اور باقاعدگی کی تعلیم ملتی ہے ہر کام پر اس طریقے کے ساتھ انجام دینا چاہیے۔ بنی ظلی اللہ تعالیٰ کو قطعاً اپنے نہیں چاہو بنی ظلی دنیا کے نظام میں بھی غزالی کا باعث بنتی ہے۔ ہر حال صفت بندی ہماری امت کی خصوصیت ہے۔ دیگر خصوصیات میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے ساری زمین کو امت محمدیہ کے لیے مسجد قرار دیا ہے اور طہارت کے لیے مٹی کو پاک قرار دیا ہے جس سے تہتم روا ہے۔

پہلے فرشتوں یا انسانوں کی صف بندی کی قسم اٹھائی پھر منسرایا۔

نہج کی عزت



کہے لیے اپنے بونٹوں کو حرکت دیتا ہے تو میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ صحیحین کی حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ میرا معاملہ بندے کے ساتھ اس کے یقین کے مطابق ہے جب وہ مجھے اپنے جی میں یاد کرے اسے تو میں بھی اُس کو اپنے جی میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر دوسروں کے سامنے کرے، تو میں ان سے بہتر بندوں کی جماعت یعنی فرشتوں کے سامنے اس کا ذکر کرتا ہوں۔

بہر حال ذکر دو طرح سے ہوتا ہے۔ اگر زبان سے کلام پاک پڑھا جائے اور شریعت پڑھا جائے یا دیگر وظائف کئے جائیں تو یہ انسان کے اپنے فائدے کے لیے ہوتا ہے جس سے اُسے اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ فرشتے بھی اپنے پروردگار کا ذکر اُس کی رضا اور خوشنودی کے لیے کرتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دوسروں کو تعلیم دینے کے لیے ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ بھی ضروری ہے تاکہ یہ مسئلہ آگے چلتا رہے۔ اس سے پڑھتے اور پڑھانے والے دونوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

حضرت کی کراچی

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ تین قسمیں اشکار یعنی تاکیدیہ فرمایا إِنَّ اللَّهَ كَرِيمٌ لَوْ لَاحِدٌ بیشک تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ ہر نیک انسان، جن اور فرشتے صرف خدا کے واسطے لا شریک ہی کی عبادت کرتا ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر انسانوں، جنوں یا فرشتوں کو معبود بنانا تو بڑی بے وقوفی کی بات ہے۔ وہ تو خود اس فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طریقے سے اللہ ہم سے راضی ہو جائے اور ہم سے کوئی نافرمانی کی بات سرزد نہ ہو جائے۔ اُن کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ اللہ کے ہر حکم کی تعمیل اُس کے نشاء کے مطابق ٹھیک طریقے سے ہو۔ فرشتے بھی اللہ کی اطاعت میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ پھر انہی کو معبود بنانا کہاں کی عقلندی ہے؟ لہذا مشرکین کو کسی طرح بھی یہ حق نہیں پہنچا کہ وہ خدا کے علاوہ کسی دوسری ہستی کو معبود مان کر اُس کی عبادت کریں یا اُس کی دہائی دیں یا اُس کے سامنے نذرانے پیش کریں حالانکہ معبود برحق تو ایک ہی ہے جو سب جہانوں کا خالق، مالک

متصرف اور مرنی ہے۔ بہر حال فرشتے صفِ بائیں کھڑے ہوں یا انسان سب  
سنگولی جیتے ہیں کہ معجزہ حقیقی صرف ایک ہی ہے۔

رب الثَّانِ

اور وہ کون ہے رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا  
وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے رب  
کامیابی پرورش کرنے والا یعنی ہر چیز کی اس طرح نشوونما کرنا کہ وہ بتدریج مددِ کمال  
تک پہنچ جائے، غرضیکہ اللہ تعالیٰ انسانوں، جانوروں نباتات اور جمادات  
سب کا پروردگار ہے اور اس کام میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہر چیز کی  
پرورش انحراف اور غلطی اس کے ذمہ ہے۔

وَبِئْسَ الْاَمْسَاقُ الَّذِيْنَ اُشْرِقُوا بِرَبِّهِمْ هِيَ سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ  
بِئْسَ رَبُّ الْمُنٰفِقِيْنَ وَرَبُّ الْعٰقِلِيْنَ رَآیْتُ ۱۰۰) بھی آیا ہے  
یعنی دونوں مشرق اور دونوں مغرب کا رب بھی وہی ہے۔ اس کے علاوہ رَبُّ  
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (المعارج۔ ۴۰) بھی آیا ہے کہ تمام مشرق اور مغربوں کا  
وہی پروردگار ہے۔ غرضیکہ مشرق اور مغرب، دوہذا متضاد اور متضاد معنیوں میں  
استعمال ہوئے ہیں۔ جہاں واحد کا صیغہ ہے وہاں پر عام فہم معنی آتا ہے کہ مشرق  
اور مغرب کا پروردگار اللہ ہے۔ جہاں متضاد کا صیغہ استعمال ہوا ہے وہاں مطلب  
یہ ہے کہ سردی اور گرمی ہر دو کمروں کے مشرق اور مغرب کا رب اللہ ہے۔  
ظاہر ہے کہ گرمی کے موسم میں سورج اور چاند سے طلوع اور دو سری جگہ مغرب  
ہوتا ہے، جب کہ موسمِ سرما میں اس کا مشرق و مغرب قدرے مختلف ہوتے ہیں  
اسی طرح جمع کا صیغہ استعمال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ درحقیقت ہر دن  
سورج کا مشرق و مغرب مختلف ہوتا ہے۔ چونکہ ہر روز کچھ نہ کچھ فرق پڑتا رہتا  
ہے لہذا ان تمام مشرق و مغرب کو جمع کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ البتہ اس  
مقام میں صرف مشرق کا لفظ آیا ہے اور مغرب نہیں لایا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ  
مشرق ذکر کرنے سے مغرب خود بخود ذہن میں آتا ہے کہ جس سورج نے طلوع ہوا



کو بھی نافرمانی پر آمادہ کرتے ہیں۔ انسانوں کے دلوں میں بڑے دوسرے ڈالتے ہیں۔  
لہذا انہیں ہمیشہ مار پڑتی رہتی ہے۔

فَرَا إِلَى مَصَدِّ حَقٍّ خَطَفَتْ بِحَمْرِ شَيْطَانٍ مِّنْ سَعْيٍ كَمَىٰ فِي أَدْبَارِهَا  
کربہ رکنانے کے باوجود فرشتوں سے کوئی بات ایکس لی، جس نے کوئی بات حسن  
لی قَاتِبَهُ شَهَابٌ

اور وہ بھیجے جاتا ہے۔ شیطانی یہ کہ کشش جادوی ہے اور آئندہ بھی جاری ہے  
جی تاکہ وہ انسانوں کو حقیقی انسان گمراہ کر سکیں۔ تاہم شباب ناقب بھی ان کا بچھا کر کے  
ان کو بھگتے رہیں گے۔ ہم یہاں دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کسی سپار کو سر کرنے کے لیے  
کتنی محنت اور کشش کرتے ہیں۔ اکثر کام ہوتے ہیں اور کبھی کامیاب بھی ہو  
جاتے ہیں۔ دنیا کی بلند ترین چوٹی مونٹ ایلورسٹ کو سر کرنے میں ڈیڑھ سو سال صرف  
ہوئے تھے اور تب جا کر اس میں کامیابی ہوئی تھی۔ اس طرح شیطان بھی یاد پر جانکر  
اسکومات حاصل کرتے رہتے تھے اور اس کشش میں وہ مرتے بھی رہتے ہیں۔  
مگر ان کے جانشین یہ بھی جاری رکھتے ہیں اور پٹنے رہتے ہیں۔

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَنِ خَلَقْنَا  
بَنَاءَ خَلْقَهُمْ مِنْ طِينٍ لَازِبٍ ① بَلْ عَجِبْتَ  
وَيَسْخَرُونَ ② وَإِذَا ذُكِرُوا لَا يَذْكُرُونَ ③  
وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ④ وَقَالُوا إِنَّ هَذَا  
إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ⑤ وَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَ  
عِظَامًا إِنْآ لِمَبْعُوثُونَ ⑥ أَوْبَابُؤُنَا الْأُولُونَ ⑦  
قُلْ نَفْسٌ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ ⑧ فَإِنَّمَا هِيَ  
زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ ⑨  
وَقَالُوا يُوَيْلَنَا هَذَا يَوْمُ الدِّينِ ⑩ هَذَا  
يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ⑪  
أَحْشَرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا  
يَعْبُدُونَ ⑫ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَاهْدَوْهُمْ إِلَى  
صِرَاطٍ الْجَحِيمِ ⑬ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ  
مَسْئُولُونَ ⑭ مَا لَكُمْ لَا تَنْصَرُونَ ⑮ بَلْ  
هُمْ الْيَوْمَ مُسْتَلْمُونَ ⑯ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ  
عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ⑰ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنْتُمْ

تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ۖ (۲۸) قَالُوا بَلْ لَمْ تَكُونُوا  
 مُؤْمِنِينَ ۖ (۲۹) وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ  
 سُلْطٰنٍۭۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ۖ (۳۰) فَعَوَّ  
 عَلَيْنَا قَوْلَ رَبِّنَا اِنَّآ لَذٰلِقُمْۤ اَوْۤ اَعْوَيْنٰكُمْ  
 اِنَّا كُنَّا عٰوِيْنَ ۖ (۳۱) فَلَا نَهْمُ يَوْمَئِذٍۭ فِى  
 الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۖ (۳۲) اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ  
 بِالْمُجْرِمِيْنَ ۖ (۳۳) لَّٰنَهْمُ كَانُوْۤا اِذَا قِيلَ لَهُمْ  
 لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۖ (۳۴)

ترجمہ ۱۔ پس آپ ان سے پوچھیں کہ کیا یہ زیادہ  
 سخت ہیں بننے میں یا وہ جن کو ہم نے پیدا کیا ہے  
 بے فکر ہم نے ان کو پیدا کیا ہے پچھنے والی سٹی  
 سے (۱۱) بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں اور یہ ٹھٹھا کھٹے  
 ہیں (۱۲) اور جب ان کو یاد دلایا جائے تو نصیحت  
 نہیں پکڑتے (۱۳) اور جب یہ دیکھتے ہیں کوئی نشانی  
 تر ہنسی اڑاتے ہیں (۱۴) اور کہتے ہیں، نہیں ہے یہ  
 مگر کھٹا جادو (۱۵) کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہر جائیں  
 گے سٹی اور ٹہریاں تو کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے (۱۶)  
 کیا ہمارے آباؤ اجداد بھی جو پہلے گزر چکے ہیں (۱۷)  
 آپ کہہ دیجئے ہاں، اور تم ذلیل ہو گے (۱۸) اور بیشک  
 وہ ایک ہی ٹرانٹ ہوگی، پس اچانک وہ دیکھ رہے



ہوں گے (۱۹) اور کہیں گے وہ اُسے ہماری خزانہ  
یہ تر جزا کا دن ہے (۲۰) ان یہ فیصلے کا دن ہے  
جس کو تم جھٹلاتے تھے (۲۱) (حکم ہوگا) اکٹلا کر دو  
اُن کو جنہوں نے ظلم کیا، اور ان کے جوڑوں کو، اور  
جن کی وہ پرہیز کرتے تھے (۲۲) اللہ کے سوا، پس  
چلاؤ ان کو جہنم کے راستے کی طرف (۲۳) اور کھڑا  
کر دو ان کو، بیشک ان سے پوچھا جائے گا (۲۴) کیا ہوا  
ہے، تم کو، ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے (۲۵)  
بلکہ وہ آج کے دن (ایک دوسرے کو) پکڑنے والے  
ہوں گے (۲۶) اور متوجہ ہوں گے بعض ان میں سے  
بعض پر اور باہنیں گے (۲۷) کہیں گے، تحقیق تم اُنے  
تھے ہمارے پاس داہنی طرف سے (۲۸) وہ کہیں گے  
بلکہ نہیں تھے تم ایمان لانے والے (۲۹) اور نہیں تھا  
ہمارے لیے تم پر کوئی غلبہ، بلکہ تم خود سرکشا کہنے  
والے تھے (۳۰) پس ثابت ہو گئی ہے ہم پر بات  
ہمارے پروردگار کی۔ بیشک ہم چکھنے والے ہیں عذاب  
کا سزا (۳۱) پھر ہم نے گمراہ کیا تمہیں کیونکہ بیشک  
ہم بھی گمراہ تھے (۳۲) پس یہ لوگ اس دن عذاب  
میں شریک ہوں گے (۳۳) ہم اسی طرح کرتے ہیں  
مجرموں کے ساتھ (۳۴) بیشک یہ لوگ کہ جب ان  
کے سامنے کہا جائے تھَا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تر شکرت  
کرتے تھے (۳۵)

بیشک

اس سورۃ کی ابتداء میں صفت نبوی کریمؐ کے واسطے فرشتوں کا ذکر کیا گیا اور

اُن کو قسم اٹھا کر خدا تعالیٰ کی درحالت کا اعلان کیا گیا۔ ملائکہ کی صفت بندی یا انسانوں کی  
 نماز اور حجاب کے لیے صفت بندی خود اللہ کی توفیق پر ولادت کرتی ہے۔ جب  
 تمام ملائکہ اور انبیاء اور صلحائے امت اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور اُنسی کو مشکل کرنا  
 اور حاجت روا سمجھتے ہیں تو پھر مشرک لوگ غیروں کو سمجھوان کر اُن کی نذر و نیاز کیوں  
 پیش کرتے ہیں اور اُن سے حاجت بڑی کی کیسے توقع رکھتے ہیں؟ حقیقت  
 یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق، مالک، امری اور تصرف ہے لہذا سمجھو حقیقی معنی میں  
 ارشاد ہوتا ہے اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فَاَسْتَفْتِيَهُمْ ذرا آپ  
 ان سے پوچھیں کہ یہ لوگ کس بنا پر اکثر دکھائے ہیں اور قیامت کا اظہار کرتے  
 ہیں اَهُمَّ اشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَنْ خَلَقْتُ کیا یہ پیدائش میں زیادہ دشوار  
 ہیں یا وہ چیزیں۔ جن کو ہم نے پیدا کیا ہے۔ یہ انسان جیسی چھوٹی سی چیز کی دوبارہ  
 تخلیق محال سمجھتے ہیں حالانکہ رَبُّ الشَّجَرَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا  
 (آیت ۵۰) یعنی آسمانوں اور زمین جیسی بڑی بڑی چیزوں کے خالق و مالک اور  
 مدبر بھی ہم ہیں۔ مشرکین اور منکرین ہمارے استفسار یہ ہے کہ کیا زمین و آسمان  
 اور اُن کے درمیان والے تمام کھون کی تخلیق مشکل ہے یا تمہاری مطلب یہ  
 ہے کہ جو فادر مطلق اتنی بڑی بڑی چیزوں کو پیدا کر سکتا ہے، وہ تمہیں دوبارہ  
 کیوں نہیں پیدا کر سکتا۔ فرمایا تمہارا تو ارادہ تخلیق بھی زیادہ بخت نہیں۔ اَسَا  
خَلَقْنَاهُمْ قَدْ طِينٍ لَّا ذِيْ اَمٍ ہم نے بنی نوع انسان کے مادہ  
 حضرت آدم علیہ السلام کو چمکنے والی مٹی سے پیدا کیا اور پھر آگے نسل انسانی کو  
قُلُوْبًا آب سے چلایا۔ بھلا یہ کون سا کام ہے جس کا تم انکار کر رہے ہو، فرمایا  
بِسَلْبٍ جَعَلْتُمْ بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں ان لوگوں کی حماقت پر کہ انسان  
 کی تخلیق کو محال تصور کرتے ہیں۔ مگر ان کی حالت یہ ہے وَكَيْفَ تَحْكُمُونَ  
 کہ یہ آپ کی باتوں کا نسخہ اڑا رہے ہیں کہ یہ شخص کیسی عجیب و غریب باتیں  
 کر رہا ہے۔

تخلیق انسانی  
 بطور دلیل

مکرمین کی  
تحت باری

فرمایا حقیقت یہ ہے وَإِذَا زُلْزِلُوا لَا يَدْعُوا لَكَ رَجُلًا جب  
ان کی نصیحت کی جاتی ہے اور سمجھایا جاتا ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے، اس سے  
زندگی کا حباب کتاب آگے چل کر دینا پڑے گا۔ تمام مردے دوبارہ زندہ  
ہوں گے اور جزا اور سزا کے فیصلے ہوں گے تو یہ لوگ قطعاً نصیحت نہیں  
پکڑتے۔ وَإِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزِلًا اور جب یہ لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں پیغمبر علیہ السلام  
کے ہاتھ پر معجزہ دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شق القمر اور دوسرے معجزات  
ظاہر فرمائے۔ تو ایسی چیزیں دیکھ کر يَسْتَعْجِلُونَ ہنسی مذاق کرنے لگتے ہیں  
ایمان نہیں لاتے۔ وَقَالُوا لَئِنْ هَذَا إِلَّا أَلْهَاءٌ يَقُولُونَ اور کہتے ہیں  
نہیں سمجھتے۔ گھبراہٹ دوسری بگڑا کر معجزہ دیکھ کر یہ لوگ کہتے ہیں إِنَّ هَذَا  
لَآلِحْسٌ مُّسْتَبِينٌ (رویس-۲) یہ تو گھلا جادوگر ہے۔ یہ نبوت کا دعویدار شخص کتا  
ہے کہ یہ فانی الشیخ نے ظاہر کیا ہے حالانکہ اس قسم کی چیزیں عام جادوگر پیش کرتے  
ہوتے ہیں، یہ کرنسی انوکھی بات ہے۔

فرمایا یہ سنے یہ مذاق لوگ ہیں جو کہتے ہیں وَإِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزِلًا  
کی جب ہم مرکز مٹی اور ٹہریں ہر جائیں گے، گوشت گل سڑ جائے گا اور مٹی میں رمل  
رمل جائے گا اور صرف بوسیدہ ٹہریں رہ جائیں گی إِنَّا لَنَبْعَثُ ثَمْرًا تو کیا  
دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ أَوْ آتَاكُمَا أَلَّا تَذْكُرُونَا اور کیا پہلے گزشتے ہوئے  
ہمارے آباؤ اجداد بھی دوبارہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے؟ کہتے تھے یہ بات  
ہماری عقل میں نہیں آتی کہ جب ہمارے ذرات مٹی میں منتشر ہر جائیں گے، تو وہ  
پھر جمع ہو کر ہماری زندگی کا باعث بن جائیں گے۔

اللہ نے جواباً فرمایا فَسَلِّ لِّعِبَادِكُمْ الصَّلَاةَ آپ ان سے کہہ دیں تَكُونُوا  
بِالشَّيْبَةِ وَأَنْتُمْ ذُرِّيَّتُكُمْ وُن تم بھی اور تمہارے آباؤ اجداد صعب اولین اور  
آخرین دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور تم اس حکم کی وجہ سے ذلیل ہو کر رہو گے  
فرمایا جب قیامت کا دن آئے گا فَأَنصُرْهُمْ رُجُوداً فَأَجِدُهُمْ  
تو ایک ہی ٹانٹ آئے گی یعنی ایک ہی دفعہ بھل دیے گا فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ

اور وہ سب دیکھ رہے ہوں گے۔ وقوعِ قیامت کے بلبل کے ساتھ ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور ذلیل و خوار ہو کر سزا کی طرف جائیں گے، اُس وقت اُن کا سارا غرور و تکبر ہوا ہو جائے گا۔ بڑے بڑے بھروسہ والے اور جس کا خدا دُعا کرے، دُعا دے اور جاگیر دار دولت کی حالت میں فرشتوں کے گنگے آگے چل رہے ہوں گے۔ اُس وقت اُن کو حقیقت کا پتہ چلے گا۔ اور پھر کہتے ہیں افسوس افسوس ہمارے یہ تو بے کار دن آگیا ہے۔ اللہ کے ہی ہی دن سے ہیں ڈرایا کرتے تھے۔ مگر ہم اس سے انکار کرتے اور نبیوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا هَذَا يَوْمُ الْقَفْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ یہی وہ فیصلے کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے اور کہتے تھے، کہ کوئی قیامت نہیں آئے گی، نہ کوئی دوبارہ زندہ ہوگا، نہ حساب کتاب ہوگا اور نہ جزا و سزا کے فیصلے ہوں گے۔ فرمایا دیکھ لو یہ فیصلے کا دن آچکا ہے۔ آج تمہیں پوری زندگی کے اعتقاد و اعمال کا بھگنا کرنا ہوگا اور تمہیں اس کا بدلہ مل کر رہے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مَنْ هَكَذَا أَحْسَنُ وَالَّذِينَ ظَلَمُوا أَوْ أَوْسَرُونَ ان ظالموں اور ان کے جوڑوں کو اکٹھا کرو۔ جو زندگی بھر کفر، شرک، جہاد، قتل و زنا، چوری، ڈاکہ، احتیال، لٹنی اور دیگر جرائم میں غوث رہے اُن کو اکٹھا کرنا اور اُن کی بیویاں بھی اگر شرکیہ جرم تھیں تو اُن کو بھی ساتھ ملا کر مفسرین کو مار فرماتے ہیں کہ جوڑوں کا مطلب یہ بھی ہو سکتا کہ ہر مجرم کو اس کے جرم کی نوعیت کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ قوسوں میں جمع کر لو جیسا فارسی لائے کہتے ہیں۔

”کہ ہم جنس باہم جنس پر ملازم“

سب کی علیحدہ علیحدہ قطاریں بنا دو اور ساتھ ساتھ كَانُوا يُعْبَدُونَ میں دُعا اللہ ان جو ان باطلہ کو بھی اکٹھا کر لو جن کی یہ اللہ کے سوا پرستش کیا کرتے تھے۔ یہ مجرمین جن بہتوں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے اور جن

دوسری کی طرف اشارہ

کے سامنے خرد و دنیا نویسیں کرتے تھے، ان کو بھی ان کے ساتھ ہی جمع کر لو۔  
فَاَهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْحَنِيفِ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَّكُونَ كَرِهِيْمٍ  
 کے سامنے کی طرف لے جاؤ۔

پھر فرما وَقَفُّوهُمْ اِنْ كُنْزُ الْكُفْرِ اَكْبَرُ، روکو کہو کہ کفر انہیں  
مَنْ شَاءَ لَوْ اَنَّ اَنْ يَّكُونَ اِنْ يَّكُونَ سے پوچھا جائے گا۔ ان کو زرا روکو کہ ان سے ان کی کارکردگی  
 کے متعلق باز پرس ہوگی۔ سورۃ النحل میں ہے کہ اس دن ہر شخص سے اُس کے ہر عمل  
 کے متعلق پوچھا جائے گا اور يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ بِجَهْدِهَا  
 وایت (۱۱۰) اُس دن ہر شخص کو اپنی جواب دہی خود کرنا ہوگی۔ دلائل کی کوکل مقرر نہیں کیا  
 جاسکے گا اور نہ کسی کو غماز ناسرینہ کی اجازت ہوگی۔ ہر ایک کو بلاترجمان اللہ کے  
 حضور ہر عمل کا جواب ادا کرنا پڑے گا۔ اور جب تک کوئی شخص جواب نہیں  
 دے گا۔ اُسے قدم تک نہیں اٹھانے دیا جائے گا۔ پھر اللہ فرمائے گا دنیا میں تو  
 ایک دوسرے کے بڑے حامی بنے پھرتے تھے، بڑے غور سے مارا کرتے تھے۔  
 اور اکٹھے جینے اور مرنے کی قسمیں کھاتے تھے مَا لَكُمْ كَمْ لَا تَصْرُفُونَ  
 تمہیں کیا ہے کہ آج ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ مگر ان کی حالت یہ ہو  
 گی بَلْ هُمْ اِلَى يَوْمٍ مَّسْئُومٍ اُس دن تو سب ایک دوسرے کو پکڑنا  
 کی کوشش کریں گے تاکہ وہ خود کسی طرح بچ جائیں اس وقت تو کہتے تھے نَحْنُ  
بِحَيْبِمْ فَتَنْتَضِرُ (الفص - ۴۴) کہ ہم ایک دوسرے کی مدد کریں گے اب  
 کیوں مدد نہیں کرتے بلکہ پھنساتے ہو۔ اُس دن سب بے یار و مدد کار رہ جائیں گے۔  
 اور اب اگر تمہیں ایک دوسرے کو راستہ کریں گے کہ تم نے ہیں مراد آیا۔

تا بعد از ترمیم  
 نہا کمالہ

وَأَقْبَلْ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ اُن میں سے  
 بعض بعض پر متوجہ ہوں گے اور پوچھیں گے قَالُوا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَقُولُونَ  
نَحْنُ اَلْبَرِّیِّیْنَ کہیں گے کہ تم تو ہماری دائیں طرف سے آتے تھے مطلب  
 یہ کہ تم بڑی قوت کے ساتھ اپنے پراگینہ کا شکار نہیں بناتے

تھے، ہمیں اپنا ہم خیال بنانے کے لیے ہر حربہ استعمال کرتے تھے، کبھی لالچ دیتے اور کبھی خوفزدہ کرتے تھے، مگر آج کہ ہر جا سے ہوا و ہوا رہی مدد کوں نہیں کرتے؟  
تَا لَوْ اَرَادَ جَوَابُ دِيں گے بَلْ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ بکہ تم خود ہی ایمان سے خالی تھے۔ اگر تم ایماندار ہوتے تو ہمارے بہکا دے میں نہ آتے، اور کچھ اَوَمَا كَانُوا لَكَ عَلَيكَ كُفْرًا مِّنْ مُّسْلِمِينَ ہمارا تم پر کوئی زور تو نہیں تھا کہ ہم نے تمہیں زبردستی غلط راستے پر ڈال دیا ہو۔ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طَافُوا فِيْكُمْ تَمِمْ خُودِہی مد سے بڑھنے والے سرکش لوگ تھے جبکہ جس سے آج تمہیں یہ درنہ دیکھنا نصیب ہوا یہ تو تابع اور متبع انسانوں کا مکالمہ ہو رہا ہے، قیامت چلے دن شیطان بھی اپنی کرتوتوں کا انکار کرے گا اور اس کے پیچھے چلے والے ناسلو ہو کر رہ جائیں گے یہ لوگ شیطان سے کہیں گے کہ تم دنیا میں ہمیں بڑے سبزاغ دکھاتے تھے، ہمارا نظردن میں دنیا کی زیب و زینت اور رسم و رواج کو ہی سزاغ کر کے دکھاتے تھے اور کہتے تھے کہ آگے کچھ نہیں ہے، اسب آج ہماری مدد کوں نہیں کرتے؟ تو اسی وقت شیطان بھی یہی جواب دے گا وَمَا كَانَ لَكَ عَلَيكَ كُفْرًا مِّنْ مُّسْلِمِينَ (ابراہیم ص ۲۲) مجھے تم پر کوئی غلبہ تو حاصل نہیں تھا کہ میں نے تمہیں زبردستی اپنے پیچھے لگالیا ہو، مگر میں نے تمہیں ایک دعوت دی تھی جسے تم نے از خود مستبول کر لیا، لہذا آج فَكُنْتُمْ مِّنْ كُفْرًا مِّنْ مُّوْمِنًا (انعام ص ۲۲) آج مجھے ملامت نہ کرو، مگر اپنے آپ کو ملامت کرو جو غلط راستے پر چل سکے۔ تمہیں اللہ کے نبیوں اور مبلغین کی بات پر توفیق نہ آیا مگر میرے جھوٹے وعدے کو سچا مان لیا، لہذا اس کی خیر الی کے ذمہ دار تم خود ہو۔ تو یہ متوہین بھی اپنے تابعین سے کہیں گے کہ تم نے ہامین کی نصیحت پر عمل نہ کیا، بلکہ انکی خیر خواہی کو ہنسی مذاق میں اڑاتے رہے۔ فَخُذْ عَلَيْنَا قَوْلَ رَبِّنَا آج ہم پر ہمارے رب کی بات سچی ہوگئی، اس کا اعلان تھا کہ جو کوئی میرا راستہ چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کرے گا، کفر و شرک اور معاصی کا ارتکاب کرے گا

تو وہ غلاب کا ستون ہو گا لہذا اِنَّا كَذٰلِكَ اٰیٰتُنَا اَیُّہُمْ اَسْ غٰلِبٌ اَعْلٰی  
 ملے ہیں اور تم میں ہمارے ساتھ شامل ہو۔

پھر متبرعین اپنے اہلین کے سامنے اقرار کریں گے فَأَعْوَبُكُمْ إِنَّا  
كُنَّا غُلُوبًا کہ ہم نے ہی تمہیں گمراہ کیا کیونکہ ہم خود گمراہی کے راستے پر  
چل رہے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ کسی گمراہ آدمی سے گمراہی کا توقع ہی کی جاسکتی ہے  
وہ ہدایت کا راستہ کیسے دکھا سکتا ہے ؟

غلامی  
اشتراک

جب دونوں گمراہوں کی گمراہی ثابت ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا **فَاللَّهُمَّ قَوِّمْ سِدْرَ الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ** کہ تابع اور متبوع، لیڈر اور پیچھے گئے والے سب مشترک طور پر عذاب کا شکار بن گئے، اور ان میں سے کوئی بھی نہیں بچ سکے گا۔ اللہ کا فرمان ہے **إِنَّا كَذَبْنَاكَ فَفَعَلْنَا بِالْمُتَّبِعِينَ مِثْلَ الْكَافِرِينَ** ہم گنہگار لوگوں کے ساتھ ہی سلوک کرتے ہیں۔ جو ہماری آیات پر ایمان نہیں لاتے۔ ہمارے پیروں کی تکذیب کرتے ہیں اور ہماری کتابوں کو من گھڑت بتلاتے ہیں۔ وہ عذاب سے بچ نہیں سکتے۔ ان مجرموں کا حال یہ ہے **لَهُمْ فِي النَّارِ أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا زَاوٍجٌ ۚ وَاللَّهُ عَزِيزٌ عَلِيمٌ** جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ انہیں کے سوا نہ کوئی خالق ہے نہ مالک، نہ عالم الغیب ہے اور نہ مختار کل، انہ عاجت و دانا اور یہ مشکل کن، انہ لوگ **يَسْتَكْبِرُونَ** تکبر کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم بڑے لیڈر، جاگیردار اور کارخانہ دار ہیں، اسی کی مخلوقوں ہمارے آدمی ہمارے ماتحت ہیں۔ اگر ہم نے ایک معبود کو تسلیم کر لیا۔ تو ہماری چودہ راہبٹ کہھر جائے گی، اور لوگ ہماری پوجا کیسے کریں گے لہذا وہ حکم تو حید کا انکار کر دیتے ہیں۔ فرعون، بلان، ہنود، سب اسی غرور و تکبر کا شکار ہو کر ہلاک ہوئے۔ ابو جہل اور ابولسب بھی اسی ہلاک مرض میں مبتلا ہو کر جہنم داخل ہوئے۔ ابیس بھی اپنے تکبر کی وجہ سے لاپرواہ ہوا ایسے تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے جہنم کی نوعیت کے اعتبار سے درجہ بدرجہ عذاب میں مبتلا کرے گا

وَيَقُولُونَ آيَاتُ كِتَارِكُوا إِلَهَيْنَا لِشَعْرِ مَجْنُونٍ ③٦  
بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ③٧ إِنَّكُمْ  
لَذَائِقُوا الْعَذَابِ الْآلِيمِ ③٨ وَمَا تَجْزُونَ إِلَّا  
مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ③٩ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ④٠  
أُولَئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَعْلُومٌ ④١ فَوَالِهِ وَهُمْ  
مَكْرُمُونَ ④٢ فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ ④٣ عَلَى  
سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ ④٤ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاسٍ  
مِّنْ مَّعِينٍ ④٥ يَبْضُغُونَ لَذَةً لِّلشَّرِبِ ④٦ لَا  
فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ ④٧  
وَعِنْدَهُمْ قُصِرَتِ الْأَرْفَافُ عِائِنٌ ④٨  
كَأَنَّهُنَّ بَيَاضٌ مُّكْنُونٌ ④٩ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ  
عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ⑤٠ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ  
إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ⑤١ يَقُولُ أَإِنَّكَ لَمِنَ  
الْمُصَدِّقِينَ ⑤٢ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ  
عِظَامًا أَنَا لَمَدِينُونَ ⑤٣ قَالَ هَلْ أَنُكُم  
مُّطَّلِعُونَ ⑤٤ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ⑤٥



قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَ لَتُرْدِيْنَ ۝۵۶ وَلَوْلَا فَضْلُ  
 رَبِّ لَكُنْتَ مِنَ الْمُحْضَرِّیْنَ ۝۵۷ اَفَمَا حُنَّ  
 بِمِیَّتَتَيْنِ ۝۵۸ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُولٰٓئِیْ وَمَا حُنَّ  
 بِمُعْذِیْبَيْنِ ۝۵۹ اِنَّ هٰذَا لَهٗوَ الْفَوْزِ  
 الْعَظِیْمِ ۝۶۰ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ  
 الْعٰمِلُوْنَ ۝۶۱

ترجمہ :- اور وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم چھوٹے دے پر  
 بائیں اپنے مہر دوں کہ ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے (۳۱)  
 نہیں بلکہ وہ لایا ہے حق کو اور اس نے تصدیق کی ہے  
 اللہ کے رسولوں کی (۳۲) بیشک تم کچھنے والے ہر درناک  
 فذاب (۳۸) اور تم کو نہیں بدل دیا جائے گا مگر وہ جو  
 تم کیا کرتے تھے (۳۹) لیکن اللہ کے مصلحت بندے (۴۰)  
 وہ ہیں جن کے لیے روزی ہے سقر (۴۱) پھل ہوں گے  
 اور ان کی عزت کی جائے گی (۴۲) نعمتوں سے باغوں  
 میں (۴۳) تختوں میں آنے سنانے بیٹھنے والے ہونگے (۴۴)  
 پھرے جائیں گے اُن پر پیالے صاف شراب کے (۴۵)  
 سفید رنگ اور لذت آموز ہوگی پینے والوں کیلئے (۴۶)  
 نہ اُس کے اندر سرگردانی ہوگی اور نہ اُس کی وجہ سے وہ  
 بدست ہوں گے (۴۷) اور اُن کے پاس نیچی ننگیوں اور  
 خوبصورت آنکھوں والی عورتیں ہوں گی (۴۸) عیا کہ وہ  
 اُسے ہیں پرشیدہ، محفوظ رکھے ہوئے (۴۹) پس مترجم

ہوں گے بعض ان میں سے بعض کی طرف اور ایک  
 دوسرے پر چھیں گے (۵۰) ایک نینے والا اُن میں سے  
 کے گا، بیک تھا میرے لیے ایک سا بھی (۵۱) ہو گیا  
 تھا، کیا تو تصدیق کرنے والوں میں ہے (۵۲) کہ جب  
 ہم سر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی اور ٹھریاں، تو  
 کیا ہم بدلہ دیے جائیں گے (۵۳) کہے گا کیا تم جہانک  
 کو دیکھنے والے ہو (۵۴) پس وہ جھانکے گا اور دیکھے  
 گا اُس کو دوزخ کے درمیان (۵۵) اور کہے گا اللہ کی قسم  
 قریب تھا کہ تو مجھ کو بھی ہلاک کر دیتا (۵۶) اور اگر نہ  
 ہوتی میرے پروردگار کی نعمت تو ہوتا میں بھی پکڑ کر  
 حاضر کیے ہوئے مجھوں میں (۵۷) پس کیا ہم نہیں ہیں  
 مرنے والے (۵۸) مگر وہی پہلی سوت، اور نہیں ہم کو  
 سزا دی جائیگی (۵۹) بیک یہ البتہ بڑی کامیابی ہے (۶۰)  
 اس جیسی کامیابی کے لیے پس چاہیے کہ عمل کریں عمل  
 کرنے والے (۶۱)

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے گزشتہ آیات میں اللہ نے توحید کے  
 دلائل پیش کیے اور مشرکوں کا رد کیا۔ اُن کے تجبر و غرور اور قیامت کو ہونے  
 والے انجام کو بیان کیا۔ اللہ نے حشر میں پیش آنے والے واقعات کا بھی کچھ نقشہ کھینچا  
 اور آخر میں مجبروں کی سزا کا ذکر کیا کہ تابع اور متبوع سب جہنم واصل ہوں گے۔ فرمایا  
 ہم مجبروں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ جب ان سے توحید خداوندی کا  
 اقرار کرنے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ اس کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اُلٹا تجبر کرتے ہیں۔  
 تمام تر عقلی اور نقلی دلائل پیش کرنے کے باوجود مشرکین اپنے اپنے مشرک  
 پر اصرار کرتے تھے۔ وَیَقُولُونَ اَرِئْنَا مَا لَا كُفَّوْا الْهَتَا

بطر آیت

شکر پر  
 اصرار

لشائیں تجھ کو کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیرانے شاعر کی بات پر چھوڑ دیں ؟  
 (العیاذ باللہ) شرک لوگ نبی علیہ السلام کی دعوت کو تسلیم کرنے کی بجائے آپ کو  
 شاعر اور مجنون کہہ کر انکار کرتے تھے ۔ کہتے تھے کہ اس کا دماغ مفلج ہے ۔  
 (العیاذ باللہ) اور یہ بھی کہتے تھے کہ تمہارے سوا وہ حق میں ہے کہ کفار و مشرکین دعوت  
 توحید کے جواب میں کہتے **أَجْعَلُ الشِّرْكَاءَ إِلَهًا وَاجِدًا** یعنی **اِنَّ هَذَا**  
**لَشَيْءٌ مِّنْ عَجَابٍ** (آیت ۵۰) کیا ہم سب معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک ہی  
 معبود پر اتکا کریں ، یہ تو بڑی عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ کائنات کا سارا نظام صرف  
 ایک ہی خدا پر قائم ہے کہ شرک لوگ یہ بھی کہتے **مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آلِهَةٍ**  
**الْأُولَىٰ** یعنی **اِنَّ هَذَا اِلَّا اخْتِلَافٌ** (ص ۷۰) ہم نے یہ بات  
 پہلے لوگوں سے تو نہیں سنی ، یہ تو خود ساختہ بات ہے ۔ لہذا ہم اس شخص کی بات  
 منسکے لیے تیار نہیں اور اپنے معبودوں کو کسی بھی صورت میں نہیں چھوڑ سکتے ۔  
 اللہ نے فرمایا کہ اُس کا نبی نہ تو شاعر ہے ، نہ مجنون اور نہ کائنات کا بن بانی چھوڑ  
 بالحق بلکہ وہ تو نبی بات سے کہ آیا ہے کہ اللہ و مددہ لا شرک ہے ۔ **وَصَدَقَ**  
**الْمُرْسَلِينَ** اور اس نے اللہ کے تمام رسولوں کی تصدیق کی ہے ۔ اللہ کے  
 ہر نبی اور رسول نے ہمیشہ ہی تعلیم دی ہے **يَقُولُوا عِبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ**  
**وَن إِلَٰهٍ غَيْرِهِ** (الاعراف ۷۲) اے میری قوم کے لوگو ! صرف اللہ کی  
 عبادت کرو کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ۔ غرضیکہ اللہ کا رسول نہ تو شاعر  
 ہے اور نہ دیوانہ بلکہ سلسلہ نبوت کی آخری کڑی ہے اور اس سلسلے کی تصدیق  
 کرنے والا ہے ۔

فرمایا اگر میری کفر اور شرک سے باز نہیں آؤ گے **إِن كُنتُمْ لَا تَهْتَدُوا**  
**الْعَذَابُ الْأَلِيمُ** تو میری تعین لانما دردناک عذاب کا نرا عکس ہے  
 اور یہ بھی یاد رکھو کہ قیامت کے دن کسی شخص کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی کہ اسے  
 کسی ناکردہ گناہ کی سزا دے دی جائے بلکہ **وَمَا تَجْزِيهِ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ**

تھیں صرف اسی بات کا بدلہ لینے کا جو تم کرتے تھے۔ یہ دردناک غلاب تمہاری گستاخی، بے ادبی، انکار، قرحہ، تکبر، کسل اور انکار معاہدہ کا نتیجہ ہے۔ انسان کا ہر عمل اس کے نفس سے پیدا ہوتا ہے۔ خدا نے ہر نفس میں اس کا بیج اور استعداد رکھی ہے۔ یہ عمل انسان کے نفس میں ہی پھلتا پھولتا ہے اور پھر اس کے ساتھ ہی جڑ کے محفوظ ہو جاتا ہے۔ جو کہ قیامت کو ظاہر ہو جائے گا اور پھر اسی کے مطابق جزا اور سزا کا فیصلہ ہوگا۔

فَرَادَا الرَّعْبَاءُ اِذَا اللّٰهُ اَخْلَصَ لِيْنَ الْبَيْتِ اِلَهَ الْغُلَبِ نَبِيْ اِس  
غلاب سے محفوظ رہیں گے۔ اور یہ وہی خوش قسمت لوگ ہیں جو اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں، صرف اُسی کی عبادت کرتے ہیں۔ وقرع قیامت اور جڑ لے  
عمل پر پورا پورے یقین رکھتے ہیں اور اس کی تیاری میں مصروف رہتے ہیں منسربا  
اُولَئِكَ لَمْ يَرَوْا رُفُقًا مَّعَ الْوُفَرِ اِلٰهِيْ وَكُلُّوْا اِلٰهِيْ مَقْرُوْهٌ رُّوْزِي  
ہوگی اور یہ وہی الغلات ہیں جن کا ذکر اللہ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے۔ لَا  
مَقْطُوْعَةٌ وَّلَا مَمْسُوْعَةٌ (الواقعه - ۲۳) یہ روزی نہ لوگم ہوگی۔  
اور نہ ہی اہل جنت سے روکی جائے گی۔ بلکہ ان کو ان کی ہر پسندیدہ چیز یا افزا  
میر ہوگی۔ اور ہر چیز حسب ضرورت بیکارہ قَوْشِيْثًا (موسیٰ - ۶۲)  
صبح شام بے گی دہاں پر ہر چیز فرسینے کے ساتھ رکھی ہوگی اور مقدرہ پر وگرام  
کے مطابق ہر چیز باعزت طریقے سے میاں کی جائے گی۔

اللّٰهُ فَرَادَا فَوَاكِهَ دَلًا بِطَرَحِ طَرَحِ الْبَلِ جَنَّتِ مِيْ بَهْوَك  
پایس تو نہیں ہوگی، البتہ یہ پھل لطف اندوزی کے لیے میاں کے جائیں گے۔ دہاں  
پر کھانا پینا بھی مہووک اور پیاس کے لیے نہیں بلکہ محض لطف حاصل کرنے کے  
لیے ہوگا۔ وَهِنَّ مَكْكُوْنَ مُوْنٌ اور وہ باعزت ہوں گے یعنی ہر چیز  
مکمل باعزت طریقے سے پیش کی جائے گی اور کسی جنتی کے عزت نفس کی خلاف  
کرتی چیز نہیں ہوگی۔ فِ جَنَّتِ النَّعِيْمِ یہ سب چیزیں نعمتوں کے

مخلصین  
کے لیے  
الغلات

باغوں میں ہیں گی۔ عَلَى سُرُوبٍ مُّقْتَصِدٍ وہ دریاں پر چھتوں پر آگئے مانتے  
 بیٹھے والے ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک درخت کی طرف گشت نہیں  
 ہوگی بلکہ آنا سنا ہوگا۔ كَيْفَ أَفْتٍ عَلَيْهِمْ سُرُوبٌ كَأَنَّ سُرُوبًا  
 ان پر صاف ستھری شراب کے پیالے پھیرے جائیں گے۔ معین دراصل اپنے  
 والے چشے کو کہتے ہیں۔ جو بالکل صاف شفاف ہوتے ہیں۔ اس کا اطلاقی جنت  
 کی پاکیزہ شراب پر کیا جاتا ہے جس کی سر پہل رہی ہوں گی۔ جو کہ بَيْضٌ كَأَنَّ  
كَذَرًا يَتَشَوَّبُ ان کی رنگت سفید ہوگی اور یہ پیٹنے والوں کے لیے نہایت  
 لذت آور ہوں گی۔ سورۃ محمد میں بھی جنت کی نہروں کا ذکر کیا گیا ہے کہ دریاں پر  
 بغیر ٹوکے پانی کی سر ہیں گی۔ درودھ کی نہریں ہوں گی جن کا مزہ تبدیل نہیں ہوگا  
 شراب کی سر ہیں گی جو سرسبز لذت کا باعث ہوں گی اور شہد مصفا کی سر  
 جاری ہوں گی۔

فرمایا یہ ایسے شراب ہوں گے کہ لَا فِيهِمْ سُرُوبٌ کہ اس میں کوئی سرگئی نہیں  
 ہوگی یعنی پی کر سر پہل نہیں ہوگا۔ وَلَا هُمْ عَلَيْهِمْ سُرُوبٌ اور نہ ہی  
 وہ ان سے بہت ہوں گے۔ اس دنیا کی شرابیں تو نشہ آور ہیں جو ان کو بہرہ  
 کدہتی ہیں اور پھر بعض لوگ گالیاں بکھینے لگتے ہیں اور شراب کرتے ہیں مگر جنت  
 کی شراب کے سعلق فرمایا وَسَقْفُهُمْ رُجُلُهُمْ سُرَابًا طَهُورًا (الرحمن)  
 اللہ تعالیٰ جنیتوں کو پاکیزہ شراب پلائے گا جس سے لذت و سرور تو حاصل ہوگا  
 مگر پیٹنے والا بہت نہیں ہوگا۔ یہاں پر سُرُوبٌ کا لفظ استعمال  
 کیا گیا ہے۔ دراصل لغت کنوئیں سے پانی کھینچنے کو کہتے ہیں۔ جو طرح طرح  
 پانی کنوئیں سے کھینچا جاتا ہے اسی طرح دنیا کی شراب شرابی کی عقل کو کھینچ  
 کرتی ہے اور آدمی بہت ہو جاتا ہے۔ بہر حال جنت میں ایسی کوئی تباہت  
 نہیں ہوگی۔ بلکہ پاکیزہ شراب کے جام چلیں گے جو کہ نہایت ہی پر کیفیت ہوں گے۔  
 لطفت و سرور کے لیے عورت کا ہونا بھی ضروری ہے اور خلق اس سے

عجب لذت  
 خواہش  
 حوری

بہم محروم نہیں رہیں گے۔ فَرَّأَىٰ وَرَأَىٰ نَفْسُهُمْ قَصَصَاتُ السَّعَفِ عَيْنٍ  
 اُن کے پاس ہوا، اُن کی آنکھوں والی اور نگاہیں نیچی رکھنے والی عورتیں رہیں گی۔ وہ صرف  
 اپنے خاندانوں کو نگاہ اٹھا کر تجھیر رہی اور اُن کی نظروں میں حسین و جمیل دکھائی دینے لگی  
 نگاہیں نیچی رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ جہنم کی حریریں نہایت ہی حیا دار ہوں گی، اگر  
 حیا عورت کا زیور ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں آپسے کہ آپسے دیکھنے کے  
 کنوئیں پر رد لڑکیوں کے جالوں کو بانی چلایا۔ پھر گھر جا کر انہوں نے اس بات کا ذکر  
 اپنے باپ شعیب علیہ السلام سے کیا۔ پھر جب باپ کی اجازت سے ایک لڑکی  
 موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے آئی تو قرآن کا بیان ہے فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا  
تَمَشِي عَلَى اسْتِحْيَاہِ (القصاص - ۲۵) اُن دونوں سے ایک لڑکی  
 نہایت حیا دار ہی کے ساتھ چلتی ہوئی آئی۔ حیا صرف عورتوں ہی کا حصہ نہیں بلکہ مردوں  
 کے لیے بھی ضروری ہے۔ سورۃ نور میں اللہ نے مردوں اور عورتوں دونوں مسنون  
 کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے۔ فَرَّأَىٰ بَے قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ يَفْتَضُّوْنَ  
مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا شُرُوبَهُمْ (رایت - ۳۰)  
وَقُلُوبُ الْمُؤْمِنِينَ يَفْتَضُّنَ مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظْنَ  
فُرُوجَهُمْ (رایت - ۳۱) مرد بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی  
 حفاظت کریں اور عورتیں بھی اپنی ننگاہیں نیچی رکھیں اور شرم گاہوں کی حفاظت  
 کریں اور اپنے محرموں کے علاوہ کسی کے سامنے اپنی زینت کا اظہار نہ کریں۔ یعنی  
 غیر محرموں سے پردہ کریں۔ اسلام نے قدرتی زندگی کے سارے اصول بیان کیے  
 ہیں جنہیں اپنا کر دنیا میں امن قائم کیا جاسکتا ہے۔ مگر آج جدید دور میں پورے  
 معاشرے کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ انگریزی تہذیب میں عورتوں کی عزت اس  
 بات میں ہے کہ وہ غیر مردوں کے ساتھ اختلاط رکھیں، بے پردہ نکلیں، مصافحہ  
 کریں اور گپیں ہانکیں، حقیقت میں یہ تو عورت کی تذلیل ہے جسے شمع محفل  
 بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔

اسی بڑی تہذیب کے متعلق کچھیلی صدی کا ڈاکٹر ہنسن لکھتا ہے کہ یورپ کی  
 پینتالیس لاکھ کی آبادی میں سے یقیناً سب سے نہیں کہا جاسکتا۔ کہ معرفت پینتالیس افراد  
 بھی حلال کے ہوں گے۔ یہ حیائی اس قدر عام ہے کہ حلال اور حرام کی تمیز ہی اچھی  
 ہے۔ اب عورت و فحش، فیکٹر یوں، ہسپتالوں اور کالجوں میں مردوں کے شانہ  
 بشانہ چل رہی ہے، فوج، پولیس اور قضائی کچھنیوں میں موجود ہیں۔ جہاں مردوں  
 سے عام خلط ملط ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ غلوں، ڈراموں اور ناچ گانے کے  
 پروگراموں میں عورت کو اولیت حاصل ہے۔ ان حالات میں حیا داری کیسے  
 قائم رہ سکتی ہے؟ عورتوں کی غیر ضروری آزادی ترقی نہیں بلکہ تفریق کی علامت ہے  
 فرمایا جنت کی حوری اس قدر خوبصورت ہوں گی کہ انھیں بیض  
 مشکون کہہ کر پڑے میں رکھے ہوئے اندھے ہیں۔ عرب لوگ عام طور پر خوبصورت  
 عورت کو شتر مرغ کے اندھے سے تشبیہ دیتے ہیں جو کہ بالکل شغاف اور اُپر سے  
 ڈھانپا ہوا ہر مٹی پر دھونے کی نیچے چھایا ہوا ہو۔ سورۃ الاقوام میں حُورٌ عِینٌ  
 كَمَا مَثَالُ الْمَوْءُؤِ الْمَكْمُونِ (آیت ۲۲) بھی آئے ہیں بڑی بڑی آنکھوں والی  
 خوریں جیسے حفاظت سے رکھے ہوئے آبِ دار ہوتی ہوں۔ مطلب یہ کہ جنت  
 کی حوریں نہایت ہی خوبصورت ہوں گی۔ جن کے ساتھ جنتی لوگ دلی بہلاؤں گے  
 جنہوں کے بعض انعامات کا ذکر کرنے کے بعد اللہ نے فرمایا قَافِلُکَ  
 بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ یَّقْسَاکَ لَوْ اَنْ یَّهْرَؤُنْ مِنْ سَبْعِ اَنْفَاثٍ  
 دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھیں گے۔ جب جنت میں پہنچ گئے، تمام انعامات  
 مل گئے۔ پھر کچھ پڑائی یا دی بھی آئیں گی جن کے متعلق جنتی آپس میں گفتگو کریں گے  
 قَالَ قَافِلُکَ وَتَنْهَسُ اَنْ مِنْ سَبْعِ اَنْفَاثٍ کَمَا اَنْفَاثُ کَانَ  
 لَوْ قَرَّبَتْ دُنَا اَنْفَاثٍ سَابِقِ اَنْفَاثٍ یَدْرُسَتْ ہوا کرنا تھا۔ جس  
 کے ساتھ اکثر گفت و شنید ہوتی رہتی تھی۔ یَقُولُ اَنْتَ لَعِیْنُ  
 الْمَصْدَقِیْنِ وہ کہتا تھا کہ کیا تو اس بات کی تصدیق کرتا ہے یعنی خیرا

جنہوں اور  
 دوزخی کی  
 ملاقات

جنت میں پہنچانے، اس کے لیے اس سے بڑی کامیابی کیا ہو سکتی ہے۔  
 پھر فرمایا لِعَمَلٍ هَذَا اس جیسی کامیابی حاصل کرنے کے لیے فَلْيَعْمَلِ  
الْعَامِلُونَ پس چاہیے کہ عمل کریں عمل کرنے والے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص مذکورہ  
 شخص کی طرح عظیم کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ  
 کے احکام کے مطابق اعمال انجام دے، کفر، شرک اور معصیت سے باز رہے۔  
 بندوں کے حقوق ادا کرے، اور پھر دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اُسے بھی ایسی ہی  
 کامیابی عطا فرمائے۔

اس مقام پر یہ نقطہ گہرا دینا چاہیے کہ جنت کی ہر نعمت خواہ وہ پانی ہو، پھل  
 ہوں یا عورت ہو قابلِ قدر ہے اور کسی بھی نعمت کو حقیر سمجھ کر شکر ادا نہیں چاہیے  
 بعض لوگ ان مادی نعمتوں کو حقیر سمجھتے ہیں کہ صرف روحانی نعمتوں کی خواہش کرتے  
 ہیں مگر ان اشارتِ علی تعالیٰ اپنی تفسیر میں سمجھتے ہیں کہ جنت کی ہر نعمت مقصود ہے  
 کیونکہ اللہ نے انہی چیزوں کو فوزِ اعظم سے تعبیر کیا ہے، لہذا یہ کہنا کہ میں ان  
 چیزوں کی ضرورت نہیں، کفرانِ نعمت کے زمرہ میں آتا ہے۔ ہر انسان کو ان چیزوں  
 کی خواہش ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں پہنچائے اور تمام مادی اور  
 روحانی نعمتوں سے سرفراز فرمائے، تو فرمایا ان نعمتوں کے حصول کے لیے لوگوں کو  
 سخت مشقت کرنی چاہیے اور عبادت اور ریاضت کے ذریعے اپنے مولا کو  
 رضی کرنا چاہیے تاکہ انہیں یہ بہت بڑی کامیابی حاصل ہو جائے۔



قَالَ هَلْ أَنتُمْ مُعْلِمُونَ اُدھر آئے گی کیا تم اپنے اس ساتھی کا حال معلوم کرنا چاہتے ہو جو جزائے عمل کا انکار کیا کرتا تھا؟ یہ سوال خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو گا یا اس کے ہاں کوئی فرشتہ کیلئے کہ تم اپنے ساتھی کے حالات سے مطلع ہونا پسند کرتے ہو؟ پھر وہ اس بات کی خواہش کرے گا۔ قَاعِلَعُ قُرَاهُ فِت سَوَاءٌ الْجَحْدِ یُنِیْہِ ہیں وہ مجھ تک کر دیکھے گا تو اپنے ساتھی کو دوزخ کے درمیان میں پسے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسا انتظام کرے گا کہ جہنمی آدمی جنت میں پہنچے ہوئے کروڑوں میل دوزخ میں اپنے ساتھی کو دیکھ سکے گا۔ پھر وہ دونوں آپس میں مکالمہ کریں گے۔ قَالَ نَالِکُمَا اِنِّیْ کِدْتُ لَکُمُ ذَنْبٌ مِّنْ اَدَمٰی یُنِیْہِ سَابِقَ سَاتِحٰی سے کہے گا کہ قریب تھا کہ تم مجھے بھی ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیتا۔ مطلب یہ کہ تم مجھے بھی کما کرتے تھے کہ قیامت وغیرہ کچھ نہیں ہے بلکہ جو کچھ ہے اسی دنیا میں ہے۔ اگر میں بھی تمہارا کہنے میں آکر ایمان گنوا بیٹھا تو آج تمہارے ساتھ میں جہنم میں ہوتا۔ وَلَعَلَّکُمَا لَافْعَةٌ رَّبِّیْ کَکُنْتُ مِنَ الْمُخَضَّرِیْنَ اور اگر میرے رب کا فضل مجھ پر نہ ہوتا تو میں بھی گرفتار شدہ مجرموں میں شمار ہوتا۔ مگر اللہ نے مجھ پر کرم فرمائی کی اور مجھے ایمان کی دولت سے الامال کیا جس کی وجہ سے میں ترحمت کی نعمتوں میں ہوں تم یہاں دوزخ میں جا رہے ہو۔

بہت بڑا  
کامیابی

پھر وہ مومن آدمی اپنے اکھام پر بہت خوش ہو گا اور یوں کہے گا۔ اَفَحَا تَحْنُ جِہَنَّمِیْنَ کیا ہم نہیں ہیں مرنے والے یا یعنی اب ہم پر موت نہیں آئے گی اور اس جنت کے مقام میں ہمیشہ ہیٹھ کے لیے رہیں گے۔ اَلَا مَوْقِفَتَا الْاَوْفٰی مگر وہی مرت جو ہمیں دنیا میں ایک دفعہ آچکی ہے، اب اس کے بعد کوئی موت نہیں آئے گی، نہ ہماری یہ زندگی ختم ہوگی اور نہ یہ نعمتیں ہم سے چھینی جائیں گی۔ وَمَا تَحْنُ بِمَعْدَدِیْنَ اور نہ ہی اب ہمیں کوئی سزا دی جائے گی۔ اللہ نے ہمیں ہر قسم کی تکلیف اور پریشانی سے مبرا کر دیا ہے۔ اِنَّ هٰذَا لَمَوْاَلَعُوْنَ الْعَظِیْمِۃِ اللہ یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ معاف کرے

شیطانوں کے سروں کی طرح ہیں (۶۵) پس بیشک یہ لوگ  
البتہ کھانے پلنے ہیں اُس سے۔ پس بھرنے والے ہیں  
اُس سے اپنے پیٹ (۶۶) پھر بیشک ان کے لیے اُس  
البتہ حادث ہر گز کھوٹے ہوئے پانی سے (۶۷) پھر  
بے شک اُن کا بے جا، جنم کی طرف ہو گا (۶۸) بیشک  
انہوں نے پایا اپنے آباؤ اجداد کو گمراہ (۶۹) پس وہ اُن  
کے لغزش قدم پر دوڑ رہے ہیں (۷۰) اور البتہ تحقیق گمراہ  
ہوئے ان سے پہلے بہت سے لوگ (۷۱) اور البتہ  
تحقیق ہم نے بھیجے اُن میں ڈر سننے والے (۷۲)  
پس دیکھو کیا ہوا انجام ڈر سننے ہوئے لوگوں کا (۷۳)  
لیکن اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے (۷۴)

ربط آیت

توحید کے بیان کے بعد جزائے عل کے سلسلے میں اللہ نے اپنے مخلص  
بندوں کا ذکر فرمایا، اور اُن کو جنت میں ملنے والے انعامات کی ایک جھلک  
پیش کی۔ اللہ نے اُن کے سکون و راحت، اُن کی بیویوں اور اُن کے  
عزت کے مقام کا ذکر کیا۔ اس عیش و آرام کی زندگی میں انہیں دنیا کے اپنے  
بعض مافیوں کی یاد بھی آئے گی اور وہ انہیں جہنم میں پا کر اُن سے بات چیت  
کریں گے۔ انعامات اللہ کا شکریہ ادا کریں گے اور کہیں گے کہ اگر ہم پر اللہ  
کا فضل نہ ہوتا تو آج ہم بھی تمہارے ساتھ جہنم میں ہوتے۔ اللہ کی رحمت سے  
ہم نے ایمان قبول کیا اور ہدایت کے راستے پر گامزن ہوئے تو اللہ نے ہمیں  
راحت کے اس مقام تک پہنچایا، جہاں ہم ہمیشہ کی زندگی گزاریں گے۔ موت  
جو آتی تھی وہ دنیا میں آچکی۔ اب ہم یکمھی موت طاری نہیں ہوگی۔ اور نہ کوئی  
مخلیق پہنچے گی۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے جس کے لیے ہر شخص کو کوشش  
اور محنت کرنی چاہیے۔

أَذَلِكَ خَيْرٌ نُزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ۖ إِنَّا  
 جَعَلْنَهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ ۖ إِنَّمَا شَجَرَةُ  
 تَخْرُجُ فِي آصِلِ الْبَحْرِ ۖ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ  
 رُؤُوسُ الشَّيَاطِينِ ۖ فَإِنَّهُمْ لَا كَلُونَ مِنْهَا  
 فَمَا لُتُونِ مِنْهَا الْبُطُونَ ۖ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ  
 عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِنْ حَمِيمٍ ۖ ثُمَّ إِنَّا  
 مَرَجَعَهُمْ إِلَى الْجَحِيمِ ۖ إِنَّمَا  
 أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ۖ فَهُمْ عَلَى  
 آثَرِهِمْ يُهْرَعُونَ ۖ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ  
 أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ۖ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ  
 مُنْذِرِينَ ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ  
 الْمُنْذَرِينَ ۖ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۖ

ترجمہ: کیا یہ بات بہتر ہے یا اعتبار معافی کے یا غور  
 کا درخت ۶۲ بے شک ہم نے بنایا ہے اس کو آناٹ  
 ظلم کرنے والوں کے لیے ۶۳ تحقیق وہ ایک درخت  
 ہے جو نکلتا ہے جہنم کی جڑ سے ۶۴ اس کے خوشے

برخلاف اہل ایمان مانتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے تو وہ آگ میں بھی درخت پیدا کر سکتا ہے جیسا کہ معراج کا غیر معمولی واقعہ پیش آیا، حالانکہ کافر لوگ اس واقعہ کو بھی تسلیم نہیں کرتے تھے، مگر یہ حقیقت ہے۔ بہر حال تصور کہ دو درجہ سے آزمائش کو باعث بنایا گیا ہے۔ ایک درجہ تو ہے کہ اس کو کھلنے میں بڑی تکلیف ہوگی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ دنیا میں اس کا انکار کر کے جہنم میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اس درخت کی سبز تفصیل کے طور پر فرمایا اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ  
فِي اصْبَل الْجَنَّةِ یہ ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ سے  
 نکلتا ہے یعنی جہنم کے اندر ہی پیدا ہوتا ہے كُلُّهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ  
الشَّيْطَانِ اس کے خوشے یا کونپلیں ایسے بننا ہیں۔ جیسا کہ شیطانوں کے  
 سر ہوتے ہیں۔ یہ تشبیہ دو وجوہ کی بنا پر ہو سکتی ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ شیطان  
 کے ساتھ مناسبت اس کی بدشکلی کی وجہ سے ہے۔ اگر کوئی شخص پرانگندہ صورت  
 ہو، بال بکھرے ہوئے ہوں تو اُسے جن بھوت کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے  
 مولا امام باکشت ہیں یہ روایت آئی ہے کہ ایک شخص پرانگندہ بال اور خستہ حالت  
 میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے اُسے تشبیہ فرمائی کہ شیطان  
 جیسی دشتناک شکل نہ بنایا کرو بیکہ اپنے بالوں کو درست کرو اور صفائی کا خیال رکھا  
 کرو۔ بہر حال چونکہ شیطان بھی بدشکل ہے اور تصور کہ درخت بھی ایسا ان کو  
 آپس میں مناسبت ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ اس مقام پر شیاطین سے مراد سانپ ہیں۔ تو ہر  
 اور سانپ کا سر تقریباً یکساں بناوٹ کا ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو سانپ

لے مولا امام باکشت

۲ روح المعانی ج ۹۶ و خازن ص ۲۶۲ و مدارک ص ۲۲ ج ۳ (فیاض)

تجسیم کا  
درخت

اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جیتوں کے انعامات اور درختوں کی تعمیرات کا مقابلہ کیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے **أَفَذَلِكَ خَيْرٌ مِّنْ ذِي الْقُرْآنِ** کیا یہ خفائی بہتر ہے؟ مطلب یہ کہ کیا اللہ کی طرف سے ملنے والا آرام و راحت باعتبار مہمانی بہتر ہے **أَمْ شَجَرَةٍ تَنْفَعُ فِرْعَوْنَ يَهْتَكِرُهَا رِجْسٌ مِّنْ عِندِ رَبِّهِ** اللہ نے کئی مقامات پر اپنے انعامات کو اہل جنت کے حق میں مہمان نوازی قرار دیا ہے۔ مثلاً سورۃ آل عمران کے آخر میں متقین کے لیے باغات اور ان کے ملنے سے بننے والی نہروں کا ذکر کر کے فرمایا **لَنُفِئَنَّ عَنْكَ كَلِمَ تَكْفُرُ بِهَا** عِنْدَ اللَّهِ (آیت ۱۹۸) یہ اللہ کے ہاں ان کی مہمانی ہوگی۔ درجہ مقام پر ایسے ہی تذکرہ کے بعد فرمایا **لَنُفِئَنَّ عَنْكَ كَلِمَ تَكْفُرُ بِهَا** رَحْمَةً مِنَّا (۳۲) یہ بخشش کرنے والے اور مہمان خدا تعالیٰ کی طرف سے مہمانی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے استغفار پر اندازہ میں فرمایا ہے کہ کیا یہ مہمانی بہتر ہے یا حقیر کا درخت؟ تم ان میں سے کس چیز کو پسند کرتے ہو۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہمانی سے بڑھ کر کیا چیز ہو سکتی ہے۔ اور حقیر کا درخت ہے جو جنہوں کی خوراک ہے اور جس کے متعلق سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا **وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ** (آیت ۶۰) کہ یہ ملعون درخت ہے۔ حقیر کے درخت کا ذکر سورۃ واقفہ اور بعض دوسری سورتوں میں بھی آیا ہے۔ حقیر اس قدر کھڑا اور بڑا ہے کہ جنہوں کے گلے میں ان کا گردہ جاتے گا۔

فرمایا **إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِلْعَالَمِينَ** ہم نے اس درخت کو ظلم کرنے والوں یعنی کفر، شرک اور تعدی کرنے والوں کے لیے آزمائش کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ دنیا میں یہ لوگ اس درخت کو تسلیم نہیں کرتے تھے کہ درخت یعنی آگ جس کوئی درخت کیسے ہو سکتا ہے؟ کچے ذہن کے لوگ شک کرتے تھے کہ یہیں ٹڑانے و ہکالنے کے لیے اس خوفناک درخت کا ذکر کیا جاتا ہے اس طرح گویا مٹھریں کے لیے یہی درخت آزمائش کا ذریعہ بن گیا ہے۔ اس کے

فَمِنَ اللَّوْثِ مِنْهَا الْبُطُونُ وَذَنُوبُ لَوْكٍ اسی عقور ہر کے درخت میں سے  
 کہ میں گئے اور اسی سے پہلے پیٹ بھر میں گئے۔ اس قدر بدبودار اور کڑوی چیز اہل  
 دوزخ کی خوراک بنے گی۔ سورۃ الفاشیہ میں ہے لَیْسَ لَکُمْ طَعَامٌ  
 اِذَا مِتُّ صَرْفِعَ ۝ لَا تُمْسُونَ وَلَا يُغْنِي عَنْكُمْ جُوعٌ ۝ اُن کے لیے  
 کھانے کا کچھ بھی نہ ہوگا۔ کہہ رہا جس سے نہ تیرا نہ ہوں گے اور نہ ہی بھوک دور ہوگی پھر  
 اُن کی پیاس بھی ستاے گی۔ ثُمَّ اِنْ لَّکُمْ عَلَیْهَا لَشَوْأٌ مِّنْ حَیْثُ  
 نہ پھیرا۔ یہ گرم پانی کی عذوبت ہوگی یعنی کھوٹا ہوا پانی پیئے کر دیا جائے گا۔  
 اَوَّلُ تَرْبِیٍّ ۝ وَلَیْسَ اِیَّاهُ مَنَعَ دَرَبُوْنَکُمْ اِیَّاهُ ۝ اَلَا اِنَّکُمْ اَکْثَرُ  
 لَمَعْرَفٍ ۝ ذرہ جو بچ کی توجہ کا سورۃ محمد میں بیان ہوا ہے۔ فَقَطَّعْ اَمْعَادَ  
 هُمْ رَاٰیَتْ ۝ اُن کی آنتوں کو کاٹ کر نیچے پھینک دیکھا وہ آنتیں  
 پھر اپنی جگہ پر واپس آئیں نہ دیکھ کر نیچے گریہ پڑیں گی۔ اِن کو اسی طرح  
 سزا ملتی ہے گی۔ جیسا انہوں نے ان کے متعلق فرمایا کَلَّمَا فُضِّحَتْ  
 حُمْلَتُهُمْ بِکَ لَکُمْ حُلْدَةٌ اَغْنٰی هَاذِ النَّارَ ۝ ۵۶ ۝ جب  
 اُن کی کھالیں جل جائیں گی تو اُن کی جگہ دوسری کھالیں پہنا دی جائیں گی اور یہ عمل  
 اسی طرح جاری ہے گا۔ فرمایا کھانے کے لیے عقور اور پیچھے کے لیے گرم کھوٹا  
 ہوا پانی دیا جائے گا ثُمَّ اِنْ مَرَّ جَعَلْنَا لَکَ الْجَحِیْمَ مِیْرَانًا  
 لِّرَاٰیَا جَنَّتِمْ مِّنْ طَرَفٍ ۝ ۵۷ ۝

اندھی تفتید

فرمایا اُن کی یہ سزا اس وجہ سے ہوگی اِنَّهُمْ اَلْفَقُوْا اَنَّا هُمْ  
 الصَّٰلِحِیْنَ ۝ کراہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو گرا دیا مگر اُن سے بچنے کی بجائے  
 فَهَمُّ عَلٰی اَنْفَادِهِمْ یُفْهِسْ عَوْنٌ ۝ یہ بھی انہی کے نقش قدم پر  
 دوڑتے رہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عقل و شعور سے کچھ فائدہ حاصل  
 نہ کیا اور کبھی خیال نہ کیا کہ ہمارے آباؤ اجداد تو غلط راستے پر جا رہے ہیں، ہم ان کے  
 پیچھے کیوں چلیں؟ مگر وہ بلا سوچے سمجھے باپ دادا کے دین پر چلتے رہے اور

کے سر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ صحیحین کی روایت میں آتا ہے کہ سید یونس نے حضور علیہ السلام پر جادو کیا تھا۔ کچھ کھجور کے پتے، ٹوٹی ہوئی گٹھی اور بالے کر ان پر سجھ کر اور انہیں مدینہ کے اطراف میں واقع ایک کنویں میں پتھر کے نیچے دبا دیا۔ اس کنویں کے بڑی ارواں کہا جاتا تھا اور اس وقت اقبال استعمال ہو چکا تھا۔ اس کنویں کے کنارے پر حضور کے درخت تھے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع ملنے پر حضور علیہ السلام صحابہ کے ہمراہ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور مذکورہ پتھر کے نیچے سے سحر شدہ چیزیں برآمد کیں تو وہاں بھی اسی شیطان کے الفاظ آتے ہیں گویا حضور کے پردے شیطانوں کے سروں کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں یا سائپروں کے سروں کے ساتھ ان کو مشابہت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے جسے امام ابن کثیرؒ نے ابن ابی حاتم کے حوالے سے اپنی تفسیر میں بھی نقل کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی اَذْلَکَ خَیْرٌ لَّنَا اَمْ شَجَرَةُ التَّوْقُوْهِرِ اور اس کے بعد سورۃ اکل عمران کی یہ آیت پڑھی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تَقَاتِهِ (آیت ۲۰-۲۱) لے لو کہ! اللہ سے ڈر جاؤ مگر یہ کہ ڈرنے کا حق ہے۔ پھر فرمایا وَلَوْ اَنَّ قَطْرَةَ قَطْرِیْتُ مِنَ التَّوْقُوْهِرِ فِیْ جَعَلَ الذَّنْبُ لَا فَسَدَتْ عَلَی السَّاسِ مَعْدِیْنِمْ اگر جہنم کے حضور کا ایک قطرہ دنیا بھر کے مہندروں میں ڈالا جائے تو اس کی بدولت اور ذائقہ کی وجہ سے تمام لوگوں کی سعادت برباد ہو کر رہ جائے مطلب یہ کہ حضور اس قدر کڑا ہے اور ہمزہ ہے کہ سارے مہندروں کو پڑھ نہ سکے اور ان سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا جاسکے۔

حضور کی یہ تعریف بیان کرنے کے بعد فرمایا وَ اِنَّہُمْ لَا یُکَلِّفُوْنَ مِنْہَا

مذہبوں کی تعریف

لے ۷۰۰ ج ۲۲ و مسلم ج ۲۲ و روح المعانی ج ۲۲

لے ابن کثیر ج ۴ (فیاض)

ہیں بھی گمراہ کیا۔ اللہ فرمائے گا کہ صرف ان کو ہی ڈبل سزا نہیں ملنی چاہئے بلکہ تعزیریں  
بھی دوسری سزا دی گئی۔ جس طرح تمھارے آباؤ اجداد گمراہ ہوئے اور دوسری سزا کو گئی، اسی  
طرح تم بھی گمراہ ہوئے اور تم نے بھی آگے بہت سوں کو گمراہی کے راستے پر چلایا۔  
لہذا آج اس دوسری گمراہی کی دوسری سزا ملے گی۔

منذین کی  
کہ

ارشاد ہوتا ہے وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ ذِكْرًا لِّمَن يَحْتَفِظُ اور البتہ تحقیق  
ہم نے ان میں ڈس سنائے والے۔ یہی جو ان کو بڑے انجام سے خبردار کرتے ہیں  
وہ انہیں کفر و شرک اور مباحی سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ سزا انہوں نے  
ان کی ایک سزائی۔ فَاذْكُرْكُم بِهٖ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُتَكْبِرِينَ کہ  
پھر دیکھو کیا انجام ہوا ڈرائے ہوئے لوگوں کا۔ ان نافرمانوں میں سے کوئی گرفت  
الہی سے نہ بچ سکا۔ قرآن پاک میں مختلف اقوام کے جبرستہ حالات بیان ہوئے  
ہیں۔ بعض کو اللہ نے پانی میں غرق کیا، کسی کو زندہ ہوا کی بھیشت چڑھایا، کسی پر کینت  
بیج آئی، کسی پر زلزلہ آیا اور کسی قوم پر پتھروں کی بارش ہوئی، بعض نافرمان لیے  
بھی تھے جن کو اہل ایمان کے ہاتھوں سے سزا دی گئی۔ اس طرح کوئی نافرمان بھی  
بڑے انجام سے نہ بچ سکا۔ اَلَا يَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ الْمُخْلَصِينَ سوائے اللہ کے منتخب  
اور برگزیدہ بندوں کے یہ لوگ نہ بچ گئے اور آئندہ بھی نہ بچتے رہیں گے۔ آخر پنج دنیا  
سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے انبیاء علیہم السلام پر ایمان لا کر ان کا اتباع  
کیا، اللہ نے ان کو ہر آفت سے محفوظ رکھا۔ لیکن لوگ کافروں، شرکوں اور  
نافرمانوں والی زد میں نہیں آئیں گے، باقی سب ہلاک ہوں گے جیسے کہ پہلے  
بھی ہوتے رہے ہیں۔



یہی کہتے ہیں کہ ہم تو یہی کہہ کر گئے جو کہہ چاہے اب دلدار کرتے ہیں، ہم ان کا طریقہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں قرآن نے فرمایا اَوْ كُفُّوا اَنْ اَبَاؤُكُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُوْنَ (البقرہ - ۱۷۰) اگرچہ ان کے آباؤ اجداد نہ عقل رکھتے ہوں اور نہ وہ راہِ ہدایت پر ہوں یہ پھر بھی انہی کے طریقہ پر انہی کی طرح گمراہی کے گڑھے میں جا کر رہیں گے۔ یہی اندھی تقلید ہے جسکی سختی سے تردید کی گئی ہے۔ ہاں اگر آباؤ اجداد صراطِ مستقیم پر ہوں تو پھر قرآن کے نقشِ قدم پر چلنا عین سعادت اور فخر کی بات ہے۔ اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قید کے دوران کہا تھا وَابْتَغَيْتُ مِلَّةَ اَبَايَ حَتَّىٰ اَبْرَءَهُمْ قَدْ اَخْلَقَ وَيَعْقُوبَ (ابراہیم - ۳۸) میں تو اپنے آباؤ اجداد ابراہیم، اسمٰعیل اور یعقوب علیہم السلام کی سنت کا اتباع کرتا ہوں۔ وہ سب اللہ کے برگزیدہ نبی تھے اور راہِ راست پر چلنے والے تھے، لہذا میں نے بھی انہی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔

قرآن پر لوگ بھی اندھی تقلید کر کے گمراہ ہوئے وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ (البقرہ - ۱۷۰) ان سے پہلے بھی زیادہ تر لوگ گمراہ ہی ہوئے۔ یہ نزولِ قرآن سے پہلے لوگوں کا ذکر ہے کہ وہ بھی اندھی تقلید میں مبتلا ہو کر گمراہی کے راستے پر ہی چلتے رہے۔ انہوں نے بھی اللہ کے پیوں پیلیں اور خیر خواہوں کی بات کو نہ سنا اور نہ ہی اپنی عقل سے کام لیا۔ اس بات کا احساس انہیں قیامت والے دن ہو گا۔ جب اللہ کے حضور پیشی ہوگی تو اس وقت افسوس کا اظہار کریں گے۔ کاش کہ ہم نے اللہ اور رسول کی بات مانی ہوتی تو مبتلائے عذاب نہ ہوتے مگر وقت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کریں گے وَقَالُوا رَبَّنَا اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ سَادَتَنَا وَكُنَّا بَارِعًا فَاصْلَحْ لَنَا الشَّيْءَ الَّذِي رَاْنَاكَ اَحْسَنَ (۱۷۰) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دنیا میں اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی جنہوں نے ہمیں یہ راستے سے گمراہ کر دیا۔ ہم تو ان کا کمان کر اس مصیبت کو پہنچے، لہذا آج ان کو دہشتناک عذاب دے کیونکہ ہمارے یہ بڑے خود بھی گمراہ ہوئے اور

تَذَحِّتُونَ ﴿۹۵﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿۹۶﴾  
 قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْحَبْطِ ﴿۹۷﴾  
 فَارْجُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ﴿۹۸﴾

ترجمہ :- اور البتہ تحقیق پکارا ہم کو لوح علیہ السلام نے  
 پس ہم بہت اچھی طرح اس کی دعا کو قبول کر لیا  
 ہیں ﴿۹۵﴾ اور ہم نے نجات دی اُس کو اور اُس کے  
 گھر والوں کو بڑی گھجڑاہٹ سے ﴿۹۶﴾ اللہ کر دیا ہم نے  
 اُس کی اولاد کو دی باقی رہنے واسے ﴿۹۷﴾ اور جھوٹا  
 ہم نے اُس کے اوپر پھیلوں میں ﴿۹۸﴾ سلام ہے  
 لوح علیہ السلام پر جان والوں میں ﴿۹۹﴾ اسی طرح ہم بدلتے  
 ہیں نیکی کرنے والوں کو ﴿۱۰۰﴾ بیشک وہ ہمارے نیک  
 بندوں میں سے ہے ﴿۱۰۱﴾ پھر ہم نے عرق کیا درختوں  
 کو ﴿۱۰۲﴾ اور بیشک اُسی کے گھر میں سے البتہ  
 ابراہیم علیہ السلام بھی ہیں ﴿۱۰۳﴾ جب کہ وہ آئے اپنے  
 پروردگار کے پاس سالم دل سے ﴿۱۰۴﴾ جب کہا اس  
 نے اپنے آپ اور اپنی قوم سے کہ تم کن چیزوں کی  
 عبادت کرتے ہو ﴿۱۰۵﴾ کیا اچھوٹے لڑباتے ہوئے اللہ کے  
 سوا دوسروں کو تم چاہتے ہو ﴿۱۰۶﴾ پس کیا گمان ہے  
 تمہارا رب المائین کے بارے میں ﴿۱۰۷﴾ پھر نگاہ کی انہوں  
 نے ایک نگاہ ستاروں میں ﴿۱۰۸﴾ پس کہا انہوں نے  
 کہ میں بیمار ہوں ﴿۱۰۹﴾ پس پھر گئے وہ لوگ اُن  
 سے پشت پھیر کر ﴿۱۱۰﴾ پس (موقع پا کر) مانگے وہ

وَلَقَدْ نَادَيْنَا نُوْحًا فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ ﴿٤٥﴾  
وَجَعَلْنَاهُ مِمَّنْ أَرْسَلْنَا مِنْكَ الْمُرْسَلِينَ  
الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ﴿٤٧﴾  
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿٤٨﴾ سَلَامٌ  
عَلَى نُوْحٍ فِي الْعَالَمِينَ ﴿٤٩﴾ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي  
الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٠﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥١﴾  
ثُمَّ آغْرَقْنَا الْآخِرِينَ ﴿٥٢﴾ وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ  
إِبْرَاهِيمَ ﴿٥٣﴾ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٥٤﴾  
إِذْ قَالَ لِلرَّبِّهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تُعْبُدُونَ ﴿٥٥﴾  
أَيُّكُمْ إِلَهَةٌ دُونَ اللَّهِ تُرِيدُونَ ﴿٥٦﴾ فَمَا  
ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٥٧﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً  
فِي النُّجُومِ ﴿٥٨﴾ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ﴿٥٩﴾ فَتَوَلَّوْا  
عَنْهُ مُدْبِرِينَ ﴿٦٠﴾ فَرَاغَ إِلَى إِلَهِهِمْ  
فَقَالَ أَلَا أَنَا كَلُونَ ﴿٦١﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ﴿٦٢﴾  
فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ﴿٦٣﴾ فَأَقْبَلُوا  
إِلَيْهِ يَنْفُونَ ﴿٦٤﴾ قَالَ اتَّعَبُودُونَ مَا

کی دعا کی تفصیل نہیں ہے اور نہ ہی اس کی قبولیت کے نتیجے کا ذکر ہے۔ سورۃ  
روح میں موجود ہے ذِیْقَاتُ لَا تَذَرُكَ إِلَّا تَرْضَىٰ مِنَ الْكُفْرِ ذِیْقَاتُ  
(آیت ۲۶) پھر دیکھا کہ مرنے والے زمین پر کسی ایک کافر کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔ اگر تو ان  
کو چھوڑ دینا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور آگے ان کی لڑائی بھی بدکار اور  
ناشکونگہ رہی ہوگی۔ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ ہم نے روح علیہ السلام  
اور اُس کے ساتھ کشتی میں سوار لوگوں کو بچا لیا تھم اَعْمَلْتُمْ اَبَعْدُ الْبَلَقِیْنَ  
(الشعراء ۱۲۰) اور اس کے بعد باقی لوگوں کو پانی میں ڈل دیا۔ اس مقام پر بھی  
فرمایا ہے وَجَعَلْنَاهُ وَاَهْلَكُهُ مِنَ الْكُرْبِ الْعَظِيمِ اَمْ لَمْ یَكُنْ مِنْ  
کُوْنِ اُنْ كَسْرَ الدِّیْنِ كُوْنِ بَرِّیْ كَبْرَیْ اَمْ لَمْ یَكُنْ مِنْ كَسْرِ  
دی۔ اُس کی صورت یہی تھی کہ باقی ساری نافرمان قوم کو طوفان میں غرق کر دیا۔

یہ دراصل حضور نبی کریم علیہ السلام آپ کے پیروکاروں کے لیے تسلی کا  
مضمون بیان کیا جا رہا ہے۔ روح علیہ السلام کی طرح حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم  
کی قوم نے بھی آپ کو اور اہل ایمان کو سخت تکالیف پہنچائیں جن کی وجہ سے  
آپ سخت پریشان رہتے تھے، قرآن اللہ تعالیٰ نے روح علیہ السلام اور آپ کی  
قوم کی ایذا رسانیوں کا ذکر کر کے آپ کو تسلی دی ہے کہ آپ دل برداشتہ  
نہ ہوں، ہر نبی کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا گیا مگر بِالْآخِرِ اللّٰهُ اَنْزَلَ اَنْزِلَیْ

بعد نافرمان قوم پر غالب فرمایا

ساری قوم کی غرقابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی تباہی کے ضمن میں  
فرمایا وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمْ الْبَلَقِیْنَ ہم نے روح علیہ السلام کی  
اولاد کو ہی باقی رہنے والا کر دیا۔ پوری روئے زمین کے لوگ طوفانِ روح میں غرق ہو  
گئے اور صرف وہی محدود تعداد میں لوگ زندہ بچے تھے جو کشتی پر سوار ہو گئے  
تھے، چنانچہ نسل انسانی کا سلسلہ ابھی کشتی والوں میں سے ہی آگے چلا۔ یہ بھی  
اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت ہے کہ کشتی والوں میں سے بھی صرف روح علیہ السلام

نسل انسانی کی  
تباہی کا ذریعہ

اُن کے معبودوں کے پاس اپن کھنے گئے کیا تم کھاتے نہیں؟ (۹۱)  
 کیا ہے کہ تم بولتے نہیں؟ (۹۲) پھر گھس گئے اُن پر  
 اُڑتے ہوئے داپنے لہجہ کے ساتھ (۹۳) پس متوجہ ہونے  
 لوگ اس کی طرف اُڑتے (گھبراتے) ہوئے (۹۴) کہا،  
 کیا تم عبادت کرتے ہو اُن کی جن کو تم ترستے ہو؟ (۹۵)  
 حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے اور اُن چیزوں  
 کو بھی جن کو تم بناتے ہو (۹۶) کہا انہوں نے بناؤ اس  
 کے لیے ایک عبادت اور ڈالو اُس کو بھڑکنی ہوئی آگ  
 میں (۹۷) پس ارادہ کیا انہوں نے اُس کے بارے میں  
 بُری تمیز کا پس کر دیا ہم نے اُن کو ہی پست (۹۸)

نور علیہ السلام  
 کی دعا

سورة الصافات میں زیادہ تر نبیاری عقائد ہی کا ذکر ہے۔ اس سے پہلے  
 توحید باری تعالیٰ اور مشرکوں کا رد ہو چکا ہے۔ اب رسالت کے مسئلہ میں نور  
 علیہ السلام کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ آپ نے اپنی قوم کو چلے عرصہ تک ایمان اور  
 توحید کی دعوت دی مگر وہ کفر و شرک پر لڑے رہے اور آپ کو ایذا میں پہنچاتے  
 رہے۔ بالآخر آپ نے تنگ آکر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی پروردگار اے  
 اَلْهِفْ مَعْلُوبٌ فَاَنْتَ صِرْتَ الْقَمَرُ (۱۰) میں تو مغلوب ہو چکا ہوں میری  
 مدد فرما اور ان لوگوں سے میرا بدل لے۔ چنانچہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے نور  
 علیہ السلام کی دعا کا تذکرہ اس طرح فرمایا ہے وَلَقَدْ نَادَيْنَاكَ فَاسْتَجِبْ اور البتہ  
 تحقیق نور علیہ السلام نے ہم کو پکارا، اور دی گئی نعمت لاریجیبون  
 پس ہم کیا خوب ہیں اُن کی دعا کو مستبول کرنے والے مطلب یہ کہ جب  
 نور علیہ السلام نے ہمیں مدد کے لیے پکارا تو ہم نے بھی اُن کی دعا قبول کرنے  
 میں دیر نہیں کی۔ نور علیہ السلام نے عرض کیا تھا کہ قوم کی اصلاح کی اب کوئی  
 صورت باقی نہیں رہی۔ لہذا اس قوم سے انتقام لے۔ اس مقام پر نور علیہ السلام

پے شک اپنی رفوح عالیہ السلام کے گروہ میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی  
 ہیں۔ آپ بھی انہی کے خاندان سے اور انہی کی راہ پر چلتے والے ہیں۔ اذہج کلمہ  
 ذریتہ بنقلب سلیم جب کہ آپ اپنے پروردگار  
 کے پاس سلیم دل لے کر۔ سلیم دل سے مراد ایسا سناہی والا دل بہت جو ہر قسم کی  
 برائیوں سے نادمہ نیست اور غیر اخلاقی اشیاء سے پاک ہو۔ بعض کہتے ہیں قلب  
 سلیم وہ ہے جو شرک، کفر، اتقاق، احمہ، اکینہ، جھوٹ اور حب مال و جاہ سے  
 پاک ہو۔ توحید اور ایمان کے ساتھ لبریز ہو۔ اور تمام اخلاق حسنہ اس میں پائے جائیں  
 بعض فرماتے ہیں کہ قلب سلیم کا شرک سے پاک ہونا ضروری ہے کیونکہ اس میں  
 توحید کے علاوہ شرک کا شائبہ تک نہیں ہونا چاہیے۔ اسی طرح بدعت سے  
 پاک ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ بدعت سنت کے خلاف چیز بدعت  
 سے لبریز دل بھی قانون الہی کے خلاف سمجھتے ہیں لہذا قلب کو شہوت سے  
 بھی منہ ہونا چاہیے۔ جو دل قانون الہی یعنی شریعت کے خلاف ہو گا۔ وہ  
 قلب سلیم نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح قلب سلیم کا غفلت سے پاک ہونا بھی ضروری  
 ہے کیونکہ غفلت یاد الہی کے خلاف عنصر ہے۔ اسی طرح خواہشات کا  
 غلام دل بھی قلب سلیم کہلانے کا حقدار نہیں ہو سکتا کیونکہ خواہشات سے  
 لبریز دل حقیقت کو نہیں پاسکتا۔ غرضیکہ فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام  
 قلب سلیم لے کر اپنے پروردگار کے پاس آئے۔ قلب سلیم کا ذکر سورۃ الشعراء  
 میں بھی موجود ہے۔ وطن ابراہیم کی رُما کے الفاظ میں کہ مولا کریم اقامت  
 دئے دین مجھے روانہ کرنا، وہ دین کہ جب مال کچھ قائمہ رہ گیا اور نہ بیٹھے الا

لہ روح الحافی ص ۲۳ و مذکر ص ۲۳ و قلبی ص ۹۱ و طبری ص ۲۳ و کبیر ص ۱۵۲

(فیاض)

کے تین بیٹوں عام، سام اور یافث کی اولاد ہی آگے چلی سکی۔ اس لحاظ سے نوح علیہ السلام کو آدمؑ کی بیوی: حواؑ کے تین بچے تھے اور سید احمد کی طبیعت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا عرب نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی اولاد میں سے ہیں جنتی عام کی اولاد اور رومی یافث کا اولاد ہیں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق عرب فارس اور روم والے سام کی اولاد ہیں، یا جرج ماجرج ترک اور منگول یافث کی، اور قبلی اور سوزانی عام کی اولاد ہیں۔ بہر حال موجودہ پوری نسل انسانی نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔

فرمایا وَكَرَّمْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں نوح علیہ السلام کا ذکر چھوڑ دیا۔ آپ کی نسل کے لوگ آپ کے بعد یہی کہیں گے سَلَامٌ عَلَى نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ سامے جہان والوں میں نوح علیہ السلام پر سلامتی ہو۔ مختلف نسلوں کے لوگ آپ پر سلام بھیجتے ہیں کہ آپ اللہ کے نہایت ہی برگزیدہ بندے تھے جنہوں نے لیجے عربیہ تک خدا کو پیغام لگوں تک پہنچایا اور اس سلسلے میں بڑی تکالیف اٹھائیں۔ فرمایا اِنَّا كَذَّبُكَ يُجَبِّئُ الْمُعْصِيْنَ ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں کجی کرنے والوں کو۔ اِنَّكَ مِنْ عِبَادِنَا الْمُتَوَكِّلِينَ نوح علیہ السلام ہمارے ایماندار بندوں میں سے ہیں۔ آپ اللہ کے نبی اور رسول تھے۔ فرمایا ہم نے آپ کو اور آپ کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے والوں کو تو بھی لیا اِنَّكَ مِنْ الْاَخْسَرِیْنَ پھر دوسروں کو ہم نے پانی میں ڈبو کر ہلاک کر دیا۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی نسل کے لیے اقتصاد کے ساتھ یہ مضمون بیان کر دیا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام  
اور قسیم علیہ السلام

نوح علیہ السلام کے تذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ وَلَئِنْ مِنْ شَيْءٍ لَّا يُفْلِحُ

لہٰ ابراہیم علیہ السلام کی تاریخ پیدائش ۱۲۰۰ سال قبل از مسیح اور وفات ۲۴۰ سال قبل از مسیح (فیاض)

جس کو چیزوں کو معذور بنا رکھا ہے اور کہ اس میں عقل مندی کی بات ہے ؟  
 اگلی آیات میں اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی کا واقعہ مزید مختصر  
 کے ساتھ بیان کیا۔ اس کی تفصیلات سورۃ الانبیاء میں بھی مذکور ہیں۔ آپ نے  
 اپنے باپ اور قوم سے فرمایا کہ یہ کسی صورت میں مجھ پر تم ٹھکے پڑتے ہو یعنی ان کی  
 عبادت کرتے ہو، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ان کی عبادت  
 کرتے ہوئے پایا ہے۔ کچھ سوال و جواب کے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں  
 تمھارے بتوں کی ضرورت یہ کہوں گا جب کہ تم پشت پھیر کر جاؤ گے۔ چنانچہ ایک  
 دن ایسا آیا کہ ساری قوم شہر سے باہر کوئی تنوار منڈنے کے لیے جا رہی تھی انہوں  
 نے ابراہیم علیہ السلام کو بھی شریک ہونے کی دعوت دی۔ آپ ان کے ساتھ جانا  
 نہیں چاہتے تھے، چنانچہ اللہ نے اس مقام پر اُس جگہ کا ذکر کیا ہے جو آپ نے  
 اس ضمن میں اختیار کی۔ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي الْجِبْرِاتِ انہوں نے ستاروں  
 کی طرف نظر ڈالی فَقَالَ اِنَّكَ مَسْقِيٌّ پس کنا کہ میں بیمار ہوں فَتَوَلَّوْا  
عَنْهُ مُدْبِرِينَ پھر وہ لوگ آپ سے پشت پھیر کر چلے گئے یعنی آپ کو  
 تنوار میں ساتھ لے جاتے پر اصرار نہ کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کا ذکر صافی و در کھلاتا ہے اُس دور میں  
 ستاروں کے ساتھ لوگوں کا خصوصی تعلق ہوتا تھا۔ چنانچہ امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ  
 فرماتے ہیں کہ اُس دور میں متعین ہونے والی شائع میں کسی مددگار ستاروں کا بھی دخل  
 رہتا تھا۔ پھر جب ابراہیم علیہ السلام کا حنیفی دور آیا تو ستاروں کے ساتھ تعلق  
 کو سختی کے ساتھ منقطع کر دیا گیا۔ قوم ابراہیم بھی ستاروں پر کمر شہ انہی تھی،  
 لہذا انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے ستاروں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے سے یہ  
 مطلب اخذ کیا کہ آپ بھی ستاروں کی کمر شہ سازی کے قائل ہیں، لہذا وہ آپ



مَنْ آتَى اللَّهَ بِقُلُوبٍ سَلِيمٍ (آیت - ۸۹) البتہ وہ شخص بچ جائے گا۔ جو اپنے اللہ کے پاس قلبِ سلیم لے کر آیا۔ الغرض! فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام تمام قسم کی آزمائشوں سے پاک دل لے کر رب العزت کے پاس آئے۔

ابراہیم علیہ السلام  
کا ذکر کیا گیا ہے۔

آگے اللہ نے قلبِ سلیم رکھنے والے ابراہیم علیہ السلام کے درجہ توحید کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے خدا تعالیٰ کا پیغامِ توحید اپنی قوم تک عقلی دلائل کے ساتھ پہنچایا۔

ارشاد ہوتا ہے اِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کن چیزوں کی عبادت کرتے ہو؟ سورة الأنعام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آذر ذکر کیا گیا ہے وَلَا قَالَ رَبِّ اِنِّى عَمِلْتُ لَكَ اٰذَرَ اَتَّخِذُ اَصْنَامًا الْفُلْسُفَةُ (آیت - ۷۵) جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر سے کہا۔ تارخ میں آپ کا نام تارخ ہی آیا ہے اس بنا پر بعض کہتے ہیں کہ تارخ باپ آذر چچا تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ دونوں نام ایک ہی شخصیت کے ہیں۔ آذر تو قرآن نے بیان کر دیا اور تارخ البتہ لقب تھا۔

بہر حال ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور قوم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم کن چیزوں کی پوجا کرتے ہو؟ اِنْ يَفْقَهُ الْفُلْسُفَةُ دُونَ اللّٰهِ فَرِيدُونَ کیا اللہ کے سوا تم جھوٹ کرٹکے بنائے ہوئے معبودوں کو چاہتے ہو؟ یہ پتھر و دعوات اور ٹکڑی کی سوزنیاں جنہیں تم اپنے ہاتھ سے گھڑتے ہو انہی کی پوجا کرنے لگتے ہو تم نے تارک و فرشتوں اور جنات کے نام پر بت تراش رکھے ہیں کیا تم ان کو اپنا معبود سمجھتے ہو؟ بھلا یہ تو بناؤ قَعًا ظَنَّمَكُم مِّنْ اَنْفُسِنَا اِنَّمَا تَعْبُدُونَ اَلْاَوْثَانِ كَمَا كُنْتُمْ تُعْبُدُونَ الْاَوْثَانِ قَبْلَ هٰذَا اِنْ تَسْتَكْبِرُونَ تم احمق حقیقی معبود کی تو عبادت کرتے نہیں اور اس کی بجائے ان خود ساختہ

منگڑوہ خود جانتے تھے کہ ان بتوں میں قرض و عسکرت ہی نہیں ہے۔ بھلا یہ کام بہت کیسے کر سکتا ہے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو یہی سمجھنا مقصود تھا کہ جو بت نہ تو خود توڑ پھوڑ کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ اپنے دفاع پر قادر ہیں، وہ وجود کیسے ہو سکتے ہیں؟

یہی تیسری بات کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ کو کہا تو یہ بھی حنیفانہ قدم کے طور پر آپ نے تو یہ کیا تھا۔ آپ نے اپنی بیوی کو سمجھا دیا تھا کہ اگر ہم نے اپنے آپ کو دنیا کی بیوی ظاہر کیا تو یہ ظالم بادشاہ مجھے قتل کرا دیں گا، اور تم پر تسلط قائم کرے گا۔ لہذا خیریت اسی میں ہے کہ اپنے آپ کو بہن بھائی ظاہر کیا جائے۔ جیسے جس اس سرزمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے اور اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ وَالْمُحَمَّدُ مِنَ مَرْمِیْنِ آپس میں بھائی بھائی ہوتے ہیں۔ الغرض اہل ایمان بچانے کے لیے آپ نے یہ حیل اختیار کیا۔ اس قسم کے بعض واقعات خود حضور علیہ السلام کے ساتھ بھی پیش آئے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت صدیق اکبرؓ سفر ہجرت پر جا رہے تھے راستے میں ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے حضرت ابوبکرؓ کے متعلق دریافت کیا یٰمُحَمَّدُ الرَّجُلُ یَعْنِیْہِ شَخْصُ کُنْ لَوْ کُنْ مِیْنَا سَے ہے تو آپ نے جواب دیا مِیْنَا سَے پانی سے۔ وہ شخص سمجھا کہ پہلی پانی والی آبادی کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ وہاں سے ہے اسی طرح راستے میں ایک درویش شخص نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پہچان لیا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے بھی تو یہ کہے انما میں جواب دیا ہو و جِلِّیْہِ دِیْنِی السَّبِیْلِ وہ ایک شخص ہے جو راستے میں میری رہنمائی کرتا ہے۔ وہ آدمی سمجھا کہ سفر میں راستہ معلوم کرنے کے لیے گائیڈ (راہنما) کی خدمات حاصل کر رکھی ہیں، مالا انکہ حضرت صدیقؓ کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص مجھے ہدایت کا راستہ بتائے والا ہے۔

بہر حال جب سب لوگ تھوڑا سا رستے کے لیے شہر سے باہر چلے گئے۔ تو

بت کی

کو چھوڑ کر توار منانے کے لیے چلے گئے اور ابراہیم علیہ السلام کو بتوں کی سزا  
کرنے کا موقع میسر آگیا۔

بغدادی اور ترمذی شریفین کی روایت میں آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے  
کذب بیانی نہیں کی مگر تین مواقع پر۔ پہلا موقع تو یہی ہے جب آپ نے کہا  
کہ میں بیمار ہوں حالانکہ آپ بیمار نہیں تھے۔ دوسرا موقع وہ ہے۔ جب  
آپ نے بتوں کو پاش پاش کر دیا تو کافروں کے دریافت کرنے پر آپ  
نے فرمایا **بَلْ قَعَلَكُمْ كِبِيرُهُمْ هَذَا** (الانبیاء: ۶۳) یعنی  
یہ کام اس بڑے بت نے کیا ہے جس کے کندھے پر کھڑا رکھا تھا۔ حالانکہ  
یہ کام خود ابراہیم علیہ السلام نے انجام دیا تھا۔ اور تیسرا موقع وہ جب آپ  
بابل سے ہجرت کر کے اپنی بیوی سارحہ کے ہمراہ مصر پہنچے۔ وہاں پر بادشاہ  
منصر کی بیٹی کا علم ہوا تو آپ نے اپنی بیوی کو **أَخْرَجِي** (سری بن) کہہ دیا۔  
اس قسم کا ذمہ معنی کلام دراصل جھوٹ نہیں ہوتا بلکہ عربی زبان میں اسے  
توڑتے کہتے ہیں۔ یعنی بوقت ضرورت ایسا کلام کیا جائے جس سے حکم کی مراد  
کچھ اور ہو اور مخاطب اس سے کچھ اور سمجھ لے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا **إِنِّي**  
**سَقِيمٌ** جو یعنی میں بیمار ہوں حالانکہ جسمانی طور پر آپ تندرست تھے۔  
دراصل ان الفاظ سے آپ کی مراد یہ تھی کہ تمہارا کفر اور شرک دیکھ کر میں  
ذہنی طور پر بیمار ہوں کہ مجھے کفر و شرک سے سخت تکلیف پہنچتی ہے، مگر  
لوگ سمجھ لیں کہ آپ کو کوئی جسمانی عارضہ ہے جس کی وجہ سے آپ ان کے  
ساتھ جانے سے معذور ہیں۔ جہاں تک بت شکنی کو بڑے بت کی طرف منسوب  
کرنے کا تعلق ہے تو اس سے ابراہیم علیہ السلام کا مقصد کفار کو معذور کر کے  
توحید کی دعوت دینا تھا، آپ نے کہا تھا کہ ان کو ان کے بڑے بت نے توڑا ہے

ہیں۔ افسوس ہے تم پر بھی اور تمہارے ان معبودوں پر بھی جن کی تم پوجا کرتے ہو۔  
جیسے انی کافروں سے کوئی جواب نہیں پڑا تو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو زندہ  
جلادینے کا فیصلہ کر لیا۔

اس مقام پر صرف اس قدر بیان کیا گیا ہے کہ بتوں کی حالت دیکھ کر وہ لوگ  
ابراہیم علیہ السلام کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔ آپ کے ساتھ گفت و شنید ہوئی  
تو آپ نے فرمایا قَالَ اتَّبِعُونِیْ مَا تَشَاقِقُونَ کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو  
جن کو خود تراشتے ہو؟ انسان کی اس قدر گڑبڑ، انسانی افسوس کہ ہے کہ ایک چیز کو  
خود ہی گھسے اندھیرائی کے سلسلے میں سمجھ رہا ہے۔ یہ عورتیاں خواہ جنوں کی ہوں، یا  
فرشتوں یا انسانوں کی ہوں یا ستاروں کی، کسی کو اختیار نہیں ہے جو کسی کی شکل کو  
اور حاجت بدائی کر سکے، معبود تو وہی ہو سکتا ہے جو عظیم کل، قادر مطلق، خالق اور  
واجب الوجود ہو۔ جب یہ صفات صرف اللہ تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں، تو پھر کوئی  
دوسری ہستی معبود کیسے ہو سکتی ہے؟ برصغیر میں ہندو بھی بت پرست ہیں۔ جن کے  
لاکھوں لاکھوں معبود ہیں۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے خود اپنے مذہب کے  
متعلق لکھا ہے کہ یہ انسان، ہوریاں، انشانت اور تقریبات سے معنی چیزیں ہیں  
کس قدر افسوسناک بات ہے کہ ہمارے معبود جاپان اور انگلستان کی فیکٹریوں میں  
تیار ہو جاتے ہیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں۔

غرضیکہ ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو یاد کروایا کہ تم جنوں کو خود تراش  
کر ان کی عبادت کرتے ہو وَاللّٰهُ خَلَقَ کُمْ وَصَاٰتُکُمْ لَکُمْ مَلٰٓئِکَہٗ  
اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہی پیدا کیا ہے اور اُن چیزوں کو بھی جن کو تم بتاتے ہو۔ انسان  
کوئی ایسا کام کرے ہر چیز کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ انسان  
اللہ کے عطا کردہ اختیار اور صلاحیت کے ساتھ ہی ہر کام کرتا ہے، وگرنہ  
تخلیق کی صفت کو کسی مخلوق میں نہیں پائی جاتی۔

دلائل کے لحاظ سے تو کافر لوگ لہ جواب ہو چکے ہیں۔ کہنے لگے یہ بتاؤ معبودوں  
کی توہین کا مرتکب ہوا ہے جو کس سے ہے کہ ان کو کوئی اختیار نہیں اور یہ باتوں کی

ابن علیہ السلام  
کھاتے تھے  
سرکش

ابراہیم علیہ السلام کو تہوں کی مرمت کرنے کا وہ موقع میسر آگئی جس کی تلاش میں آپ تھے۔ فَوَاعِظَ الْغُلَامَ الْعِثْمَہُ پھر آپ موقع پا کر تہوں کے پاس گئے۔ اُن کے سامنے نذر و نیاز کی کھٹائی، کھانا اور شربت وغیرہ رکھا ہوا تھا۔ فَقَالَ اَلَا تَأْكُلُوْنَ آپ نے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا، تم کھاتے کیوں نہیں؟ مہلّا پتھر کے وہ بے جان بت کھاتے کیا، اور جواب کیا دیتے۔ آپ نے پھر پوچھا مَا لَكُمْ لَا تَنُطْقُوْنَ کیسے تمہیں کہ تم بولتے نہیں؟ جب کئی جواب نہ ملا تو آپ نے اپنے منصوبہ کی تکمیل کے لیے فَوَاعِظَ عَلَيْهِمْ ضرر یا کالیکی میں آپ دائیں ہاتھ سے مارتے ہوئے اُن پر پل پڑے۔ آپ کے ہاتھ میں ہتھوڑا تھا جسے پوری قوت سے چلا کر تہوں کو توڑ پھوڑ دیا۔ صرف بڑے بت کرچھوڑا اور اس کے محلے میں کلہارا لٹکا دیا۔ پھر آپ دلواسے چلے آئے۔

کفار کا  
دور عمل

جب وہ لوگ سوار بنا کر واپس آئے تو تہوں کی یہ حالت دیکھ کر سخت پریشان ہوئے۔ اس مقام پر تفصیلات نہیں ہیں صرف اس قدر ہے فَاَقْبَلُوا الْيَوْمَ یعنی آج وہ لوگ آپ کے پاس گھبراہٹ کے عالم میں دوڑتے ہوئے آئے۔ سورۃ الانبیاء میں اس واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے کہ جب کفار نے اپنے تہوں کو شکستہ حالت میں دیکھا تو ایک دوسرے سے پوچھا کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟ اُن میں سے بعض نے کہا کہ ابراہیم نامی نوجوان اِن کا ذکر کیا کرتا تھا، ہو سکتا ہے کہ یہ اسی کا کام ہو، پھر ابراہیم علیہ السلام کو بلا کر پوچھا گیا کہ کیا یہ کارروائی تم نے کی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو اس بڑے بت کا کام معلوم ہوتا ہے جس کے کاغذے پر کلہارا بھی ٹک رہا ہے، تاہم آپ ان شکستہ تہوں سے پوچھ لیں اگر یہ بولی کر بتا سکیں۔ پھر انہوں نے آپ میں بیشک کی اور کہنے لگے کئی بات تو یہ ہے کہ یہ بت تو بولتے ہی نہیں، یہ ہمیں کیا بتائیں گے؟ اسی موقع پر ابراہیم علیہ السلام نے اُن کے ضمیر کو چھنودا اور پوچھا، کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے کسی نفع نقصان کے ہاتھ نہیں

وَالصَّفَات ٢٤

آيت ١١٣ ١٩٩

وَالْمَال ٢٣

درر ششم ٦

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينُ ⑨٩ رَبِّ  
 هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ①٠٠ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ  
 حَلِيمٍ ①٠١ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَئُ  
 إِلَيَّ أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا  
 تَرَىٰ ۖ قَالَ يَآبَتِ أَفْعَلُ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي  
 إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّادِقِينَ ①٠٢ فَلَمَّا أَسْلَمَا  
 وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ①٠٣ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ  
 قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي  
 الْمُحْسِنِينَ ①٠٤ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ①٠٥  
 وَقَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ ①٠٦ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ  
 فِي الْآخِرِينَ ①٠٧ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ①٠٨ كَذَلِكَ  
 نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ①٠٩ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا  
 الْمُؤْمِنِينَ ①١٠ وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا  
 مِنَ الصَّالِحِينَ ①١١ وَلَبَّكُنَّ عَلَيْهِ وَعَلَى  
 إِسْحَاقَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ  
 لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ①١٢

تراسیدہ صورتیاں ہیں۔ لہذا ابراہیم علیہ السلام کو سخت سزا عطا چاہیے۔ قَالُوا سُبْحَانَكَ  
يَسْتَكْبِرُ كُنْ گئے اس کے لیے ایک بہت بڑی عمارت تیار کرو اس میں آگ جلاؤ  
اور ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈال دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا ایک بہت بڑے  
حصہ زمین پر دنیا کی سب سے بڑی آگ جلائی گئی پھر کئے گئے فَالْقَوَّةُ فِي الْحَجِينِ  
اس کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔ اس تمام یہ تراخضار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے  
تاہم سورۃ الانبیاء میں ہے قَالُوا اصْبِرْ قُوَّةً وَاُصْرًا اَلِهَتُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ  
فَاعِلِينَ (آیت ۶۸) اگر کچھ کرنا چاہتے ہو تو ابراہیم علیہ السلام کو زندہ جلاؤ اور اس کو  
اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ جن کی یہ ذمت بیان کرنا ہے۔

بالآخر انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو بھینٹ کے ذریعے بھڑکتی ہوئی آگ میں  
پھینک دیا مگر اللہ نے فرمایا قُلْنَا يَا اَبْرٰهِيْمُ كُوْنْ يُّوْدًا وَسَلَامًا عَلٰیكَ  
ایم ہسینم (الانبیاء - ۶۹) اے آگ! ابراہیم علیہ السلام چٹھہ نڈی اور سلامتی  
والی ہو رہا۔ سورۃ العنکبوت میں ہے فَاَنْجَلَهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ (آیت - ۲۴)  
اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُس آگ سے بچا لیا۔ اور کافر اپنی اس تدبیر میں بھی ناکام رہ  
نامراد ہوئے۔ مفسرین کو رام فرماتے ہیں کہ آگ نے ابراہیم علیہ السلام کا ایک بال  
بیک نہ جلا یا۔ البتہ جس لڑکی سے باندھ کر آپ کو آگ میں پھینکا گیا تھا، وہ لڑکی  
جل کر خاک ہو گئی۔ اللہ نے فرمایا فَاَزَادُوْا اِبْرٰهِيْمَ كَيْدًا انہوں نے ایک تدبیر  
کا اندوہ کیا۔ ابراہیم علیہ السلام کو ختم کرنا چاہا مگر ہم نے انہیں ہر امتحان میں  
کامیاب کر کے فَجَعَلْنٰهُمْ اٰمَنَةً انہی کو ذلیل و خوار اور پست  
کر دیا۔ وہ اپنے ارادے میں تیری طرح ناکام ہے۔

نظم کرنے والے میں اپنے نفس پر صریح ملہ پر (۱۳)

ربط آوات

پہلے نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا حال ذکر ہوا۔ آپ اپنے عرصے میں قوم کو خدا تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہے اور اللہ کا ذکر کرتے رہے تاکہ آپ کی قوم پرانی ہو سکے۔ اللہ کے ہی کو طرح طرح کی کالیف پہنچائیں جسے اللہ نے کرب عظیم سے تعبیر کیا ہے۔ آخر حج آکر نوح علیہ السلام نے قوم کے حق میں بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے گیسے پانی میں ڈبو کر صغیر ہستی سے پیدا کر دیا۔ صرف وہی لوگ بچے جو نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے تھے اور پھر انہی میں سے اللہ نے نسل انسانی کو اگلے پلائے اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کے حالات بیان کیے۔ آپ نے قوم کو خطاب کر کے فرمایا کہ کشتی بے قوتی اور طاقت کی بات ہے، اگر تم خود ہی اپنے ہاتھوں سے بت تراشتے ہو اور خود ہی اہی کی پرغا کو نہ لگتے ہو۔ حال تکہ خالق اللہ رب العالمین ہے جو تمہیں بھی پیدا کر لیتا اور تمہارے اعمال و اکساب کو بھی وہی تخلیق کرتا ہے۔ اس کے جواب میں قوم نے فیصلہ کیا کہ ابراہیم کے لیے ایک بہت بڑا آگ کا آلاؤ تیار کرو۔ جس میں انہیں زندہ جلا دو گے۔ یہ ہیں جہازے آباؤ اجداد کے ملک سے ہٹا چکا ہے۔ چنانچہ دنیا کی عظیم ترین آگ جلا کر ابراہیم علیہ السلام کو رہا دینا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے محفوظ رکھ کر ان کی ساری تدبیر کو ناکام بنا دیا اور وہ ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔

اس سے قبل ابراہیم علیہ السلام کو اہل میں ماتہ برس تک قید میں رکھا گیا۔ آگ سے بچ نکلنے کے بعد آپ کو اللہ کا پیغام ملتا ہے جس کو کوئی بھی ایمان نہ لایا جیسا کہ سورۃ عنکبوت میں گزرا چکا ہے۔ صرف آپ کی بیوی سارہ اور بھتیجے لوط علیہ السلام آپ پر ایمان لائے، باقی ساری قوم و کفر اور شرک میں بیٹھی رہی۔

بالآخر جب قوم کی طرف سے ایذا و رسانیاں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے

ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت



توجہ :- اور کہا (ابراہیم نے) تحقیق میں جانا ہوں اپنے آ  
 پروردگار کی طرف ، وہ مجھے راہ دکھائے گا (۹۹) لے پڑ گیا  
 بخش دے مجھے کیوں میں سے (کڑی بیٹا) (۱۰۰) ہم نے  
 بشارت دی اس کو ایک لڑکے کی جو نہایت بزرگوار  
 تھا (۱۰۱) پس جب پہنچا اس کے ساتھ ملک و دود کی عمر  
 کو تو اس نے کہا اے بیٹے! بے شک میں دیکھتا ہوں خواب  
 کہ میں تجھے ذبح کرنا ہوں۔ دیکھو! تم کیا خیال رکھتے ہو۔  
 کہا (بیٹے نے) اے باپ! آپ کمر ڈالیں جس چیز کا آپ  
 حکم دیا جاتا ہے۔ آپ پائیں گے مجھے اگر اللہ نے چاہا،  
 صبر کرنے والوں میں سے (۱۰۲) پھر جب وہ دونوں صلیع  
 ہو گئے (اللہ کے حکم کے) اور گرا دیا اس کو پستانی کے  
 بل (۱۰۳) اور ہم نے اس کو آواز دی۔ لے ابراہیم! (۱۰۴)  
 تحقیق کرنے سے سچ کر دکھایا خواب۔ بیک ہم اسی طرح  
 بدلہ لیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو (۱۰۵) بیک یہ بات  
 ابتداء صریح آزمائش ہے (۱۰۶) اور ہم نے فدیہ دیا اس  
 کو ذبح کرنے کے ایک عظیم جانور کا (۱۰۷) اور ہم نے  
 چھوڑا اس پر پھیروں میں (۱۰۸) اس بات کو کہ ملاقاتی  
 ہو ابراہیم پر (۱۰۹) اسی طرح ہم بدلہ لیتے ہیں نیکی کرنے  
 والوں کو (۱۱۰) بیک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے  
 ہے (۱۱۱) اور ہم نے بشارت دی اس کو اسحاق  
 (بیٹے) کی جو کہ اللہ کا نبی اور نیکوں میں سے تھا (۱۱۲)  
 اور برکت نازل کی ہم نے اس پر اور اسحاق پر۔ اور  
 ان دونوں کا اولاد میں سے نیکی کرنے والے ہیں اور کچھ

کامیابی دوڑنا ہوتا ہے جسے صفادوسرہ کی سہی ہوتی ہے کہ وہ ان کچھ فاصلہ دوڑ کر چل پڑتا ہے۔ تو مطلب یہ کہ جب حضرت اسماعیلؑ بھاگنے دوڑنے کی عمر کو پہنچ گئے۔ آپ کی عمر بارہ، تیرہ سال کی ہو گئی اور آپ اپنے باپ کے ساتھ فصل و کمال کے کام کرنے کے قابل ہو گئے۔ تو اب ہم علیہ السلام نے خواب دیکھا جس کا تذکرہ بیٹے کے سامنے اس طرح کیا تھا إِنِّي لَأَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي إِذْ يَخْلُكُ بَيْتًا يَبْنِيكَ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ فَإِنْ ظُنَرْتُمْ أَنَا قَتَلْتُمُ دیکھو! تمہارا اس معاملہ میں کیا خیال ہے؟ ذرا سوچ کر بناؤ کہ تم اس خواب کو کیا پاتے ہو؟ حضرت کریم بیان کرتے ہیں کہ علیہم السلام کہہ خواب بار بار آ رہا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا اور اس حکم کی تعمیل کا تقاضا کیا جا رہا تھا۔

خواب کی حقیقت

نبی کے خواب اور عام لوگوں کے خواب میں فرق ہوتا ہے۔ عام لوگوں کے خواب تین اقسام کے ہوتے ہیں۔ یعنی روحانی، شیطانی اور نفسانی روحانی خواب مومن کے حق میں بشارت ہوتی ہے۔ شیطانی خواب شیطان کے اثر سے ہوتے ہیں اور نفسانی خواب وہ ہوتے ہیں جو انسانی خوراک کے اثرات پر مرتب ہوتے ہیں۔ مگر غیر ان کا خواب وحی بھی کی ایک قسم ہے کیونکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کوئی حکم خواب کے ذریعے بھی دیتا ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ نبوت لےنے سے چھ ماہ قبل تک جو خواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آتے تھے، وہ سچے ہوتے تھے اور ان کا نتیجہ روزِ روشن کی طرح سامنے آ جاتا تھا۔ پھر اس کے بعد نزولِ وحی شروع ہو گیا۔ قرآن پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کا ذکر بھی آتا ہے۔ اس کی تعبیر اگرچہ طویل عرصہ کے بعد جاکر نکلی مگر وہ حرفِ نبوت صحیح تھا۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے بھی خواب دیکھا تھا کہ آپ طواف کر



کام ہی نہیں کر رہی تھی۔ اور سرے آواز آئی وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا اِبْرَاهِيمُ  
اللّٰهُ رَبُّكَ فرمایا ابراہیم نے آواز دی اے ابراہیم قَدْ صَدَّقْتَ الرُّمُومَ ترے  
 خواب کو سچا کر دکھایا۔ آپ اس آزمائش میں پورے اترے۔ اِنَّا كُنَّا لَكِ  
بِخَبْرِي الْمُحْسِنِينَ ہم نے آپ کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ ابراہیم  
 علیہ السلام نے تو تعین حکم کئے ہوئے بیٹے کے گلے پر چھری چلا دی مگر اللہ تعالیٰ  
 کو اسماعیل علیہ السلام کی جان بچا یا مقصود تھی لہذا اُس نے باپ کو اُس کا بیٹا بھیج  
 سلامت لوٹا دیا۔

اللہ نے فرمایا اِنَّ هَذَا الْقَوْلُ لَنُفِیْ بِكَ یہ ایک صریح  
 آزمائش تھی جو ابراہیم علیہ السلام پر ڈالی گئی جس میں آپ پورے اترے۔ اور پھر اللہ  
 نے یہ احسان بھی فرمایا کہ اسماعیل علیہ السلام کا ذریعہ بھی دیا۔ فَرَمٰی عِصْمَتًا  
بِذِیْجِ عَقِیْبَتِهِ اور ہم نے اُسے ایک عظیم جانور کے ذریعہ کرنے کا ذریعہ دیا۔  
 یہ عظیم جانور ایک مینڈھا تھا جو اللہ نے جنت سے ازل فرمایا اور ابراہیم علیہ السلام  
 کی چھری اسماعیل علیہ السلام کی کھلنے سے اس مینڈھے کی گردن پر چل گئی، وہ ذبح ہو  
 گیا اور اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ گویا مینڈھا آپ کا ذریعہ بن گیا  
 مفسرین کو اس فرماتے ہیں کہ ذبح عظیم سے مراد عورت جانور کی قربانی نہیں  
 اگرچہ وہ بہشت سے نازل شدہ عظیم جانور تھا۔ بلکہ اس سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے  
 کہ ہم نے قربانی کا ایک بہت بڑا اصول قائم کر دیا ہے جو ا قیامت جاری ہے  
 گا دراصل جذبہ ایمان و اطاعت تو وہی تھا جو بیٹے کی قربانی کے لیے سوجزن تھا  
 مگر اللہ نے جان کے بدلہ کے ملکہ پر اسے جانور میں منتقل کر دیا۔ لہذا انہی مینڈھ  
 کے تحت آئندہ کے لیے جانور انسانی جان کا ذریعہ ہو گا۔ یہ کہستور قیامت تک  
 زندہ رہے گا اور اہل ایمان ہر سال جانور کی قربانی کرتے رہیں گے۔

سہے جب آپ کا خیال تھا کہ شاید اسی سال یہ خواب پورا ہوگا۔ اور آپ عمرہ کی سعادت حاصل کریں گے مگر اُس سال آپ بغیر عمرہ ادا کیے مقام حدیبیہ سے واپس آگئے اور اگلے سال جاکر عمرہ ادا کیا۔ اس طرح لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الْتَمَّ بِمَا لَاحِقَ (الفتح - ۲۷) اللہ نے اپنے رسول کا خواب بچا کر دیا۔

بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بار بار یہ خواب آ رہا تھا۔ کہ آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ خواب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بتلا کر ان کی لٹے کی تر سعادت مند بننے نے جواب دیا۔ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمُرُ لِي بَابِ جَنِّ کَامِ اِجْرَ کَمِ دَا بَارِکَ سَہَ لَکَ کَرَمُ رُوحِی اللہ کے حضور میری قربانی پیش کر دو۔ جہاں تک میری ذمت کا تعلق ہے میں حکم خداوندی کی تعمیل میں کوئی ہیں و پیش نہیں کروں گا لَکَ سَجْدَۃً فَاِنْ شَاءَ اللہ مَوْتِ الصَّابِرِیْنَ اِنَّ اللہَ اَکْبَرُ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ میں حکم خداوندی کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں آپ میری گردن پر چھری چلا دیں۔ یہی وہ بردباری ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کے مزاج میں رکھ دی تھی۔ اللہ نے آپ کو ثبوت و ربانیت کے منصب پر فائز کیا تھا، چنانچہ آپ کی تربیت بچپن سے کمال شجاعت کی ہو رہی تھی۔ بہر حال آپ نے اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کر دیا۔

فَلَمَّا اَسْلَمَکَ پھر جب دونوں باپ بیٹا مطیع ہو گئے یعنی اُن میں حکم خداوندی کی تعمیل کا جذبہ حد درجہ بیدار ہو گیا۔ وَکَذَٰلَکَ یُحِبُّنِ اللہ ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو پیشانی کے بل گرا دیا تاکہ آپ کی گردن پر چھری چلا دیں۔ پیشانی کے بل لٹانے کا یہ مطلب ہے کہ بیٹے کا خوبصورت چہرہ دیکھ کر باپ کے دل میں کہیں جذبہ ترحم نہ پیدا ہو جائے اور حکم الہی کی تعمیل میں فرق نہ آجائے۔ بہر حال جب باپ نے بیٹے کو گناہ پر چھری گردن پر تیز چھری بھی چلا دی۔ مگر ابراہیم علیہ السلام یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے کہ چھری اپنا

اسماعیل علیہ السلام  
کو قربانی

کچھ خوفزدہ ہوئے تو فرشتوں نے تسلی دی کہ خوف نہ کھائیں، ہم تو قوم لوط کو تباہ کر کے یسے بھیج گئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ جو پارس کٹری تھی نہیں پڑی قَبَسَتْ فَمِنْهَا يَذَّابْحُ لَكُمْ صَبْءًا وَكُرَّاءَ اسْتَحْوَا فَعَقُوْهُ (آیت - 21) پھر ہم نے اُس کو اسحاق اور اُن کے پیچھے (اُن کے بیٹے) یعقوب کی بشارت دی۔ وہ کہنے لگی، اے میرے یکے بچہ ہو گا کہ میں بڑھیا ہوں اور میرے میاں بھی بوڑھے ہو چکے ہیں، یہ تو عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا، کیا تم خدا کی قدرت سے تعجب کرتی ہو، تم پر خدا تعالیٰ کی رحمت اور اُس کی برکتیں ہیں تمہارے خاندان پر۔ اللہ تعالیٰ علم والا بیٹا عطا کرے گا۔ اور اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام اپنے پرستے یعقوب علیہ السلام کو بھی دکھیں گے چنانچہ یہ بشارت بھی اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائی۔

یہودیوں نے اس مسئلہ کو اٹھایا دیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جس بیٹے کی قربانی دی تھی وہ اسماعیل علیہ السلام تھے یا اسحاق علیہ السلام۔ حقیقت یہ ہے کہ قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہوئی تھی جو حضرت ابراہیم کے بطن سے تھے اور اسحاق علیہ السلام سے سو سال بڑے تھے امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے نتیجہ میں اسی سال کی عمر میں پیدا ہوئے جب کہ اسحاق علیہ السلام بغیر دعا کے پیدا ہوئے جس کی بشارت قریم لوط پر عذاب لانے والے فرشتوں نے حضرت سارہ کو دی جس نے اس پر تعجب کا اظہار کیا کیونکہ اس وقت میاں بیوی دونوں بڑھے ہو چکے تھے۔ مطلب یہ کہ قربانی کا واقعہ اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ ہی پیش آیا تھا۔

البتہ بالابن کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے لیے حضرت اسحاق علیہ السلام کو پیش کیا گیا تھا۔ دراصل یہ یہودیوں کے جھوٹ اور تورات

قرآنی تسلیم  
اسماعیل علیہ السلام  
باسحاق علیہ السلام

اس خبر سے بعض ضمنی مسائل بھی متفرع ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص چاہے کہ زنج کرنے کی نذر ماننے کا ذرہ حرام ہوگی کیونکہ عباد کے علاوہ انسانی جان کو قربانی سے لیے پیش کرنا جائز نہیں۔ اللہ نے از خود کسی انسان کو ذبح کرنے کی اجازت نہیں دی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو منقول ہے کہ بیٹے کی قربانی کی نذر ماننے والے کو مالور کی قربانی کرنی چاہیے کہ اس کی نذر یا قسم کا یہی کفارہ ہوگا۔ حضرت عمران بن حصین کی روایت میں آتا ہے کہ اگر کفارہ الیٰسین یعنی نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہو آہے بعض لوگ نذر ان کے بچوں کو ذبح کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے جو کہ قطعی حرام ہے۔

فرمایا وَ قَرَنَّا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ اور ہم نے اس کا ذکر خیر و پھیلوں میں چھڑا ہے۔ سَلَّمَ عَلَیْہِ رِابْعًا اُمِّیًّا سلامی ہوا ابراہیم علیہ السلام پر گڈیلٹ بھینزی الْمُحْسِنِينَ ہم نے اسی کرنے والوں کو اسی طرح بلاتے ہیں اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ بے شک وہ ہمارے کامل ایمان بندوں میں سے تھے۔

اسحاق علیہ السلام کی بشارت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت اور بیٹے کی قربانی کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا وَ بَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِیًّا وَ حَنَافًا مُّصِیۡبًا اور ہم نے بشارت دی دا براہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کی جو اللہ کا نبی اور نیکوں میں سے تھا۔ اس بشارت کا ذکر سورۃ ہود میں تفصیل کے ساتھ ہر اے قوم کو طوط پر ہذا اب لیکھ آئے والے فرشتے پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس انسانی شکلوں میں آئے۔ انہوں نے مہمان سمجھ کر بچا ہوا بچہ ان کے سامنے رکھا مگر ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تھے جس کی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام

۱۔ احکام القرآن لمصاحف ۳۷۲ ۳

۲۔ احکام القرآن لمصاحف ۳۷۳ ۳ (فیاض)

تمام عرب پیدا ہوئے اور پھر انہی میں سے اللہ نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو پیدا فرمایا۔ دونوں خاندانوں میں نیکی کا رعب بھی ہیں اور گنہگار بھی ان میں کوئی نقص بھی نہیں  
 اور مشرک بھی جن کا ذکر اللہ نے قرآن پاک میں جا بجا کیا ہے۔

---



میں تفریق کا نتیجہ ہے۔ یہودی بیتان طراز قسم کے لوگ تھے اور جھوٹ بولنے میں ذرا بھی گریز نہیں کرتے تھے، بائبل میں لکھا ہے کہ اسرائیلیوں کی موآبی کے ساتھ دشمنی تھی۔ یہودیوں نے موآبی قبائل کو حرامی ثابت کرنے کے لیے حضرت لوط علیہ السلام پر اتنا سبب اندھا کرنا شروع کیا کہ انہوں نے نعرہ زبانی شرب الی کر خود اپنی بچوں سے بیکاری کی جہن کی اولاد موآبی ہیں۔ ماسکل اسی طرح یہودیوں کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ قربانی اسماعیل علیہ السلام کی یہودی تھی حالانکہ قربانی کا واقعہ تو اس وقت پیش آیا جبکہ اسماعیل علیہ السلام ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور اسماعیل علیہ السلام اپنے باپ کے ایک بیٹے تھے۔ اس مقام پر بھی اللہ نے اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اور ذبح عظیم کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بشارت بھی دی۔ واقعاتی لحاظ سے بھی قربانی کا واقعہ سنا میں پیش آیا اور یلیں ہر سال حاجی لاکھوں کی تعداد میں قربانیاں کرتے ہیں اس کے برخلاف حضرت اسماعیل علیہ السلام تو شام و فلسطین میں رہے۔ اگر قربانی کا واقعہ ان کے ساتھ پیش آتا تو اس کام کو بھی مکہ کی بجائے شام و فلسطین ہوتا۔ بہر حال قرآن پاک کے اسلوب واضح ہے کہ قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یہودی تھی اور یہودی اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔

خاندان  
ابراہیم علیہ السلام

فرمایا ہم نے بشارت دی اسماعیل علیہ السلام کی جو نیچوں میں سے نبی تھے  
وَابْنُ كُنَا حَلِیْمٌ وَكَوْنُ اسْتَحَقَّ اور ہم نے برکت دی اُس پر  
یعنی ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام پر۔ وَصَلَتْ ذُرِّيَّتُہُمْ  
اور دونوں کی اولاد میں سے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ حضرت اسماعیل اور اسحاق  
علیہما السلام کی اولاد میں سے جن کا ذکر پہلے آیا گیا ہے۔ فَحُجَّسْ وَظَلَمَ  
رَنَفْسُہُمْ مِیْسِیْنِ؟ دونوں بھائیوں کی اولاد میں سے نیچا کرنے والے بھی ہیں۔  
اور اپنے نفس پر صریح ظلم کرنے والے بھی۔ خاندان اسماعیل میں سے آئے ہزاروں  
شائیں تھیں جو شام و فلسطین میں پھیلے۔ اور اسی طرح خاندان اسماعیل میں سے

إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَيْرِينَ ﴿١٢٦﴾ ثُمَّ دَمَرْنَا الْأَخْدِينَ ﴿١٢٧﴾  
وَأَنكُم كَتَمَرُونُ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِينَ ﴿١٢٨﴾  
وَبِالْأَيْدِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٢٩﴾

ترجمہ: اور البتہ تحقیق ہم نے احسان کیا ہوئی اور  
لہرون علیہا السلام پر ﴿۱۲۶﴾ اور ہم نے ان دونوں کو نجات  
دی اور ان کی قوم کو بھی بڑی تکلیف سے ﴿۱۲۷﴾ اور ہم  
نے ان کی مدد کی، پس تمہیں وہی غالب ہونے والے ﴿۱۲۸﴾  
اور ہم نے ان دونوں کو ایک واضح کتاب ﴿۱۲۹﴾  
اور ہم نے رہنمائی کی ان دونوں کی صراطِ مستقیم کی طرف ﴿۱۳۰﴾  
اور چھوڑا ہم نے ان کے اوپر دیکھنے والوں میں ﴿۱۳۱﴾ کہ  
سلام ہو ہوئی اور لہرون علیہا السلام پر ﴿۱۳۲﴾ بیشک ہم  
اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو ﴿۱۳۳﴾ بیشک تم  
وہ دونوں ہمارے ایماں دار بندوں میں سے ﴿۱۳۴﴾ اور بیشک  
ایسا علیہ السلام البتہ اللہ کے رسولوں میں سے تھے ﴿۱۳۵﴾  
جب کہا انہوں نے اپنی قوم سے کیا تم ڈرتے نہیں ﴿۱۳۶﴾  
کیا تم بکاہتے ہو بعل کو اور چھوڑتے ہو سب سے بہتر  
خالق کو ﴿۱۳۷﴾ اللہ جو تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے آباؤ اجداد  
کا بھی پروردگار ﴿۱۳۸﴾ پس ان لوگوں نے جھٹلایا اُس  
کو۔ پس بے شک وہ (غضب میں پھوٹے ہوئے) حاضر  
کیے جائیں گے ﴿۱۳۹﴾ مگر اللہ کے خالص بندے ﴿۱۴۰﴾  
اور چھوڑی ہم نے ان کے اوپر دیکھنے والوں میں دیر  
بات ﴿۱۴۱﴾ کہ سلام ہو ایسا میں پر ﴿۱۴۲﴾ اسی طرح ہم بدلہ

وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ①١٣ وَنَجَّيْنَاهُمَا  
 وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ①١٤ وَنَصَرْنَاهُمْ  
 فَكَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ①١٥ وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ  
 الْمُسْتَبِينَ ①١٦ وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ①١٧  
 وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْأَخْرَبَيْنِ ①١٨ سَلَامٌ عَلَىٰ  
 مُوسَىٰ وَهَارُونَ ①١٩ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي  
 الْمُحْسِنِينَ ①٢٠ إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ①٢١  
 وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ①٢٢ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ  
 أَلَا تَتَّقُونَ ①٢٣ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ  
 أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ①٢٤ اللَّهُ رَبُّكُمْ وَرَبَّ  
 آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ①٢٥ فَكَذَّبُوه فَأَنَّهُمْ  
 لَمُحْضَرُونَ ①٢٦ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ①٢٧  
 وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْأَخْرَبَيْنِ ①٢٨ سَلَامٌ عَلَىٰ  
 إِبْرَاهِيمَ ①٢٩ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ①٣٠  
 إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ①٣١ وَإِنَّ لُوطًا  
 لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ①٣٢ إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَآهْلَهُ أَجْمَعِينَ ①٣٣

کہ دوسری بڑی حضرت سارہ سے بھی بیٹے کی بشارت ملی اور اللہ نے اس کے مل بھی  
حضرت اسماعیل علیہ السلام جیسا عظیم المرتبت بیٹا تولد فرمایا جن کی اولاد کا مسئلہ دور تک  
گیا اور جس میں اللہ نے ہزاروں نبی مبعوث فرمائے۔ اس واقعہ میں حضور علیہ السلام اور  
آپ کے پیروکاروں کے لیے تعلی کا مضمون بھی ہے کہ دیکھو اللہ کے علیل العذر پیغمبروں  
نے کیسی کیسی تکالیف اٹھائیں اور کتنے امتحانات سے گزرے تو پھر اللہ نے ان  
ان پر انعامات بھی بے شمار کیے۔ اب اگلی آیات چند دیگر انبیاء اور اُن کی کہ چننے  
والی تکالیف اور پھر ان کی کامیابی کا ذکر آ رہا ہے۔ اس سے حضور علیہ السلام اور  
آپ کے تابعین کو سمجھانا مقصود ہے کہ منافقین کی ایذا رسانیوں سے دل برداشتہ  
نہ ہوں۔ بالآخر کامیابی محض ہے ہی مقدم میں ہوگی۔

ارشاد ہوتا ہے وَلَقَدْ مَنَعْنَاكَ مُوسَىٰ وَهَارُونَ اور  
البتہ تحقیق ہم نے احسان کیا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر۔ موسیٰ علیہ السلام کے واقعات  
تقریباً پاک میں چھ بابوں سے زیادہ مرتبہ مختلف سر توں میں بیان ہوئے ہیں تاہم  
یہاں پر اختصار کے ساتھ یہ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ کے ان پیغمبروں کی وہ نہایت  
کامیابی سنپانے کے لیے کہ کن مشکلات کا سامنا کیا۔ مگر بالآخر اللہ نے اپنی  
کو کامیاب بنایا۔ ارشاد ہوتا ہے وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ  
اور ہم نے ان دونوں (موسیٰ اور ہارون علیہما السلام) اور دونوں کی قوم کو بڑی اذیت  
سے نجات دی۔ وَقَصَّرْنَاهُمَا اور ہم نے ان کی مدد کی فَصَكَّاهُمَا  
هَمُّ الْقَلْبَيْنِ اور آخر کار وہی غالب آئے فرعون اور اس کی قوم کو اللہ نے  
بحر فلتیم میں غرق کر دیا اور بنی اسرائیل آزاد ہو گئے۔

پھر فرمایا وَأَنبَتْنَاهُمَا الْكُتُبَ الْمُتَشَاطِئِينَ اور اللہ کے دونوں پیغمبروں  
کو ہم نے ایک واضح کتاب بھی دی۔ اس سے مراد تواریخ ہے۔ جو اصل میں  
تورہ علیہ السلام پر نازل ہوئی تاہم جو چند دونوں پیغمبروں کی کتاب کی تبلیغ کے پابند  
تھے، لہذا اللہ نے اس کتاب کو دونوں کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس وقت

موسیٰ اور ہارون  
علیہما السلام  
کا ذکر

جیتے ہیں۔ یحییٰ کرنے والوں کو (۱۳۱) تحقیق وہ تھے چار سے نیک  
 بندوں میں سے (۱۳۲) اور بھگسا لوط علیہ السلام بھی البتہ اللہ  
 کے رسولوں میں سے تھے (۱۳۳) جب کہ بچا ہم نے اُن  
 کو اور اُن کے گھر والوں سب کو (۱۳۴) سگ ایک بڑھیا  
 جو پیچھے رہنے والوں میں تھی (۱۳۵) پھر ہلاک کیا ہم نے  
 دوسروں کو (۱۳۶) اور بے شک تم (اے اہل مکہ) البتہ  
 گزرتے ہو اُن پر صبح کے وقت (۱۳۷) اور رات کو بھی  
 کیا تم سمجھ نہیں سکتے؟ (۱۳۸)

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے دونوں فرزندوں  
 اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کا ذکر فرمایا۔ یہ تینوں حضرات اللہ کے نبی اور رسول  
 تھے۔ یہ سب اصحابِ کامل درجے کے ایماندار اور اعلیٰ پیمانے کی نیکی کرنے والے  
 تھے۔ فَلَقَدْ آتَمَّكُمَا کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ باپ اور بیٹا ہر وقت  
 اطاعتِ خداوندی میں مصروف رہتے تھے۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو  
 منعِ توحید کھجایا تو وہ مخالفت ہو گئی اور ابراہیم علیہ السلام کو صلیب دہنی کے لہجہ کرنے  
 کے منصوبے بننے لگے۔ چنانچہ تاریخِ عالم کی عظیم ترین آگ جلائی گئی جس میں ابراہیم  
 علیہ السلام کو بھسک دیا گیا۔ یہ تو اللہ کی قدرت کی نشانی اور عظیم معجزہ تھا۔ کہ  
 ابراہیم علیہ السلام اس آگ سے صحیح سلامت بچ نکلے مگر اس کے باوجود قوم کے  
 لوگ آپ کی دعوت کو قبول کرنے پر تیار نہ ہوئے۔ پھر آپ نے اللہ کے  
 حکم سے ہجرت کی اور اپنی مقررہ جگہ پر پہنچ کر بارگاہِ رب العزت میں بیٹھے  
 بیٹھے دعا کی جو اللہ نے قبول فرمائی۔ پھر جب بچ بھل گئے دوڑنے کی عمر کو  
 پہنچ گیا تو اللہ نے اُس کی قرانی کا حکم دیا۔ ابراہیم علیہ السلام اس امتحان میں  
 کامیاب ہوئے اور اللہ نے اسماعیل علیہ السلام کی جگہ جنت سے مینڈھا صبیح  
 کر قرانی کی تکمیل کی اور اسماعیل علیہ السلام کو بچایا۔ اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام

المؤمنین یہ دونوں ہمارے کامل ایماندار بندوں میں سے تھے۔ پہلے حضرت نوح اور ابراہیم علیہما السلام کے لیے بھی یہی الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور اب موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو بھی اللہ نے کامل ایمانداروں میں شمار کیا ہے۔

ایسا علیہ السلام کا تذکرہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک اور نبی حضرت ایسا علیہ السلام کا تذکرہ اس طرح فرمایا **وَإِنَّا إِلَیْکُمْ لَنَاصِتُونَ** اور ایک ایسا علیہ السلام بھی ان کے رسولوں میں سے تھے معلوم ہوا کہ اللہ نے نزول وحی کے علاوہ آپ کو مستقل شریعت بھی عطا کی تھی۔ قرآن پاک میں ایسا علیہ السلام کا ذکر صرف دو مقام پر آیا ہے۔ پہلا مقام سورۃ الانعام ہے جہاں اللہ نے اٹھارہ انبیاء کا تذکرہ کر کے فرمایا کہ اگر وہ بھی شرک کا ارتکاب کرتے تو ان کے اعمال بھی ضائع ہو جاتے۔ ان میں حضرت ایسا علیہ السلام کا نام بھی مذکور ہے۔ اور دوسرا مقام اس سورۃ میں ہے جہاں اللہ نے آپ کی دعوتِ رحیمہ کا ذکر فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ آپ کی بیچ اور ایمان کا تذکرہ کیا ہے۔

اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ ایسا علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اور ان کا زمانہ الصبح نبی کا قریبی زمانہ ہے۔ آپ شرقی اردن کے ایک مقام جلعاد میں پیدا ہوئے اس زمانے میں قبیلہ بکت بڑا متہن مشرق تھا۔ اللہ نے آپ کو اس شرک کی طرف مبعوث فرمایا کہ وہاں کے لوگوں کو توحید کی دعوت دیں۔ حضرت ایسا علیہ السلام کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ وہ زندہ ہیں، حالانکہ یہ روایت صحیح نہیں ہے حقیقت یہی ہے کہ آپ اپنا دور گزار کر اپنے رب کے ہاں پہنچ چکے ہیں۔

بالجہل میں بعل جب کے بادشاہ کا نام آغاب اور اہل کی مشرکہ جوی کا نام ازابل

بعل بیت کی پوجا

لے تفسیر کبیر ۱/۲۶۷ والتلویح الغیر ۲/۲۸۹  
تہ طبری ۳/۹۳ و معالم التنزیل ۲/۲۱۲ تا ۲۱۸ (فیاض)

بائبل کے پہلے پانچ باب قرأت پر مشتمل ہیں۔ قرآن پاک کے بعد یہ دوسرے نمبر پر عظیم الشان آسمانی کتاب ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے عباد، اخلاق، امور تعزیرات کے علاوہ معاشرتی احکام بھی بیان کیے ہیں۔ اس کتاب کی عظمت کے چٹن نظر اللہ نے سورۃ القصص میں قرآن اور قرأت کے تعلق پر مشرقی طور پر فرمایا: قُلْ قَاتِلُوا بِكُلِّبِ مَنِ عِنْدَ اللَّهِ كُفُوا أَهْدَىٰ مِنْهُمَا (روایت ۴۹۰) اے پیغمبر! آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان دونوں کتابوں سے بہتر ہدایت دہندہ کوئی کتاب ہے تو لے آؤ۔ مطلب یہ کہ یہ دونوں کتابیں یعنی قرآن اور قرأت سب سے زیادہ جامعیت کی حامل ہیں۔ ان کے علاوہ باقی دو آسمانی کتابیں انجیل اور زبور ہیں مگر وہ اتنی جامع نہیں ہیں ان میں زیادہ تر اخلاقی تعلیم ہے، مسائل اور تعزیرات کم ہیں۔ البتہ ترمیم کا اثبات اور شرک کی تردید تمام کتب سماویہ میں پائی جاتی ہے۔

پھر اللہ نے اپنے دونوں انبیاء صلی علیہما السلام کے متعلق فرمایا وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ اور ہم نے دونوں کی راہ درست کی طرحت راہنمائی کی۔ صلی اور لہرون علیہما السلام دونوں صراط مستقیم کے لہی تھے۔ اللہ نے ان کے قول و فعل میں استقامت بخشی تھی۔ دیگر انبیاء کی طرح اللہ نے ان کو بھی معاف کر دیا اور ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ رکھا تھا۔ ان میں کالی بچے کی عبادت پرست تھی اور وہ صبر و تحمل اور بردباری کا پیکر تھے۔ نیز فرمایا وَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ فِی الْآخِرَةِ اور ہم نے پچھلوں کے لیے بھی ان دونوں کے حق میں یہ بات چھوڑ دی یعنی بعد میں آنے والے لوگ بھی ان کو اچھائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں سَلَامٌ عَلَیْ مَوْصِیٰ وَهَدٰی سَلَامٌ ہو موصیٰ اور لہرون علیہما السلام پر۔ اللہ نے ان کو وہ سربہ بخشا کہ قیامت تک آنے والے لوگ ان کے لیے سلامتی اور رحمت کی دعائیں کہتے ہیں۔ فرمایا إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ہم انہی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ لَا تَحْزَنْ مِنْ سَبِّ عِبَادِنَا





ذکر کیا گیا ہے۔ بادشاہ اپنی بیوی کے زہر پراختہ تھا اور یہ سب لوگ بعل بت کی پوجا کرتے تھے۔ بعل کا لغوی معنی آسمان کا پوتا اور زمین کا ہے۔ جو بعل نامی ایک بھوکا ر عورت تھی جس کے مرنے کے بعد لوگوں نے اس کا بت بنا کر پوجا شروع کر دی۔ یہ بالکل اسی طرح ہوا تھا جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں ودا سواح، یغوث، یعوق اور نسر جیسے ایک آدمیوں کا بت بنا کر لوگ ان کی پوجا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام کی بعثت کے زمانے میں لاسٹ نامی بت کی پرستش ہوتی تھی۔ یہ بھی حقیقت میں ایک نیک آدمی تھا، حاجیوں کو سستو پلا کر آتا تھا، جب مر گیا تو لوگوں نے اس کا بت بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی۔ اساف اور ناکر نامی مردوزن کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ پیش آیا تھا۔ یہ بد بخت خانہ کعبہ میں پہلوی کے ترکیب رکھنے تو اللہ نے سزا کے طور پر ان کی پتھروں میں تبدیل کر دیا۔ پھر لوگوں نے اٹا کر انہیں صفا اور مروہ پہاڑیوں پر رکھ دیا تاکہ لوگ ان سے عبرت لیں۔ مگر جب کچھ زمانہ گزر گیا تو شیطان نے لوگوں کو ان میں ایسی سوسائزی کی کہ انہیں جہنم سمجھ کر ان کی پوجا ہونے لگی۔ چنانچہ مشرک لوگ ان کے نام کا احرام باندھتے تھے اور کہتے تھے اَللّٰهُمَّ كُنْ لَنَا رَبًّا كُنْ لَنَا رَبًّا كُنْ لَنَا رَبًّا اساف و ناکر کہنے لگے۔

ایسا حال  
کی دعوتِ نوح

بحال ایسا ہی علیہ السلام کی قوم بعل کی پوجا کرتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا بعل بک جاکر لوگوں کو توحید کی دعوت دو۔ آپ نے دلوں پر قوم کو خطاب فرمایا۔ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِمْ جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے اَلَا تَتَّقُونَ لوگوں کو کیا تم ڈرتے نہیں؟ دیکھو تم کفر اور شرک میں مبتلا ہو۔ اَتَدْعُونَ بَعْدَہَا کیا تم بعل بت کو پکارتے ہو، اس سے اپنی حاجات طلب کرتے ہو، اور اس کے سامنے نذر و نیاز پیش کرتے ہو وَ تَذَرُونَ احْسَنَ الْخَالِقِينَ اور سب سے بہتر پیدا کرنے والی ذات کو چھوڑ دیتے ہو۔ اس کی عبادت نہیں کرتے اور نہ اس سے حاجت ہمارے کرتے ہو۔ یہ کتنی بیوقوفی کی بات ہے۔

ایس علیہ السلام  
کامرہ

اللہ نے فرمایا وَتَرْكَا عَلَيْكَ الْاُخْرَىٰ ہم نے ان کا ذکر نہیں  
پچھلوں میں چھوڑا یعنی بعد میں کہنے والے لوگ بھی کہیں گے سَلَامٌ عَلٰی اِلٰی یٰسین  
سلام ہو ایک سب سے۔ اس سے مراد حضرت اباس علیہ السلام ہی ہیں۔ دعویٰ قرأت میں  
بعض دفعہ ایسے بھی پڑھتے ہیں جیسے طوبیٰ سینا کر طوبیٰ سینا (التین ۲۰)  
بھی کہ گیا ہے۔ فرمایا انا کما لک یعنی المحسینین ہم بھی کورنے والوں  
کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں انکے عبادنا المؤمنین وہ  
ہمارے کامل ایماندار بندوں میں سے تھے، اسی لیے اللہ نے انہیں رسالت و  
نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اور پھر آپ نے دیکھا کہ انہوں نے کسی خلوص و  
لگن کے ساتھ اپنی قوم تک دعوت لرحیم پہنچائی اور کس طرح مصائب کو برداشت  
کیا۔ اگرچہ یہاں پر آپ کی ایذا رسانیوں کی تفصیل نہیں دی گئی تاہم یہ ایک مسلمہ امر  
ہے کہ توحید کی دعوت دینے والوں کو مشکلات کی گھاٹی عبور کرنا ہی پڑتی ہے  
اور جیسا کہ میں نے اشارہ کیا کہ آپ کچھ عرصہ تک روپوش رہے کیونکہ قوم آپ  
کی جان کے درپے تھی۔

لوط علیہ السلام  
کی دعوت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی نبوت و رسالت  
کا ذکر فرمایا وَإِنَّا لَوَظَّآ لَیْمَۃَ الْمُنٰفِکِیۡنَ اور بیشک لوط علیہ السلام  
بھی اللہ کے رسولوں میں سے تھے۔ انہوں نے بھی دعوتِ نبوت کی تبلیغ اور  
براہیوں سے منع کرنے کی پاداش میں سخت تکالیف اٹھائیں۔ آپ کی بعثت  
شرقِ اردن میں بارہ لاکھ سے زیادہ آبادی والی قوم کی طرف ہوئی جن کے مذہب  
اور عاصورہ وغیرہ چھ بڑے بڑے شہر تھے اور جن کی آبادی چار لاکھ سے زیادہ  
تھی اور باقی چھوٹی بستیاں اور دیہات تھے۔ آپ عرصہ تک ان کو تبلیغ حق  
کرتے رہے، ان میں ہم جنسی کی نہایت ہی قبیح بیماری پیدا ہو چکی تھی جس سے  
آپ منع کرتے رہے مگر قوم نہ مانی بلکہ ان آپ کو طرح طرح سے ایذا پہنچا  
پہنچائیں۔ آپ کی بیٹیوں کے سوا کوئی شخص بھی ایمان نہ لایا حتیٰ کہ آپ کی بیوی

وہی ہے۔ فرض کیہ تمام انسانی طاقتوں کی بنائی ہوئی مصنوعات کو سامنے رکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ سب سے بہتر خالق اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ سب سے بڑی بات ہے کہ کوئی انسان مادے کے بغیر کوئی چیز تخلیق نہیں کر سکتا اور مادہ خدا تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے۔ نیز جب اللہ تعالیٰ کوئی چیز پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ زمین اور آسمان کو بغیر اسے اور مادے کے تخلیق کر سکتا ہے، اور بغیر پاپ کے بیٹا عطا کر سکتا ہے، مگر کوئی سائنسدان یہ کام نہیں کر سکتا۔ اس لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ ہی بہترین خالق ہے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا ذکر بھی کیا گیا ہے کہ بہترین خالق وہ اللہ ہے جو تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے آباء و اجداد کا بھی۔ وہی تمہیں تدریج حیرت انگیز کمال تک پہنچاتا ہے اور تمہیں تمام ضروریات زندگی مہیا کرتا ہے۔

اس دعوتِ توحید کے جواب میں قحطِ کجگوہ قوم کے لوگوں نے ایسا علیہ السلام کو چلا دیا۔ انہوں نے آپ کی کوئی بات نہ مانی بلکہ ان آپ کے خلاف ہونے لگے اور آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے حتیٰ کہ بادشاہ اپنی بیوی کے کہنے پر آپ کے قتل کے ارادے ہوئے اور تھمیری روایات کے مطابق آپ کافی عرصہ تک رہ پڑیں ہی رہے۔ فرمایا ان کی اس گستاخی، افتراء اور تکذیب کا نتیجہ یہ نکلتے گا قُلْ تَنصُرُونِيْ اَمْ تُخَفُّوْنَ کہ قیامت طے دن وہ مگر فتنہ کر کے اللہ کی عدالت میں پیش کیے جائیں گے۔ اِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ الْمُغْلِبِيْنَ مگر اس کے غلبہ بندے اس گرفت سے بچ جائیں گے۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کی دولت پر ایمان لے آئیں گے، اظہر ذرا دقت سے بات چائیں گے، عدل و انصاف کا دامن تمام ہی لے لیں، وہی اللہ کے غلبہ بندے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچ جائیں گے۔

میں تو شیطان پر لعنت بھیجتے ہو مگر باطن میں اُس کے ساتھ دوستانہ ہے۔ تم اکثر کلام شیطان کی خواہش کے مطابق انجام دیتے ہو۔ تمام رسم و رواج، بدعات، شرکیہ اور کفریہ رکات اور فضول خرچی شیطان کی خواہش کی تکمیل ہی تو ہے۔ سورۃ ایل میں اللہ نے ابن آدم کو خطاب کر کے فرمایا ہے اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ بِبَيْتِيْ اَدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (آیت ۶۰) اے ابن آدم! میں نے تمہیں خبردار نہیں کیا تھا کہ شیطان کی پرستش نہ کرنا کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے مگر تم پھر بھی اُس کے دام میں پھنس گئے۔

فرمایا، شیطان کو اپنا دشمن سمجھو اِنَّ مَا يَدْعُوْنَ حِزْبَهُ لَيْسَ كُفُوًا مِنْ اَصْحَابِ السَّعِيْرِ بے شک وہ اپنے گمراہ کو بلا ہے تاکہ وہ سب روزِ نِخ والوں میں ہو جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بُری جماعت بنا کر اُن کو جہنم میں لے جانا چاہتا ہے۔ لہذا اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفر اور ایمان کا انجام بھی بیان کر دیا ہے ارشاد ہوتا ہے الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَهٖ لَوْ كُفِرُوْا لَہُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ کفر کا انجام لازماً بُرا ہوگا۔ کفر کا معنی دین، شریعت اور توحید کا انکار ہے۔ یہ سخت جرم ہے جس کی سزا دائمی جہنم ہے۔ دوسری طرف اہل ایمان کے متعلق فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال انجام دیے لَہُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ کَبِيْرٌ اُن کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ہوگا۔ ایمان لانے کے بعد اعمال صالحہ دوسری منزل ہے اگر ایمان کی بنیاد مستقیم ہے تو نیکی بھی مقبول ہوگی، ورنہ نہیں، نیک اعمال میں سب سے پہلے فرائض یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج آتے ہیں۔ پھر جہاد قربانی، اور صدقہ و خیرات کا نمبر ہے، انسان سے بہت سی کوتاہیاں ہو جاتی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ ایمان اور نیک اعمال کی وجہ سے معاف فرم دے گا۔ دوسرے

کفر اور ایمان کا انجام

یہی کافروں ہی رہی۔ یہ تجارت پیشہ لوگ تھے۔ میں سے شام و فلسطین اور مصر تک پہنچنے والی شاہزادہ پر واقع تھے۔ یہاں سے قافلے ہر وقت گزرتے رہتے تھے جس کی وجہ سے یہ لوگ خاصے آسودہ حال تھے۔

ارشاد ہوا کہ لوط علیہ السلام بھی ہمارے رسولوں میں سے تھے۔ اللہ نے آپ کو مستقل شریعت عطا فرمائی تھی۔ آپ نہی عن المنکر کا فریضہ اٹھام بیٹے تھے اور قوم نے آپ کا انکسار میں دم گم کر رکھا تھا۔ بالآخر قوم کی نباہی کا وقت آگیا۔ اللہ نے حکم دیا کہ اپنے گھر والوں کو لے کر رات بستی سے نکل جائیں کیونکہ ان پر عذاب آنے والا ہے۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور اپنی بیویوں کو لے کر نکل کھڑے ہوئے اس طرح آپ اور آپ کے گھر والے توحید کے گھر والے تھے اذ بحیثیتہ و اہلہ اجمعین ہم نے نجات دی آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو کہ اللہ تعالیٰ ذائق الغلبہ ہیں سولے بڑھیا کے جو بیچھے پہنے والوں میں تھے۔ یہ آپ کی بیوی تھی جو آپ کے ساتھ رات کو نہیں نکلی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ مکلی تو تھی مگر راستے سے واپس پلٹ گئی تھی۔ تو رات کی ہدایت کے مطابق حکم یہ تھا کہ بستی سے نکل جائیں مگر پلٹ کر نہ دیکھیں مگر بیوی تھوڑی دور چلی پھر پلٹ کر یعنی کی طرف دیکھا تو اللہ نے اُس کو وہیں صبح کو دیا اور وہ پتھر بن گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ گھر میں ہی پھنسی رہی اور باقی قوم کے ساتھ عذاب کا شکار ہو گئی اور اللہ نے ان کی بیویوں کو اکٹھا دیا اور پھر ان پر سے پتھروں کی بارش بھی کی جس سے ساری قوم بلیا سیٹ ہو گئی۔ اسی چیز کے متعلق فرمایا کہ لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں یعنی بیویوں کو قوم نے بھالایا فسود مسنا الاخیرین پھر دوسروں کو تیس تیس کر دیا۔ تیسرا کا منکھاتہ دبا لاکر دیا ہوتا ہے۔ اللہ نے کسی فرد واحد کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔

آگے اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے اور عبرت دلائی جا رہی ہے وَأَنذَرُكُمْ  
لِنَعْتَصِرَ وَنَعْلَمَ بِمَصِیْبِهِمْ اور بطیکہ تم ان پر سے گزرتے ہو  
 صبح کے وقت وَبِالْیَمِیْنِ اور ان تباہ شدہ بستیوں پر تمہارا گزر رات کے  
 وقت بھی ہوتا ہے۔ تم تجارتی سفر پر مصر، شام اور فلسطین کی طرف جاتے ہو۔  
 تو ان بستیوں کے کھنڈرات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہو جنہو علیہ السلام  
 کے زمانہ تک ان بستیوں کے کھنڈرات موجود تھے جنہیں مشرکین مکہ دیکھتے تھے  
 مگر ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے تھے۔ بحرحسبیت کو تو خدا تعالیٰ نے اس قدر برباد  
 کر دیا کہ اس میں اب بھی کوئی جاندار چیز زندہ نہیں رہ سکتی۔ اللہ نے عبرت دلاتے  
 ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں کا انجام دیکھ کر بھی تم راہِ راست پر نہیں آتے۔ انہوں نے  
 اپنے نبی لوط علیہ السلام کی تکذیب کی۔ اُن کو ایذا میں پہنچائیں، حق کو تسلیم نہ کیا تو ان کا کیا  
 حشر ہوا۔ اگر تم بھی انہی کے رستے پر چلتے ہوئے ہی آخر الزمان کی محفلِ لعنت کرو گے  
 ان کو نکال دیتے پہنچاؤ گے اور ان پر ایمان نہیں لاؤ گے تو تمہارا انجام بھی قومِ لوط  
 سے مختلف نہ ہو گا أَهْلًا نَعْلَمُ لَوْ أَن کَیَا تَم کَجَر نَیْسَ سَکَکَہَ۔ تمہاری عقل میں  
 یہ بات نہیں آتی کہ کافروں، مشرکوں اور پیکر دار لوگوں کا انجام کیا ہوتا ہے! ان  
 کو دیکھ کر ہی نصیحت پڑھ لو تو بچ جاؤ گے وگرنہ خدا کے عذاب میں مبتلا ہوئے  
 بغیر نہیں رہو گے۔

وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٣٩﴾ إِذَا ابْقَى الْكَافُ  
 الْفُلُكُ الْمَشْحُونُ ﴿١٤٠﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ  
 الْمُدْحَضِينَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ  
 مُلِيمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ  
 الْمُسَبِّحِينَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ  
 يُبْعَثُونَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ﴿١٤٥﴾  
 وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَقْطِئِينَ ﴿١٤٦﴾  
 وَارْسَلْنَاهُ الْكَافِ مِائَةِ آلَافٍ أَوْ يُزِيدُونَ ﴿١٤٧﴾  
 فَآمَنُوا فَمَسَّ عَنْهُمْ الْكَافُ حِينَ ﴿١٤٨﴾

ترجمہ: اور بیشک یونس علیہ السلام اللہ کے رسولوں میں  
 سے ہیں ﴿۱۳۹﴾ جب وہ بھاگ گئے بھری ہوئی کشتی کی  
 طرف ﴿۱۴۰﴾ پس قمراندازی میں شریک ہوئے پس  
 وہی تھے مغلوب ہونے والوں میں ﴿۱۴۱﴾ پس لقمہ  
 بنا یا ان کو ایک مچھلی نے اور وہ ملامت خاں  
 تھے ﴿۱۴۲﴾ پھر اگر یہ بات نہ ہوتی کہ وہ تسبیح پڑھتے  
 والوں میں ہوتے ﴿۱۴۳﴾ تو البتہ بھڑکتے وہ افس (مچھلی)  
 کے پیٹ میں لوگوں کے دوبارہ اٹھائے جانے کے دن

تک (۱۴۴) پھر ہم نے ڈال دیا اُن کو ایک چٹیل میدان میں اور وہ بیمار تھے (۱۴۵) اور اگایا ہم نے ان کے اُدپر ایک بیل دار درخت (۱۴۶) اور بھیجا ہم نے اُن کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف (۱۴۷) پس وہ ایمان لائے۔ پھر ہم نے اُن کو فائدہ پہنچایا ایک وقت تک (۱۴۸)

ربطِ آیت

پہلے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا ذکر ہوا، پھر ایسا علیہ السلام کا اور پھر لوط علیہ السلام کا۔ یہ سب اللہ کے نبی اور رسول تھے جنہوں نے ایمان اور توحید کی بات لوگوں تک پہنچائی مگر لوگوں نے تسلیم نہ کیا بلکہ شدید مخالفت کی اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں۔ اس کے نتیجے میں اللہ نے اُن کو سخت عذاب میں مبتلا کیا۔ نوح علیہ السلام کی دُعا کے نتیجے میں اللہ نے اُن کی قوم کو غرق کیا، موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے مخالفین بھی بحرِ قلزم میں ڈوبے حضرت ایسا علیہ السلام نے قوم کو بعل کی پوجا سے منع کیا۔ وہ بھی باز نہ آئے تو اللہ نے اُن پر بھی عذاب بھیجا۔ اللہ نے حضرت لوط علیہ السلام اور اُن کے گھروالوں کو بستی سے نکال کر باقی لوگوں کو نیست و نابود کر دیا۔ ان کی بستیاں اُٹ دی گئیں اور اُدپر سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ یہ سارے واقعات اللہ تعالیٰ نے شرکینِ عرب اور بعد میں آنے والوں کے لیے بطور عبرت ذکر کیے ہیں، اور یاد دلایا ہے کہ اگر تم بھی نافرمانی سے باز نہ آئے اور دعوتِ حق کو قبول نہ کیا تو تمہارا انجام بھی سابقہ اقوام سے مختلف نہیں ہوگا۔

یونس علیہ السلام  
کا تذکرہ

اب اسی سلسلہٴ رسالت کی گہری کے طور پر حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر ہو رہا ہے وَ اِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُسْكِلِينَ اور یونس علیہ السلام بھی اللہ کے رسولوں میں سے تھے۔ وہ صاحبِ وحی تھے اور اللہ نے ان پر صحیفہ بھی نازل فرمایا جو کہ بائبل میں صحیفہ یوناہ یا یونانف کے نام پر شامل ہے موجودہ بائبل میں پہلے پانچ بابِ تورات کے ہیں اور کل انتالیس صحائف



دوسرے نبیوں کے ہیں جن میں یونسؑ بھی ہے۔ کنگے زبردست اور آخر  
 میں چار انجیلیں ہیں۔ جس طرح عیسائیوں نے انجیل کو بگاڑ دیا ہے اسی طرح مقدس  
 کتاب کھلانے والی تورات بھی انسانی ہمتوں کی دست برد سے محفوظ نہیں رہی۔  
 یونسؑ علیہ السلام کا اصل وطن قرشام و فلسطین تھا۔ مگر اللہ نے اُن کو عراق  
 کے صوبہ بصرہ میں دریائے فرات کے کنارے واقع مشہور شہر نینوا کی طرف مبعوث  
 فرمایا۔ آپ کا زمانہ مسیح علیہ السلام سے تقریباً ساڑھے آٹھ سو سال قبل کا ہے آپ  
 بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں جس میں اللہ نے  
 کم و بیش چار ہزار نبی مبعوث فرمائے۔ نینوا کا شہر ایک متحضر علاقہ تھا جہاں  
 مستقل بادشاہت تھی۔ آپ وہاں عرصہ دراز تک لوگوں کو توحید کی دعوت  
 دیتے رہے مگر لوگوں نے اس دعوت کو مستبدل نہ کیا۔ آخر آپ نے اللہ کے حکم سے  
 لوگوں کو وعید سنائی۔ کہ اگر اب بھی ایمان نہیں لاؤ گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب  
 کا انتظار کرو۔

یونسؑ کی  
 خطبہ  
 اجتہاد

یونسؑ علیہ السلام کو لوگوں کو عذاب کی وعید سننا حکمِ الٰہی سے از خود نکل  
 گئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار نہ کیا۔ جیسا کہ سورۃ الانبیاء میں مذکور ہے۔  
 قَطَّنَ اَنْ لَّنْ نَّفْعِدَكَ كَيْفَ رَأَيْتَ ۝ ۸۹ انہوں نے گمان کیا کہ بلا اجازت  
 بتی چھوڑ دینے سے اُن پر اللہ کی گرفت نہیں پڑے گی۔ یہ آپ کی خطبہ اجتہاد  
 تھی، وگرنہ انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرنا چاہیے تھا جب حکم ہوتا اس  
 وقت بتی سے نکلتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس جلد بازی کو بے صبری سے تعبیر  
 کیا ہے جیسا کہ سورۃ القلم میں حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا ہے فَاصْبِرْ  
 يٰحَسْبُكَ رَبُّكَ ۚ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْخَاسِرِينَ (آیت ۲۸) آپ اپنے  
 پروردگار کے حکم کے لیے صبر کریں اور کھجلی نہ لیں یعنی یونسؑ علیہ السلام کی طرح نہ  
 بن جائیں۔ بہر حال اس واقعہ میں یونسؑ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی  
 خلاف ورزی نہیں کی بلکہ صرف اجتہاد ہی غلطی تھی جس کی بناء پر آپ پر اللہ کی طرف

سے گرفت آگئی۔ کسی عام مومن پر تو ایسی معمولی خطا پر پکڑ نہیں ہوتی۔ مگر انبیاء علیہم السلام چونکہ اللہ کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں۔ اور اُن کی تہذیب و تمدن زیادہ مقصود ہوتی ہے، اس لیے اس قسم کی اجتہادی خطا پر بھی آزمائش میں ڈال دیے جاتے ہیں۔

عصمت  
انبیاء

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اللہ کے کسی نبی سے معمولی لغزش تو ہو سکتی ہے جیسے یونس علیہ السلام سے ہوئی مگر اُن کو یہ گارنٹی حاصل ہوتی ہے کہ اُن سے گناہ نہیں سرزد ہوتا۔ اللہ تعالیٰ خود ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اگر کوئی نبی بالقصد والا اختیار گناہ کا مرتکب ہو تو دائرۂ نبوت سے ہی خارج ہو جائے گا۔ عصمت انبیاء کی شہادت خود قرآن پاک نے دی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں آتے ہیں کَذٰلِكَ لِنُصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ (یوسف - ۲۳) یوسف علیہ السلام کو زلیخا کے دلم فریب سے بچا کر فرمایا کہ ہم اسی طرح اپنے بندوں کو بُرائی اور بے حیائی سے دور رکھتے ہیں۔ اور یوسف علیہ السلام تو ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے۔ اللہ نے عام نبیوں کے متعلق بھی فرمایا ہے اِنَّا اخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۳۶﴾ فَلَهُمْ عِندَنَا لِمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاُخْيَارِ ﴿۳۷﴾ (سورۃ صافات) ہم نے اُن کو آخرت کے گھر کی یاد جیسی خصوصیت سے ممتاز کیا ہے، اور وہ ہمارے برگزیدہ اور منتخب بندے ہوتے ہیں وہ گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔

مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ انبیاء چونکہ حقیقی گناہ سے پاک ہوتے ہیں، اس لیے معمولی لغزش پر اُن کی سزا بھی حقیقی نہیں ہوتی بلکہ اُن کو صرف جہانی تکلیف دی جاتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام حقیقی گناہ اور حقیقی عقوبت

سے پاک ہوتے ہیں۔ امام شافعی اور احمدی نے اس میں شک کیا ہے۔  
 "انہما علیہم السلام وراقتا لی امر الہی بحدی ورجل قصیرہ مکروہ انہما یعنی اللہ کے نبی اللہ  
 نے یہ ایک ہی طرح ہی کو آ ہی نہیں کرتے۔ چنانچہ حضور قائم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یَلْکُمْ مَّا أُنْزِلَ إِلَیْکُمْ وَفَتْ رَدِّکُمْ  
 قُرْآنَ لَّسْمَ کَفَعَلْ فَمَا بَلَکُمْ رَسَالَتُ الْمَیْمِدَ - ۶۷ جو کہو آپ  
 پر نازل کیا گیا ہے۔ آپ اسے ہلاکم وکاست پہنچا دیں اور اگر آپ نے رو بہرہ  
 بھی کو آ ہی کی تو گویا آپ نے حق رسالت ہی ادا نہیں کیا۔ اہل سنت والجماعت  
 کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء کی کسی لغزش کا تذکرہ بھی نہیں کرنا چاہیے جس سے ان  
 کی کمزوری مترشح ہوتی ہو۔ چنانچہ صنفی شافعی شافعی نے لکھے ہیں۔ لَا یَجُوزُ  
 ذِکْرُ لَغْوِ الْأَنْبِیَاءِ فَإِنَّ زَلَّتْهُمْ فَعَجِبْ کَمَا لَیْزُ النَّبِیِّ إِلَى  
 الْمَلِکِ وَدَفْعَ دَرَجَاتِهِمْ وَهِنَّ اعْتَرَضَ عَلَى أَحَدٍ مِنَ الْأَنْبِیَاءِ  
 فَقَدْ کَفَرَ أَنْبِیَاءُ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ کی لغزش کا ذکر کرنا جائز نہیں کیونکہ ان کی لغزشیں  
 کمال انابت الی اللہ اور ان کے دفع درجہ سے کہ واجب کرتی ہیں۔ اور جس شخص  
 نے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک پر بھی اعتراض کیا تو اس نے گواہی کر لی۔  
 کیونکہ لَا تَفْصِلُ بَیْنِ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ (البقرہ - ۲۸۵) ہم اللہ  
 کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے۔ صحیحین کی روایت  
 میں یہ بھی آتا ہے مَا یَلْکُمُنِیْ لَا أَحَدٌ أَنْ یَقُولَ رَأِیْتُ خَلِیْفَ مِنْ  
 یُؤْتَمُّ بِنِیْ مَتَّحِیْ کہ کسی شخص کے لیے مناسب نہیں کہ دو کے میں یونس  
 ابن یحییٰ سے افضل ہوں۔

سوانح رسول  
 کی غلطی

مذہب عصمتِ انبیاء کی وضاحت اس لیے ضروری ہے کہ بعض لوگوں  
 کو اس معاملہ میں غلطی ہوئی ہے۔ یہود و نصاریٰ نے گواہی کی نسبت

لہ منکتابہ شافعی علیہ السلام علیہ السلام (فیاض)

انبیاء کی طرف کی ہے، تاہم چاہے نہ ملنے کے مصفیہ قرآن مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی اس مسئلہ میں سخت غلطی کی ہے جن کی وجہ سے علماء نے اُن کا تقاب کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا مرحوم بڑے ذہین آدمی تھے انہوں نے اپنی زندگی صحافت سے شروع کی اور وہ بہترین صحافی ثابت ہوئے۔ آپ نے انگریزی عربی اور فارسی سے شناسائی پیدا کی اور بہت سی کتابیں بھی لکھی ہیں، مگر اُن کی کمزوری یہ تھی کہ اُن کا سارا علم مطالعہ کے زور پر تھا۔ باقاعدہ استادوں کے سامنے زانوئے ادب طے نہیں کیا اور ظاہر ہے کہ جو شخص کتابیں، رسائل اور اخبارات پڑھ کر عالم بنا ہو وہ غلطیاں بھی کرے گا۔ تو مودودی صاحب کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ انہوں نے بہت بڑی تفسیر لکھی ہے مگر اُس میں غلطیاں بھی کی ہیں۔ اس معاملہ میں علامہ اقبال کی حیثیت مختلف ہے۔ وہ عالم دین تو نہیں تھے بلکہ فلسفہ میں ڈاکٹر میرے (P.H.D) کیا تھا، لہذا جہاں دینی مسائل درپیش ہوئے تو وہ علماء کی طرف رجوع کرتے تھے۔ علامہ اقبال نے راہنمائی کے لیے سید سلیمان ندوی مد اور مولانا انور شاہ کشمیری کی طرف خطوط لکھے، مولانا معین الدین احمدی کو مشکوک مسائل کے متعلق خطوط لکھے، لکھتے تھے کہ میں دینی مسائل میں علماء کا محتاج ہوں اور اُن کی تحقیق کو سند کا درجہ دیتا ہوں۔ آپ جمعیت علمائے ہند کی بات کو بھی سند مانتے تھے، باقی سیاسی اور دیگر معاملات میں اپنی صوابدید پر عمل کرتے تھے۔

بہر حال مولانا مودودی کی پرنس علیہ السلام کے متعلق غلطی یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ حضرت پرنس علیہ السلام سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں جس کی وجہ سے اُن پر ابتلا آئی۔ یہ بات بنیادی طور پر غلط ہے کیونکہ اگر نبی فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے لگے تو وہ تو منصب نبوت کا اہل ہی نہیں رہتا۔ بلا اجازت جتنے سے نکل بابا حضرت پرنس علیہ السلام کی اجتہادی غلطی تھی نہ کہ فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی۔

بعض لوگوں کو بعض انبیاء کی دعاؤں کے الفاظ سے بھی غلط فہمی ہوئی ہے

خود یونس علیہ السلام نے مذکورہ لغزش سرزد ہو جانے پر دعا کی تھی لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ  
 مُسْتَجِيبُ الدُّعَاءِ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (الانبیاء: ۸۷) اسے مولا کریم البکر  
 سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، اے شک میں ہی ظالموں میں سے تھا۔ جب  
 مولا علیہ السلام کے ہاتھوں ایک قبیلے کا قتل ہو گیا۔ ترانہوں نے بھی بارگاہِ رحمت  
 میں یوں دعا کی تھی۔ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ لَفِیْیَ فَاغْفِرْ لِیْ فَقَدْ نَسِیْتُ  
 (التقصص: ۱۶) پروردگار! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، پس مجھے معاف کر دے  
 تو اللہ نے آپ کو معاف کر دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا میں بھی یہ لفظ  
 آیا ہے رَبِّیْنَا ظَلَمْنَا اَفْغَسْنَا مَکَّةَ وَانْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا  
 لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (الاعراف: ۲۳) اے ہمارے رب! ہم نے  
 ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اور اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گا۔ اور ہم پر  
 رحم نہیں کرے گا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں ہوں گے۔

یہ کوئی بالغہ و ارادہ گاہ نہیں تھے بلکہ معمولی لڑکی تھیں انبیاء نے اپنے  
 منصب کے پیش نظر ان کو بھی ظلم و زیادتی سے تعبیر کیا اور اللہ تعالیٰ سے  
 معافی کی درخواست کی۔ انبیاء علیہم السلام کا اپنی طرف ظلم کی نسبت کرنا مجاز  
 معنی میں ہے۔ نبیوں کی شان چوکنے بلند اور رفیع ہوتی ہے۔ اس لیے معمولی کی  
 غلطی بھی بڑی نظر آتی ہے۔

بہر حال یونس علیہ السلام قوم کو وعیث نہ کر سکی تھے نکل کھڑے ہوئے  
 اور اللہ کے حکم کا انتظار نہ کیا اور پھر برعکس خود اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے  
 عدم گرفت پر محمول کیا۔ اِذَا بَلَغَ الْهُدٰی الْمَشْعُوْبِیْنَ حَبِیْبُہٗ  
 وہ مجھ سے بھری ہوئی کشتی کی طرف۔ ایاں کا سہی ہے غلام کا اپنے آقا سے بھاگ  
 جانا۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو غلام اپنے آقا سے بھاگ جائے اس کی نماز قبول  
 نہیں ہوتی جب تک کہ وہ واپس نہ آجائے۔ یعنی سے نکل کر دیا کے کنارے پہنچے  
 اس وقت ایک کشتی مسافروں سے بھری کھڑی تھی۔ جہاں سے تہ کسب کی طرف

کشتی میں  
 سواری

جابر ہی تھی۔ آپ بھی اُس میں سوار ہو گئے۔ قدرتِ خدا کی ایسی ہوتی کہ دریائے دریا میں  
میں پہنچ کر یہ کشتی ترک گئی حالانکہ دوسری کشتیاں بخوبی آجبار ہی تھیں۔ ملاحوں نے  
خطرے کا اعلان کیا کہ کشتی پر بوجھ زیادہ ہے اور یہ اس حالت میں دریا کو عبور نہیں  
کر سکتی، لہذا اس کا بوجھ ہٹا کر کشتی کے لیے ایک آدمی کو دریا میں پھینک دیا  
جائے۔ اگرچہ بعض مفسرین نے ایسا ہی لکھا ہے مگر یہ بات قرین قیاس نہیں کیونکہ  
اگر بوجھ ہٹا کر نامتصور تھا تو پہلے آدمی کی بجائے سامان کو پھینکا جانا مگر انسانوں نے  
اپنے دستور کے مطابق ہی چمان کیا کہ اس کشتی میں اپنے آقا سے بھاگا ہوا کوئی  
غلام سوار ہو گیا ہے جس کی غرور کی وجہ سے کشتی کے ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہو  
گیا ہے۔ وہ چلتے تھے کہ ایسے شخص کو دریا میں پھینک دیا جائے تاکہ باقی  
مسافروں کی جان بچ جائے۔ مگر یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ وہ کون سا کشتی سوار ہے  
جو اپنے آقا سے بھاگا کر آیا ہے۔

قرعہ اندازی

آخر کار اہل کشتی نے باہم مشاورت سے طے کیا کہ تمام مسافروں میں قرعہ اندازی  
کی جائے اور جس شخص کے نام پر قرعہ نکلے اُسے دریا برد کر دیا جائے فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ  
پس یونس علیہ السلام بھی قرعہ اندازی میں شریک ہوئے۔ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ  
پس وہی تھے مغلوب ہونے والوں میں یعنی قرعہ انہی کے نام نکلا اگر انہیں  
دریا میں پھینک دیا جائے۔ قرعہ اندازی میں یونس علیہ السلام کی شرکت  
کے متعلق بعض مفسرین کہتے ہیں کہ آپ کی اجمعی شکل و صورت دیکھ کر اہل کشتی  
نے آپ کو کہا کہ آپ قرعہ ڈالیں۔ یہ حال آپ نے بذاتِ خود قرعہ اندازی  
کی یا دوسروں نے کی بار بار ایسا کرنے پر نام آپ ہی کا نکلا مگر لوگوں کو اعتناء  
نہیں آ رہا تھا کہ اس شکل و صورت کا نیک آدمی بھاگا ہوا غلام ہو سکتا ہے۔

البتہ یونس علیہ السلام خود سمجھ گئے کہ اپنے آقا سے جیسے ہوئے وہی ہیں لہذا وہی مجرم ہیں اور انہیں باقی لوگوں کی جان بچانے کی خاطر اپنی جان کی قربانی سے دینا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے خود پانی میں چھلانگ لگادی یا لوگوں نے کشتی سے نیچے پھینک دیا۔ آپ دنیا میں پہنچ گئے۔

پھیلی کے  
پیٹ میں

خدا کی قدرت کہ جہاں آپ پانی میں گھرے آگے پھیلی منہ کھولے کھڑی تھی  
فَالْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ پس اس پھیلی کے آپ کو لقمہ بنا لیا یعنی سالم نگل گئی وَهُوَ  
مُذَلِّمٌ اور آپ اس وقت ملامت کئے گئے تھے۔ عظیم کا مطلب یہ ہے کہ  
وہ اپنی کائنات سازی کی بنا پر ملامت زدہ و عطرے یا یہ کہ وہ اپنی لغزش پر خود اپنے  
آپ کو ملامت کر رہے تھے۔ آپ پھیلی کے پیٹ میں کتنا عرصہ رہے۔  
اس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ باللیل کی روایت میں سات دن کا ذکر  
ہے اور بعض تفاسیر میں ایک دن، تین دن اور چالیس دن کا ذکر بھی آتا ہے  
اور لے فرمایا فَتَكُونُوا أَكْثَرًا حَكَّاءَ مِنَ الْمُبْجِحِينَ پس اگر آپ  
تبیخ کرنے والوں میں نہ ہوتے لَلْبَيْتِ فَبِطَيْبَةٍ إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ  
تو دوبارہ اٹھائے جانے تک یعنی قیامت تک پھیلی کے پیٹ میں ہی رہتے۔  
بعض کہتے ہیں کہ اس سے مجازی معنی مراد ہے کہ اگر آپ تبیخ نہ پڑتے تو  
قیامت سے پہلے دوبارہ اس جہاں میں نہ آتے اور بعض کہتے ہیں کہ مطلب  
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پھیلی کو قیامت تک زندہ رکھتا اور آپ اس کے پیٹ  
میں ہی مجوس رہتے، تبیخ جو آپ نے پڑھی تھی وہ سورۃ الانبیاء میں مذکور ہے  
لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ رُفِعُ كُتُبُكَ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ

جلد ہارک ص ۲۵ ج ۳

جلد ابن کثیر ص ۲۷ ج ۳ و قرطبی ص ۱۲۳ ج ۱۵ ج ۱۵ معالم التنزیل ص ۲۸۸  
ج ۲ (قیاض)

الہی ایتیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہر عجیب اور نقص سے پاک ہے، ایک کس میں ہی زیادتی کرنے والوں میں ہوں یعنی میں ہی قصور دار ہوں۔ جب آپ نے مجھ کو بیٹھ میں یہ نتیجہ بیان کی تو اسے عرش کے ارد گرد والے فرشتوں نے سنا اور عرض کیا ہو کریم یہ کمزور اور خفیف سی آواز کس کی آ رہی ہے؟ اللہ نے فرمایا یہ میرے بندے یونس علیہ السلام کی قبیلہ ہے جو اس وقت سمندر کی تہوں میں جھپلی کے بیٹھ میں ہے۔ فرشتوں نے کہا، کیا وہی یونس علیہ السلام جس کے نیک اعمال ہر روز تیری بارگاہ میں پیش ہوتے تھے؟ فرمایا، ہاں۔ پھر فرشتوں نے بارگاہ رب العزت میں مداخلت کی کہ مولا کریم اپنے بندے کو اس مصیبت سے نجات دے۔

ترمذی شریف کی روایت میں حضور علیہ السلام کا ارشاد موجود ہے دَعْوَةُ الْمَكِيِّ وَدَعْوَةُ ذِي النُّوْنِ عَنِ مَصِيبَتِ زَوْجِ اَدَمَی کی دعا ہی یونس علیہ السلام والی دعا ہے۔ جو شخص مصیبت کے وقت یہ دعا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ضرور اس کو قبول کرے گا اور مصیبت سے رهایی عطا کرے گا۔ مطلب یہ کہ یہ دعا صرف یونس علیہ السلام کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہر دعا گو کی مصیبت اس دعا کی برکت سے دور کرے گا۔

یونس علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کے نتیجے میں اللہ نے فرمایا قَبْضَہُ بِالْعَصَا اَی ہم نے اُن کو ایک چٹیل میدان میں پھینک دیا وَهُوَ سَقِیو اور آپ بیمار تھے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی منشا تھی کہ جھپلی کے بیٹھ میں یونس علیہ السلام کی ہڈیاں اور گوشت صحیح سلامت رہے البتہ اندر پر کی کھال متاثر ہو کر نہایت نرم ہو گئی۔ بالکل اسی طرح جس طرح نو مولود بچے کی کھال بالکل نرم و نازک ہوتی ہے۔ آپ کی اسی حالت کو بیماری سے تعبیر کیا گیا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس حالت میں بھی یونس علیہ السلام کی خاص مدد کی اور اپنی قدرت امارہ اور

بیٹھ سے  
بکامی



اور حکمتِ باخبر سے وَأَنْبَتْنَا عَلَيْكُمْ شَجَرَةَ تِبْنِ يَنْفُطِينَ اُن پر ایک بیل در درخت اگایا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ کدو کی بیل تھی، جو آپ پر سایہ فگن ہو گئی۔ عام طور پر یہ بیل زمین پر پڑی پڑی چلتی رہتی ہے۔ یا اگر قریب کوئی درخت وغیرہ ہو تو اس پر بھی چڑھ جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جہاں پھیلی نے آپ کو اگل دیا تھا وہاں کوئی خشک درخت یا جھاڑی وغیرہ ہر جس پر بیل چڑھ گئی ہو اور آپ کے نرم دناؤں کے جسم پر سایہ کر دیا ہو۔

باہرین طلب کہتے ہیں کہ تمام سرطوب ہیزاں انسانی ملاحظہ کو کمزور کرتی ہیں مگر کدو میں اللہ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ سرطوب ہونے کے باوجود ذہن صحت اور دماغ کو آؤںک بختی ہے۔ حضور علیہ السلام کدو کا سالن بڑے شوق سے تناول فرماتے تھے اس بیل کے پتے بڑے بڑے اور نازک ہوتے ہیں مگر ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ان پر کبھی نہیں بیٹھتی۔ چنانچہ کدو کی یہ بیل یونس علیہ السلام کی نازک کھال کے لیے مزید آرم و آسائش کا ذریعہ بننا۔ پھر آپ کی خوراک کے لیے اللہ نے ایک ہرئی کو بھیج دیا جس کا دودھ آپ پی لیتے تھے۔ پھر جب آپ تندرست ہو گئے تو اللہ نے واپس اپنی بیٹی کی طرف جانے کا حکم دیا اور آپ نے تعمیل حکم کیا۔

جب یونس علیہ السلام اہل بیت کی عذاب کی وعید سنا کر چلے گئے تو بھیجے عذاب کے آثار نظر کرنے لگے جس سے اہل بیت سخت خوفزدہ ہوئے اور سب کے سب گھروں سے باہر میدان میں آکر قریب اس خفا راہ بیچ دیکھا کرنے لگے۔ انہوں نے یونس علیہ السلام کی تلاش میں شروع کر دی تاکہ ان کی مانتہ سے کہ اللہ سے معافی مانگیں بہر حال جب قوم آئب ہو گئی تو اللہ نے اُن کی توبہ قبول کر لی اور ان سے آنے والا عذاب ٹالی دیا۔ پھر جب یونس علیہ السلام تندرست ہو کر اللہ کے حکم سے قوم میں واپس آئے تو لوگوں نے ———— خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ سورۃ یونس میں موجود ہے۔ فَلَوْلَا كُنَّا لَكُمْ قُرْبٰی كَافَرًا اے اللہ! یہ انسانی تاریخ کا منفرد واقعہ

بیت میں  
واپس

ہے کہ کسی قوم پر عذاب نمودار ہونے کے بعد اس کو نجات ملی گئی تھی صرف قوم  
یونس علیہ السلام ہے۔

یونس علیہ السلام کی دایہی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا وَلَا تَسُبُّوا إِلَى  
مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَبْرُدُكُمْ ہم نے اُن کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں  
کی طرف بھیجا۔ اس سے وہی آپ کی بچی مراد ہے جس کی آبادی اتنی تھی۔ ترمذی شریف  
میں ایک لاکھ تیس ہزار کا ذکر آتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ باغ مردوزن تو ایک  
لاکھ تھے اور باقی بیس ہزار بچے بھی تھے۔ فرمایا فَالْمَسْكُونُ وہ لوگ ایمان لے  
گئے، کفر و شرک اور برائی سے باز آگئے فَعَمَّيْنَاهُمُ الْغَمَّ حین تو ہم نے  
اُن کو ایک مقررہ وقت تک فائدہ پہنچایا۔ جب تک وہ لوگ ایماندار رہے  
اللہ کی طرف سے انہیں آرام و راحت بھی عطا رہا۔ پھر جب زمانہ بدل گیا اور وہ  
پھر اپنی پرانی روش پر آگئے تو اللہ نے اُن پر انعام و اکرام کا دروازہ پھر بند کر دیا۔

(نبیاض)

۱۳۶ھ ۸۶۲ء

فَاسْتَفْتِهِمُ الرِّبَّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ﴿۱۳۴﴾  
 أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ ﴿۱۳۵﴾  
 إِلَّا أَنَّهُمْ مِّنْ أَفْكَهَمُ لِيَقُولُونَ ﴿۱۳۶﴾ وَلَدَ اللَّهُ  
 وَانَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۱۳۷﴾ أَصْطَفَى الْبَنَاتُ عَلَى  
 الْبَنِينَ ﴿۱۳۸﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿۱۳۹﴾ أَفَلَا  
 تَذَكَّرُونَ ﴿۱۴۰﴾ أَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِينٌ ﴿۱۴۱﴾ فَاتُوا  
 بِكِتَابِكُمْ إِن كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ﴿۱۴۲﴾ وَجَعَلُوا  
 بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نِسْبًا وَلَقَدْ عَلِمَتْ  
 الْجَنَّةُ أَنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۱۴۳﴾ مُبْجَنَ اللَّهِ عَمَّا  
 يَصِفُونَ ﴿۱۴۴﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿۱۴۵﴾  
 فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ﴿۱۴۶﴾ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ  
 بِفِتْنَيْنِ ﴿۱۴۷﴾ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ﴿۱۴۸﴾  
 وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ﴿۱۴۹﴾ وَإِنَّا  
 لَنَحْنُ الصّٰفُّونَ ﴿۱۵۰﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسِيحُونَ ﴿۱۵۱﴾

ترجمہ :- پس آپ ان سے پوچھیں کیا تیرے پروردگار  
 کے لیے بیٹیاں ہی اور ان کے لیے بیٹے (۱۳۹) یا پھر

کیا ہے ہم نے فرشتوں کو عورتیں، اور یہ دیکھتے تھے (۱۵۰)  
 آگاہ رہو، بیشک یہ لوگ جھوٹ بنانے کی وجہ سے (یہ  
 بات) کہتے ہیں (۱۵۱) کہ اللہ نے بیٹا بنایا ہے۔ اور  
 بے شک یہ لوگ البتہ جھوٹے ہیں (۱۵۲) کیا چُن لیا  
 ہے اُس نے بیٹیوں کو بیٹوں کے مقابلے میں؟ (۱۵۳) کیا  
 ہو گی ہے تمہیں، تم کیا فیصلہ کرتے ہو (۱۵۴) کیا تم  
 غور نہیں کرتے؟ (۱۵۵) یا تمہارے لیے کوئی کھلی سند  
 ہے (۱۵۶) پس لاؤ اپنی کتاب اگر تم سچے ہو (۱۵۷) اور حضور  
 (شکر کوں نے) اللہ اور جنوں کے درمیان رشتہ، اور البتہ  
 تحقیق جانتے ہیں جن کہ وہ (پکڑے ہوئے) حاضر  
 کیے جائیں گے (۱۵۸) پس پاک ہے اللہ کی ذات اُن  
 باتوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں (۱۵۹) لیکن اللہ کے  
 مخلص بندے (وہ خدا کی گرفت سے بچ جائیں گے) (۱۶۰)  
 پس تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو (۱۶۱) نہیں ہو  
 تم اللہ کے سامنے کسی کو بہکانے والے (۱۶۲) مگر وہ  
 جو کہ داخل ہونے والا ہے جہنم میں (۱۶۳) اور (فرشتے  
 کہتے ہیں) نہیں ہے ہم میں سے کوئی بھی آیا مگر اُس  
 کے لیے ایک ٹھکانا ہے مقرر (۱۶۴) اور بیشک ہم البتہ  
 صاف باندھنے والے ہیں (۱۶۵) اور بیشک ہم البتہ تسبیح  
 پڑھنے والے ہیں (پہرہ درکار کی) (۱۶۶)

اس رکوع کے ابتدائی حصے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت  
 یونس علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر فرمایا۔ آپ نے طویل عرصہ تک  
 قوم کو توحید کی دعوت دی۔ مگر قوم نہ مانی۔ بالآخر یونس علیہ السلام قوم کو

عذاب کی وعید سن کر بہتی سے نکل گئے عذاب کے آثار نظر آنے لگے تو قوم تائب ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو مائل دیا۔ اس سے پہلے تاریخ انبیاء کے سلسلہ میں حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، اور حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر ہوا۔ سب نے اپنی اپنی قوموں کو کفر اور شرک سے منع کیا اور توحید کی دعوت دی مگر اس سلسلہ میں انہیں بڑی مشکلات کا سامنا اور بڑی تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔

خدا کی اولاد  
سکا عقیدہ

عرب کے بعض کافر اور مشرک قبائل بنو خزاعہ اور بنو اسلم وغیرہ فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں تصور کرتے تھے۔ وہ فرشتوں کو عبود سمجھ کر ان کی عبادت بھی کرتے اور ان سے حاجات بھی طلب کرتے تھے۔ اس باطل عقیدے کی تردید کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاسْتَغْفِرُوا لَهُمْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ آپ ان سے پوچھیں أَلَا لِلرَّحْمَنِ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ کیا میرے پروردگار کیلئے بیٹیاں ہیں، اور ان کے لیے بیٹے ہیں؟ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا یا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا وہم شہدوْنَ اور یہ اس چیز کے چشم دید گواہ ہیں کہ ہم نے واقعی فرشتوں کو عورتوں کی صفت میں پیدا کیا ہے۔ کفار و مشرکین تو بھلا اس سوال کا کیا جواب دیتے اور فرشتوں کے صفت نازک ہونے کا کونسا ثبوت پیش کرتے، اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس مسئلہ کی وضاحت فرمادی۔ أَلَا سَمِعُوا اور آگاہ رہو انہم مِّنْ أَفْئِدِهِمْ لَيَقُولُنَّ کہ یہ لوگ جھوٹی بنائی ہوئی باتیں کہتے ہیں وَلَا يَكْفُرُ اللَّهُ کہ اللہ کے ہاں اولاد ہے۔ وَلَا يَكْفُرُ اللَّهُ کہ کذب مومن بے شک یہ البتہ جھوٹے ہیں۔ ان کے اس عقیدے میں کوئی صداقت نہیں بلکہ یہ صریح جھوٹ ہے۔

کے فرمایا، دیکھو! یہ کس قدر احمقوں لوگ ہیں کہ اصطفیٰ البنات علیٰ

الْبَسِیْمِیْنَ انہوں نے خدا کے لیے بیٹوں کی بجائے بیٹیوں کا انتخاب کیا ہے۔  
 حالانکہ ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ یہ خود بیٹیوں کو بیٹیوں پر ترجیح دیتے ہیں فَسَوَّیَا  
مَا لَمْ یَحْکُمُوا فِیْهِنَّ کیا ہو گیا ہے جو ایسی بیٹی بیٹی باتیں کرتے ہو کیفیت تَحْکُمُوْنَ  
 تم کیا فضول اور نامعقول فیصلہ کرتے ہو کہ اللہ کی اولاد بہت اور فرشتے انیس  
 کی پیشیاں ہیں اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ کیا تم ذرا بھی غور و فکر نہیں کرتے کہ کیا کہہ رہے ہو  
 اور کس قسم کا عقیدہ بنا رکھا ہے؟ سَوَّیْنَا النِّجْمَ فِی السَّمَاءِ مشرکوں  
 کو خطاب کر کے فرمایا ہے اَلْکُفْرُ الذِّکْرُ وَلَکُمُ الْاُنْثٰی (۲۱) یٰۤاٰدَمُ  
اِذَا قَسَمَہُ جَنَّتٰی (۲۲) کیا تمہارے لیے تو بیٹے ہیں یعنی تم تو اپنے لیے  
 بیٹے پسند کرتے ہو اور بیٹیوں کو خدا کے کھاتے میں ڈال دیتے ہو۔ یہ تو بڑی بے انصافی  
 کی تقسیم ہے جو تم کرتے ہو۔ تمہاری یہ تقسیم تو عقل و عقل اور فہم و فہم کے ہی  
 خلاف ہے اور بالکل بیدار انصاف ہے۔

اللہ نے سمجھایا کہ خدا تعالیٰ تمہاری ان بیودہ باتوں سے پاک ہے۔ وہ تو  
 بڑی قدرت اور عظمتوں کا مالک ہے۔ فرشتے خدا کی مغرب اور پاکیزہ مخلوق  
 ہیں۔ اللہ نے اُن کو بزرگ و نامت سے پاک رکھا ہے، وہ مجبور ہیں، اور ان  
 کی تخلیق بھی لطیف، ارے سے ہوئی ہے۔ اگر تم نے خدا کے لیے اولاد ہی  
 تجویز کرنا تھی تو پھر اس قدر گنتی اور بے ادبی کا ارتکاب تو نہ کرتے کہ اپنی  
 دانست میں کمزور مخلوق کو اس کی طرف منسوب کر دیا، فرمایا، کبھی پر عیب لگانے  
 کے لیے بھی کچھ تو عقل و شعور سے کام لیتے۔ خدا تعالیٰ تو بیوی اور اولاد سے  
 پاک ہے۔ سورۃ جن میں اس کا واضح ارشاد موجود ہے وَ اَنۡتُمْ دَعَاۤیَ جَدِّ  
وَبَنۡتِ مَا اتَّخَذَ صُلَحٰۃً وَّلَا وَلَدًا (آیت ۲) اور بیشک ہمارے  
 پروردگار کی شان تو بہت رفیع اور بلند ہے، وہ نہ بیوی رکھتا ہے اور نہ اولاد  
 واصل انسان کے ولی میں اولاد کی خواہش دو درجہ سے ہوتی ہے ایک  
 یہ کہ اس کی بدولت اس کا سلسلہ نسب قائم رہے گا۔ اور دوسری یہ کہ بڑھاپے میں اولاد اس کی



مُتَّبِعِينَ کیا اس باطل عقیدے کی تمغا رہے پاس کوئی کھلی سند ہے؟ فَاتُّوا بِكِتَابِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اپنی کتاب لے آؤ اور دکھاؤ کہ اس میں کیا لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے اور فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں العیاذ باللہ۔ ظاہر ہے کہ کافر مشرکوں کے پاس کون سی دلیل ہے جو وہ پیش کرتے۔ لہذا آج تک اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکے اور نہ آئندہ کبھی دے سکیں گے

جنات سے  
رشتہ داری کا  
عقیدہ

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور باطل عقیدے کا ذکر فرمایا ہے۔  
وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نِجَالًا اور بٹھرایا ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان رشتہ۔ جب مشرکین نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں تسلیم کر لیا تو پھر سوال پیدا ہوا کہ فرشتوں کی مائیں کون ہیں جن کے بطن سے یہ بیٹیاں پیدا ہوئی ہیں؟ پھر غدر گناہ بدتر گناہ کے مصداق کفار و مشرکین نے اللہ تعالیٰ کا رشتہ جنات کے ساتھ جوڑا اور کہنے لگے کہ یہ بڑی بڑی جناتیں فرشتوں کی مائیں ہیں اگر یا جنات کو خدا تعالیٰ کا سر ل بنا دیا۔ العیاذ باللہ۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ کتنی غلط بات ہے جو جنوں کی طرف منسوب کی جا رہی ہے۔ جنات تو اللہ کی عاجز مخلوق ہے اور وہ ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرتے بہتے ہیں۔  
فَرِیَا وَقَدْ عَلِمْتِ الْجَنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ اور البتہ جنات جانتے ہیں کہ وہ تو گرفتار شدہ اللہ کی عدالت میں پیش کیے جائیں گے۔  
اگر فریاد کو یہی کہیں گے تو اللہ کی گرفت میں آئیں گے۔ ان کی حالت تو یہ ہے کہ ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرتے بہتے ہیں مگر ان ظالموں نے ان کی خدا تعالیٰ کے ساتھ رشتہ داری قائم کر دی۔

م رازی اور بعض دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ بعض زیدی فرقہ کے



لوگ یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور ابلیس آپس میں بھائی بھائی ہیں (نعوذ باللہ)  
 اس پر مزید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خیر کا خالق ہے اور ابلیس شر کا خالق۔ مجوسیوں کا  
 بھی یہی عقیدہ ہے۔ وہ بھی خیر و شر، نور و ظلمت اور نیکی اور بدی کے دو مختلف  
 خدا مانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نیکی کا خدا نیردان ہے۔ اور بدی کا ابوس ہے۔ یہ  
 عقیدہ پرانے ایران کے ایک شخص مانی کا وضع کردہ ہے۔ بعض بادشاہوں نے  
 اس مذہب کے پیروکاروں کو سزا بھی دی مگر پھر بھی یہ مذہب پھیل گیا۔ یہ عقیدہ  
 اللہ تعالیٰ کی صفات میں شرک است پیدا کرتا ہے اور یہ اسی طرح باطل ہے۔ جس  
 طرح اللہ کی ذات میں شرک بٹھانا۔

چوتھی صدی میں متنبیؒ ایک مشہور عربی شاعر گزرا ہے اُس نے اس دو خداؤں  
 والے عقیدے کی اپنے انداز میں نفی کی ہے۔ وہ کہتا ہے۔

وَكَمْ لَظَلَمَ اللَّيْلُ عِنْدَكَ مِنْ يَدٍ

تَحْدُثُ اِنْ الْمَانُوِيَّةُ تَكْذِبُ

مجھے تو رات کے اندھیرے میں بھی بہت سی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں مگر مانوی کہتا  
 کہ ظلمت کا خدا ہی اور ہے، حقیقت یہ کہ اس معاملہ میں مانوی جھوٹا ہے اُسکا  
 یہ دعویٰ غلط ہے کہ ظلمت محض، شر پر مشتمل ہے اور اس میں خیر کا کوئی پہلو نہیں  
 مجھے تو شب و روز بے شمار نعمتیں حاصل ہو رہی ہیں، دو خداؤں کا عقیدہ خدا کی  
 ذات میں شرک کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ تمام نیک  
 و بد مخلوق خواہ انسان ہوں، جنات یا فرشتے سب کا خالق ایک ہی وحدہ لا شریک  
 ہے، کوئی دوسرا خالق نہیں مَبْحَثُ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ اللّٰہُ تَعَالٰی  
 کی ذات پاک ہے اُن غلط باتوں سے جو یہ کافر اور مشرک لوگ بتاتے ہیں۔  
 اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے، نہ بھائی اور نہ ہی کوئی اولاد ہے۔ یہ سب  
 نقص اور عجیب پر دلالت کرنے والی چیزیں ہیں۔ جب کہ اللہ کی ذات ہر

شعنی عقیدہ  
 کی تردید

نقص اور عیب سے مبرا اور منزه ہے اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے لوگ لازماً مجرم نہیں گئے اور خدا کی عدالت میں بچ کر حاضر کیے جائیں گے۔

مخلصین  
کی جماعت

فرایا، الستہ ایک جماعت اس گرفتِ خداوندی سے بچ جائے گی اور وہ ہے الْأَعْيَادُ اللَّهُ الْمُخْلِصِينَ اللہ کے مخلص منتخب اور برگزیدہ بندے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ جائیں گے، وہ باعزت اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے اور پھر انہیں نہایت تحکیم کے ساتھ اللہ کے عزت کے مقامِ جنت تک رسائی ہوگی۔ پھر اللہ نے مشرکوں سے فرایا فَإِنْ كُنْ مِنْكُمْ قَوْمٌ يَحْسَبُونَ پھر بے شک تم اور جن کی تم پر جا کر تے بر خدا کے سوا مَا آتَانَا عَلَيْنَا بِغَيْرِ شَيْءٍ تم خدا تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کو بہکانیں گے مطلب یہ ہے کہ تم لاکھ اپنے عقیدے کا پراپیگنڈا اور میرے بندوں کو پھیلانے کی کوشش کرو مگر میرے مخلص بندے تمہارے دامنِ فریب میں نہیں آئیں گے۔ تمہارے بہکاوے میں وہی آئے گا إِلَّا مَنْ هُوَ صَالٍ الْجَنَّةِ جو جہنم میں داخل ہونے والا ہے۔ تمہارا داؤد جہنمی لوگوں پر ہی چلتا ہے۔ جو عقل و شعور کو روکنے کا نہیں لاتے اور منہ و معاد پر اثرے بہتے ہیں۔ تم انہی کو گمراہ کر کے جہنم تک لے جا سکتے ہو۔ میرے مخلص بندے تو ہر وقت مناجات اور دعائیں کرتے رہتے ہیں اور ہمیشہ میرے سامنے عاجزی اور انکاری کا اظہار کرتے ہیں۔ مجھی سے اپنی حاجات طلب کرتے ہیں، انہماکِ شیطانی و اڑیج سے محفوظ رہتے ہیں۔ مشرکین کی بات غم کر کے آگے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی زبان سے بات کروائی ہے۔ فرشتے تو خدا کی بیٹیاں ہیں اور نہ ہی وہ معبود ہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق، اس کے مطیع اور عابد بندہ ہیں۔ وہ کسی کی جبری سفارش بھی اللہ کے پاس نہیں کر سکتے۔ وہ تو خود اللہ کی عبادت و راضیت میں مشغول رہتے ہیں، اور اس کی رضا کے طالب رہتے ہیں۔ اسی بات کو فرشتوں نے اپنی زبان سے کہا وَمَا يَلَاكُم مَّقَامٌ مَّقَامُكُمْ اللہ نے ہم میں ہر ایک کے لیے

فرشتہ کی  
صفت بندی



کہ ہماری صفیں بھی اللہ نے فرشتوں کی صفوں کی طرح بنائی ہیں۔ یہ آپ کی امت کی خصوصیت ہے کہ اگر ان کی صفیں درست ہوں گی تو یہ بھی فرشتوں کی صفوں کی طرح شمار ہوں گی۔ اس آظری امت کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے اس کے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا ہے اور ہم لوگ زمین کے ہر پاک خطے پر عبادت کر سکتے ہیں، ہماری عبادت محض عبادت خالوں تک محدود نہیں ہے۔ اور تعمیری خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے ہمارے لیے مٹی کو پاک صاف قرار دیدیا ہے۔ اگر پانی میسر نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمم کر کے طہارت حاصل کی جاسکتی ہے۔

بہر حال فرشتوں نے کہا کہ ایک تو ہم صفت بہتے ہیں۔ اور دوسرا وَإِنَّا لَكَنَّا الْعَمِيُّونَ اور بے شک ہم ہر وقت خدا تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر نقص، عیب، کمزوری اور شرک سے پاک ہے۔ وہ وحدہ لا شریک ہے، اس کا لوگوں کی طرف سے منسوب کی گئی کمزوری سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ ہر لحاظ سے پاک اور منزہ ہے۔ جو شخص اس کی ذات یا صفات میں شریک بنے گا وہ خود بحیثیت مجرم خدا کی بارگاہ میں گرفتار شدہ پیش کیا جائیگا۔

خدا تعالیٰ  
کی تسبیح

وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ۖ ﴿١٦٧﴾ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ  
 الْأَوَّلِينَ ۖ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۖ ﴿١٦٩﴾ فَكَفَرُوا  
 بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۖ ﴿١٧٠﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ  
 كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۖ ﴿١٧١﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ  
 الْمَنْصُورُونَ ۖ ﴿١٧٢﴾ وَإِنْ جُنَدُنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۖ ﴿١٧٣﴾  
 فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۖ ﴿١٧٤﴾ وَأَبْصُرْهُمْ  
 فَسَوْفَ يَبْصُرُونَ ۖ ﴿١٧٥﴾ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ۖ ﴿١٧٦﴾  
 فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ۖ ﴿١٧٧﴾  
 وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۖ ﴿١٧٨﴾ وَأَبْصُرْ فَسَوْفَ  
 يَبْصُرُونَ ۖ ﴿١٧٩﴾ سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا  
 يَصِفُونَ ۖ ﴿١٨٠﴾ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۖ ﴿١٨١﴾  
 وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ ﴿١٨٢﴾

ترجمہ :- اور بے شک یہ لوگ البتہ کہتے تھے ﴿۱۶۷﴾ اگر

ہوتی ہمارے پاس نصیحت پہلے لوگوں کی ﴿۱۶۸﴾ البتہ ہوتے

ہم اللہ کے مخلص بندوں میں سے ﴿۱۶۹﴾ پس کفر کیا

انہوں نے اس کے ساتھ ، پس عنقریب جان لیں گے ﴿۱۷۰﴾

اور البتہ تحقیق پہلے ہو چکی ہے ہماری بات ہماری پہلی  
 ہونے رسولوں کے لیے (۱۷۱) اگر بیشک اللہ وہی مدد  
 میرے مابین ہے (۱۷۲) اور بے شک ہمارا لشکر البتہ  
 وہی غالب ہو گا (۱۷۳) پس آپ رخ پھیر دیں انکی  
 طرف سے ایک وقت تک (۱۷۴) اور آپ دیکھتے  
 رہیں ان کو، پس عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے (۱۷۵) کیا یہ ہمارے  
 عذاب کے ساتھ جلدی کرتے ہیں (۱۷۶) پس جب وہ اترا  
 ان کے معین ہیں، پس بڑی ہے صبح ڈرائے ہوئے ٹوک  
 کی (۱۷۷) اور آپ رخ پھیر میں ان کی طرف سے ایک  
 وقت تک (۱۷۸) اور آپ دیکھتے رہیں، عنقریب  
 یہ بھی دیکھ لیں گے (۱۷۹) پاک ہے تیرا پروردگار جو عزت  
 کا مالک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ بیان کرتے  
 ہیں (۱۸۰) سلامتی ہے اللہ کے پیسے ہوئے رسولوں  
 پر (۱۸۱) اور سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے  
 جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے (۱۸۲)

ربط آیت

گہر مشتبہ درس کی آخری تین آیات میں فرشتوں کا کلام ذکر کیا گیا تھا کہ  
 کہہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کے لیے ایک ٹھکانا اور مقبرہ ہے  
 جس سے ہم آگے نہیں بڑھ سکتے، ہم صفت بہت سببے ہیں اور اللہ تعالیٰ  
 کی قیام بیان کرتے ہیں۔ یہی وہ فرشتے ہیں جن کو شرک لگ خدا کی بیٹیاں کہتے  
 ہیں ان کو مجبور مان کر ان سے مابیت براری کہتے ہیں۔ مگر اللہ نے  
 فرمایا کہ جو مخلوق اپنے پروردگار کے سامنے کلجوا و انکاری کے ساتھ صفت بہت  
 کھڑی ہے اس کی قیام و تشریف بیان کہتی اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کیے  
 ہر وقت تیار ہے، اور ان میں سے ہر ایک کا ایک ٹھکانا اور حشر

مقرر ہے، وہ دوسروں کی حاجت روانی اور مشکل کشائی کیسے کریگی اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور اس کی ذات و صفات میں کوئی بھی شریک نہیں، مشرک لوگ غلط عقیدہ رکھتے ہیں اور لایعنی باتیں کرتے ہیں۔

اب اللہ نے مشرکین کے ایک جھوٹے بہانے کا ذکر کر کے ان کی غلط بیانی کا پردہ چاک کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُنَّ اور بیشک مشرکین کہہ سکتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے پاس تو آسمانی کتابیں موجود ہیں مگر اس کے باوجود یہ لوگ اس ہدایت سے مستفید نہیں ہوتے بلکہ گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں لَوْ أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ لَكُنَّا آلَ الْوَلَدِ اگر ہمارے پاس بھی پہلے لوگوں کی کوئی نصیحت ہوتی لکن عباد اللہ المخلصین تو ہم اللہ کے خالص بندوں میں ہوتے اور اہل کتاب کی طرح نافرمانی نہ کرتے پہلی آیت میں مذکور الفاظ وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُنَّ ان مشرکوں کے لیے نہیں بلکہ یہ دراصل اس کے بعد مطلب یہ بتانا ہے کہ بیشک شان ہے کہ مشرک لوگ کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس بھی کوئی نصیحت یعنی کتاب صحیفہ انور شریف یا ہدایت ہوتی تو اس پر عمل کرتے اللہ کے منتجب بندوں میں شمار ہوتے۔ اور اس طرح ہم عبادت و ریاضت، معرفت عمل اور اخلاق میں ترقی کرتے۔

ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے بعد عربوں میں کوئی نبی نہیں آیا اور نہ ہی کوئی کتاب یا صحیفہ نازل ہوا۔ برخلاف اس کے اہل کتاب کے پاس کتابیں موجود تھیں۔ مگر ان کتابوں سے انحراف کر دیکھو کہ مشرکین کہتے تھے کہ یہ قہمت لوگ ہیں کہ ان کے پاس کتاب، ہدایت اور اس کام موجود ہیں مگر ان کو پریشیت ڈال رکھا ہے۔ اگر ہمارے پاس ایسی کوئی چیز ہوتی تو ہم ضرور اس سے مستفید ہوتے۔ مگر اللہ نے فرمایا کہ جب اللہ کا آخری رسول اور اس کی آخری کتاب قرآن مجید ان لوگوں کے پاس آگئے تو انہوں نے قبول کرنے کی بجائے فَكُفُّوا رُءُوسَهُمْ اس کا سر سے انکار ہی کر دیا۔ اور

ہدایت یا نبی  
کے لیے  
مشرکین کا  
غیر اللہ

نصیحت کے آنے اور اس پر عمل درآمد کے جو وعدے کرتے تھے ان سے مل گئے  
جب قرآن پیش کیا جاتا تو کہتے انْ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ  
(الاحقافہ - ۲۵) یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ اس میں پرانی اقوام عار و  
ثمود و قریظہ کے واقعات بیان کیے گئے ہیں، ہمارے لیے یہ یکے پیچھے ہو سکتے ہیں سورۃ الاحقاف  
میں اللہ نے مشرکین کی اس جلد سازی کو اس انداز سے بیان کیا ہے ہم نے یہ  
مبارک کتاب اتار دی ہے، اتباع کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے، اور تاکہ تم یوں نہ  
کو کہ ہم سے پہلے دو گروہوں (سیود و نصاریٰ) پر کیا ہیں اتنی ہی مٹو ہم ان کی  
درس و تدبیریں سے بے خبر تھے۔ یا پھر تم اس طرح نہ کرو کہ اگر ہم پر کوئی کی تب  
نازل ہوتی تو ہم اُس پر عمل کر کے کُنَّا اِهْدٰی مِثْلَهُمْ (آیت - ۱۵۸)  
ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔ اُسے اللہ نے فرمایا کہ قرآن پاک کی صورت میں تمہارے  
پاس دلیل، ہدایت اور رحمت آپکا سب سے فَتَنَ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ بَايَاتِ  
اللّٰهِ (آیت - ۱۵۸) اب اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ کی آیات  
کی تکذیب کرے۔ بیان بھی فرمایا کہ جب ان کے پاس مطلوب ہدایت آگئی تو ان ظالموں  
نے اُس کا انکار کر دیا۔ فرمایا هَسُوۡفَ يَعْزِمُوۡنَ عَنۡ غُرَبٰیۙہِمْ یُرُوۡنَ لَوۡلَہِمْ جَنۡ لِّیۡسَ لَہِمْ  
کہ ان کی جلد سازی اور تکذیب کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

انبیاء کی دور  
کا وعدہ

دنیا میں جب بھی انبیاء علیہم السلام نے توحید کی دعوت دی لوگ غلط ہو گئے  
اور توحید کے پروگرام کو ہر طرح سے ناکام بنانے کی کوشش کی۔ اس مقصد کے  
لیے انہوں نے نہ صرف انبیاء کی تکذیب اور توہین کی بلکہ عام لوگوں کو دین کے  
قریب آنے سے روکنے کے لیے مال و دولت صرف کیا اور لوگوں کو نہ صرف  
دیکھیاں دیں بلکہ عملی طور پر ان کو طرح طرح کی سزائیں بھی دیں۔ ان تمام مشکلات  
کے باوجود خدا تعالیٰ کی مشابہت پر رہی کہ وہ اپنے دین کو غالب بنانے کا اور اس  
مقصد کے لیے اس نے اپنے انبیاء کو مدد بھی کی۔ چنانچہ ارشاد دہر آپے وَقَدْ  
سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا لِّلْعِبَادِ اِنَّا الْمُرْسَلِیۡنَ اور البتہ تحقیق ہمارے رسول



کے حق میں ہماری یہ بات پہلے ہی طے ہو چکی ہے اِنھُمْ لَھُمْ النَّصْرُ وَوَقَدْ کَرَّجَکَ  
 دہی و دوسرے جاہلین گئے، اگر اللہ نے کفر و شرک کے خلاف اپنے منتخب بندوں کی مدد کا  
 وعدہ کر رکھا ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ بعض اوقات دنیا میں انبیاء علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں  
 کو ظاہری طور پر کامیابی نہیں ملتی مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا  
 بلکہ ایسی صورت میں اللہ کا یہ وعدہ آخرت میں جا کر پورا ہو گا۔ اہل ایمان و اہل پرستور  
 ہوں گے اور ان کے مخالفین مقصور ہو کر خدا تعالیٰ کے عذاب میں پکڑے جائیں گے۔  
 سورۃ المؤمنین میں اللہ کا فرمان ہے اِنَّا کَتَبْنَا نَصْرَکُمْ لَکُمْ وَ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوا  
 فِی الْحَیٰوَةِ الدُّنْیَا وَ یَوْمَ یَقُومُ السَّعَادُ ذٰلِکَ اٰیٰتِ (۵۱) سب سے شک  
 ہم اپنے رسول اور اہل ایمان کی دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں، اور اس دن بھی مدد کریں گے  
 جس دن گواہ کھڑے ہوں گے قیامت کے دن۔

بعض فرماتے ہیں کہ دنیا میں کفر و شرک کا طوفان سیلاب کی مانند ہوتا ہے جو وقتی  
 طور پر غوب ابھرتا ہے مگر آخر کار ختم ہو جاتا ہے۔ سورۃ الرعد میں اللہ نے حق و باطل کی  
 کشمکش کو سیلاب کے جھاگ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس طرح سیلاب کے جھاگ میں قحطی طو  
 پر جوش و غروش پایا جاتا ہے، اسی طرح باطل کو بھی ابال آتا ہے جو جلد ہی ختم ہو جاتا ہے  
 جس طرح سیلاب کا جھاگ ختم ہو جاتا ہے اور مضیہ بانی زمین کی سیرابی کے لیے باقی رہ  
 جاتا ہے۔ اسی طرح کفر و شرک کا طوفان زخم چھٹ جاتا ہے اور پائیدار حق باقی  
 رہ جاتا ہے۔ اگر دنیا میں اللہ کے نبی یا اس کے نیک بندے مغلوب بھی ہو جائیں۔  
 پھر بھی اللہ تعالیٰ حق کو جی غالب کرتا ہے جیسے فرمایا وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ  
 الْبَاطِلُ لَیْسَ لِلْبَاطِلِ اِیَّامٌ کَثِیْرَةٌ (۸۱) اے پیغمبر!

آپ کہہ دیں کہ حق آگیا اور باطل چلا گیا۔ بیشک باطل مٹنے ہی والی چیز ہے۔ باطل کو بھی ثبات حاصل نہیں ہوتا اور پھر یہ ہے کہ اکثر و بیشتر اللہ نے عاجل طور پر بھی اپنے پیروں کی مدد کی اور باطل مغلوب ہوا۔ اس ضمن میں قوم عاد و ثمود، قوم نوح، قوم ابراہیم، قوم صالح علیہم السلام اور قرم موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ اس طرح حضور خاتم النبیین کی پوری زندگی بھی ہماری نگاہ میں ہے۔ آپ نے کون نامساو حالات میں اپنے مشن کا آغاز کیا اور کیا کیا تکالیف برداشت کیں مگر بالآخر اللہ نے اپنے پیروں کی مدد فرمائی اور ان کو غالب بنایا۔

فرمایا ہمارے منتخب بندوں کے متعلق پہلے ہی یہ بات طے ہو چکی ہے کہ انہی کی مدد کی جائے گی وَإِن كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ اور بالآخر ہمارا لشکر بھی غالب آئے گا۔ اس لشکر سے اللہ کے نبی اور ان کے پیروکار مراد ہیں۔ سچے مومن ہی حقیقت میں جند اللہ یعنی اللہ کا لشکر ہیں جو اللہ کے دین کی خاطر جان و مال کی قربانی پیش کرتے ہیں اور انہی کی مدد کی جاتی ہے۔ مگر اس کے سانچہ ابتداء بھی آتی ہے۔ جس کا ذکر اللہ نے مختلف سورتوں میں بالتفصیل کیا ہے۔ جب اللہ کے رسول اور اس کے نیک بندے آزمائش پر پورا اترتے ہیں تو پھر غلبہ بھی انہی کو حاصل ہوتا ہے۔

اس اصول کے پیش نظر اللہ نے فرمایا فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ پس آپ ایک مقررہ وقت تک ان سے رخ پھیریں یعنی ان کو نظر انداز کر دیں۔ وَأَتَّبِعْهُمْ اور ان کی طرف دیکھتے رہیں یعنی انتظار کریں فَسَوْفَ يَجْعَلُونَ لَكُم مَقَرًا پس مقرب یہ بھی دیکھ لیں گے۔ کہ ان کے انکار مخالفت اور ایذا رسانی کا کیا ثبوت نکلتا ہے۔ سورۃ التمدہ میں بھی مندرجہ ہے فَلَعَلَّ خُضْرًا عَنْهُمْ وَأَنْتَظِرُ إِنَّمَا مُمْتَرِرُونَ (آیت - ۳۰) آپ ان ناہنجاروں سے روگردانی کر لیں اور ہمارے فیصلے کا انتظار کریں۔ یہ لوگ بھی انتظار میں ہیں۔ اور جلدی ہی اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔ ان کو پست

جند اللہ کا غلبہ

پہل جائے گا کہ کون غالب آتا ہے اور کون دنیا میں شکست اور آخرت میں ٹٹلی  
عذاب کا مستوجب بنتا ہے۔

عذاب کا  
مطلب

فرمایا یہ لوگ اس قدر بے انسان ہیں اھم عذابنا یستحقون  
کیا یہ ہمارے عذاب کے ساتھ ملحدی کرتے ہیں؟ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی توحید اور  
اُس کے رسول کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ جو عذاب ہم پر لانا چاہتے ہو طہری  
سے آکر سورۃ بنی اسرائیل میں ہے کہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے  
اَوْ قَسَطَ الْمَآءُ كَمَا نَعَدْتُمْ عَلَيْنَا لَنَسْلُنَّ اَبَدًا (۹۲)  
یا بھیا کہ تم خیال کرتے ہو، ہم پر آسمان کا ٹھنڈا گرا دو، کبھی کہتے، قیامت  
برپا کر دو، وہ آئی کیوں نہیں۔ تو فرمایا یہ بڑے بے انصاف لوگ ہیں، جو  
اپنے منہ سے عذاب طلب کرتے ہیں اور یاد رکھو اِذَا نَزَلَ نَزْلُنَا نَبَاهُ  
جب عذاب ان کے من میں اترے فَاَسْمَاءُ صَبَاحَ الْمُنْذِرِ  
تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت ہی بُری ہوئی، جب سہلا عذاب آجائے  
گھا تو پھر یہ صبح نہیں کہیں گے اور ان کا انجام بہت بُرا ہوگا۔

حضورؐ لیلۃ الصلوٰۃ والسلام اور اہل ایمان سے بیچ کے وقت خیر پر حملہ کیا  
جب کہ اُس وقت وہ لوگ کاستنکاری کے یہ کہتے تھے کہجنتوں کی طرف جا  
ہے تھے۔ جب انہوں نے اسلامی لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے بخدا یہ قوم محمدؐ علیہ السلام  
و سلم نظر آتے ہیں حضورؐ علیہ السلام نے فرمایا اِنَّا نَحْمِلُ حَقَّ بَيْتِ حَبِیْبٍ یُّعْطِی خَیْرًا جَزْ  
گیا اِنَّا اِذَا فُتِنَّا بِمَا حَمَلْنَا قَوْمٌ مِّنْ فِتْنَةٍ صَبَاحَ الْمُنْذِرِ  
تو یہاں پر بھی آپؐ نے وہی الفاظ استعمال کیے کہ جب ہم کسی قوم کے من  
میں اتریں گے تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت بُری ہوگی۔ چنانچہ خیر  
پر حملہ کے نتیجہ میں جنگ ہوئی، خیر فتح ہوا اور وہ سارا علاقہ مسلمانوں کے زیرِ نگیں

آگیا۔ ویسے بھی اکثر نافرمان قوموں پر صبح کے وقت ہی عذاب آیا ہے۔ قوم لوط کا حال دیکھ لیں۔ فرشتوں نے لوط علیہ السلام کو تسلی دی اور کہا کہ آپ اپنے اہل کو لے کر راتوں رات محل جائیں کیونکہ اس نافرمان قوم کی درگت بننے والی ہے إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ (دھود - ۸۱) ان کے لیے عذاب کے وعدے کا وقت صبح ہے، اور کیا صبح اب قریب نہیں ہے بہر حال اللہ نے فرمایا وَقَوْلًا عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ایک وقت تک آپ ان سے رُخ پھیر لیں وَأَبْصُرْ آپ دیکھنے رہیں کہ کیا ہو رہا ہے فَسَوْفَ يَبْصُرُونَ پس عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے اور کون مثلائے عذاب ہوتا ہے۔ فرمایا آپ کچھ دیر انتظار کریں اور حالات کا مشاہدہ کرتے رہیں۔

اب آخر میں اللہ نے سارے مضامین کا خلاصہ دیا ہے۔ یہ گویا ماری سورہ کا بخور ہے۔ ارشاد ہوتا ہے سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا يَصِفُونَ تیرا یہ وردگار جو تمام عزتوں کا رب ہے وہ پاک ہے ان چیزوں سے جو یہ لوگ اپنی زبانوں سے بیان کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کی کفر و شرک کی باتیں، خدا کی اولاد بخیر کرنے کی بات، فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دینا اور اللہ کا رشتہ جنوں کے ساتھ قائم کرنا، الٰہیں کو خدا تعالیٰ کا بیٹا سمجھنا، دو خداؤں پر اعتقاد رکھنا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اس کے علم یا قدرت میں کسی کو شریک بنانا یہ سب یہود و باتیں ہیں جن سے نفرت الٰہ جلّیٰ کا اظہار کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لغویات سے منزہ ہے۔

اللہ کے نبی اور رسول ہمیشہ ایمان الٰہ توحید کی دعوت دیتے رہے انہوں نے لوگوں کو اذمیروں سے نکال کر بدشعسی کی طرف لانے کی عہد و عہد کی اکثر و شرک کو چیلر کر ایمان و توحید کا درس دیا۔ ہدایت کا راستہ واضح کیا۔ اللہ کے پیغمبر اللہ کے نزدیک نہایت ہی بگزیروں اور پاک ہستیاں ہوتے ہیں۔ وہ اپنی زندگیاں دین کے مشن

مضامین  
خصوص

یہاں پر  
مقام

کو چاکر کرنے کے لیے لکھا جیتے ہیں مگر اپنی جان کی پرواہ بھی نہیں کرتے لہذا ان پر سلام بھیجا جائیے۔ اسی لیے فرمایا وَسَلِّمْ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ، اور سلامتی ہوا اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں پر۔ حدیث شریف میں حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جب تم مجھ پر سلام بھیجتے ہو تو اللہ کے سارے رسولوں پر سلام بھیجا کرو اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ رسول پر سلام بھیجنے کے لیے اس آیت کی تلاوت بھی کافی ہے۔ سورۃ کی یہ آخری تین آیات نردجی ہے، رسول پر سلامتی کے ذکر کے ساتھ نہایت درسات کا مضمون بھی بیان ہو گیا۔

حضرت ابوبکر

رسولوں پر سلام کے بعد حمد باری تعالیٰ کے ملور پر فرمایا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اور سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس سے سزا تمام جہان ہیں خواہ وہ ارٹھی ہوں یا سادی، عالم بالا کے ہوں یا عالم زیریں کے، علوی ہوں یا سفلی تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اسی طرح مختلف افراع و اقسام کے جہان بھی الگ الگ ہیں جیسے حیوانیوں کا جہان، پھللیوں کا جہان، پندروں اور درندوں کا جہان، سمجھو و مگر کا جہان، برزخ کا جہان، حشر کا جہان اور آخرت کا جہان۔ ان تمام جہانوں پرورش کنندہ بھی اللہ رب العزت ہی ہے، لہذا ساری حمد و ثنا اسی کے لیے ہے طبرانی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جس شخص نے یہ آخری تین آیات نماز کے بعد تین دفعہ تلاوت کیں، اس نے گولیاں پینے سے پہلے پہلے پراچراپ لیا۔ کم از کم ایک مرتبہ ضرور پڑھ لینی چاہئیں۔ کسی مجلس میں بیٹھ کر طرح طرح کی باتیں ہوتی ہیں اس لیے حضور علیہ السلام نے تعلیم دی ہے کہ ہر مجلس کے اختتام

۱۔ قرطبی ۱/۱۵۲ و ابن کثیر ۲/۲۵۵ و طبری ۱/۱۱۶  
۲۔ ابن کثیر ۲/۲۵۵ و درج المعانی ۱/۱۵۹  
(فیاض)

پر بھی یہ آیات تلاوت کر رہی جا رہیں۔ اگر ان آیات کے آخر میں یہ بھی کہہ دیا جائے  
 سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ  
 إِلَيْكَ تَرَاهُ تَعَالَى اس مجلس کی ساری غلطیاں معاف فرما دے۔ ان آیات میں  
 اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر ہے جس سے عقیدہ درست ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ  
 کی حمد و ثناء بھی ہے اور رسولوں پر سلامتی کا ذکر بھی ہے اور یہ آیات درود بھی ہیں۔ یہ  
 ساری سورۃ کا لب لباب ہے جو آخر میں بیان کر دیا گیا ہے۔

حج پر جانے والے خواتین و حضرات کے لیے اہم و تحفہ

## احکام حج

مع زیارت مکہ مکرمہ و عید منورہ

تصنیف

محمد فیاض خان سواتی

اس کتاب میں حج کا طریقہ اور اس میں پیش آنے والے تمام مسائل کو درج کیا گیا ہے۔

صفحات ۱۲۸ قیمت ۲۰ روپے۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوہر النولہ

# حی علی الفلاح

از

حضرت مولانا حاجی محمد قیاض خان سواتی

مدرس مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

نماز سنون کلام معتقد حضرت مولانا صوفی عید الخیر غانصاحب سواتی مدظلہ  
قرآن کریم، احادیث مبارکہ، تعامل صحابہ کرامؓ، تابعینؓ، تبع تابعینؓ،  
سلف صالحینؓ اور اہل سنت والجماعت اصناف کے مسلک  
کے مطابق ایک اہم ترین جامع اور مثبت دلائل سے مزین کتاب  
ہے۔ اہل حدیث (غیر مقلدین) نے اسکی شہرت اور مقبولیت کے  
خالف ہو کر اسکی اہمیت کو کم کرنے کے لیے نماز سنون کے بعض  
مسائل پر بے جا اعتراضات کر دیئے جو کہ ”حی علی الصلوٰۃ“ نامی کتاب  
کی صورت میں شائع ہوئے تھے ان اعتراضات کے مدلل جوابات آپکو  
اس کتاب ”حی علی الفلاح“ میں ملیں گے۔ اور غیر مقلدین کی  
کذب بیانیوں اور خیانتیں واضح ہوں گی۔

ضمائم : ۹۶ صفحات

قیمت : ۱۸/- روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ درس القرآن فاروق گنج گوجرانوالہ

# نمازِ مسنون کلاں

تالیف

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی

دامت برکاتہم

نمازِ مسنون خورد کے بعد نمازِ مسنون کلاں ایک ایسی مفید اور نماز کے موضوع پر جامع کتاب ہے جو نماز کے تمام ضروری مسائل مع قوی دلائل از کتاب و سنت و احادیث صحیحہ، تعامل صحیح کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مضبوط اقوال و مزین ہے جس میں نمازات اذان، اوقات نماز، فرائض ہنسن و مستحبات، مکروہات و مفردات کا پورا بیان ہے۔ ارکان، واجبات و سنن کی پوری حکمت اور ضروری مباحث درج ہیں۔ جمعہ و عیدین، نماز جنازہ اور نوافل وغیرہ کے جملہ اہم مباحث اور اس کے ساتھ اذکار و دعوات اور خطبات کا ایک بہترین نصاب درج ہے۔

عام قارئین کے علاوہ علماء کرام، اساتذہ عظام اور خصوصاً طلباء علم دین کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے جس کا انداز بیان اور زبان نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔

عمدہ کاغذ، بہترین کتابت و طباعت، معیاری جلد بندی، قیمت - ۵۰ روپے

ناشر

مکتبہ دروس القرآن

فاروق گنج گوہر الوالہ



# مکتبہ دروس القرآن فائق گنج گوہر نوالہ مقدمہ صحیح مسلم

صحیح مسلم شریف، علم حدیث میں تین اہم ترین کتابوں میں ایک ہے اور صحیح بخاری کی طرح تمام صحیح اور حسان روایات پر مشتمل ہے۔ قرن سوم سے آج تک متداول ہوا ہے۔ اس میں کتب الایمان کا ایک طویل اور اہم باب ہے جس کو امام مسلم نے سب سے پہلے درج کیا ہے۔ اس میں ایمانیات کے جملہ مسائل کا ذکر ہے اور بعض بحث اس کے نہایت اہم و قیمتی اور ضروری ہیں۔ ان مباحث کی توضیح و تفسیر حدیث کی تعلیم کے طریق پر اس رسالہ میں بیان کی گئی ہے جن کو سمجھنے سے ایمان کے جملہ مسائل نہایت ہی عمدہ طریق پر دل نشین ہو جاتے ہیں۔ اختلاف و مشکلات وغیرہ بخوبی حل ہو جاتے ہیں۔

نیز مقدمہ میں امام مسلم نے علم اصول حدیث کے ایسے اہم ترین مباحث ذکر کیے ہیں جو عام فن حدیث میں بہت کارآمد ہیں خصوصاً امام شریف کی احادیث میں سے حدیث و نفع بخش ہیں۔ مقدمہ اپنی عبارت کے اعتبار سے مشکل بھی ہے اس لیے اس کی تسہیل و توضیح مختصر طریق پر اردو بہترین انداز میں کی گئی ہے۔

علم حدیث کے طلب کاروں کے لیے بہت نافع ہوگی اور اس کے پڑھنے سے بہت لوگوں کو فائدہ ہوگا۔ مصنف: حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدظلہ

عمدہ کتابت و طباعت ، قیمت ۳۵/- روپے

ناشر

مکتبہ دروس القرآن فائق گنج گوہر نوالہ

## قرآن مجید مترجم

ترجمہ

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی مدظلہ

بانی مدرسہ نصرة العلوم جامع مسجد نور گوہر الوالد

قرآن مجید کے صحیح ترجموں میں حضرت مولانا شاہ عبد القادر محدث دہلوی۔  
حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی۔ حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی۔ شیخ  
الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی۔ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی  
۔ حضرت مولانا احمد سعید دہلوی۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے تراجم مشہور  
اور مقبول ہیں۔ حضرت صوفی صاحب مدظلہ نے بھی موجودہ دور کے مطابق جدید  
اردو زبان میں یہ ترجمہ کیا ہے۔ یہ ترجمہ پہلے حضرت صوفی صاحب مدظلہ کی  
تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی بیس جلدوں میں بھی شائع ہو چکا ہے اور  
حال ہی میں عمدہ کتابت و طباعت اور معیاری جلد بندی کے ساتھ ۷۰۴ صفحات  
پر مشتمل شائع ہو کر منظر عام پر آچکا ہے۔ قیمت ۲۵۰

ناشر مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوہر الوالد

# اجوبہ الابعین

(در و افاض)

(۱) حجة الاسلام محمد دین و علیم بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی  
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کا نام نامی ہی اس بات کی ضمانت کے لئے کافی ہے کہ کتاب  
علوم و معارف حقائق و دقائق کا مجموعہ ہے۔

اجوبہ الابعین میں حضرت نانوتوی کے علوم و فیوض، مناظرانہ و تنقیدانہ مضامین کا وسیع  
سرایہ ہے۔ یہ کتاب اہل رفض و تشیع کے رد میں ہے اس کتاب میں اہل رفض و تشیع کی طرہ  
سے اہل السنہ و الجماعت پر کئے گئے چالیس اعتراضات کے عقلی و نقی طوہ پر دندان شکن اور  
مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔

حصہ اول میں اٹھائیس اعتراضات کے جوابات ہیں جو سرب۔ نانوتوی نے ایک لکھ  
میں مکمل کئے، اس حصہ میں حضرت کے ساتھ حضرت کے داماد مولانا عبد اللہ اذہاری، سابق ناظم شعبہ  
دینیات علی گڑھ یونیورسٹی بھی شریک تھے۔ ہر سوال کا ایک ایک جواب ان کا بھی ساتھ شامل ہے۔

حصہ دوم بارہ اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہے اور یہ صرف حضرت نانوتوی کے تالیفی  
رقم کا مرہون منت ہے اس میں وقت نظر فرم کر کی عمیق حقائق و معارف لطائف و ظرائف کا  
گلچ کران پایہ موجود ہے۔ حضرت نے اس حصہ میں متعدد کاسلہ، ذک وراثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم  
جیسے اہم مسائل کے علاوہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ یہ حصہ زیادہ دقیق  
اور مشکل اور بہت سے اہم علمی نکات پر مشتمل ہے۔

المجلد ادارہ نشر اشاعت مدرستہ نھرہ العلوم نے اس کتاب کو نہایت محنت کے ساتھ  
کتاب میں سرخیان، حواہج کے ماتخذ، پیر سے اور متعدد جگہ حواشی، طبع و کتابت، علمی طباعت  
و معیاری جلد بندی کیساتھ طبع کرایا ہے۔ کتاب کے شروع میں فہرست مضامین اور حضرت مولانا مولانا  
عبد الحمید فاضل دارالعلوم دیوبند و بانی مدرستہ نھرہ العلوم کا ۶۶ صفحات پر مشتمل مفید مقدمہ لگا دیا  
گیا ہے۔ - طبع دوم قیمت ۹۰ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوہر النوالہ

# مجالس القرآن

انعام

مفسر قرآن  
حضرت مولانا صفی عبدالحمید سواتی صاحب

ریکارڈنگ

بہار احمد نامی صاحب

مترجم

الحاج العلی دین صاحب (الکرامیہ علوم اسلامیہ)

زور انعام

انجمن مجاہد اشاعت قرآن

صور انجمن

شیخ محمد یعقوب عاجز

چندل سید علی

بابو غلام حیدر صاحب

کراچی

محمود انور بٹ ایڈیٹر

ناظم مکتبہ

محمد نسیر صاحب P10221943

مکتبہ دارالقرآن گوجرانوالہ